فتاویٰ نوریہ

حضرت علامہ مفتی محمد نور اللہ نعیمی قدس سرہ العزیز

شعبہ تصنیف و تالیف دارالعلوم حنفیہ فریدیہ
بصیر پور ضلع اوکاڑہ

فتاویٰ نوریہ

Marfat.com

وسط سے ٹوپی کا ننگا ہونا اعتبار نہیں ص ۵۸۸-۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Marfat.com

میں محقق طور پر مفصل۔ حضرتِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتویٰ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۳۵
نیز ج ۷ ص ۳۳۶ میں ہے ان رجلا سأل ابن عمر فقال طلقت امرأتی
ثلاثا وھی حائض فقال عصیت ربك وفارقت امرأتك۔ سیدنا
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا فتویٰ مبارکہ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۳۵، شرح معانی الآثار ج ۲
ص ۳۳ و ۳۴ تین تین حدیثیں میں والنظم للطحاوی عن عبداللہ بن مسعود
قال فی الرجل یطلق البکر ثلاثا انھا لا تحل حتی تنکح زوجا غیرہ۔
حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہم کا فتویٰ شریفہ: موطا امام مالک ج ۲ ص ۲۷، ۲۸
شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۴، سنن بیہقی ص ۳۳۵ میں تین تین حدیثیں ہیں اور موطا امام مالک
ج ۲ ص ۳۴ میں ایک حدیث ہے، نیز ان دونوں حضرات کے ساتھ حضرت عبداللہ بن
عمر کی معیت بھی، شرح معانی الآثار ص ۳۳ میں ہے ان رجلا سأل ابن عباس
واباھریرۃ وابن عمر عن طلاق البکر ثلاثا وھو معہ فکلھم قالوا
حرمت علیك۔ حضرتِ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی فرمان ہے، سنن بیہقی
ص ۳۳۶ میں ہے سأل رجل المغیرۃ بن شعبۃ وانا شاھد عن رجل
طلق امرأتہ مائۃ قال ثلاث تحرم وسبع وتسعون فضل
نیز حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لا تحل حتی تنکح زوجا غیرہ
حضرتِ عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دو حدیثیں مرفوع، کنز العمال ج ۵ ص ۱۵۶
میں ہیں کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی
منکوحہ کو ہزار طلاقیں دیں، جواب میں ارشاد فرمایا اور یہ فتویٰ دیا ان اباکم لم یتق
اللہ فیجعل لہ من امرہ مخرجا بانت منہ بثلاث علی غیر السنۃ
وتسع مائۃ وسبع وتسعون اثما فی عنقہ۔

احادیثِ مذکورہ سے شمس و امس کی طرح واضح و نمایاں ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں
مسماۃ مذکورہ تین طلاقوں سے مطلقہ مغلظہ ہو کر حرام ہو گئی، بدون تحلیل زوجِ اول پر حلال

Marfat.com

بلغ العلى بكماله

كشف الدجى بجماله

حسنت جميع خصاله

صلوا عليه وآله

Marfat.com

نہیں ہوسکتی اور قرآن کریم کا بھی یہی فیصلہ ہے، ارشاد ہوتا ہے الطلاق مرتان
یعنی ایسی طلاق جس کے بعد رجوع ہوسکتا ہے' دو ہیں اور مسمی عمر الدین نے تین سے
بھی زیادہ طلاقیں دیں جیسے سوال سے پرظاہر ہے تو زیادہ لغو اور تین واقع ہوگئیں' اب
رجوع کا حق نہ رہا، نیز ارشاد ہوتا ہے فامساك بمعروف او تسریح
باحسان یعنی دو طلاقوں کے بعد یا معروف سے ٹھہرانا ہے یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا
اور اس نے دو طلاقوں کے بعد تیسری طلاق دی اور تصریح کی کہ حرام کرکے چھوڑ دیا ہے
تو اب اس کا حق کیسے ہوسکتا ہے؟ نیز قرآن کریم میں بالتصریح موجود ہے فان
طلقها فلا تحل له..... حتی تنکح زوجا غیرہ یعنی اگر تیسری طلاق
دیدے تو عورت اس کے لئے حلال نہیں ہوتی اس حد تک کہ کسی اور سے نکاح کرے۔
اور اس نے طلاق ۳ واقع کردی تو اس پر حلال بدون تحلیل نہیں ہوسکتی، یہ قرآن کریم کا اور
احادیث شریفہ کا متفقہ فیصلہ اور فتویٰ ہے، روئے زمین کی تمام شیطانی طاقتیں اپنے
پورے پورے انتظام سے مقابلہ کریں اور چاہیں کہ اس فیصلہ کو اٹھا یا بدلا ڈالیں تو قطعاً
یقیناً یہ نہ بدل سکتا ہے، نہ اٹھ سکتا ہے تو بیچارے عمر الدین کی کیا حقیقت کہ اٹھا سکے،
صرف سوراخ ہی نہیں بلکہ اشتام کو پھاڑ دے یا جلا دے، دریا برد کردے تب بھی
کچھ نہیں ہوسکتا، حضرت رب العلمین کا فرمان مبین ہے وما کان لمؤمن ولا
مؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من
امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا۔ حال
ترجمہ یہ کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ فرمادیں تو کسی ایماندار مرد اور
ایماندار عورت کو اپنے کام کا کچھ اختیار نہیں رہتا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی
کرے تو ضرور گمراہ ہوا، گمراہ ہونا ظاہر۔

پس صاف طور پر ثابت ہوا کہ مسماۃ راج بی بی باقاعدہ مسمی عمر الدین
پر حرام ہے۔

Marfat.com

اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض

مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبٰرکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتہا یضیٓء ولو لم تمسسہ نار نور علی نور یہدی اللّٰہ لنورہ من یشاء ویضرب اللّٰہ الامثال للناس واللّٰہ بکل شیء علیم ○ صدق اللّٰہ العظیم

Marfat.com

يَسْتَفْتُونَكَ ط

قُلِ اللّٰهُ

يُفْتِيكُمْ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین

فتاویٰ نوریہ

جلد سوم

تصنیف

شیخ الحدیث فقیہِ اعظم مولانا الحاج ابو الخیر محمد نور اللہ صاحب النعیمی القادری علیہ الرحمۃ

بانی دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

ترتیب و تدوین

استاذ الفقہ والحدیث حضرت مولانا علامہ الحاج محمد محب اللہ صاحب نوری مدظلہ

مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

ناشر

شعبہ تصنیف و تالیف دار العلوم حنفیہ فریدیہ

بصیر پور، ضلع اوکاڑہ

Marfat.com

کتاب ---------------- فتاویٰ نوریہ

جلد ---------------- سوم

تصنیف ---------------- حجۃ الاسلام حضرت فقیہ اعظم مفتی
ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی قدس سرہ العزیز

ترتیب ---------------- جانشین فقیہ اعظم حضرت
صاحبزادہ مفتی محمد محبّ اللہ نوری

اشاعت اول ---------------- ستمبر ۱۹۸۳ء / ذوالحجۃ المبارکہ ۱۴۰۳ھ

اشاعت دوم ---------------- جنوری ۱۹۹۴ء / شعبان المعظم ۱۴۱۴ھ

اشاعت سوم ---------------- محرم الحرام ۱۴۲۰ھ / اپریل ۱۹۹۹ء

صفحات ---------------- ۶۷۲

مطبع ---------------- شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

ناشر ---------------- شعبہ تصنیف و تالیف دار العلوم حنفیہ فریدیہ
بصیر پور شریف ضلع اوکاڑہ

قیمت ---------------- ۳۰۰ روپے

Marfat.com

نقش آغاز

جلد سوم کا نیا ایڈیشن اللہ رب العزت (جل جلالہ و عم نوالہ) کے لطف و کرم اور اس کی توفیق خاص سے پیش خدمت ہے۔

فتاویٰ نوریہ کی پہلی دو جلدوں کے اب تک پانچ ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ یہ جلدیں طہارت، نماز، مساجد، زکوٰۃ، عشر، رویت ہلال، روزہ، اعتکاف، حج، رضاعت اور نکاح وغیرہ عبادات و احکامات پر مشتمل ہیں جبکہ اس میں طلاق، ظہار، ذبح، حلال و حرام جانور، قربانی، عقیقہ، تعزیر اور حظر و اباحت سے متعلق ۲۰۳ فتوے ہیں جن میں سینکڑوں احکامات و جزئیات کی تفصیل موجود ہے۔

کتاب الحظر والاباحہ کی داخلی ترتیب بدل کر جدید مسائل کو ان کی اہمیت کے پیش نظر ابتدا میں جگہ دی گئی ہے۔ نیز عورتوں کے لئے تعلیم کتابت کے جواز پر تحقیقی رسالے "الا فتاء فی جواز تعلیم الکتابۃ للنساء" اور انتقال خون کے بارے میں فتوے کی عربی عبارات کے ترجمے کے ساتھ از سر نو کتابت کرائی گئی ہے۔ جس سے ان کی افادیت بڑھ گئی ہے۔

قارئین کی سہولت کو مد نظر رکھتے ہوئے ابتدا میں مسائل کی ایک جامع فہرست

Marfat.com

اور آخر میں آیات کریمہ ' احادیث مبارکہ اور مآخذ و مراجع کی فہرستیں لگا دی گئی ہیں۔ مآخذ و مراجع کی فہرست میں کتب حوالہ ' مطبع ' مقام و سن طباعت ' مصنفین اور ان کے سن وصال کی تفصیل درج ہے۔

قرآنی آیات کی فہرست مولانا حافظ محمد عرفان اللہ اشرفی فاضل دارالعلوم حنفیہ فریدیہ نے مرتب کی ہے جب کہ باقی تمام فہرستیں اور حوالہ جات کی اصل مراجع سے مطابقت اور تصحیح کا کام عزیزی مفتی محمد لطف اللہ نوری اشرفی مدرس دارالعلوم ہذا نے بڑی جانفشانی سے انجام دیا ہے--- مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری ناظم تعلیمات دارالعلوم ہذا نے پروف ریڈنگ میں حصہ لیا۔ مولانا صاحبزادہ محمد فیض المصطفیٰ نوری ' مولانا محمد یوسف نوری نے جملہ طباعتی امور بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیئے جبکہ علامہ احمد علی قصوری ' مولانا تابش قصوری ' پروفیسر خلیل احمد نوری (لاہور) اور مولانا عزیز احمد نوری (قصور) نے اپنی اپنی ذمہ داریوں کو نبھایا۔ قائد اعظم لائبریری لاہور کے ریسرچ آفیسر محترم سید عبدالرحمٰن بخاری نے "فتاویٰ نوریہ کا علمی مقام" کے عنوان سے اپنے تاثرات قلمبند کیے۔

اللہ تعالیٰ (جل وعلا) ان تمام حضرات کو اجر عظیم سے نوازے اور فتاویٰ نوریہ کے علمی و فقہی نور سے اہل ایمان کے قلوب و اذہان کو مستنیر فرمائے۔

محمد محب اللہ نوری

۲۷ رجب المرجب ۱۴۱۴ھ

۱۰ رجنوری ۱۹۹۴ء

Marfat.com

ابتدائیہ اشاعت اول

فوقَ کُلِ ذِی علمٍ علیم

الحمد لله علی منه و کرمه تعالی و بفضل حبیبه الاعلی صلی الله علیه وسلم

"فتاویٰ نوریہ" جلد سوم اپنی پوری نورانیت سے آسمان فقاہت پر جلوہ افروز ہے-----

۱۹۷۴ء' ۱۹۷۷ء اور ۱۹۸۱ء میں فتاویٰ نوریہ جلد اول' دوم تین ہزار تین صد کی تعداد میں شائع ہو کر بین الاقوامی سطح پر اپنی مقبولیت کا سکہ بٹھا چکی ہیں-----اب تیسری جلد علماء' فقہاء اور اہل علم و دانش کے ہاتھ پہنچ رہی ہے-----ان تینوں جلدوں کے صفحات کی مجموعی تعداد ۱۵۲۸ ہے-----جب کہ اتنے ہی صفحات پر مشتمل بقیہ جلدوں کی اشاعت کا انتظام ہوا چاہتا ہے-----

فتاویٰ نوریہ جلد اول' دوم کی ترتیب و تدوین کا اہم ترین فریضہ نہایت سلیقہ سے حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کے عظیم المرتبت صاحبزادے حضرت العلام مولانا الحاج ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری علیہ الرحمہ نے انجام دیا' نظر ثانی حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے خود فرمائی-----مگر کیا خبر تھی کہ زمانہ ان جلیل القدر شخصیتوں سے ظاہری طور پر محروم ہو جائے گا' جن کے علم و فضل کی شہادتیں اکابر نے دیں' جن کے قصائد علماء و فضلاء' غائبانہ پڑھتے' جن کا شہرہ عالم اسلام میں ہے' جن کے تذکرے دیار حبیب میں ہیں' جن کے محامد مولد مصطفیٰ میں سنے جاتے ہیں' جن کی یاد آج بھی تازہ ہے اور جن کی زیارت کو آنکھیں ترستی ہیں-----جن پر اساتذہ خوش رہے اور مکتوبات گراں مایہ سے نوازا'

Marfat.com

القابات عظیمہ سے مفتخر کیا----

آہ! وہی فقیہ اعظم علیہ الرحمہ والرضوان جن کے فتاویٰ کو دیکھ کر مفتی اعظم پاکستان سیدی ابوالبرکات سید احمد صاحب قادری علیہ الرحمہ محدث لاہوری نے جب علماء کرام میں مسئلہ لاؤڈ سپیکر پر قلمی گفتگو جاری تھی' بے ساختہ فرمایا:

"بفحوائے "فوق کل ذی علم علیم" ہو سکتا ہے' ایک مسئلہ کا انکشاف زید پر ہو اور بکر پر نہ ہو"----(مکتوب محررہ' ۸ نومبر ۱۹۵۶ء)

چنانچہ جدید مسائل کے انکشاف کا جو ملکہ فقیہ اعظم کو نصیب ہوا' اس کی نظیر حال تو حال' مستقبل قریب میں بھی نظر نہیں آتی---- مستقبل کے فقہاء "فتاویٰ نوریہ" سے استفادہ کیے بغیر نہیں رہ سکیں گے---- میرا وجدان کہتا ہے کہ اگر آپ کے دور کو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ پاتے تو فتاویٰ نوریہ کو بنظر استحسان دیکھتے' کیونکہ علماء حق خصوصاً فقہاء اہل سنت کی قدر و منزلت جو امام اہل سنت فرماتے' بایدو شاید----

فتاویٰ نوریہ جلد سوم کی ترتیب و تدوین کا نہایت صبر آزما مرحلہ آیا تو کس کے سر پر؟ فتاویٰ نوریہ کی پہلی دو جلدیں اس حال میں شائع ہوئیں کہ صاحب فتاویٰ نوریہ' حضرت المرتب الاول کی نگرانی و حوصلہ افزائی فرما رہے تھے' حضرت ابوالفضل علیہ الرحمہ کے معاون خود فقیہ اعظم علیہ الرحمہ تھے----کام مشکل ہونے کے باوجود آسان تھا مگر جب زیر نظر تیسری جلد کی ترتیب و تدوین کا کٹھن مرحلہ آیا تو حضرت الفاضل الکامل مولانا علامہ الحاج صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کو اپنے والد ماجد اور برادر مکرم علیہما الرحمہ کی ظاہری مفارقت کا عظیم صدمہ برداشت کرنا پڑ رہا تھا----

قدم قدم امتحان' لحہ لحہ ابتلاء' ساعت ساعت پریشانی اور اتنا مہتم بالشان کام---- اللہ اکبر! مگر عظیم فقیہ کے عظیم فرزند' جلیل القدر بھائی کے باہمت برادر نے مصائب و آلام کو صبر کی ڈھال سے روکا اور ملت اسلامیہ کو عموماً اور اہل سنت کو خصوصاً فتاویٰ نوریہ ایسی بے مثال فقہی کتاب عطا فرما رہے ہیں' جس کی بڑی شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی----

Marfat.com

مولانا علامہ الحاج صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری بیک وقت دارالعلوم کے اندرونی و بیرونی' داخلی و خارجی امور کو انجام دینے کے ساتھ ساتھ تدریسی فرائض بھی انجام دے رہے ہیں نیز انجمن حزب الرحمٰن کی تحریری و تقریری سرگرمیوں میں برابر دلچسپی رکھتے ہیں' تحریر و تقریر میں ملکہ حاصل ہے' انسان حیران ہوتا ہے کہ اتنی مختصر سی عمر میں ان گنت ذمہ داریوں سے عہدہ براہونا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے-----بس پھر یوں سمجھ لیجئے کہ آپ حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کی زندہ کرامت ہیں-----اختصار دامن گیر ہے ورنہ آپ کا تفصیلی تعارف پیش کرتا' تاہم چند اہم تواریخ پر نظر دوڑایئے اور آپ کی محنت' لگن' کارکردگی' فرائض کی ادائیگی اور مومنانہ فراست کی داد دیجئے-----

۱۰ مئی ۱۹۵۸ء / ۲۰ شوال ۱۳۷۷ھ بروز ہفتہ مولانا صاحبزادہ محمد محبّ اللہ صاحب نوری مدظلہ پیدا ہوئے' تقریباً انیس سال کی عمر میں جملہ علوم و فنون اسلامیہ کی تکمیل پر ۱۹۷۷ء میں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف اور تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کی طرف سے فراغت کی سندیں حاصل کیں-----بیس سال کی عمر میں نائب مہتمم کے فرائض سنبھالے-----دارالعلوم کے انتظام و انصرام کے لئے حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ اور آپ کے برادر اکبر حضرت ابو الفضل علیہ الرحمہ نے عملی تربیت شروع فرمادی تھی----- فارغ التحصیل ہونے سے ایک سال قبل ۱۹۷۶ء میں پہلی مرتبہ حج کعبہ کی سعادت اور بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضری کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہوئے----- جب کہ ۱۹۸۲ء میں دوبارہ گنبد خضراء اور بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے-----

۱۴ فروری ۱۹۸۱ء / ۸ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ کو فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے فضلائے دارالعلوم کے کثیر اجتماع میں دارالعلوم کے مہتمم کے عہدۂ جلیلہ کی تحریری سند دی' نیز ۱۵ جون ۱۹۸۱ء کو دستار خلافت سے نوازا-----

الحمد للہ تعالیٰ حضرت صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری دامت برکاتہم العالیہ اپنے والد ماجد کا حقیقی و روحانی عکس نورانی بن کر جملہ امور کو حسن و خوبی انجام دے رہے ہیں-----

Marfat.com

فتاویٰ نوریہ جلد ثالث میں آپ بعض نئی باتیں پائیں گے' جو دیگر کتب فتاویٰ میں مفقود ہیں----- مثلاً جو باب دیا جا رہا ہے' اس کا اجمالی تعارف پائیں گے' یہ جدت آپ کو یہیں نظر آئے گی----- اس طرح مرتب کی دلچسپی نے باب کی اہمیت کو چار چاند لگا دیئے ہیں----- ابتدائی صفحات (۱) میں غزالی زماں' محدث دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی مدظلہ اور استاذ العلماء مولانا علامہ عطا محمد صاحب چشتی بندیالوی (۲) کی تقاریظ مبارکہ ملاحظہ فرمائیں گے----- نیز حیات مبارکہ کے عنوان سے فقیہ اعظم قدس سرہ کی بلند پایہ شخصیت کی مقدس زندگی کے پاکیزہ پہلو' جن روح پرور الفاظ میں حضرت صاحبزادہ صاحب مدظلہ نے قلم بند فرمائے ہیں' ان پر مزید کچھ کہے بغیر یہی عرض کروں گا۔

این سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اللہ کرے' انجمن کا یہ اشاعتی نذرانہ بارگاہ فقیہ اعظم میں شرف پذیرائی پائے اور عالم اسلام اس کی نورانیت سے سدا مستنیر ہوتا رہے-----

محتاج دعا----- محمد منشا تابش قصوری

ناظم اعلیٰ انجمن حزب الرحمٰن بصیر پور' اوکاڑہ

یکم ذوالحجۃ المبارکہ ۱۴۰۳ھ / ۹ ستمبر ۱۹۸۳ء' جمعۃ المبارکہ

---

(۱) یہ مضامین اب فتاویٰ نوریہ کی دیگر جلدوں میں شامل کر دیئے گئے ہیں-----

(۲) یہ دونوں حضرات وصال فرما چکے ہیں----- رحمہما اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

Marfat.com

فہرست

Marfat.com

مشمولات

فہرست ابواب	۱۷
فہرست مسائل	۱۹تا۲۶
سیدی فقیہ اعظم (مختصر سوانح حیات)	۶۵تا۷۲
فتاویٰ نوریہ کا علمی مقام	۷۳تا۸۰
فتاویٰ نوریہ	۸۱تا۶۳۴
فہرست آیات کریمہ	۶۳۷ تا ۶۴۳
فہرست احادیث مبارکہ	۶۴۷ تا ۶۵۴
فہرست مآخذ و مراجع	۶۵۷ تا ۶۶۰

Marfat.com

فہرست

کتب وابواب فتاویٰ نوریہ جلد سوم

کتاب الطلاق	۸۳
باب طلاق الصبی (بچے کی طلاق)	۸۹
باب طلاق المجنون والمغمیٰ علیہ (پاگل ومدہوش کی طلاق)	۱۱۳
باب الطلاق فی الغضب (غصے کی حالت میں طلاق)	۱۲۷
باب طلاق الحوامل (حالت حمل میں طلاق)	۱۳۵
باب طلاق المُکرَہ (مجبور کی طلاق)	۱۵۳
باب کتابۃ الطلاق (تحریری طلاق)	۱۶۷
باب الفاظ الطلاق (الفاظ طلاق)	۱۸۱
باب الطلاق بالشرط (معلق ومشروط طلاق)	۲۳۹
باب الحلالۃ (تین طلاقوں کے بعد حلت کی صورت)	۲۶۵
باب تفریق القاضی	۳۲۱

Marfat.com

باب الظہار (بیوی کو ماں، بہن وغیرہ محرمات کے عضو محرم سے تشبیہ دینا)	۳۳۳
باب العدۃ	۳۴۹
کتاب الذبائع (ذبح کے مسائل)	۳۷۵
باب ما یؤکل لحمہ و ما لا یؤکل (حلال و حرام جانور)	۴۰۹
کتاب الاضحیۃ (قربانی)	۴۳۱
باب العقیقۃ	۴۹۳
کتاب التعزیر	۵۰۵
کتاب الحظر والاباحۃ	۵۲۵

Marfat.com

فہرست مسائل فتاویٰ نوریہ

نمبر	مسائل	صفحہ
	طلاق	۸۳
	تعارف کتاب الطلاق	۸۷
	باب طلاق الصبی	۸۹
۱	علامات بلوغ ظاہر نہ ہوں تو پندرہ سالہ لڑکا بالغ شمار ہوگا	۹۱
۲	احتلام، انزال اور حمل بلوغ کی علامتیں ہیں	۹۲
۳	نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوتی	۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۶، ۹۸
۴	تین شخص مرفوع القلم ہیں۔ سویا ہوا، بچہ اور دیوانہ	۹۴
۵	نابالغ بچہ طلاق نہیں دے سکتا اور اس کے ولی کو بھی اس کی طرف سے طلاق کا اختیار نہیں	۹۴
۶	نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہے	۹۴
۷	الطلاق لمن اخذ بالساق	۹۵، ۲۴۴، ۳۷۴
۸	طلاق وہی دے سکتا ہے جو مجامعت کا حق دار ہے	۹۵

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
۹	ولی اور بچہ کی طلاق معتبر نہ ہونے کی حکمت	۹۵
۱۰	نابالغ اگرچہ سمجھدار یا مراہق ہو طلاق نہیں دے سکتا	۹۶۔۹۹، ۱۰۰
۱۱	پندرہ سالہ لڑکا اور لڑکی شرعاً بالغ ہیں اگرچہ علاماتِ بلوغ ظاہر نہ ہوں	۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳
۱۲	بارہ سالہ لڑکا بالغ ہو سکتا ہے	۱۰۷
۱۳	بلوغ کی کوئی علامت نہ پائی جائے تو چودہ سالہ لڑکا نابالغ ہے	۱۰۷
۱۴	سنِ بلوغ کے لیے شرعی طور پر قمری سال کا اعتبار ہے	۱۰۷
۱۵	علاماتِ بلوغ	۱۰۹
۱۶	سنِ بلوغ کے لئے شرعی طور پر قمری سال کا اعتبار ہے	۱۰۹
۱۷	قمری سال دیسی اور انگریزی سال سے تقریباً دس دن چھوٹا ہوتا ہے	۱۰۹
۱۸	گونگا شخص اپنی بیوی کو خود طلاق دے اس کے باپ کو یہ حق حاصل نہیں	۱۱۰
	باب طلاق المجنون والمغمیٰ علیہ	۱۱۳
۱۹	طلاق کے لئے عقل کی درستی شرط ہے	۱۱۸
۲۰	جس شخص کا جنون، مدہوشی اور اختلالِ عقل ایک بار ثابت ہو جائے وہ اپنی جانب منسوب کلماتِ طلاق کے جواب میں مدہوشی کا حلفیہ بیان دے تو طلاق متصور نہیں ہوگی	۱۱۸، ۱۱۸
۲۱	پاگل کی طلاق نہیں پڑتی	۱۱۸، ۱۲۲، ۱۲۵
۲۲	نبیذ، افیون، بھنگ اور حشیش وغیرہ کے نشہ میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے	۱۳۰
	باب الطلاق فی الغضب	۱۲۷
۲۳	حمل یا غصہ کی حالت میں طلاق ہو جاتی ہے	۱۳۱

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
۲۴	غصہ کی حالت میں طلاق ہو جائے گی اگرچہ نیت کا صریح انکار کرے	۱۳۰
۲۵	انت طال' (سکون لام سے) حالتِ رضا میں طلاق نہیں اور غضب میں طلاق ہے	۱۳۱، ۱۳۷
۲۶	انت طال (بکسر لام) کہے تو بلا نیت طلاق بن جائے گی	۱۳۱، ۱۳۷
۲۷	غصہ کی شدت میں طلاق کا لفظ صحیح ادا نہ کر سکے بلکہ "تلاق" "طلاغ" "تلاک" "طلاک" "تلاغ" کہے، تب بھی طلاق واقع ہو جائے گی	۱۳۱، ۱۳۷
۲۸	ایسے متعدد کلمات کنایہ بلکہ صریحہ بھی ہیں جو غصے کی وجہ سے پورے ادا نہ کیے گئے ہوں حالتِ غضب میں طلاق کا باعث ہیں اور حالتِ رضا میں نہیں	۱۳۷
۲۹	صریح کنایہ سے قوی تر ہے	۱۳۷
۳۰	غصہ منافی طلاق نہیں بلکہ ارادۂ طلاق کی دلیل ہے	۱۳۱، ۱۳۳، ۳۴۷
۳۱	بیوی سے کہے "تجھے طلاق، طلاق، طلاق"۔ اگر مدخولہ ہے تو طلاق مغلظہ ہو گی اور اگر خلوت صحیحہ نہیں تو بلا حلالہ نکاح ہو جائے گا	۱۳۳
۳۲	عورت کو غصہ میں کہا "تجھے چاروں مذہبوں میں حرام کیا" تو ایک طلاق بائن ہو گی	۱۳۹
۳۳	حرام کہتے ہوئے تین کی نیت تھی تو تین طلاقیں واقع ہو گئیں	۱۳۹
۳۴	بحالتِ غصہ طلاق کی نیت سے زمین پر لکیر کھینچتے ہوئے یوں کہے "یہ	

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
	ایک یہ دو یہ تین "تو طلاق مغلظہ ہوگی	۱۴۱
۳۵	ائمہ دین نے غصے کو طلاق کے ارادے کی دلیل قرار دیا ہے	۱۴۰
۳۶	بیوی کو لڑائی میں تین مرتبہ "میں نے اس کو طلاق دی" کہا' طلاق مغلظہ واقع ہوگی	۱۴۲
	باب طلاق الحوامل	۱۴۵
۳۷	بیک وقت تین طلاقیں گو بہتر نہیں مگر واقع ہو جاتی ہیں	۱۴۸
۳۸	حمل کی حالت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے	۱۴۸
۳۹	طلاق عند اللہ ابغض الحلال ہے	۱۴۸
۴۰	چاروں اماموں کے نزدیک حاملہ پر طلاق واقع ہو جاتی ہے	۱۴۹
۴۱	شرعاً حاملہ کو بھی طلاق دی جاسکتی ہے	۱۵۰
۴۲	حضرت عبداللہ بن زبیر نے اپنی حاملہ بیوی کو طلاق دی جسے حضور ﷺ نے برقرار رکھا	۱۵۰
۴۳	حاملہ کی طلاق کے جواز میں ابن عباس اور عبداللہ بن مسعود کی روایتیں	۱۵۱
	باب طلاق المکرہ	۱۵۳
۴۴	طلاق کی نسبت عورت کی طرف نہ ہو تو طلاق نہیں ہوتی	۱۵۶
۴۵	اکراہ کی صورت میں تحریر غیر معتبر ہے	۱۵۶
۴۶	تحریری طلاق نامہ پر جبراً انگوٹھا لگوانے یا دستخط کرانے سے طلاق نہیں ہوتی	۱۵۶' ۱۵۸' ۱۶۲
۴۷	طلاق' الفاظِ طلاق بولنے' بلا جبر و اکراہ لکھنے یا لکھے ہوئے پر سمجھتے	

Marfat.com

صفحہ	مسائل	نمبر
۱۵۸	ہوئے دستخط کرنے یا انگوٹھا لگانے سے واقع ہوتی ہے	
۱۵۹،۱۶۰	عورت کے نام ونسب سمیت جبری طور پر لکھوائی گئی طلاق نہیں پڑتی	۴۸
۱۶۳	صرف حرام حرام کہنے سے طلاق نہیں پڑتی	۴۹
۲۵۷	کسی کو ڈرا دھمکا کر اس کی مرضی کے خلاف کام کرنے پر مجبور کرنا مخصوص شرائط سے شرعاً اکراہ ہے	۵۰
۲۵۷	اکراہ کے اقسام اور اس کی شرائط	۵۱
۲۵۹	اکراہ کی صورت میں بادل نخواستہ طلاق نامے پر دستخط کرنے سے طلاق نہیں ہوتی	۵۲
۱۶۷	**باب کتابۃ الطلاق**	
۱۷۰،۱۷۱	کاتب کو یہ کہا کہ میری بیوی کو طلاق لکھ دے اگرچہ وہ نہ لکھے طلاق واقع ہو جائے گی	۵۳
۱۷۳	عورت کو کہے کہ تو مجھ پر حرام ہے اور نیت تین کی کرے تو حلالہ کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا	۵۴
۱۷۳،۱۴۱	عورت کی طرف طلاق کی نسبت صراحتاً ضروری نہیں	۵۵
۱۷۵	کسی شخص کو یہ کہنا کہ طلاق لکھ دے اگر نیت ایک کی ہو تو ایک طلاق بنے گی اور اگر تین کی نیت کرے تو مغلظہ ہوگی۔	۵۶
۲۱۸	طلاق میں، کاغذ لکھنا کوئی شرط نہیں	۵۷
۱۷۳	اگر "طلاق لکھ" کے الفاظ سے نیت صرف امر کتابت کی ہو تو طلاق نہ ہوگی	۵۸
۱۶۵	محض ڈرا دھمکا کر زبانی لی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے	۵۹

Marfat.com

صفحہ	مسائل	نمبر
۱۸۱	باب الفاظ الطلاق	
۱۸۳	"میں نے تجھے تین دفعہ طلاق دے دی" کہنے سے طلاق مغلظہ واقع ہو گی	۶۰
۱۸۶	بیوی کو کہے "تجھے سو طلاق" تین واقع ہو گئیں اور باقی لغو گئیں	۶۱
۱۸۶، ۲۸۹	اس سلسلہ میں حضرت ابن عباس کا فتویٰ	۶۲
۱۸۷	جمہور صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ کا متفقہ مذہب یہ ہے کہ ایک مجلس یا ایک لفظ میں تین یا تین سے زائد طلاقیں دی جائیں تو تین واقع ہوں گی	۶۳
۱۸۹	طلاق صریح بلا نیت واقع ہو جاتی ہے	۶۴
۱۹۰	طلاق صریح کا لفظ دو مرتبہ بولا اور دوسری مرتبہ پہلی کی تاکید کی نیت کی تو دیانۃً ایک اور قضاءً دو طلاقیں واقع ہوں گی	۶۵
۱۹۳	طلاق کے بارے میں ایک مفتی کا فتویٰ	۶۶
۱۹۴	فتویٰ مذکور کا جواب	۶۷
۱۹۴	زوج کا بیوی کو "چلی جا" کہنا طلاق صریح نہیں، البتہ نیت سے طلاق بائن بن سکتا ہے	۶۸
۱۹۴	زوج نے بیوی سے کہا "تیرا میرا گزارہ نہیں ہو سکتا اور نہ میں تجھے رکھنا چاہتا ہوں" بلا نیت حالتِ رضا و غضب میں طلاق نہیں	۶۹
۱۹۷	زید کا بیوی کے بارے میں کہنا "میرا اس پر کوئی حق نہیں جہاں چاہے نکاح کرے" مذاکرۂ طلاق اور ناراضگی کی حالت میں بلا نیت طلاق ہے	۷۰

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
۷۱	"حرام" کا لفظ عرف عام میں طلاق صریح بن چکا ہے	۲۰۰، ۲۱۰
۷۲	"میرے گھر سے چلی جا" کنایہ طلاق ہے	۲۰۰
۷۳	"تو میری ماں بہن ہے، میرے گھر سے نکل جا" کہنا ایک طلاق بائن ہے	۲۰۴
۷۴	"گھر سے نکل جا" کے الفاظ بلانیت طلاق طلاق نہیں	۲۰۶
۷۵	"میں نے تجھے چھوڑ دیا" یہ "طلقتک" کا ترجمہ اور طلاق صریح ہے	۲۰۶
۷۶	"میری عورت مجھ پر حرام ہے" کہنے سے بلانیت ایک طلاق بائن واقع ہوگی	۲۰۷، ۲۰۹
۷۷	"حرام حرام" کہتے ہوئے پہلے "حرام" سے تین طلاقوں کی نیت تھی تو تین ورنہ ایک طلاق بائن ہوئی	۲۱۰، ۲۱۲، ۲۱۴، ۲۱۵
۷۸	طلاق رجعی کے بعد طلاق بائن واقع ہو سکتی ہے اگر پہلے بائن واقع ہو چکی تو اس پر دوسری بائن نہیں واقع ہوتی	۲۱۰
۷۹	لفظ حرام سے طلاق بائن واقع ہونے کے بارے میں شامی کی ایک عبارت پر اشکال کا جواب	۲۱۳
۸۰	"میرے اوپر تو حرام ہے" کا جملہ صریح طلاق ہے	۲۸۹
۸۱	خاوند کا بیوی کو کہنا کہ تم جہاں چاہو اپنا حق کر سکتی ہو، طلاق ہے	۲۱۷
۸۲	طلاق اصل میں بولنے سے ہوتی ہے	۲۱۸
۸۳	لفظ "چھوڑی" صریح طلاق نہیں بلکہ کنایہ ہے	۲۱۹
۸۴	طلاق کے صریح لفظ کی تعریف	۲۱۹
۸۵	طلاق کے کنایہ لفظ کی تعریف	۲۱۹

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
	رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہم حضرات کا فتویٰ ہے کہ غیر مدخولہ کو ایک لفظ سے تین طلاقیں دی جائیں تو مغلظہ کے طور پر واقع ہو جاتی ہیں	۲۶۸
۱۱۲	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فتوے کو صحابہ کا تسلیم کرنا، اجماع کے حکم میں ہے	۲۶۹
۱۱۳	صحابہ کرام، تابعین، ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کا یہ مذہب ہے کہ تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں	۲۶۹، ۲۷۳، ۲۷۴
۱۱۴	کسی مفتی کا یہ قول کہ "تین طلاقیں دینے والا ساٹھ روزے رکھے یا چاول کھلادے تو کافی ہے" فتویٰ نہیں فتنہ ہے	۲۶۹
۱۱۵	نکاح بشرط تحلیل اگرچہ مکروہ تحریمی ہے مگر مفید حلت ہے	۲۷۲
۱۱۶	مغلظہ بتعلیقات ثلاثہ کا نکاح بلا تحلیل نہیں ہو سکتا۔	۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۸۲، ۲۸۴، ۲۹۴
۱۱۷	آٹھ اسناد سے حضرت ابن عباس کا فتویٰ کہ اکٹھی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں	۲۷۵
۱۱۸	اس مضمون پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فتویٰ مبارکہ کی دس حدیثوں کا حوالہ	۲۷۵
۱۱۹	اس فتویٰ پر توہم واشتباہ کے شافی جواب میں حوالہ جات	۲۷۵
۱۲۰	طلاق ثلاثہ کے وقوع پر حضرات ابن مسعود، ابن عمر، مغیرہ بن شعبہ اور انس رضی اللہ عنہم کے فتوے	۲۷۶

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
۱۲۱	حضور ﷺ سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے دیں تو آپ نے فتویٰ دیا کہ تین واقع ہو گئیں اور باقی لغو گئیں	۲۷۶
۱۲۲	دو بائن طلاقوں کی صورت میں حلالہ کی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں اگر وہ مرد' عورت نکاح کرنا چاہیں تو ایسے نکاح سے روکنے والا سخت گناہگار ہے	۲۷۹
۱۲۳	دخول و خلوت سے پہلے الگ الگ تین طلاقیں دے تو پہلی کے ساتھ بائن ہو جائے گی اور دوسری' تیسری نہیں پڑتی اور عدت بھی نہیں	۲۸۰
۱۲۴	حلالہ کے بعد پہلے خاوند سے نکاح جائز ہے	۲۸۱
۱۲۵	شرعاً حلالہ کے لئے شرط یہ ہے کہ نکاح صحیح کے ساتھ ایک مرتبہ مجامعت ہو جائے	۲۸۳
۱۲۶	زوج ثانی (محلل) جماع کا انکار کرے اور عورت جماع کا دعویٰ کرے تو عورت کا قول معتبر ہے	۲۸۴
۱۲۷	تین طلاقوں کی صورت میں بلا حلالہ پہلے خاوند سے نکاح نہیں ہو سکتا	۲۸۷
۱۲۸	حضرت ابن عباس نے ہزار طلاقیں دینے والے کو فرمایا کہ تین واقع ہو گئیں اور باقی لغو گئیں	۱۸۶' ۲۸۹
۱۲۹	غصہ کی حالت وقوعِ طلاق سے مانع نہیں	۲۸۹
۱۳۰	ائمہ و مشائخ نے تصریح کی ہے کہ غصہ ارادہ طلاق کی علامت ہے	۲۸۹
۱۳۱	ایک یا دو طلاقیں ہوں تو دوبارہ بلا حلالہ نکاح جائز ہے	۲۸۷' ۲۹۱
۱۳۲	ایک مفتی کا فتویٰ جس میں بیک وقت تین طلاقوں کو طلاق رجعی قرار	

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
	دیا گیا ہے	۲۹۸
۱۳۳	مذکورہ فتوے کا رد	۲۹۹
۱۳۴	طلاق ثلاثہ کے بارے میں حضرات صحابہ کرام کا فتویٰ	۲۹۹
۱۳۵	رکانہ بن عبد یزید کی طلاق کے بارے میں ابن عباس سے منقول روایت قابل استدلال نہیں	۳۰۰
۱۳۶	رکانہ کی اولاد راوی ہے کہ رکانہ نے ایک طلاق دی تھی	۳۰۰
۱۳۷	بلا حلالہ دوسرا نکاح کرنے والے مستحقِ سزا ہیں	۳۰۲
۱۳۸	طلاق ثلاثہ کے بعد حلت کی صورت	۳۰۳، ۳۰۷، ۳۰۸
۱۳۹	بیک وقت تین طلاقیں دی جائیں تو موثر ہو جاتی ہیں	۳۰۷
۱۴۰	ایک آدمی اپنی بیوی کو بار بار طلاق دیتا ہے، تیسری بار طلاق کے بعد عورت حرام ہو گئی	۳۱۱
۱۴۱	طلاق بائن کی صورت میں بلا حلالہ نکاح درست ہے	۳۱۳
۱۴۲	غیر مدخولہ عورت کا ایک یا دو طلاقوں کی صورت میں حلالہ کے بغیر نکاح ہو سکتا ہے	۳۱۹
۱۴۳	غیر مدخولہ کو ایک لفظ سے اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں تو بلا حلالہ نکاح نہیں ہو سکتا	۳۱۹
۱۴۴	غیر مدخولہ کو اگر الگ الگ تین طلاقیں دی گئیں تو حلالہ کی ضرورت نہیں کیونکہ صرف ایک طلاق واقع ہوئی	۳۱۹
	باب تفریق القاضی	۳۲۱
۱۴۵	نکاح خاوند کے قبضہ میں ہے۔ دوسرا شخص عورت کو نکاح سے بری	

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
	نہیں کر سکتا	۳۲۴
۱۴۶	ہند کو اس کے والد نے عیسائی بنا کر عمرو کے نکاح سے عدالتی طور پر بری کرا کے بکر سے نکاح کر دیا' اس صورت میں یہ دوسرا نکاح درست نہیں بلکہ عمرو سے ہی قائم رہے گا	۳۲۵
۱۴۷	عدالتی قانونی حاصل کردہ طلاق پر بعض صورتوں میں نکاح ہو سکتا ہے	۳۳۰
۱۴۸	یونین کونسل میں دی گئی طلاق کا اعتبار صرف گورنمنٹ کا قانون ہے	۲۴۴
	باب الظہار	۳۳۴
۱۴۹	بیوی کو کہا "تو میری ماں' بہن ہے" یہ کلام نہ ظہار ہے اور نہ ہی طلاق بلکہ لغو ہے	۳۳۵
۱۵۰	کلام مذکور کے بارے میں انتفاءِ ظہار اور انتفاءِ طلاق صریحہ بائنہ کے دلائل	۳۳۵
۱۵۱	اس فتوے پر استاذ العلماء حضرت مولانا فتح محمد صاحب بھاولنگری ودیگر علماء کی تائید و تصدیق	۳۳۹
۱۵۲	صرف ماں بہن کہنا طلاق نہیں	۱۶۲
۱۵۳	بیوی کو ماں کہنا مکروہ تحریمہ ہے مگر اس سے ظہار نہیں بنتا	۳۴۱'۳۴۰
۱۵۴	ماں بہن کہنا بلا تشبیہ ظہار نہیں بنتا بلکہ لغو ہے	۳۴۲
۱۵۵	ایسی عورت جس کے ساتھ نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہو اس کے عضوِ محرم سے تشبیہ دینا ظہار ہے	۱۲۲
۱۵۶	ایک آدمی نے زمین پر تین لکیریں کھینچ کر کہا "تو میری ماں بہن	

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
	ہے" ۔ محض لغو ہے	۳۴۴
۱۵۷	بیوی کو ماں بہن کہنا گناہ ہے جس سے توبہ ضروری ہے	۳۴۴
	باب العدۃ	۳۴۹
۱۵۸	مطلقہ مراہقہ کی عدت تین ماہ ہے مراہقہ کو دورانِ عدت حیض آگیا تو تین حیض پورے کرے	۳۵۱
۱۵۹	مطلقہ غیر مدخولہ کا نکاح عدت کے بغیر درست ہے	۱۰۰، ۳۵۲، ۳۶۶، ۳۶۹
۱۶۰	سن ایاس کو پہنچنے سے پہلے جس عورت کا حیض بند ہو جائے اس کی عدت کا حکم	۳۵۳
۱۶۱	اس سلسلہ میں ائمہ کا اختلاف	۳۵۴
۱۶۲	سن ایاس پچپن سال ہے	۳۵۳
۱۶۳	حیض والی عورت کی عدت تین حیض اور حاملہ کی عدت وضعِ حمل ہے	۳۵۶
۱۶۴	بالغ غیر حاملہ کی عدت یہ ہے کہ طلاق اول کے وقوع کے بعد تین حیض پورے ہو جائیں	۳۵۷
۱۶۵	غیر حاملہ حیض والی کی عدت تین حیض ہیں	۳۵۸
۱۶۶	تین حیض ساٹھ دنوں میں پورے ہو سکتے ہیں	۳۵۷، ۳۶۰
۱۶۷	حاملہ مطلقہ کی عدت وضع حمل سے پوری ہوگی	۳۶۴
۱۶۸	حاملہ عورت کی عدت وضعِ حمل ہے اگرچہ حمل زنا کا ہی ہو	۳۶۵، ۳۶۸
۱۶۹	دو طلاقیں دے کر خاوند دورانِ عدت رجوع کر سکتا ہے	۳۷۱

Marfat.com

صفحہ	مسائل	نمبر
۱۷۸، ۱۹۹، ۳۷۱	مطلقہ بائنہ سے طلاق دہندہ دوران عدت اور بعد از عدت نکاح کر سکتا ہے	۱۷۰
۱۷۸	ایک بائن طلاق دینے کے بعد دوسری طلاق بائن دوران عدت واقع نہیں ہو سکتی	۱۷۱
۲۷۱	امام اعظم کے نزدیک عورت کی عدت ساٹھ دن میں پوری ہو سکتی ہے	۱۷۲
۲۷۱	حسبِ تصریح محرر مذہب ایک سو بیس دن میں دونوں عدتیں پوری ہو سکتی ہیں	۱۷۳
۲۷۱	عورت جب انقضائے عدت کا دعویٰ کرے اور مدت احتمال رکھتی ہو تو انکار نہ کیا جائے	۱۷۴
	متفرق مسائل طلاق	
۱۵۸	سادہ کاغذ پر دستخط کرانے سے طلاق واقع نہیں ہوتی	۱۷۵
۱۷۳	لفظ حرام باعتبار عرف طلاق صریح ہے	۱۷۶
۱۷۳	تین بار "حرام' حرام' حرام" کہنے سے ایک ہی بائن طلاق واقع ہو گی	۱۷۷
۱۳۴	بیوی کو تین مرتبہ کہا "تو مجھ پر حرام ہے" طلاق کا ارادہ نہ ہو جب بھی ایک طلاق بائن ہو گی	۱۷۸
۱۳۴	طلاق بائن کے ساتھ بائن لاحق نہیں ہوتی	۱۷۹
۱۴۱	اضافت الی الطلاق صراحۃً شرط نہیں بلکہ مفہوماً بھی کافی ہے	۱۸۰
۲۴۶	طلاق دے کر معافی مانگ لینے کا کوئی مسئلہ نہیں	۱۸۱
۱۳۸	طلاق میں محض احتمالِ استقبال مضر نہیں	۱۸۲
۱۳۸، ۱۹۱	بیوی بھی قاضی کے حکم میں ہے	۱۸۳

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
۱۸۴	لا یلحق البائن البائن	۱۹۹، ۲۰۴، ۲۱۴، ۲۱۵
۱۸۵	البائن یلحق الصریح لا البائن	۱۹۹
۱۸۶	نسبت کے بغیر طلاق نہیں ہوسکتی	۲۲۲، ۲۳۹
۱۸۷	انت طالق قد یطلق فیراد بہ غیر الطلاق	۲۲۸
۱۸۸	طلاق کے بارے میں استفسار کے جواب میں زوج کا ہاں کہہ دینا طلاق ہے	۲۵۶
۱۸۹	بیوی کے حق میں بھی قاضی کی طرح ظاہر کا ہی اعتبار ہے	۲۵۶
۱۹۰	بیوی کی طرف طلاق کی اضافت میں اضافت لفظیہ شرط نہیں بلکہ اضافت معنویہ بھی کافی ہے	۲۶۳
۱۹۱	جس طہر میں وطی ہوئی اس میں طلاق دینی سخت مکروہ ہے	۲۷۲
۱۹۲	ایک طہر میں تین طلاقیں دینا سخت مکروہ ہے	۲۷۲
۱۹۳	دفعۃً تین طلاقیں دینے سے واقع ہو جاتی ہیں	۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۳۰۷
۱۹۴	عدت وغیرہ کے معاملات میں عورت امینہ ہے حتی کہ عورت کی عدالت بھی شرط نہیں	۲۸۴
۱۹۵	طلاق دہندہ خاوند مطلقہ کے ساتھ نکاح کا زیادہ حق دار ہے	۳۱۵
۱۹۶	ایک مرتبہ طلاق دینے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے بلکہ یہی احسن الطلاق ہے	۳۶۳
	ذبح	۳۷۵
	تعارف کتاب الذبائح	۳۷۹

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
۱۹۷	عورت ذبح کر سکتی ہے	۳۸۴
۱۹۸	عورت کا ذبیحہ حدیث پاک سے ثابت ہے	۳۸۴
۱۹۹	ذابح کا سمجھدار ہونا ضروری ہے	۳۸۴
۲۰۰	حرام گوشت کی خرید و فروخت سنگین جرم ہے	۳۸۹
۲۰۱	صحیح العقیدہ مسلمان کا ذبیحہ درست ہے	۳۹۱
۲۰۲	بوقت ذبح اگر اس طرح خون نکلے جیسے زندہ جانور کے ذبح کرنے سے نکلتا ہے تو حلال ہے	۳۹۲
۲۰۳	گلا گھونٹنے یا دھار دار آلے کے بغیر مار اگیا جانور اگر ذبح سے پہلے مر جائے تو ناجائز ورنہ جائز ہے اگرچہ بے ہوش ہو	۳۹۴
۲۰۴	ذبح کے لئے چار رگوں میں سے تین کا کٹنا ضروری ہے	۳۹۶
۲۰۵	ذبح فوق العقدہ کے بارے میں قول فیصل یہ ہے کہ اگر تین رگیں کٹ جائیں تو جائز ورنہ ناجائز	۳۹۶
۲۰۶	طوطا حلال ہے	۳۹۷
۲۰۷	مرغی کو بلی نے پکڑا' چھڑانے کے بعد بوقت ذبح خون تیزی سے نکلا تو حلال ہے	۳۹۸
۲۰۸	حرام مرغی کھانے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب اور مستحقِ سزا ہے	۳۹۹
۲۰۹	مرتد کا ذبیحہ درست نہیں	۴۰۰
۲۱۰	کتابی اگر باپ' بیٹے' روح القدس کے نام پر کہہ کر ذبح کرے تو حرام ہے	۴۰۰

فتاویٰ نوریہ جلد سوم

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
۲۱۱	انگریز کے دور میں اسلام چھوڑ کر عیسائی بننے والے مرتد ہیں	۴۰۰
۲۱۲	رافضیوں کا ذبیحہ مردار اور حرام ہے	۴۰۲
۲۱۳	مریض جانور اگر بوقت ذبح زندہ تھا تو کھانا حلال ہے	۴۰۴
۲۱۴	مذبوحہ بھینس سے مردہ بچہ نکلا' یہ بچہ حرام ہے اور بھینس کا گوشت حلال ہے	۴۰۵
۲۱۵	ذبح شدہ مرغیوں کو ان کے پر اتارنے کے لئے گرم پانی میں ڈالنے سے پہلے ان کے پیٹ کی غلاظت کو نکالنا چاہئے اور ذبح کی جگہ کو دھویا جائے	۴۰۶
۲۱۶	انڈا توڑتے وقت تکبیر کی ضرورت نہیں	۴۰۸
۲۱۷	عورت کا ذبح کرنا جائز ہے	۴۰۸
	حلال و حرام جانور	۴۰۹
۲۱۸	شرعی قواعد کی رو سے طوطا حلال ہے	۴۱۱' ۴۱۵' ۴۱۷
۲۱۹	جن پرندوں میں بہنے والا خون ہو ان میں سے چنگل سے شکار کرنے والے اور مردار کھانے والے جانور حرام ہیں	۴۱۱
۲۲۰	امام اعظم' امام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ کا یہی مذہب ہے	۴۱۲
۲۲۱	طوطا نہ چنگل سے شکار کرتا ہے اور نہ ہی مردار خور ہے	۴۱۲
۲۲۲	پرندوں میں ذی مخلب حرام ہے	۴۱۲
۲۲۳	ذی "مخلب" کی توضیح	۴۱۲
۲۲۴	"سبع" کی تعریف	۴۱۳
۲۲۵	ہر طوق دار پرندہ حلال ہے	۴۱۴

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
۲۲۶	طوطا ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حلال ہے	۴۱۷
	امام شافعی کا راجح قول بھی یہی ہے	۴۱۷
۲۲۷	رسالہ حرمت زاغ (کوا حرام ہے)	۴۱۹
	تعارف رسالہ	۴۲۱
۲۲۸	کوا کھانے والے توبہ و استغفار کریں	۴۲۴
۲۲۹	کوا کھانا جائز نہیں کہ یہ خبیث جانور ہے	۴۲۴
۲۳۰	حضور صلی اللہ علیہ وسلم' خبیث چیزوں کو حرام کرنے والے ہیں	۴۲۴
۲۳۱	نص قرآنی سے خبیث چیزوں کی حرمت بالاجماع ثابت ہے	۴۲۴
۲۳۲	پانچ جانور ہیں جنہیں حل اور حرم میں مارا جائے	۴۲۵
۲۳۳	حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں "مجھے کوا کھانے والے پر تعجب ہے" حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم کو بھی اس کے قتل کی اجازت دے رکھی ہے	۴۲۵
۲۳۴	کوے کے فسق پر حضرت صدیقہ' حضرت عروہ بن زبیر اور حضرت قاسم رضی اللہ عنہم کے اقوال مبارکہ	۴۲۶
۲۳۵	حضرت عروہ بن زبیر جلیل القدر تابعی' حضرت ابوبکر صدیق کے نواسے اور ام المومنین کے شاگرد ہیں	۴۲۶
۲۳۶	امام قاسم حضرت ابوبکر صدیق کے پوتے' حضرت صدیقہ کے تربیت یافتہ' صحابہ کرام کے شاگرد' جلیل القدر تابعی اور مدینہ پاک کے سات مشہور ائمہ میں سے ہیں	۴۲۶
۲۳۷	کوے کے فسق و خبث پر فقہاء کرام کے اقوال	۴۲۶

Marfat.com

صفحہ	مسائل	نمبر
۴۲۷	چیزیں اچک لے جانا' لوگوں کو ستانا اور شیطانوں کے وسوسے قبول کرنا کوے کی فطرت ہے	۲۳۸
۴۲۷	فقہاء نے تصریح کی ہے کہ یہ کوا پاک چیزوں کے علاوہ مردار بھی کھاتا ہے	۲۳۹
۴۲۷	غراب ابقع اور عقعق کا فرق	۲۴۰
۴۲۸	غراب ابقع سیاہ و سفید رنگ کے کوے کو کہتے ہیں	۲۴۱
۴۲۸	عقعق کوے کی آواز میں عین اور کاف معلوم ہوتا ہے	۲۴۲
۴۲۹	ہمارے علاقہ میں جو کوا کائیں کائیں کرتا ہے عقعق نہیں	۲۴۳
۴۲۹	کوے کے جائز اور باعثِ ثواب ہونے پر سب سے پہلے مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتویٰ دیا	۲۴۴
۴۲۹	۱۳۲۰ھ میں گنگوہی کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے ایک لاجواب رسالہ تحریر فرمایا	۲۴۵
۴۲۹	کتب فقہ کی ایک عبارت "انما یکرہ من الطیر مالا یا کل الا الجیف" کی عمدہ توضیح۔	۲۴۶
۴۳۰	ایسی مرغی جو بکثرت نجاست کھانے لگے کہ گوشت میں بدبو پیدا ہو جائے' مکروہ ہے	۲۴۷
۴۳۰	حرام جانور اگرچہ عمر بھر پاک خوراک کھاتے رہیں' حرام رہیں گے	۲۴۸
۴۳۱	بعض شراح کی عبارات کی توضیح و تشریح	۲۴۹
۴۳۱	عقعق حلال ہے	۲۵۰
۴۳۲	غراب ابقع اگرچہ دانہ وغیرہ کھائے حلال نہیں	۲۵۱

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
۲۵۲	الذی یا کل الجیف کی تشریح	۴۳۲
۲۵۳	کوے کی تحریم میں امام اعظم کے ساتھ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل بھی متفق ہیں	۴۳۳
۲۵۴	دیوبندیوں کے نزدیک کوا کھانا نہ صرف جائز بلکہ ثواب ہے	۴۰۳، ۴۳۴
۲۵۵	اس سلسلہ میں فتاویٰ رشیدیہ کی عبارت	۴۳۴
۲۵۶	بعض محتاط دیوبندی مولوی کوے کے بارے میں عدم جواز کے قائل ہیں	۴۳۴
۲۵۷	دیوبندیوں کے مشہور اساتذہ غلام مصطفیٰ سندھی اور انور شاہ کشمیری کی عدم جواز پر تحریر	۴۳۴
۲۵۸	خرگوش حلال ہے	۴۳۶
۲۵۹	جن اشیاء کی ممانعت قرآن یا حدیث میں نہیں آئی' حلال ہیں	۴۳۶
۲۶۰	سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خرگوش کا گوشت قبول فرمایا	۴۳۶
۲۶۱	شیعہ کا یہ کہنا کہ خرگوش حضرت فاطمۃ الزہرا کے خون سے پیدا ہوا محض بے اصل اور بیہودہ بات ہے	۴۳۶
۲۶۲	سانڈھا حرام ہے	۴۳۸
۲۶۳	سانڈھا کے استعمال سے پرہیز چاہئے	۴۳۸
۲۶۴	آبی جانور پانی میں مر جائیں تو پانی پلید نہیں ہوتا	۴۳۹
۲۶۵	مچھلی کے سوا پانی کے تمام جانور حرام ہیں	۴۴۰
۲۶۶	ضروری نہیں کہ ہر پاک چیز کا کھانا بھی حلال ہو	۴۴۰
۲۶۷	اگر کوئی مسلمان پابند شرع حاذق حکیم کہے کہ اس مرض کا علاج	

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
	چھوے کے بغیر نہیں ہو سکتا تو اس کا استعمال جائز ہے	۴۴۰
۲۶۸	شرائط مذکورہ سے بطور دوائی چھوے کو تکبیر پڑھ کر ذبح کرے تو شرعاً حرج نہیں	۴۴۰
	قربانی	۴۴۱
	تعارف کتاب الاضحیہ	۴۴۵
۲۶۹	دنبہ اگر موٹا تازہ ہو تو سال سے کم عمر ہونے کی صورت میں بھی اس کی قربانی جائز ہے	۴۴۷
۲۷۰	ضأن کا اطلاق بھیڑ اور دنبہ دونوں پر ہوتا ہے مگر قربانی میں چکلی والہ مراد ہے	۴۴۷، ۴۴۹، ۴۵۱، ۴۵۳، ۴۵۵، ۴۵۸، ۴۶۱
۲۷۱	بھیڑ اور مینڈھا سال سے کم عمر قربانی نہ کیا جائے	۴۴۸، ۴۵۲
۲۷۲	ضأن سے مراد وہ ہے جس کی چکلی ہوتی ہے	۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۱، ۴۵۳، ۴۵۶، ۴۵۸، ۴۶۱
۲۷۳	احناف نے "الضأن" کو معرف بلام عہد سے تعبیر فرمایا ہے	۴۵۱، ۴۵۳، ۴۵۶
۲۷۴	ششماہی چھترے کی قربانی کا مسئلہ فروعی ہے	۴۵۷
۲۷۵	احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ چھترا سال سے کم عمر کا نہ ہو	۴۵۷

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
۲۷۶	اربابِ لغت کے نزدیک جذع سال سے کم عمر کا ہو ہی نہیں سکتا	۴۵۷، ۴۵۸
۲۷۷	جذع من الضأن کی تحقیق	۴۶۴
۲۷۸	ایسا جانور جس کی پیدائشی طور پر دم یا کان نہ ہو، امام اعظم کے نزدیک اس کی قربانی منع نہیں	۴۶۷
۲۷۹	خصی بکرا قربانی کے قابل ہے	۴۶۸
۲۸۰	خصی جانور کا گوشت بہتر ہوتا ہے	۴۶۹
۲۸۱	خصیے کھانے کے کام نہیں آتے، مل دیئے جائیں یا نکال دیئے جائیں، دونوں صورتوں میں قربانی جائز ہے	۴۶۹
۲۸۲	ایسی گائے جس کے چار تھنوں میں سے ایک قدرے چھوٹا ہو اور اس سے دودھ بھی نہ آتا ہو، اس کی قربانی جائز ہے	۴۷۰
۲۸۳	ایسا عیب جو حسن و جمال یا منفعت کو مکمل طور پر ختم کردے مانع قربانی ہے	۴۷۰
۲۸۴	مستحب یہ ہے کہ قربانی میں معمولی عیب بھی نہ ہو	۴۷۰
۲۸۵	اس مسئلہ کی تحقیق کہ جانور کے سینگ کے ساتھ مینگ بھی ٹوٹ جانا مانع قربانی ہے یا نہیں؟	۴۷۱
۲۸۶	مینگ بھی سینگ ہی ہے جسے عربی میں قرن داخل کہتے ہیں	۴۷۲
۲۸۷	پیدائشی بے سینگ یا ٹوٹے ہوئے سینگ والا جانور جائز ہے	۴۷۲
۲۸۸	پیدائشی بے سینگ کی نسبت ٹوٹے ہوئے سینگ والا بطریق اولیٰ جائز ہے	۴۷۲
۲۸۹	قربانی کا مقصود (یعنی گوشت کا تعلق) سینگ نہیں ہے لہٰذا اس کا ہونا نہ	

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
	ہونا برابر ہے	۴۷۳
۲۹۰	ٹوٹے ہوئے سینگ والے جانور کے جواز پر حضرات مولا علی‘ براء بن عازب اور عمار بن یاسر کا فتویٰ	۴۷۳
۲۹۱	امام شافعی اور جمہور ائمہ وعلماء کرام کا بھی یہی مذہب ہے	۴۷۴
۲۹۲	اگر سینگ ٹوٹنے کے بعد خون بند ہو جائے تو امام مالک بھی جواز کے قائل ہیں	۴۷۴
۲۹۳	مریض جانور کی قربانی جائز نہیں	۴۷۴
۲۹۴	قرن مطلق داخل وخارج دونوں قرنوں کو شامل ہے	۴۷۵
۲۹۵	سینگ اگر دماغ تک ٹوٹ جائے تو قربانی جائز نہ ہوگی	۴۷۵‘۴۷۶
۲۹۶	قرن داخل کے ٹوٹنے پر عدم جواز کے بارے میں ایک حدیث کی توضیح وتاویل	۴۷۷
۲۹۷	مشاش کا معنی کتبِ فقہ ولغت کی روشنی میں	۴۷۸
۲۹۸	قرن کا ٹوٹنا مانع جواز نہیں‘ قرن داخل ہو یا قرن خارج	۴۷۹‘۴۸۰
۲۹۹	ایسی قربانی جس کا سینگ ٹوٹ جائے جائز ہے	۴۸۲
۳۰۰	حاملہ جانور کی قربانی جائز ہے	۴۸۲
۳۰۱	ایسا بیل جس کی رانوں کا چمڑا جلنے کے بعد جلد اچھی ہو گئی مگر سفید نشان باقی ہیں‘ قربانی کے قابل ہے	۴۸۳
۳۰۲	کلے کے نشان والے بیل کی قربانی ہو سکتی ہے	۴۸۳
۳۰۳	قربانی کا جانور فروخت کرنے والا اس جانور میں اپنا حصہ رکھ سکتا ہے	۴۸۴
۳۰۴	ایک جگہ حصہ ڈالنے کے بعد دوسری قربانی میں اسی قیمت یا زائد	

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
	قیمت پر حصہ ڈالا تو کوئی حرج نہیں	۴۸۵
۳۰۵	قربانی کا جانور نفع کی نیت سے خرید کر فروخت کرنا جائز ہے	۴۸۶
۳۰۶	قربانی کی کھالیں امام مسجد کو بطور صدقہ یا ہدیہ دی جاسکتی ہیں بطور تنخواہ نہ دی جائیں	۴۸۸'۴۸۹
۳۰۷	قربانی کی کھال اور گوشت کا ایک ہی حکم ہے	۴۸۸
۳۰۸	قربانی کا گوشت ذابح یا کھال اتارنے والے کو بطور اجرت دینا جائز نہیں ہے	۴۸۸
۳۰۹	قربانی کا گوشت پوست غنی اور فقیر دونوں کو دینا جائز ہے	۴۸۹
۳۱۰	قربانی کی کھال مسجد پر جائز ہے مگر زکوٰۃ جائز نہیں	۴۹۱
	عقیقہ	۴۹۳
	تعارف باب العقیقہ	۴۹۵
۳۱۱	جو جانور قربانی کے لئے جائز ہے 'عقیقہ کے لئے بھی جائز ہے	۴۹۷
۳۱۲	حصہ داروں میں سے کسی کی نیت عبادت کے بجائے صرف گوشت کھانے کی نہیں ہونی چاہئے	۴۹۷
۳۱۳	عقیقہ کے لئے گائے میں کم از کم ساتواں حصہ ضروری ہے	۴۹۷
۳۱۴	عقیقہ میں اگر سالم گائے ذبح کر دی جائے تو بھی جائز و مستحب ہے	۴۹۸
۳۱۵	مستحب یہ ہے کہ عقیقہ ساتویں دن کیا جائے ورنہ بعد میں بھی جائز ہے	۴۹۹
۳۱۶	نبی اکرم علیہ السلام نے مبعوث ہونے کے بعد اپنا عقیقہ فرمایا	۴۹۹
۳۱۷	جس کا عقیقہ نہ کیا گیا تو مسنون ہے کہ بالغ ہونے کے بعد خود کرے	۴۹۹
۳۱۸	مستحب یہ ہے کہ بچے کا سر ساتویں دن مونڈا جائے اور اس دن نام	

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
	بھی رکھا جائے اور عقیقہ بھی کیا جائے	۵۰۰
۳۱۹	عقیقہ مباح ہے مگر بقصد شکر عبادت بن جائے گا	۵۰۰
۳۲۰	عقیقہ ساتویں، چودھویں، اکیسویں دن یا ساتویں مہینے کیا جائے	۵۰۰
۳۲۱	لڑکے کے عقیقہ میں ایک بکرا بھی جائز ہے	۵۰۲
۳۲۲	حضور اکرم علیہ السلام نے حسنین کریمین کی طرف سے ایک ایک مینڈھا ذبح فرمایا	۵۰۲، ۵۰۴
۳۲۳	جس طرح قربانی میں گائے کا ساتواں حصہ جائز ہے اسی طرح عقیقہ میں بھی جائز ہے	۵۰۳، ۵۰۴
۳۲۴	لڑکے کے عقیقہ میں دو بکریاں یا گائے کے دو حصے رکھنا بہتر ہے	۵۰۴
	تعزیر	۵۰۵
	تعارف کتاب التعزیر	۵۰۹
۳۲۵	لالچ میں آکر کتے کے ساتھ ایک ہی برتن میں پانی پینے والے پر تعزیر عائد ہوتی ہے	۵۱۲
۳۲۶	تعزیر میں کوئی خاص سزا مقرر نہیں، بلکہ حاکم شرع مجرم و جرم کی نوعیت کے لحاظ سے اپنی صوابدید کے مطابق سزا دے	۵۱۲
۳۲۷	حدیث من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ الخ	۵۱۲
۳۲۸	مسجد کا سپیکر اتار کر عیسائیوں کو تقریر کے لئے دینا سخت جرم ہے	۵۱۶
۳۲۹	ایسے شخص کو صدقہ، خیرات اور مسجد کی خدمت کرنا چاہیے	۵۱۶
۳۳۰	تعزیر لگانا حاکم شرعی کا کام ہے	۵۱۸
۳۳۱	گواہی دو مردوں کی ہوتی ہے ایک کی گواہی معتبر نہیں	۵۱۹

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
۳۳۲	مجرم کے باپ کا قسم دینے سے انکار، موجبِ جرم نہیں	۵۲۰
۳۳۳	کسی مسلمان کا دل دکھانے والا یا اس پر بہتان باندھنے والا مستحقِ تعزیر ہے۔	۵۲۱
۳۳۴	حد قذف اسے لگائی جاتی ہے جو زنا کی تہمت لگائے	۵۲۱
۳۳۵	تعزیر کا معنی یہ ہے کہ ادب سکھانے اور گناہ سے باز رکھنے کے لئے مجرم کو ایسی سزا دی جائے جو مفید ہو	۵۲۱
۳۳۶	چوپائے سے حرام کاری کرنے والا خود اقرار کرے یا اسے پکڑنے والے دو عاقل بالغ نیک مسلمان ہوں تو اس پر تعزیر عائد ہوتی ہے	۵۲۲
۳۳۷	بعض اوقات تعزیر سزائے موت کی صورت میں بھی ہو سکتی ہے	۵۲۲
۳۳۸	جس چوپائے سے بدفعلی کی گئی اسے ذبح کیا جائے۔ اس سے نفع اٹھانا ممنوع ہے	۵۲۲
۳۳۹	چوپائے سے بدفعلی کرنے والے کو خوب زدو کوب کیا جائے اور چوپائے کو ذبح کر کے جلا دیا جائے۔	۵۲۴
۳۴۰	چوپائے سے بدفعلی کرنے والا اس چوپائے کے مالک کو اس کی قیمت بھی ادا کرے۔	۵۲۴
۳۴۱	کسی شخص پر محض شک کی بنا پر زنا کی تہمت لگانا حرام ہے	۳۳۰
۳۴۲	جھوٹی تہمت لگانے والے کی سزا کوڑے ہیں	۳۳۰
	حظر و اباحت	۵۲۵
	تعارف کتاب الحظر والاباحۃ	۵۲۹
۳۴۳	دورِ حاضر کے پیدا شدہ مسائل کے حل کے لئے علماء کو مل کر خلوص و	

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
	ثلیث سے تحقیق کرنی چاہئے	۵۳۳
۳۴۴	کسی چیز کو اپنے مفاد کے لئے جائز و مباح کہنا جائز نہیں	۵۳۳
۳۴۵	شرعاً اجازت ہو تو عدم جواز کی رٹ لگانا بھی جائز نہیں	۵۳۳
۳۴۶	عورتوں کے لئے کتابت کی تعلیم کے جواز پر تحقیقی رسالہ "الافتاء فی جواز تعلیم الکتابۃ للنساء"	۵۳۵
۳۴۷	علمِ کتابت نہایت ہی عظیم الشان علم ہے	۵۳۸
۳۴۸	فضیلتِ کتابت	۵۳۸
۳۴۹	"ن والقلم" میں قلم سے مراد جنسِ قلم ہے جس میں یہ دنیاوی قلمیں بھی داخل ہیں	۵۴۱
۳۵۰	علمِ کتابت 'اللہ رب العالمین کا بہت بڑا انعام ہے	۵۴۲
۳۵۱	حضور انور نے شفاء بنت عبداللہ کو ام المومنین حفصہ کے بارے میں فرمایا "تو اسکو رقیۃ النملہ کی تعلیم کیوں نہیں دیتی جس طرح تو نے اسے کتابت کی تعلیم دی"	۵۴۳
۳۵۲	حدیث مذکور سے ثابت ہوا کہ عورتوں کے لئے تعلیمِ کتابت بلا کراہت جائز بلکہ مطلوب ہے	۵۴۳، ۵۴۴
۳۵۳	تعلیم کتابت کے بارے میں کتب فقہ سے ثبوت	۵۴۴
۳۵۴	عورتوں کے لئے تعلیم کتابت قرآن و حدیث اور فقہ سے ثابت ہے جس پر قرون اولیٰ میں بلا اختلاف عمل ہوتا رہا ہے	۵۴۶
۳۵۵	حضرت شفاء اور ام المومنین حفصہ 'کاتبہ تھیں	۵۴۶، ۵۴۷
۳۵۶	حضرت شفاء نے حضور اکرم علیہ السلام کے لئے چادر اور بستر	

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
	مخصوص کیا ہوا تھا' حضور ان کے گھر قیلولہ فرمایا کرتے	۵۴۶
۳۵۷	عائشہ بنت طلحہ ام المومنین عائشہ صدیقہ کی بھانجی ثقہ تابعیہ تھیں وہ بھی کاتبہ تھیں	۵۴۷
۳۵۸	امام بخاری نے "الادب المفرد" میں "باب الکتابۃ الی النساء و جوابہن" کے عنوان سے ایک باب باندھا ہے	۵۴۷
۳۵۹	خدیجہ بنت محمد بن احمد فقیہ باپ کی فقیہہ بیٹی' محدثہ اور کاتبہ تھیں' ۳۷۲ھ میں فوت ہوئیں	۵۴۸
۳۶۰	خدیجہ بنت محمد بن علی بغدادیہ' عالمہ' فاضلہ' واعظہ' کاتبہ تھیں۔ انہوں نے ۴۶۰ھ میں وفات پائی	۵۴۸
۳۶۱	شہدہ بنت ابی نصر عابدہ' صالحہ' بلند پایہ محدثہ اور خوشنویس تھیں۔ یہ چھٹی صدی ہجری کی ہیں	۵۴۹
۳۶۲	موصوفہ کے والد احمد بن فرح ابو نصر اور بھائی محمود بن احمد امام' فاضل' محدث اور فقیہ تھے	۵۴۹
۳۶۳	حضرت فاطمہ فقیہہ' عالمہ' متقیہ' کاتبہ تھیں	۵۴۹
۳۶۴	موصوفہ کے والد وقت کے جلیل القدر امام محمد بن احمد ابو منصور سمرقندی اور خاوند ملک العلماء امام ابو بکر کاسانی تھے	۵۴۹
۳۶۵	ساتویں صدی ہجری کی عالمہ' فاضلہ' محدثہ خدیجہ بنت مفتی محمد بن محمود خوشنویس تھیں	۵۵۰
۳۶۶	اسی صدی کی فاضلہ خدیجہ بنت یوسف بھی خوشنویس تھیں	۵۵۰
۳۶۷	فاطمہ بنت احمد' صاحب مجمع البحرین کی صاحبزادی اور فقیہہ کاتبہ تھیں	۵۵۱

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
۳۶۸	شہدہ بنت کمال الدین عابدہ' زاہدہ' محدثہ' امام ذہبی کی استاذ اور کاتبہ تھیں' یہ آٹھویں صدی کی ہیں	۵۵۱
۳۶۹	آٹھویں صدی ہجری کی ست الوزراء بنت امام مفتی محمد بن عبدالکریم عالمہ' فقیہہ قاریہ اور کاتبہ تھیں	۵۵۲
۳۷۰	بلادِ ماوراء النہر میں جس علمی گھرانے سے فتویٰ نکلتا اس پر صاحب خانہ عالم کے علاوہ ان کی لڑکی' بیوی اور بہن کے دستخط بھی ہوتے	۵۵۳
۳۷۱	مانعینِ کتابت جس حدیث کا حوالہ دیتے ہیں وہ موضوع اور ناقابلِ عمل ہے	۵۵۳
۳۷۲	خواتین کے لئے کتابت اگر احتیاط اور ستر کے خلاف ہے تو امہات المؤمنین کے لئے بطریقِ اتم خلاف ہوتی	۵۵۹
۳۷۳	فسادِ نسواں کی وجہ سے صرف تعلیم کتابت ہی نہیں لباس اور زیورات بھی علی الاطلاق ناجائز ہونے چاہئیں	۵۶۰
۳۷۴	کتابت و تعلیم کتابت جائز ہے' البتہ اس کا ناجائز استعمال ناجائز ہے	۵۶۰
۳۷۵	فساد نسواں کی طرح مردوں میں بھی فساد کا احتمال ہے	۵۶۰
۳۷۶	صرف تعلیم کتابت کی اجازت ہے' مگر بے پردگی اور ناجائز خط و کتابت وغیرہ ناجائز ہی ہے	۵۶۱
۳۷۷	زخمی مجاہدوں کی جان خطرے میں ہو اور کوئی نافع دوائی نہ ملے تو بقدر ضرورت خون کا استعمال جائز ہے	۵۶۲
۳۷۸	حرمتِ خون کا بیان چار آیتوں میں ہے	۵۶۳
۳۷۹	فقہاء نے ضرورت شدیدہ کے وقت انسانی اجزاء سے انتفاع کی	

Marfat.com

صفحہ	مسائل	نمبر
۵۶۴	صراحت کی ہے	
۵۶۵	انسانی دودھ کا استعمال بطور دوا جائز ہے	۳۸۰
۵۶۵	فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ بوقتِ ضرورت بیمار بطور علاج' خون استعمال کر سکتا ہے	۳۸۱
۵۶۶	انسانی خون بطور دوا استعمال کرنے میں انسان کی اہانت نہیں	۳۸۲
۵۶۶	صحابہ کرام کی ایک جماعت نے بطور تبرک حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خون نوش کیا	۳۸۳
۵۶۷	خون کا عطیہ پیش کرنا جائز اور معاونت "علی البر" ہے	۳۸۴
۵۶۷	المؤمن للمؤمن کالبنیان	۳۸۵
۵۶۸	انگریزی اور ہومیوپیتھی ادویات کے بارے میں استفتاء	۳۸۶
۵۷۱	غیر مسکر دوائیں حلال ہیں	۳۸۷
۵۷۲	ایسا کنواں جس سے کافر' فاجر' گنوار اور نادان بچے پانی بھرتے ہوں شرعاً طاہر ہے	۳۸۸
۵۷۲	انگریزی ادویہ میں عموم بلویٰ اور ابتلا کا اعتبار بھی ہونا چاہئے	۳۸۹
۵۷۳	استحالہ کی دو قسموں (خلقی' نوعی) کی تشریح	۳۹۰
۵۷۳	پلید دودھ سے پلا ہوا بکری کا بچہ حرام نہیں	۳۹۱
۵۷۳	ہرن کا خون جب کستوری کا نافہ بن جائے تو طاہر و حلال ہے	۳۹۲
۵۷۳	نمک کی کان میں گدھا گر کر نمک بن جائے تو امام محمد کے نزدیک اس کا استعمال جائز ہے	۳۹۳
۵۷۴	سانپ کے گوشت سے تیار کئے گئے تریاق کا استعمال جائز نہیں	۳۹۴

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
	اور مستحب ہیں	۵۹۴
۴۲۵	صدقات معینہ کا استحباب قرآن وحدیث سے ثابت ہے	۵۹۵
۴۲۶	ایک عورت صحابہ کرام کی مخصوص دن، مخصوص طعام سے دعوت کیا کرتی	۵۹۵
۴۲۷	بلا دلیل شرعی کسی شے کو منع کرنا غلط ہے، اسماعیل دہلوی کے رسالہ کا حوالہ	۵۹۶
۴۲۸	حضرت صدیق اکبر یا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کسی فعل کو نہ اپنانا عدمِ جواز کی دلیل نہیں	۵۹۷
۴۲۹	کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں کہ حضور علیہ السلام نے اپنی تعظیم کے لئے سلام سے منع کیا ہو	۵۹۸
۴۳۰	حضور علیہ السلام پر سلام بھیجنے کا حکم مطلق ہے، میلاد شریف میں سلام پڑھنا بھی اس میں شامل ہے	۵۹۸
۴۳۱	کھڑے ہو کر سلام پڑھنے میں کوئی حرج نہیں	۵۹۸
۴۳۲	حضرت فاطمۃ الزہراء حضور ﷺ کے لئے ہمیشہ قیام تعظیمی کیا کرتیں	۵۹۸
۴۳۳	حضرت سعد کے لئے حضور ﷺ نے کھڑے ہونے کا حکم فرمایا	۵۹۸
۴۳۴	کھانے پر فاتحہ پڑھنی باعثِ شفا ہے	۵۹۹
۴۳۵	چُوری کے دن کے ختم کو حرام کہنا سخت غلطی ہے	۶۰۰
۴۳۶	ایسا عام طعام جو ایصالِ ثواب کے لئے پکایا جاتا ہے غنی وفقراء سب کھا سکتے ہیں	۶۰۱، ۶۰۳

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
۴۳۷	ایساطعام اگر زکوۃ وغیرہ سے ہو تو سادات واغنیاء کا حق نہیں	٦٠٢
۴۳۸	مومن اپنی عبادت کا ثواب دوسرے کو دے سکتا ہے	٦٠٢
۴۳۹	بزرگانِ دین کے عرس' خاص تاریخ وصال یا کسی اور تاریخ میں بھی ہو سکتے ہیں	٦٠٣
۴۴۰	مطلق اپنے اطلاق سے جمیع اوقات پر حاوی ہوتا ہے	٦٠٣
۴۴۱	مسلمانوں کا یوں جمع ہونا کہ ایک تلاوت کرے اور دوسرے خاموش بیٹھے سنتے رہیں' عبادت ہے	٦٠٧
۴۴۲	جمع ہو کر قرآن کریم کی تلاوت سے اطمینان و رحمت خداوندی اور ملائکہ کا نزول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کا اپنے مقربین خاص میں ذکر کرتا ہے	٦٠٧
۴۴۳	قرآن پاک یاد پڑھنے سے دیکھ کر پڑھنا افضل ہے	٦٠٨
۴۴۴	قرآن کریم کی تلاوت کرنے سے اس کا سننا زیادہ بہتر ہے کیونکہ پڑھنا نفل ہے اور سننا فرض	٦٠٨
۴۴۵	مشابہتِ کفار مطلقاً ممنوع نہیں بلکہ بری چیز میں منع ہے	٦٠٨
۴۴٦	شریعت کے کام غیروں میں رائج ہو جانے سے ہمارے لئے ممنوع نہیں ہو جاتے	٦٠٨
۴۴۷	سلام کے جواب کی مانند قرآن پاک کا سننا فرض کفایہ ہے	٦٠٩
۴۴۸	مجلس قراءت سے بعض کا ضروریات دنیوی کے لئے جانا جائز ہے	٦٠٩
۴۴۹	قرآن پاک پڑھنے والے کو بطور مزدوری کچھ دینا منع ہے البتہ للّٰہیت سے دینا ممنوع نہیں	٦٠٩

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
۴۵۰	مروجہ قوالی کے بارے میں "احکام شریعت" میں اعلیٰ حضرت کا فتویٰ کافی ہے	۶۱۱
۴۵۱	صحیح العقیدہ سنی عالم دین کو شارع عام گالیاں دینے والا سخت فاسق ہے	۶۱۱
۴۵۲	مروجہ قوالی کا اعلان مقدس مقامات میں نہیں چاہئے	۶۱۱
۴۵۳	حضور سیدنا غوث اعظم کی تقریر پر مروجہ قوالی کو ترجیح دینے والا شریعت مطہرہ کی توہین کا مرتکب ہے	۶۱۱
۴۵۴	واقف بوقتِ وقف جو شرط لگائے معتبر ہے	۶۱۳
۴۵۵	واقف کی شرط نص شرعی کی طرح واجب الاتباع ہے	۶۱۳
۴۵۶	کسی ادارے کو دیے گئے قرآن پاک فروخت کرنا یا ان کے غلافوں کے تکیے وغیرہ بنانا ناجائز ہے	۶۱۳
۴۵۷	قرآن پاک کے بوسیدہ نسخوں کو جلانا جائز نہیں	۶۱۴
۴۵۸	بوسیدہ نسخے پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کیے جائیں	۶۱۴
۴۵۹	دفن کرنا بے ادبی نہیں	۶۱۴
۴۶۰	حضرت عثمان غنی نے جو نسخے جلوائے تھے وہ منسوخ شدہ آیات اور شاذ قراءتوں پر مشتمل تھے	۶۱۵
۴۶۱	ان نسخوں کو جلوانے کی حکمت	۶۱۵
۴۶۲	تحقیق یہ ہے کہ حضرت عثمان نے پانی سے دھلوانے کے بعد صاف شدہ اوراق کو جلوایا	۶۱۶
۴۶۳	ایامِ تعطیلات کے مشاہرات مدرسین کا حق ہے	۶۱۹
۴۶۴	مسلمانوں کے نزدیک پسندیدہ کام عند اللہ بھی اچھا ہے	۵۹۳، ۶۱۸

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
۴۶۵	حرام چربی فروخت کرنا شرعاً ناجائز اور گناہ ہے	۶۲۰
۴۶۶	حرام چربی ' حرام بتا کر فروخت کرنے والا اس جرم سے کافر نہ ہوگا مگر صدق دل سے توبہ کرے	۶۲۰
۴۶۷	گدھے کو گھوڑی سے جفت کرانا شرعاً جائز ہے	۶۱۶
۴۶۸	بوبلی پینا جائز ہے	۶۲۳
۴۶۹	حضرت صفوان بن امیہ نے بوبلی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور تحفہ بھیجی	۶۲۴
۴۷۰	حضرت ابوبکر صدیق نے بوبلی تناول کی	۶۲۴
۴۷۱	سلام ' سپیکر میں یا بغیر سپیکر ' بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر ہر طرح جائز ہے	۶۰۵
۴۷۲	اگر سونے والوں کے آرام میں خلل کا اندیشہ ہو تو آواز نرم رکھیں	۶۰۵
۴۷۳	اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام اور تعوذ و تسمیہ کا پڑھنا باعثِ ثواب ہے	۶۲۵
۴۷۴	کمیشن لے کر مساجد یا مدارس کے لئے چندہ وصول کرنا جائز ہے	۶۲۶
۴۷۵	ہوائی جہاز میں فرضی اور نفلی نمازیں ادا کرنا جائز ہیں	۶۲۸
۴۷۶	مسجد میں دنیوی اعلان جائز نہیں	۶۲۹
۴۷۷	سپیکر مسجد سے باہر ہو اور ہارن بھی باہر ہی فٹ ہوں تو اعلان کیا جا سکتا ہے	۶۳۰
۴۷۸	گوشتی " مردان کے علاقہ والوں کی ایک رسم " حرام کی تعریف میں شامل نہیں	۶۳۲
۴۷۹	حرام وہ ہے جس کا کرنا دلیل قطعی سے ممنوع ہو	۶۳۲
	فوائد متفرقہ اصول فقہ ' حدیث و فتویٰ	
۴۸۰	عقد کرنے والے اور حلف اٹھانے والے کے کلام کو عرفی معنی پر	

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
	محمول کیا جائے اگرچہ ظاہر الروایت کے خلاف ہو	۳۴۶
۴۸۱	کتب مذہبیہ کے مفاہیم و عمومات کی حجیت قویۃ البرہان ہے	۱۳۶
۴۸۲	فتویٰ کا حکم صورت مسئولہ کی واقعیت پر ہوتا ہے	۱۱۹، ۱۲۰، ۰۳
۴۸۳	السوال معاد فی الجواب	۲۲۵
۴۸۴	استدراک علی البحر والدر والطحطاوی	۲۲۵
۴۸۵	حکم النطق باسماء الحروف وبمسمیاتھا واحد	۲۲۶
۴۸۶	غلبۃ الاستعمال دلیل الاستعمال القلیل فی الجھۃ الثانیۃ	۲۲۷
۴۸۷	الاستعمال القلیل النادر فی حکم العدم	۲۲۷
۴۸۸	غلبۃ الاستعمال ھو الاستعمال العرفی	۲۲۸
۴۸۹	الاستعمال العرفی غلب علی الاصل الوصفی	۲۲۸
۴۹۰	مبنی القضاء علی الظاہر	۲۲۹
۴۹۱	القید الثابت لا یرتفع بدون رافع	۲۳۱
۴۹۲	الصریح لا یختلف باختلاف اللغات	۲۳۵
۴۹۳	القول قول الامین مع الیمین	۲۳۵
۴۹۴	الیقین لا یرتفع بالشک	۲۳۹
۴۹۵	الجواب یتضمن اعادتہ فی السوال	۲۵۷
۴۹۶	نھایہ لغتِ حدیث کی نہایت معتمد کتاب ہے	۴۲۵
۴۹۷	معاملات و دیانات میں ایک فرد کا قول معتبر ہے	۲۸۴

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
۴۹۸	قہستانی سخت غیر معتمد ہے	۴۳۰
۴۹۹	متن اور شرح میں تعارض ہو تو متن مقدم ہے	۴۳۳
۵۰۰	متون بیانِ مذہب کے لئے موضوع ہیں	۴۳۳
۵۰۱	عبادات کے معاملے میں احتیاط ضروری ہے	۴۴۸
۵۰۲	بعض ائمہ جب ایسی قید لگائیں جس کے خلاف دوسروں نے صراحت نہ کی ہو، تو اس قید کا اعتبار ضروری ہے	۴۴۸
۵۰۳	علماء نے ظاہری علامات کو موجبِ عمل قرار دیا ہے	۴۵۴
۵۰۴	فتح الغفار، تنویر الابصار کی شرح ہے جسے خود مصنف نے تحریر کیا	۴۶۴
۵۰۵	در المختار، تنویر الابصار کی شرح ہے	۴۶۴
۵۰۶	قاضی خان کا "یجوز" کو مقدم کرنا دلیلِ ترجیح ہے	۴۶۷
۵۰۷	"کافی للحاکم" ظاہر الروایت کا معتمد مجموعہ ہے	۴۷۲
۵۰۸	مبسوط سرخسی، کافی کی بلند پایہ شرح ہے	۴۷۲
۵۰۹	فتویٰ میں اس پر اعتماد چاہئے اور اس کے خلاف عمل نہ کیا جائے	۴۷۲
۵۱۰	کافی للنسفی معتمد کتاب ہے	۴۷۲
۵۱۱	المدونۃ الکبریٰ فقہ مالکی کا معتمد ترین اور قدیم ترین فتاویٰ ہے	۴۷۴
۵۱۲	نہی تنزیہی جواز کے خلاف نہیں بلکہ مفیدِ جواز ہے	۴۷۷
۵۱۳	عدمِ استحباب سے جواز کی نفی سمجھنا درست نہیں	۵۰۰
۵۱۴	عدمِ جواز کے لئے دلیل خاص ضروری ہے	۵۰۰
۵۱۵	مجددِ وقت کے فتاویٰ میں ترمیم و تنسیخ کا احتمال ہے	۵۳۱، ۵۷۸
۵۱۶	امامِ اعظم کے محققانہ اقوال کی موجودگی میں صاحبین کے بکثرت ایسے	

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
	اقوال ہیں جو ان کے خلاف ہیں	۵۳۲
۵۱۷	مجددِ ملت اعلیٰ حضرت کے سینکڑوں تطفلات ہیں	۵۳۳
۵۱۸	ہمارے مذہب میں مجددین حضرات معصوم نہیں ہیں	۵۳۳
۵۱۹	امام ابوداؤد کا کسی حدیث پر سکوت فرمانا اس کی تحسین ہے	۵۴۳
۵۲۰	مجمع البحرین 'امام مظفرالدین احمد بن علی کی تصنیف ہے	۵۵۱
۵۲۱	الجواہر المضیہ کے مصنف کا وصال ۷۷۵ھ میں ہوا	۵۵۳
۵۲۲	جعفر بن نصر جھوٹی اور موضوع حدیثیں روایت کیا کرتا تھا	۵۵۳
۵۲۳	محمد بن ابراہیم شامی منکر الحدیث اور کذاب ہے	۵۵۵
۵۲۴	عبدالوہاب بن ضحاک متروک اور منکر الحدیث ہے	۵۵۷
۵۲۵	عرف و تعامل دلائلِ شرعیہ سے ہیں	۵۵۸
۵۲۶	تطبیق کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب دونوں طرف صحیح دلائل ہوں	۵۵۸
۵۲۷	خصوصیت کے لئے دلیل ضروری ہے	۵۵۹
۵۲۸	حضور کے نزدیک تعسیر مرفوع اور تیسیر پسندیدہ ہے	۵۷۲
۵۲۹	تحقیق کامل کے سوا کسی چیز کو حرام یا مکروہ ماننے میں احتیاط نہیں	۵۷۲
۵۳۰	ضرورت کے پیش نظر روایتِ ضعیفہ کا سہارا بھی لیا جا سکتا ہے	۵۷۲'۵۷۹
۵۳۱	نیتِ صالحہ سے عادات 'عبادات اور مباحات 'طاعات بن جاتے ہیں	۵۰۰'۵۹۳
۵۳۲	جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ عنداللہ بھی اچھا ہے	۵۹۳
۵۳۳	اشیاء میں اصل اباحت ہے	۵۵۸'۵۷۱'۵۹۳

Marfat.com

صفحہ	مسائل	نمبر
۵۹۳	بلادلیل کسی چیز کو حرام و مکروہ نہیں کہنا چاہئے	۵۳۴
۵۹۵	مطلق قرآن' خبر واحد اور قیاس سے مقید نہیں ہو سکتا	۵۳۵
۵۹۷	عدمِ ورودِ دلیل عدم نہیں	۵۳۶
۶۱۸	مشروط عرفی' مشروط شرعی کی مانند ہے	۵۳۷
۶۱۸	بعض احکام شرعیہ کی بنا عرف عام پر ہے	۵۳۸
۶۲۶'۴۷۵	اطلاقِ مطلق بمنزلہ نص ہے	۵۳۹
۶۳۳	الثابت بالعرف کالثابت بالنص	۵۴۰
۶۳۳	حمل احوال المسلمین علی الصلاح واجب	۵۴۱
	متفرقات	
	(نکاح)	
۹۴	ولی' نابالغ اولاد کا نکاح کر سکتا ہے	۵۴۲
۹۴	ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ کا نکاح صغر سنی میں تواتر سے ثابت ہے	۵۴۳
۱۰۵	لالچ کی بنا پر اولاد کا رشتہ غلط جگہ پر کرنے والے باپ کا نابالغ اولاد کے حق میں نکاح معتبر نہیں بشرطیکہ اس کا غلط انتخاب مشہور ہو	۵۴۴
۱۱۰	چچا سے بھتیجی کا نکاح نہیں ہو سکتا	۵۴۵
۱۶۲	نکاح پر نکاح جائز سمجھ کر کرنے والے نئے سرے سے اسلام لائیں اور اپنی بیویوں سے دوبارہ نکاح کریں	۵۴۶
۲۴۶	مدتِ رضاعت ڈھائی سال ہے	۵۴۷
۲۴۶	بیوی کا پستان چوسنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا	۵۴۸

فتاویٰ نوریہ جلد سوم

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
۵۴۹	عدت کے دوران مطلقہ عورت کا کسی اور سے نکاح درست نہیں	۲۰۶
۵۵۰	رضاعی ماں کی تمام اولاد' بھائی بہن ہیں	۲۴۲
۵۵۱	ایک طلاق کی عدت پوری ہونے کے بعد بلا نکاح جدید سابق خاوند کے گھر آباد ہونا حرام ہے	۲۹۳
۵۵۲	زید کے کسی بیوہ سے ناجائز تعلقات ہیں' بیوہ کے خاوند کی لڑکیوں اور زید کے بھائیوں کا نکاح ہو سکتا ہے	۳۱۸
۵۵۳	مذکورہ بیوہ کے لڑکوں اور زید کی بہنوں کا نکاح درست ہے	۳۱۸
۵۵۴	دیدہ دانستہ نکاح پر نکاح پڑھانا اور ایسے نکاح کا گواہ بننا کبیرہ گناہ ہے	۳۱۸
۵۵۵	نکاح مرتدہ کے بارے میں اقوال فقہاء	۳۲۵
۵۵۶	ایسی صورت میں ایک قول یہ بھی ہے کہ نکاح فسخ ہو گیا مگر دوسری جگہ نکاح کی اجازت نہیں	۳۲۶
۵۵۷	عمداً نکاح پر نکاح پڑھنے اور گواہ بننے والے نہایت گنہگار ہیں' ان کے نکاح ٹوٹ گئے	۳۲۶
۵۵۸	عیسائی بنانے کی سعی کرنے والے بحکم شرعی مرتد ہیں	۳۲۷
۵۵۹	بالغہ کنواری کا نکاح اغوا کنندہ سے ورثا کی عدم موجودگی میں درست ہے بشرطیکہ اغوا کنندہ ہم کفو ہو اور مہر مثل مقرر کرے بصورت دیگر مفتی بہ قول میں صحیح نہیں	۳۲۹
۵۶۰	لڑکیوں کے عوض روپیہ لینا رشوت ہے جس کا واپس کرنا ضروری ہے	۳۶۳
۵۶۱	شرعاً کسی کی منکوحہ کا دوسرے سے نکاح نہیں ہو سکتا	۵۱۳
۵۶۲	زانی کا مزنیہ کی والدہ یا بیٹی سے نکاح حرام ہے	۵۱۴

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
	مسائل ابواب متفرقہ	
۵۶۳	کسی کے نام میں لفظ محمد پر" ص " کی علامت ناجائز ہے	۱۷۹
۵۶۴	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے ساتھ " ص " لکھنا ناجائز ہے پورا درود شریف لکھنا چاہیے	۱۷۹
۵۶۵	امام نے پہلی رکعت میں چھبیسویں پارے کا رکوع پڑھا اور دوسری رکعت میں چوبیسویں پارے سے پڑھا تو نماز صحیح ہو گی	۲۴۶
۵۶۶	مسجد میں سے جنبی اور حیض و نفاس والی کا گزرنا ناجائز ہے	۲۴۶
۵۶۷	کافر اگر حلال بکری کو خنزیر کہہ دے تو وہ حرام نہیں ہو جاتی	۳۳۸
۵۶۸	قلم زبان کا ترجمان ہے	۲۵۹
۵۶۹	میت کی ایک لڑکی' تین لڑکوں اور چار بھائیوں میں ترکہ کی تقسیم	۴۰۲
۵۷۰	معتکف بلا عذر شرعی مسجد سے نکلے تو امام اعظم کے نزدیک اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے	۴۰۳
۵۷۱	حقہ نوشی شرعی عذر نہیں	۴۰۳
۵۷۲	روزہ کی حالت میں عمداً حقہ نوشی کرنے والے پر قضا و کفارہ لازم ہے	۴۰۳
۵۷۳	اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ جس چیز کو اہل بیت سے نسبت ہو جائے وہ باعثِ تبرک ہے	۴۳۷
۵۷۴	بعض کا قول ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء خون ماہواری سے مبرا تھیں	۴۳۷
۵۷۵	حضور ﷺ کا گستاخ واجب القتل ہے' اس پر اجماعِ امت ہے	۴۳۷
۵۷۶	گستاخِ رسول مستحقِ عذاب ہے	۴۳۷

Marfat.com

نمبر	مسائل	صفحہ
۵۷۷	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کے کفر پر امت کا اتفاق ہے	۴۳۷
۵۷۸	ایسے بد گو کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے	۴۳۷
۵۷۹	رؤیتِ ہلال کے بارے میں حکومت کی جانب سے شرعی ثبوت کے بعد کیا گیا اعلان معتبر ہے	۴۵۴
۵۸۰	قطب ستارے کی طرف پاؤں نہ کرنا محض عوام کا خیال ہے	۵۰۴
۵۸۱	ریڈیو سے نشر کی گئی تلاوت اگر قاری کی اصل آواز ہوتی ہے تو سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے	۴۹۰
۵۸۲	داڑھی منڈے کو امام بنانا مکروہ تحریمہ ہے	۴۹۱
۵۸۳	فاسق و فاجر کو امام نہیں بنانا چاہیے	۵۱۸
۵۸۴	فاسق و فاجر کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی ہے	۵۱۸
۵۸۵	نماز انسان کے بہترین کاموں میں سے ہے	۵۱۵
۵۸۶	سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا گستاخ تمام اولیائے کرام اور حضور علیہ السلام کا گستاخ ہے	۶۱۱
۵۸۷	ایسے گستاخ کی بیعت ناجائز ہے اور اس سے بچنا اہلسنت پر لازم ہے	۶۱۱
۵۸۸	غوث پاک رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبِ مطلق ہیں	۶۱۱
۵۸۹	جناب غوث اعظم قدس سرہ کا قدم تمام ولیوں کی گردنوں پر ہے	۶۱۱
۵۹۰	کافر کی توبہ غرغرۂ موت سے قبل مقبول ہے	۶۲۰
۵۹۱	خشخاشی داڑھی والے بے عمل حافظ امامت کے قابل نہیں	۶۰۵
۵۹۲	حدیث پاک میں بد گمانی سے منع کیا گیا ہے	۶۳۳

Marfat.com

فقیہِ اعظم قدس سرہ

Marfat.com

قرنہا باید کہ تا یک مردِ حق پیدا شود
بایزید اندر خراساں یا اُویس اندر قرن

نازش علم و عمل، جامع فضل و کمال، مشرب فیض و کرم، مخزن تقویٰ و طہارت، راہبر شریعت و طریقت، ناشر رشد و ہدایت، ماہر علوم و فنون اسلامیہ، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، استاذ الاساتذہ، فقیہ اعظم، محدث افخم، حضرت مولانا الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی اشرفی قادری بانی دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور (رحمۃ اللہ علیہ) ۲ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ ہجری کو تحصیل دیپال پور کے ایک مشہور گاؤں سوجیکے میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد زبدۃ الاصفیا، حضرت مولانا الحاج ابو النور محمد صدیق صاحب چشتی علیہ الرحمۃ (م ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء) اور جد امجد حضرت مولانا احمد دین صاحب علیہ الرحمہ۔ (م ۱۹۴۲) نے اپنی نگرانی میں تعلیم و تربیت کا آغاز فرمایا۔ یہ باعظمت ارائیں خاندان نسلاً بعد نسل علوم و فنون اسلامیہ کا امین چلا آ رہا تھا۔ اس لئے ان بزرگوں نے اپنی علمی وراثت کی حفاظت کے لئے تمام تر مساعی جمیلہ اس جوہر قابل کی طرف منعطف فرما دیں۔ قرآن کریم اور فارسی کی تعلیم اپنے والد ماجد اور جد امجد سے حاصل کی۔ پھر علوم متداولہ کی تحصیل کے لئے مختلف مدارس میں جانا ہوا۔ ۱۳۴۵ھ میں مدرسہ عربیہ مفتاح العلوم گھمنڈ پور میں داخل ہوئے۔ محقق عصر حضرت مولانا الحاج فتح محمد صاحب محدث بہاولنگری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ء) سے متعدد علوم و فنون میں مہارت حاصل کی۔ ۱۳۵۱ھ میں مرکزی دار العلوم حزب الاحناف لاہور میں داخلہ لیا، امام اہل سنت حضرت العلام الحاج سید ابو محمد دیدار علی شاہ محدث اعظم الوری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء) اور حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا الحاج ابوالبرکات سید احمد

Marfat.com

قادری علیہ الرحمۃ (م ۱۹۷۸ء) سے علم حدیث کی تعلیم پائی۔ اس وقت دورہ حدیث شریف پڑھنے والوں میں آپ کو امتیازی مقام حاصل تھا۔ دورہ حدیث شریف کے طلباء سے حضرت محدث اعظم الوری اکثر فرمایا کرتے "آپ حضرات اس سال دورہ شریف مولانا محمد نور اللہ صاحب کی طفیل پڑھ رہے ہیں۔"

دار العلوم حزب الاحناف سے علم حدیث کی تکمیل پر آپ کو ۲۳ نومبر ۱۹۳۳ء / ۶ شعبان المعظم ۱۳۵۲ھ کو سند فراغت اور دستار فضیلت سے نوازا گیا۔ امام اہل سنت نے خصوصی اسناد بھی عطا فرمائیں۔ اسی موقع پر آپ کو "ابو الخیر" کی کنیت سے بھی سرفراز فرمایا جب کہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا ابو البرکات سید احمد قادری مدظلہ نے "فقیہ اعظم" کے لقب سے ممتاز فرمایا۔

درس و تدریس

سیدی فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ نے فارغ التحصیل ہوتے ہی اپنی عملی زندگی کا آغاز درس و تدریس سے فرمایا۔ ۱۳۵۲ھ سے ۱۳۵۶ھ تک موضع واسو سالم میں تدریسی خدمات انجام دیں البتہ ۱۳۵۳ھ میں تقریباً ایک سال کے لئے مولانا محمد اکبر چشتی بصیرپوری علیہ الرحمۃ کے دربار پر بصیرپور میں تدریسی کام کیا۔ مگر آپ کی خداداد صلاحیتیں آپ سے اعلیٰ تعمیری کام کی متقاضی تھیں چنانچہ آپ نے دیپال پور ایسے جہالت زدہ علاقہ کو علوم و فنون عربیہ کے انوار سے منور کرنے کی طرح ڈالتے ہوئے مدرسہ حنفیہ فریدیہ کے نام سے ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء میں ایک دار العلوم کی بنیاد رکھی۔ تشنگان علم، مخزن علم و عمل کے حضور زانوئے تلمذ طے کرنے لگے۔ آپ کی قابلیت اور پر تاثیر تدریس کا شہرہ عام ہونے لگا۔ روز بروز طلباء کی تعداد بڑھتی گئی۔ حتیٰ کہ فرید پور جہاں آمد و رفت کی سہولتیں نہ ہونے کے برابر تھیں مدرسہ کی رونق میں رکاوٹ نہ بن سکیں۔ آپ کو تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ و حدیث، منطق، فلسفہ، صرف، نحو، فارسی وغیرہ فنون عقلیہ و نقلیہ پر کامل دسترس حاصل تھی۔ عربی ادب میں درجہ کمال تک پہنچے ہوئے تھے۔ سارا دن ہر علم و فن کی تدریس میں اکیلے گزار دیتے کسی بھی فن کا درس ہوتا ہر سبق میں عشق مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جوت جگاتے چلے جاتے۔ اسی مقام پر ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۴ء میں بخاری شریف سے

Marfat.com

دورہ حدیث شریف کا آغاز فرمایا۔ یہ بات بطور خاص قابل ذکر ہے کہ دورہ حدیث کی اس پہلی جماعت میں دیگر تلامذہ کے علاوہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد صدیق علیہ الرحمۃ بھی شریک درس تھے۔ طلباء کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر آپ نے فوری طور پر اس مدرسہ کو ایک عظیم الشان دار العلوم کی شکل میں منتقل کرنے کا مصمم ارادہ فرماتے ہوئے ضلع اوکاڑہ کے مشہور قصبہ بصیرپور کا انتخاب کیا۔ چنانچہ اس عظیم مقصد کی تکمیل فرماتے ہوئے آپ ۱۳۶۴ھ / ۱۹۴۵ء کو فرید پور میں دورہ بخاری شریف مکمل فرما کر بصیرپور تشریف لے آئے اور دار العلوم حنفیہ فریدیہ کی داغ بیل ڈالی۔ دار العلوم کی تعمیر و تاسیس سے عروج و ارتقاء کے مرحلے طے کرنے میں آپ کو بڑے صبر آزما امتحان سے گزرنا پڑا کئی ایسے مشکل مقام اور آڑے وقت آئے کہ دار العلوم بند کرنے کی بھی تجاویز آپ کو دی جانے لگیں مگر آپ نے صبر و استقامت سے ہر آزمائش کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور دار العلوم کو نازک ترین لمحات میں ترقی کی راہ پر گامزن فرماتے نظر آئے۔ ۱۳۶۴ھ / ۱۹۴۵ء کو دار العلوم کی تعمیر شروع ہوئی۔ ابتداء میں چار کچے کمرے بنائے گئے۔ نماز کے لئے ایک قطعہ زمین پر چھپر ڈال کر مسجد بنائی گئی۔ بعد ازاں مختلف مراحل طے کرتا ہوا یہ دار العلوم اس مقام پر پہنچ چکا ہے کہ آج وطن عزیز پاکستان کے عظیم الشان علمی مرکز کی حیثیت سے متعارف ہے۔ پچھتر پختہ کمرے، متعدد برآمدے اور درس گاہیں، دوسری منزل پر رہائشی کمروں کی خوبصورت قطاریں بہار پر بہار دکھا رہی ہیں نیز دار العلوم کا وسیع و عریض ہال کی صورت میں دار الحدیث حضرت کے جذبہ عشق رسول کی عملی تصویر پیش کر رہا ہے جس میں ہزاروں کتب نہایت عمدہ سلیقے سے شیشے کی الماریوں میں مرجع اہل علم و تحقیق کو دعوت فیضان دے رہی ہیں۔ الحمد للہ تعالی آج دار العلوم اپنی تمام تر صوری و معنوی خوبیوں سے آراستہ تشنگان علوم اسلامیہ کی پیاس بجھا رہا ہے۔

نیز ایک نہایت ہی خوبصورت جامع مسجد جو زیارت کے قابل ہے جس کی تعمیر کا کام ۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۹ء سے ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۸ء تک آپ ہی کی نگرانی میں پایۂ تکمیل کو پہنچا یہ مسجد اپنے جمالیاتی حسن، دلآویزی اور خوبصورتی میں انفرادی شان رکھتی ہے۔

Marfat.com

بیعت

حضرت فقیہ اعظم فرمایا کرتے تھے کہ میری زندگی کا محبوب ترین وظیفہ درس و تدریس ہے مجھے سن شعور سے ہی لمبے لمبے وظیفے پڑھنے کی رغبت نہ تھی' جب مرشد کامل کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کی سوچتا تو خیال آتا کہیں لمبے لمبے وظیفے پڑھنے کا ارشاد نہ ہو جائے اور میرے محبوب ترین وظیفہ تدریس میں کمی نہ واقع ہونے لگے۔ یہی خیالات دل میں جگہ کئے ہوئے تھے کہ حضرت صدر الافاضل فخر الاماثل الحاج الحافظ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ بیعت کی سعادت پائی تو آپ نے فرمایا تمہارے لئے میری طرف سے درس و تدریس اور خدمت قرآن و حدیث کا وظیفہ دیا جاتا ہے چنانچہ آپ کی آرزو کے عین مطابق مرشد کامل حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمتہ کی طرف سے جوہر حیات ودیعت ہوا۔

حج وزیارت

حضرت فقیہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی پوری زندگی عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عبارت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا انعام ہے۔قرآن و سنت پر آپ اس شان سے عمل پیرا رہے کہ آپ کی خدمت میں بیٹھنے والا محسوس کرتاوہ ایک ولی کامل کی کچہری میں حاضرہے جہاں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر خیر ہر وقت جاری ہے اور فقیہ اعظم احادیث رسول کی عملی تصویر بنے بیٹھے ہیں۔ آنکھیں جمال محبوب میں محو ہیں اور ان کی نمی سے نمایاں ہوتا کہ آپ دیدار حضور پرنور سے مخمور ہیں۔ اسی اثنا میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے پر عشق نعتیہ اشعار گنگناتے' تو کچھ اور ہی سماں بندھ جاتا۔ زبان حرکت کرتی تو یوں ۔

آنے دو یا ڈبو دو اب تو تمہاری جانب
کشتی تمہی پہ چھوڑی لنگر اٹھا دیئے ہیں

کبھی کبھی وفور محبت میں اپنے جذبات کو نعت کے سانچے میں یوں ڈھالتے ۔

Marfat.com

فداک اخوتی امی ابی ابنائی اسبالی

ودادی ودی مرغوبی اغشنی یارسول اللہ

جب عشق کمال تک پہنچتا' تو در حبیب سے بلاوا آ جاتا آپ حج و زیارت کی پہلی بار ۱۹۶۰ء کو سعادت عظمیٰ حاصل کرتے ہیں۔ واپسی پر کیف و مستی کا کچھ اور ہی عالم ہو جاتا ہے۔ عشق و محبت کا دریا موجزن ہوتا ہے تو بقول جامی التجا کرتے ہیں ۔

مشرف گرچہ شد جامی زلطفش

خدایا ایں کرم بار دگر کن

پھر ایسا کرم ہوتا ہے کہ بار بار حج و زیارت کی نعمت سے سرفراز ہوتے رہے۔ آپ نے ۲۰ مرتبہ حج وزیارت مدینہ طیبہ کی سعادت حاصل کی۔ ۱۳۹۹ھ کو مدینہ منورہ میں حاضری کے لئے عراق اور شام کا راستہ اختیار کیا۔ بغداد شریف' کربلا معلی' بصرہ' کوفہ اور دمشق میں صحابہ کرام' اہل بیت عظام' اور کئی مشاہیر بزرگان دین کی مزارات کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے اکثر دورہ حدیث شریف پڑھاتے ہوئے اس خواہش کا اظہار کیا کہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں تو حدیث شریف کا درس دیتے عمر بیت رہی ہے کبھی گنبد خضراء کے سایہ میں محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پڑھانے کی آرزو پوری ہو جائے تو زہے نصیب چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطائے خاص سے اس آرزو کی تکمیل بھی ہوئی۔ تین مرتبہ مسجد نبوی میں گنبد خضراء کے زیر سایہ روضہ پاک کے سامنے قرآن پاک کا درس اور بخاری شریف کا دورہ پڑھانے کی نعمت سے بھی بہرہ ور ہوئے۔ ۱۹۷۲ء میں راقم السطور تابش قصوری کو بھی مسجد نبوی میں گنبد خضراء کے زیر سایہ روضہ مقدسہ کے قریب کتاب الحج تک حضرت فقیہ اعظم سے بخاری شریف پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی

سیاسی خدمات

حضرت فقیہ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے تدریسی انہماک کے باوجود سیاسی طور پر بھی اہم خدمات

Marfat.com

انجام دیں۔ تحریک پاکستان میں مسلم لیگ کی بھرپور حمایت کی' اہل سنت و جماعت کے اکابر علما و مشائخ کے ساتھ مل کر اپنے پیرو مرشد حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمتہ کے مشن کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے نمایاں کردار ادا کیا۔ آخر بزرگان دین اور علماء اہل سنت کی مساعی جمیلہ سے دنیا کے نقشے پر ایک نظریاتی اسلامی ملک کا قیام عمل میں آیا۔ جہاد کشمیر میں غازی کشمیر حضرت مولانا علامہ ابو الحسنات قادری علیہ الرحمتہ کا ساتھ دیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں خصوصیت سے حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتوں کو خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہوئے ساہیوال جیل میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا ابو النور محمد صدیق اور اپنے اکابر تلامذہ حضرت مولانا ابو الضیاء محمد باقر ضیاء النوری علیہ الرحمتہ حضرت مولانا ابو النصر منظور احمد شاہ ہاشمی کے ساتھ قید ہوئے۔ آپ کو ایک سال قید بامشقت کی سزا سنائی گئی مگر تین ماہ بعد رہا کر دیے گئے۔ ۱۹۷۴ء میں جب سانحہ ربوہ کے باعث تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا تو آپ نے تحفظ ناموس رسالت کا نعرہ بلند کیا اور اس تحریک میں ناقابل فراموش کردار کا مظاہرہ کیا۔

۷ مارچ ۱۹۷۷ء میں ہونے والے انتخابات میں پاکستان قومی اتحاد کے ٹکٹ پر جمعیت علمائے پاکستان کی طرف سے آپ نے نظام مصطفیٰ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ کے تحفظ کی خاطر باقاعدہ الیکشن میں حصہ لیا۔ ملک کے دیگر مقامات کی طرح اس حلقہ انتخاب میں بھی وسیع پیمانے پر دھاندلیاں ہوئیں۔ اگر پیپلز پارٹی مذموم حرکات کا سہارا نہ لیتی تو آپ کا مقابل ذلت آمیز شکست سے دوچار ہوتا۔ پھر انتخابات میں دھاندلیوں کے خلاف ابھرنے والی تحریک نظام مصطفیٰ نے حکومت کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے۔ اس تحریک میں آپ کا مثالی کردار ہمیشہ دعوت فکر و عمل دیتا رہے گا۔ تحریک نظام مصطفیٰ کے ایک جلوس کی قیادت کرتے ہوئے ۲۳ مارچ ۱۹۷۷ء کو آپ نے گرفتاری پیش کی۔ آپ کو رہا کر دینے کی متعدد کوششیں ہوئیں مگر آپ نے رہائی سے بالکل انکار کر دیا۔ چنانچہ جب تک تحریک جاری رہی۔ آپ سنٹرل جیل ساہیوال میں رہے اور جیل کے اندر بھی اپنے مشن کو جاری رکھا۔ درس قرآن کریم کے علاوہ بخاری شریف بھی متعدد قیدی طلباء و علماء کو پڑھاتے رہے

Marfat.com

اولاد امجاد

فقیہ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پانچ صاحبزادے اور سات صاحبزادیاں تولد ہوئیں جن میں دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں بقید حیات ہیں۔ صاحبزادگان کے نام یہ ہیں (۱) مولانا ابوالعطاء محمد ظہور اللہ صاحب نوری زید مجدہ (۲) مولانا ابوالفضل محمد نصراللہ نوری علیہ الرحمہ (مرتب اول فتاویٰ نوریہ) (۳) صاحبزادہ محمد عبداللہ (۴) صاحبزادہ محمد اسد اللہ (یہ دونوں صاحبزادے کم سنی میں وفات پا گئے) (۵) حضرت مولانا مفتی محمد محب اللہ نوری زید مجدہ مہتمم و متولی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ ------ صدر انجمن حزب الرحمٰن۔ زیب سجادہ آستانہ عالیہ نوریہ قادریہ بصیرپور شریف۔

تصنیفات

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ نے دو درجن سے زائد کتب تصنیف کیں۔ چند کتابوں کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) فتاویٰ نوریہ کامل چھ جلد (۲) کبر الصوت (۳) حدیث الحبیب (۴) نعمائے بخشش (نعتیہ دیوان) (۵) نورالقوانین قواعد صرف منظوم بزبان پنجابی (۶) مسئلہ سایہ (۷) روزہ اور ٹیکہ یہ تمام مطبوعہ ہیں۔ غیر مطبوعہ میں ایک نعتیہ دیوان عربی، فارسی، پنجابی اور اردو پر مشتمل ہے نیز بخاری شریف، مسلم شریف اور دیگر متعدد کتب فقہ و حدیث پر حواشی قلمبند فرمائے۔ آپ کی حیات مبارکہ میں فتاویٰ نوریہ کی پہلی دو جلدیں شائع ہو چکی تھیں جبکہ آپ کے وصال (رجب ۱۴۰۳ھ/اپریل ۱۹۸۳ء) کے بعد شہزادہ فقیہ اعظم حضرت الحاج مولانا علامہ مفتی محمد محب اللہ نوری مدظلہ نے نہ صرف بقایا چار جلدیں مرتب کیں بلکہ جدید طریقہ اشاعت و طباعت کے تقاضے کو پورا کرتے ہوئے فتاویٰ نوریہ کا چھ جلدوں میں نہایت خوبصورت سیٹ شائع کرنے کا اہتمام فرمایا جو بفضلہ وکرمہ تعالیٰ تاریخ طباعت میں اپنی مثال آپ ہے۔

Marfat.com

آپ کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں بین الاقوامی سطح پر خدمت دین متین میں مصروف ہیں۔ جن میں نہایت قابل مدرس' مصنف' مترجم' محقق' خطیب اور مقرر حضرت کے فیضان کو تقسیم کر رہے ہیں اور بعض نے مدارس قائم کر رکھے ہیں۔

حضرت فقیہ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی حیات مبارکہ کا ایک ایک گوشہ مثالی تھا' ایک ولی کامل کی نورانی زندگی آفتاب حق نما ہوتی ہے۔ بلاشبہ اس مقولہ کی مصداق آپ کی بلند مرتبت شخصیت تھی جو انوار و تجلیات ولائت سے پاکستان کو منور کرتی چلی گئی۔ اختصار دامن گیر ہے۔ اہل عشق و محبت تذکار فقیہ اعظم کے لئے ان کتب و رسائل سے استفادہ کریں' تذکرۂ فقیہ اعظم' انوارِ حیات' حیاتِ فقیہ اعظم' فقیہ اعظم نمبر ماہنامہ نور الحبیب بصیرپور۔ (جنوری ۱۹۹۱ء) مقدمہ فتاویٰ نوریہ جلد اول مطبوعہ ۱۹۹۱ء۔

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کے مدارج میں ترقی عطا فرمائے اور ان کے روحانی فیوض و برکات سے زمانہ بھر کو مستفیض فرماتا رہے۔

آمین ثم آمین بجاہ طٰہٰ و یٰس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

محمد منشا تابش قصوری
ناظم شعبۂ تصنیف و تالیف جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

Marfat.com

فتاوٰی نوریہ کا علمی مقام

سیّد عبد الرحمٰن بخاری
ریسرچ آفیسر قائد اعظم لائبریری، لاہور

اسلام میں افتار کی اہمیّت و نزاکت

اِفتار اپنی ماہیت کی رو سے احکامِ الٰہیہ کے کشف و اظہار کا نام ہے، اِس اعتبار سے مفتی درحقیقت وارثِ پیمبر ہے۔ امامِ شاطبی کے الفاظ میں المفتی قائم فی الامۃ مقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم[1] "یعنی مفتی کا منصب امت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کا ہے"۔ اِس سے ظاہر ہے کہ تمام دینی مناصِب اور جملہ شرعی فرائض میں اِفتار کا کام سب سے زیادہ نازک، حسّاس اور اہم ہے۔

فتوٰے دوہری ذمہ داری ہے۔ ایک طرف تو پیش آمدہ مسئلہ میں حکمِ الٰہی اور منشائے ایزدی کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی درکار ہے اور دوسری طرف بیان کردہ حکم پر سائل کے عملدرآمد سے رونما ہونے والے نتائج و اثرات کی دنیا اور آخرت میں جوابدہی درپیش ہے۔ ہر چھوٹے سے چھوٹے مسئلے کا جواب دیتے ہوئے اِس دوگونہ مسئولیت کے احساس سے سرشار رہنا مفتی کے منصب (وراثتِ نبوّت) اور کام (اظہارِ حکمِ الٰہی) کا اوّلین تقاضا ہے۔ یہ فی الواقع دنیا میں علم و تحقیق کا پلصراط ہے، بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز، جو مفتی کو ہر استفتار کا جواب دیتے ہوئے عبور کرنا پڑتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اِس امت کے اصحابِ حزم و احتیاط، جن میں اہلیتِ اجتہاد سے آراستہ نفوسِ قدسیہ بھی شامل ہیں، اِس منصب کو اختیار کرنے سے گریزاں اور اگر بحکمِ شریعت قبول کرنا تو اِس کے ادا کرنے میں ہمیشہ لرزاں و ترساں رہے[2] حتّٰی کہ خود

---

[1] الشاطبی : الموافقات ج ۴ ص ۲۴۴

[2] ابن قیم : اعلام الموقعین ج ۱ ص ۳۳، ۳۴ ابوشامہ : مختصر کتاب المؤمل ۱۲۰

Marfat.com

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں کہا گیا ہے:

کان الصحابۃ یتدافعون الفتویٰ والاجتہاد ...... و یود کل منہم لو کفاہ ایاہ غیرہ [1]

یعنی صحابہ کرام حتی الامکان فتوے اور اجتہاد سے بچنے کی شدید کوشش کرتے تھے، ہر ایک چاہتا تھا کہ دوسرے لوگ یہ ذمہ داری اٹھالیں تاکہ وہ اس نازک فریضہ سے سبکبار رہے۔

اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ افتار کا منصب جس قدر شرف و عزت اور تکریم و رفعت کا حامل ہے اس سے کہیں زیادہ نازک، حساس اور ثقیل کام، دوگونہ مسئولیت اور شدتِ حزم واحتیاط کا متقاضی ہے۔

اپنی عملی نوعیت کے اعتبار سے افتار تمام دینی علوم اور شرعی وظائف کی نسبت سماج کے سب سے زیادہ قریب ہے، باقی علوم و فنون پر اصلا نظریاتی، تجریدی اسلوب کا غلبہ ہے جبکہ فتویٰ اول و آخر عمل سے تعلق رکھتا ہے۔ فقہی تحقیق و تخریج اور اجتہاد و استنباط بھی مجرد نظری عمل ہے جس کا دائرہ شرعی مسائل و احکام کے ادراک و استخراج تک محدود ہے لیکن افتار ایک خالص عملی مرحلہ ہے جس میں مفتی، سائل کے بیان کردہ ظروف و احوال، علاقہ کے عرف و عادات اور پیش آمدہ مسئلہ کی مناط و علت کی تحقیق اور خوب چھان پھٹک کے بعد وہی حکم بیان کرتا ہے جس پر عملدرآمد سے شریعت کے مطلوبہ مقاصد و مصالح کی تکمیل ہو سکے۔ نظری اجتہاد جس کا تعلق استنباطِ مسائل سے ہے ضرورت پوری ہونے کے بعد عملاً منقطع بھی ہو سکتا ہے [2] چنانچہ فقہی استنباط و اجتہاد اور تدوینِ مسائل کا کام پہلی، دوسری اور تیسری صدی ہجری میں ائمہ مجتہدین اور ان کے تلامذۂ راشدین کے ہاتھوں بحسن و خوبی انجام پا چکا ہے لیکن فتویٰ کی بنیاد چونکہ از اول تا آخر سراسر

---

[1] الکتانی، التراتیب الاداریہ ج ۱ ص ۳۶۷

[2] الشاطبی، الموافقات ج ۴ ص ۸۹

Marfat.com

عملی اجتہاد پر ہے جو فقہی مسائل کی تحقیق، مَناط اور انہیں معاشرہ میں عملاً نافذ کرنے سے تعلق رکھتا ہے، اس لئے اِفتاء ایک مسلسل، متحرک اور تدریجی ارتقائی عمل ہے جو ہر عصر و عہد اور ہر خطّے اور علاقے میں رہتی دنیا تک جاری و ساری رہے گا۔ اجتہادِ عملی اور اس پر مبنی کارِ افتاء قیامت تک کبھی منقطع نہیں ہو سکتا۔[1] فقہی مسائل و احکام کو تمدّنی ارتقاء اور عصری مقتضیات سے ہم آہنگ کر کے ہر دَور اور ہر علاقے کی سوسائٹی کے لئے قابلِ عمل صورت میں ڈھال کر پیش کرنا افتاء ہی کا کام ہے اسی لئے فقہاء نے ہر دور اور ہر بستی میں ایک اہلِ مفتی کا وجود شرعی فریضہ قرار دیا ہے اور جس جگہ کوئی اہلِ مفتی موجود نہ ہو اس علاقے میں سکونت اختیار کرنا حرام اور وہاں سے ہجرت کرنا واجب ٹھہرایا ہے۔[2] اِس سے ظاہر ہے کہ معاشرہ میں انفرادی و اجتماعی سطح پر نفاذِ شریعت کا عمل بنیادی طور پر اِفتاء کے ساتھ وابستہ ہے یہاں تک کہ اگر قاضی خود اہلیتِ اجتہاد سے متصف نہ ہو تو اس کے شرعی فیصلے بھی مفتی کے فتاوٰے ہی کی روشنی میں طے پاتے ہیں۔

یوں بھی افتاء کا عمل بنیادی طور پر عوام کے دینی رجحان اور شرعی ذوق کا آئینہ دار ہوتا ہے، اس کا سرچشمہ دین سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کا عوامی جذبہ و احساس ہے پھر افرادِ معاشرہ کے عملی رویّوں پر سب سے زیادہ اثر افتاء ہی کا پڑتا ہے دیگر کوئی سماجی ادارہ اور کوئی علم و فن براہِ راست عوام کے شعور و ادراک اور دینی جذبہ و رجحان کی پرورش اِس طرح نہیں کرتا جس طرح اِفتاء کا ادارہ یہ کام انجام دیتا ہے۔ سماج کا مذہبی دھارا اسی کے زیرِ اثر اور اسی کے رُخ پر بہتا ہے۔

برِصغیر میں افتاء

برِصغیر پاک و ہند میں اِسلام کا ورود و فروغ چونکہ صوفیاءِ عظام اور علماءِ کرام ہی کا رہینِ کاوش ہے اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ

---

[1] الشاطبی، الموافقات ج۴ ص۹۰

[2] تفصیل کے لئے دیکھئے راقم الحروف کا مقالہ اسلامی ریاست میں نفاذِ عدل کے ادارے

Marfat.com

اِس خطے میں سماجی زندگی کے تمام سوتے مذہب ہی کے سرچشمہ سے پھوٹتے ہیں بالخصوص حضرتِ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کی تجدیدی مساعی کی بدولت یہاں کے عوامی شعور اور سماجی زندگی میں مذہب انتہائی فعال اور مؤثر عامل کی حیثیت سے جذب ہو گیا ہے۔ عالمِ اسلام میں سب سے زیادہ اسی خطے کے عوام میں مذہبی رجحان اور دینی ذوق نفوذ پذیر ہے۔ لوگوں میں دین سیکھنے، دینی مسائل کا زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے اور زندگی کے شخصی دائرے میں فقہی مسائل پر عمل کرنے کا بے پناہ جذبہ و شوق پایا جاتا ہے اسی بنا پر یہاں شرعی مسائل کے استفسار، استفتار اور افتار کا بہت زیادہ رواج رہا ہے، پھر برِصغیر میں صوفیائے کرام اور خود حضرتِ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ نے بھی عوام کی مذہبی تعلیم و تربیت، معاشرتی اصلاح اور دینی ذوق و رجحان کی پرورش کے لئے جو اسلوب و منہاج اختیار کیا وہ ملفوظات، مکتوبات اور اسی نوع کے دیگر عملی ذرائع پر مبنی تھا جن میں لوگوں کی براہِ راست مشارکت اور باہمی دوطرفہ عملی رابطہ کا عنصر غالب ہے اس لئے بھی یہاں دینی علوم و فنون کی ترویج و اشاعت میں عملی اسلوب زیادہ مؤثر طور پر رائج ہوا یہی وجہ ہے کہ برِصغیر میں فقہ و شریعت کے حوالے سے جتنا بھی علمی، فکری اور تحقیقی کام ہوا اس کا غالب حصہ فتاوٰے ہی کی صورت میں ہے۔

برِصغیر میں صدیوں پر محیط فقہی کتب و تالیفات کے ذخیرے پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں سب سے زیادہ فقہی کتابیں "فتاوٰے" کی صورت میں لکھی گئیں، دراصل یہاں کے ہر خطے اور ہر طبقے کے لوگوں میں مذہبی زندگی کو سمجھنے اور برتنے کے لئے مفتیانِ دین سے رجوع اور شرعی مسائل کے بارے میں استفتار کا رجحان اِس قدر شدت اور گہرائی کا حامل تھا کہ کوئی علمی شخصیت، کوئی فکری و اصلاحی کام اور کوئی تعلیمی و تربیتی ادارہ افتار کے بغیر صحیح طور پر آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ لوگوں میں دین کے نفوذ، شریعت کی ترویج اور فقہی مسائل کی تعلیم کا بہترین اور مؤثر ترین طریقہ افتار ہی کا تھا اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ شہنشاہِ ہندوستان اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ نے جب یہاں شریعت نافذ کرنے کے لئے علمی و فقہی کام کا

Marfat.com

بیڑا اٹھایا تو یہاں کے ماحول، عوامی رجحان اور عصری ضروریات کے پیشِ نظر انہیں تدوینِ فقہ کی فتاویٰ سے بہتر کوئی صورت نظر نہ آئی چنانچہ تاریخ اسلام میں حکومتی سطح پر نفاذِ شریعت کے لئے اس وقت تک علمی و فکری اعتبار سے سب سے آخری، سب سے جامع اور سب سے مؤثر کام جو ملتا ہے وہ فتاوٰے عالمگیری کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ اس سے ہم برصغیر پاک و ہند میں فتاویٰ کی اہمیت و افادیت، تدریج و تسلسل اور نفوذ و تاثیر کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

افتاء، جیسا کہ اوپر بیان ہوا، ایک مسلسل متحرک اور تدریجی ارتقائی عمل ہے، یہ فقہی مسائل و احکام کو ہر عصر و عہد کی تمدنی ضروریات سے ہم آہنگ کرنے اور ہر دور کے جدید معاشرتی مسائل کا شرعی حل دریافت کرنے کی سعی و کاوش سے عبارت ہے اس لئے فتوٰے کا عمل کبھی رک نہیں سکتا، اسے ہمیشہ آگے بڑھنا اور پھیلنا ہے، فتوٰے کا جمود مذہبی زندگی کی موت ہے اور فتوٰے کا تسلسل قانون کا ارتقاء ہے۔ فتوٰے کے بغیر عوام میں مذہبی رجحان اور دینی ذوق کی پرورش ممکن نہیں۔ فتوٰے ہی سے مذہب کی تعلیم عوامی سطح پر فروغ پاتی ہے، فتوٰے ہی کے ذریعہ معاشرہ پر مذہب اور روحانیت کی گرفت محکم رہتی ہے، فتوٰے ہی سے لوگوں کے حقوق و فرائض اور معاشرتی عدل و توازن میں نکھار آتا ہے، فتویٰ ہی سے حکمرانوں کا احتساب اور شرعی قانون کا استحکام عمل میں آتا ہے۔ غرض فتوٰے ہی اسلامی زندگی کے تسلسل، مذہبی تعلیم کے فروغ اور سماج کے تہذیبی ارتقاء کا ضامن ہے اس لئے قیامِ پاکستان کے بعد اس مملکتِ خداداد میں دیگر اسلامی اداروں اور شرعی علوم و فنون کی طرح بلکہ ان سے بڑھ کر اور زیادہ قوت کے ساتھ ادارۂ افتاء کو منظم اور فعال بنانے کی ضرورت تھی اور مقامِ شکر ہے کہ علمائے حق اور دینی اداروں نے اس ملی فریضہ سے عہدہ برآ ہونے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

فتاویٰ نوریہ

پاکستان میں عوام کی مذہبی رہنمائی اور افتاء کی عظیم فکری و سماجی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے والے نفوسِ عالیہ میں حضرت مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

کی ذاتِ گرامی نمایاں شرف و امتیاز کی حامل ہے۔

آپ کے سوانحِ حیات، سیرت و کردار، اطوار و عادات اور فضائل و کمالات کے بارے میں آپ کے ہمعصر اکابرین اور برگزیدہ شخصیات کی واضح شہادتیں فتاوٰے نوریہ کے تعارفی صفحات میں محفوظ ہیں۔

اِس عاجز کو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات کا شرف تو حاصل نہیں لیکن چھ ضخیم جلدوں پر پھیلے ہوئے قریباً تین ہزار سے زائد فتاوٰے کے آئینے میں ان کی شخصیت کے خدوخال ضرور دیکھے ہیں۔ تحریر میں انسان کا علم ہی نہیں سیرت بھی جھلکتی ہے، فکر و تحقیق مجرد دماغ سوزی نہیں، صاحبِ تحقیق کے شخصی کردار اور سماجی رویوں کا مظہر بھی ہوتی ہے۔ کتاب انسان کے نظریۂ علم اور طرزِ عمل کا عکس پیش کرتی ہے۔ اِس اعتبار سے فتاوٰے نوریہ کے الفاظ و معانی خود صاحبِ فتاوٰی کی شخصی عظمت، علمی رفعت اور سماجی خدمت کی غمازی کرتے ہیں۔ اگر طوالت کا اندیشہ نہ ہوتا تو فتاوٰے نوریہ کی روشنی میں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت کا پورا پیکر اجالنے کی تمنا تھی، بہر آئینہ حضرت کی شخصی وجاہت، علمی جلالت، روحانی عظمت اور ملی خدمت کے تذکرے سے قطع نظر یہاں صرف ان کے فتاوٰے کی فنی حیثیت اور دینی قدر و قیمت کے حوالے سے ایک عمومی اور اجمالی وضاحت پر اکتفا درکار ہے۔

فتوٰی نویسی بالذات ایک الگ عمل ہے اور بلاشبہ بہت عظیم اور نازک کام ہے لیکن فتوٰے نویسی کے ذریعہ افتار کے بند راستے کھولنا اور ان راہوں پر جادہ پیمائی کے معیار وضع کرنا ایک بالکل منفرد اور جداگانہ کام ہے اور ہمارے ممدوح حضرت مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی صاحب رحمہ اللہ نے بھی مؤخر الذکر کارنامہ انجام دیا ہے۔ آپ نے مجرد فتوٰے نویسی نہیں کی بلکہ افتار و اجتہاد کی سنگلاخ وادیوں میں جدید تمدنی مسائل کے حل کی خاطر فکر و تدبر کی نئی راہیں ہموار کیں، ایک ایسے دور میں جبکہ ابھی مغربی استعمار کے استبدادی چنگل سے رہائی پاتے، مسلمانوں کو زیادہ عرصہ نہیں بیتا تھا اور ہنوز دینی مسائل اور شرعی احکام کے بارے میں گفتگو کے لئے اعتماد و استحکام کی خاص فضا درکار تھی

Marfat.com

اور اسی لئے عام طور سے علمائے کرام شدتِ احتیاط کے باعث جدید مسائل پر غور و خوض اور بحث و تحقیق سے جھجکتے تھے۔ ایسے میں حضرت مفتی صاحب نے پوری قوت، حوصلے، عزم و اعتماد اور جوش و ولولے کے ساتھ جدید فقہی مسائل پر گفتگو کو اپنا شعار بنایا۔ استنباطِ مسائل میں اختلاف رائے کی گنجائش سے قطع نظر یہ جرأت لائقِ تحسین اور یہ اقدام قابلِ تقلید ہے۔ آپ نے اجتہادِ جزئی اور استنباطِ عملی کے جدید امکانات کی نشاندہی کی، فقہی ارتقاء کی نئی سمتیں متعین کیں۔ تخلیقی فکر کی اٹھان اور علمی تجدید و احیاء کے لئے فضاء سازگار بنانے کی جدوجہد کی۔

قیامِ پاکستان کے بعد اس مملکتِ خداداد میں دینی اقدار کے احیاء، اسلامی تہذیب کی بازیافت اور جدت و روایت کے حسنِ امتزاج سے ایک نئے سماجی نظام کی تشکیل کے لئے علمی تحقیق، فقہی استنباط اور عوامی اصلاح و رہنمائی کا جو عظیم کام اس ملت کو درپیش تھا اسے انجام دینے میں حضرت مفتی محمد نور اللہ صاحب نے فتاویٰ کے ذریعہ اپنا بھرپور حصہ ادا کیا۔ آپ نے افتاء کے خالص فقہی و قانونی ادارے کو دعوت و تبلیغ، انذار و تبشیر، نصیحت و تذکیر، انکارِ منکر و اثباتِ حق، عدل و انصاف، سماجی استحکام، تقویٰ و پارسائی، حزم و احتیاط، یسر و سماحت اور معاشرتی اصلاح کی تحریک بنا دیا۔

آپ کے فتاویٰ پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے ہی یہ بات پوری طرح واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ آپ فتویٰ نویسی کے ذریعہ شعوری طور پر تعمیرِ ملت اور اصلاحِ معاشرہ کا ٹھوس عملی کام انجام دینا چاہتے ہیں اور اس ضمن میں آپ کی شدید حساسیت بعض مواقع پر مذہبی شعور کو جذباتی آہنگ سے ہمکنار کر دیتی ہے یہاں تک کہ ایسے مواقع پر آپ افتاء کی مجرد تکنیکی حدود سے نکل کر کبھی تو مصلح کا روپ دھار لیتے ہیں اور کبھی قضاء کی خالص تعزیری زبان میں کلام کرنے لگتے ہیں۔ یہ رویّہ دراصل آپ کے ثقافتی شعور کی بلند تر سطح سے تعلق رکھتا ہے اور بہت کم فتویٰ نگاروں کو نصیب ہوتا ہے چنانچہ نکاح و طلاق کے خالص فنی مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے عائلی زندگی کے استحکام کی تدابیر پیشِ نظر رکھنا، بیع و شراء کے احکام میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کی

Marfat.com

پاسداری کی تلقین کرنا، عبادات کے بیان میں حقوق العباد کا تذکرہ، غلط کار شخص اور جاہل مفتی کے لئے تعزیر کا فیصلہ، سود کے ضمن میں دشمنان اسلام انگریزوں کے تشخص پر ضرب لگانا یہ اور اس طرح کی بے شمار باتیں حضرت مفتی صاحب کے اسی بے پناہ ملی درد، شدید دینی احساس اور اعلیٰ ثقافتی شعور کی غماز ہیں۔

حضرت مفتی محمد نور اللہ نعیمی صاحب رحمۃ اللہ کے فتاوی کی ایک اور بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ آپ اپنی فکری تحقیق کو نہ صرف قرآن و سنت کی محکم نصوص، ائمہ دین اور فقہاء کرام کی تصریحات اور ٹھوس عقلی دلائل کی روشنی میں پیش کرتے ہیں بلکہ حسب ضرورت فقہی احکام کی سماجی مصلحتیں، شرعی علتیں اور تکوینی حکمتیں بھی اجاگر کرتے ہیں پھر مزید برآں یہ کہ فقہی مسائل کو اصولی دلائل، کلی قواعد اور عقلی ضوابط کے آئینے میں بھی نمایاں کرتے چلے جاتے ہیں، جزئیات کا استنباط قواعد و کلیات کی روشنی میں اور اصول و ضوابط کی نت نئی تفریعات کا استخراج ایک خاص فقیہانہ شان سے آپ کے فتاوے میں ملتا ہے۔

الغرض فتاوی نوریہ اسلام کے فقہی و قانونی سرمائے کا ایک عظیم دائرہ معارف بن گیا ہے۔ یہ محض ایک فتاوے نہیں، جدید فتوے نویسی کا محکم جادہ ہے۔ یہ علم و فکر کا ایک تخلیقی دھارا ہے۔ اس میں قدیم فقہی احکام کا بیان ہے تو نصوص و تصریحات سے ہم آہنگ، جدید تمدنی مسائل کا حل ہے تو عقل و نقل کے محکم دلائل سے ہم آہنگ، اس میں خالص شرعی ضوابط کا تذکرہ ہے تو اعلیٰ سماجی شعور سے آراستہ، قانونی نظریات کا بیان ہے تو عمل کی تلقین کے جلو میں۔ ان کے ہاں عبادات حسن معاشرت سے پیوستہ اور حقوق اللہ حقوق العباد سے وابستہ نظر آتے ہیں۔ ان کا فتوے ایمان کی کوکھ سے جنم لیتا، اخلاق کی آغوش میں پروان چڑھتا اور عمل کے پیکر میں ڈھلتا ہوا محسوس ہوتا ہے اور یہیں سے مستقبل میں اسلامی فتاوی کی درخشندہ روایات ابھرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

Marfat.com

فتاویٰ نوریہ

Marfat.com

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

(متفق علیہ)

اللہ تعالےٰ جس شخص کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمالیتا ہے اسے دین کا

فقیہ بنا دیتا ہے۔

Marfat.com

طلاق

Marfat.com

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ

اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ ط ---------- فَاِنْ

طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ

حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ۔ (البقرہ)

طلاق (رجعی) دو بار ہے پھر یا تو روک لینا ہے بھلائی کے ساتھ یا چھوڑ دینا ہے احسان کے ساتھ..... پھر اگر اسے تیسری طلاق دے دی تو اب وُہ عورت اس کیلیے حلال نہیں یہاں تک کہ کسی اور خاوند کے ساتھ نکاح کرلے۔

Marfat.com

اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ الطَّلَاقُ

——— الحدیث

حلال چیزوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ طلاق ہے

Marfat.com

تعارف

طلاق کا مادہ "طلق" ہے۔ اس کا لغوی معنی ہے کھل جانا' رہا ہو جانا۔۔۔ اسی لئے چلنے کو "انطلاق" تیز زبانی کو "طلاقت لسان" اور بے قید چیز کو "مطلق" کہتے ہیں۔ چونکہ طلاق کے ذریعے عورت مرد کی قید نکاح سے آزاد ہو جاتی ہے اس لئے شریعت میں اسے طلاق کہا جاتا ہے۔ علامہ راغب اصفہانی المفردات فی غرائب القرآن میں فرماتے ہیں "فھی طالق ای مخلات عن حبالتہ النکاح" یعنی عورت نکاح کے بندھن سے رہا ہو گئی۔

اسلام کے قوانین مبنی بر مصلحت اور فطرت کے عین مطابق ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں عرب کا دستور یہ تھا کہ مرد جب اور جتنی بار چاہے طلاق دے اور پھر اپنی مرضی کے مطابق رجوع کر لے۔ اس کے برعکس ہندوؤں اور یہود و نصاریٰ کے قوانین ہیں کہ ایک بار نکاح کی زنجیر میں جکڑ دیئے جانے کے بعد حالات کیسے ہی ناگفتہ بہ کیوں نہ ہو جائیں خلاصی کی کوئی صورت نہیں۔ مگر اسلام کا قانون طلاق اپنے اندر میانہ روی لئے ہوئے ہے' افراط و تفریط سے پاک ہے۔

شریعت میں طلاق کا حق مرد کو تفویض کیا گیا ہے کیونکہ مرد فطری طور پر مدبر' دور اندیش اور جذبات سے مغلوب ہو جانے کے بجائے عورت کی بہ نسبت عقل و ہوش سے زیادہ کام لینے والا ہوتا ہے۔ نیز ازدواجی زندگی کا تمام بوجھ اسی کے کاندھوں پر رکھا گیا ہے۔ اسی لئے قرآن پاک میں مرد کے بارے میں "الذی بیدہ عقدۃ النکاح" فرما کر اس امر کی صراحت کر دی گئی ہے۔

بنیادی طور پر طلاق کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ طلاق رجعی ۲۔ طلاق بائن ۳۔ طلاق مغلظہ۔

طلاق کے وقوع کی متعدد متنوع صورتیں ہیں' جنہیں فقہاء کرام نے کئی ابواب میں الگ الگ بیان کیا ہے۔ اسی فقہی ترتیب کو مد نظر رکھتے ہوئے درج ذیل ابواب "کتاب الطلاق" میں شامل کئے جا رہے ہیں:

Marfat.com

١- باب طلاق الصبی (بچے کی طلاق)

٢- باب طلاق المجنون والمغمی علیہ (پاگل ومدہوش کی طلاق)

٣- باب الطلاق فی الغضب (غصے کی حالت میں طلاق)

٤- باب طلاق الحوامل (حاملہ عورتوں کو طلاق)

٥- باب طلاق المکرہ (مخص مجبور کی طلاق)

٦- باب کتابۃ الطلاق (تحریری طلاق)

٧- باب الفاظ الطلاق (الفاظ طلاق کی تفصیل)

٨- باب الطلاق بالشرط (معلق ومشروط طلاق)

٩- باب الحلالہ (تین طلاقوں کے بعد حلت کی صورت)

١٠- باب تفریق القاضی

١١- باب الظہار (عورت کو ماں، بہن یا دیگر محرمات سے تشبیہ دینا)

١٢- باب العدۃ

مجموعی طور پر "کتاب الطلاق" میں ایک سو چوبیس استفتاءات درج ہیں جو سینکڑوں جزئیات پر محتوی ہیں۔

(مرتب)

---OO---

Marfat.com

بچّے کی طلاق

Marfat.com

كتاب الطلاق

باب طلاق الصبیّ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس میں کہ بالغ ہونے لڑکے کے کیا اسباب ہیں اور غیر بالغ کی طلاق واقع ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

۱- لڑکے کا بالغ ہونا اس سے ہے کہ اسے احتلام آئے یا انزال ہوجائے یا اس سے حمل ہوجائے اور ان میں سے کچھ بھی نہ ہو تو جب اس کی عمر پورے پندرہ سال

Marfat.com

ہو جائے، بالغ ہو جائے گا، درالمختار میں ہے (بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال) والاصل هو الانزال الیٰ ان قال فان لم یوجد فیھما شیئ فحتی یتم لکل منھما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی لقصر اعمار اھل زماننا۔

۲۔ غیر بالغ کی طلاق واقع نہیں ہوتی، فتاویٰ عالمگیری میں ہے ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی الحنفی القادری نورہ ربہ القوی
۱۵ شوال المکرم ۱۳۶۱ھ

الاستفتاء

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

چہ فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک شخص مسمیٰ اللہ بخش سے جو کہ عمر اس کی چودہ برس کی ہے اور کوئی نشان بلوغت کا اس میں نہیں پایا جاتا، دیکھنے میں بھی نابالغ ہے، کسی جھگڑا وغیرہ کی نسبت اس سے طلاق حاصل کی جاتی ہے اور ذمہ دار اس کا تحریر میں والد اس کا مسمیٰ اکبر علی ہوتا ہے کہ جب یہ لڑکا بالغ ہوگا تو طلاق دلوائی جائے گی اور رجسٹر طلاق نامہ پر ذمہ دار ہونے کا انگوٹھا بھی ثبت کرتا ہے، اب لڑکی مذکورہ مطلقہ نابالغ کے وارث بلا طلاق حاصل کرنے کے دوسری جگہ شادی کرنا چاہتے ہیں، جائز ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا۔

السائل، (فقیر عبدالرحمٰن از حویلی بقلم خود) مورخہ ۴ رمضان شریف ۱۳۶۲ھ

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب

اللهم اجعل لی النور والصواب

جبکہ طلاق دہندہ بوقتِ طلاق نابالغ تھا تو وہ طلاق ہرگز ہرگز واقع نہیں ہوئی، مبسوط امام شمس الدین سرخسی علیہ الرحمہ ج ۶ ص ۵۳، فتاویٰ خیریہ ج ۱ ص ۵۵، فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۴۸ والمنظم من المبسوط ولا یکون طلاق الصبی طلاقا اور جب طلاق واقع نہ ہوئی تو دوسری جگہ طلاقِ صحیح کے بغیر نکاح کر دینا حرام اور محض حرام ہے، قرآنِ کریم کا صریح ارشاد ہے والمحصنات من النساء اہلِ اسلام پر از حد لازمی کہ ایسے شنیع افعال و حرکات سے پرہیز کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ الحنفی القادری النعیمی نورہ ربہ ونصرہ علی کل غبی وغوی،

۴ رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ

الاستفتاء

ایک سال کی ایک لڑکی کا نکاح ۴ سالہ لڑکے کے ساتھ کیا گیا، اب لڑکی کی عمر ۵ سال ہے اور لڑکے کی عمر آٹھ سال ہے:

۱۔ اس عمر میں اگر لڑکا طلاق دیدے تو کیا طلاق وارد ہو جائے گی؟

Marfat.com

۲۔ اگر طلاق وارد نہیں ہو سکتی تو نکاح کیسے وارد ہو سکتا ہے؟
جواب کتاب وسنت کی روشنی میں مطلوب ہے۔
السائل: سید حسین شاہ از لبصیر پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الجواب
اللھم اجعل لی النور والصواب

ا۔ طلاق وارد نہیں ہو گی کہ حدیث شریف میں وارد ہے رفع القلم عن ثلث عن النائم حتی یستیقظ وعن الصغیر حتی یکبر وعن المجنون حتی یعقل او یفیق (رواہ ابن ماجۃ ص ۱۴۸) عن سیدتنا عائشۃ، والبیہقی ج ۷ ص ۳۵۹ عن سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما یعنی تین شخص مرفوع القلم ہیں، سوتا ہوا جاگنے تک اور چھوٹا بڑے ہونے تک اور دیوانہ عقلمند ہونے تک۔

ب۔ قرآن کریم کا ارشاد مبین ہے والّٰئی لم یحضن (پ ۲۸ ع ۱۷) اور عدت فرع نکاح اور وجود فرع بدون اصل غیر متصور، تو ثابت ہوا کہ صغیرہ کا نکاح ہو سکتا ہے اور ایسے ہی سیدتنا ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نکاح صغر سنی میں تواتر سے ثابت ہے، تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ ولی صغیر وصغیرہ کا نکاح کر سکتا ہے اور اس پر ائمہ اربعہ وغیرہم فقہاء علیہم الرحمہ کا اتفاق واطباق ہے اور طلاق کا اہل خود صغیر تو ہے نہیں جیسے نکاح میں اور ولی کو بھی حق نہیں کہ قرآن کریم کا فرمان مبین ہے الذی بیدہ عقدۃ النکاح یعنی نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہے تو ولی کیسے چھوڑ سکتا ہے؟ حدیث شریف میں ہے لا طلاق لمن لم یملک رواہ البیہقی

Marfat.com

ج ۷ ص ۳۱۹ والنظم لہ والحاکم فی مستدرکہ ج ۲ ص ۲۰۴ وابن ماجۃ ص ۱۴۸ وابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۸ والترمذی ج ۱ ص ۱۴۱ فی سننہم یعنی طلاق وہ نہیں دے سکتا جو مالک نہ ہو، نیز حدیث شریف میں وارد کہ انما الطلاق لمن اخذ بالساق رواہ ابن ماجۃ ص ۱۵۲ والنظم لہ والبیہقی ج ۷ ص ۳۶۰ یعنی طلاق وہی دے سکتا ہے جو مجامعت کا حقدار ہے یعنی شوہر حضرت سیدنا مولی علی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں لا یجوز علی الغلام طلاق حتی یحتلم، نصب الرایہ ج ۳ ص ۲۲۲ یعنی لڑکے کی بیوی پر طلاق نہیں جب تک بالغ نہ ہو اور یہیں سے ثابت کہ نکاح ہو جاتا ہے اور اس میں حکمت یہ کہ نکاح نفع ہے اور طلاق ضرر، لہذا رحمتِ کاملہ کا تقاضا ہے کہ ولی نفع کا ولی ہے اور ضرر کا نہیں اور خود بچہ بھی اہل نہیں کہ نفع وضرر نہیں پہچان سکتا، واللہ تعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالی علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۴ر محرم الحرام ۶۶ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ۱۲ یا ۱۳ سال کا لڑکا نابالغ طلاق دے سکتا ہے یا نہیں ؟

السائل : محمد سلیمان بقلم خود

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب

اللهم اجعل لی النور والصواب

شرعًا نابالغ طلاق نہیں دے سکتا، خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے ان الصبی والمجنون اذا طلق امرأتہ لا یقع الطلاق، فتاویٰ عالمگیری میں ہے ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل، درالمختار میں ہے ولو مراھقا وقررہ الشیخ السید ابن عابدین فی شرحہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

الجواب صحیح والمجیب مصیب

زبیر احمد بیدہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں، ایک لڑکا جس کی عمر ۱۳/۱۲ سال کی ہے اور اس کی بیوی کی عمر ۱۱/۱۰ سال کی ہے، ان کا آپس میں نکاح تھا، اب تین مہینے گذر چکے ہیں، ان کے وارثوں نے یعنی ماں باپ نے طلاق دلوادی تھی، اب وہ دونوں فریق رضامند ہو کر اسی لڑکے کا اسی زوجہ کے ساتھ نکاح کرنا چاہتے ہیں، تو بتائیے یہ نکاح کرنا جائز ہے یا کہ نہیں ہے؟ اگر جائز ہے تو کیا کفارہ دینا

Marfat.com

پڑتا ہے ؟

السائل : مولوی نور احمد بقلم خود، چک ۵ سالے والا

استدراک

درج بالا استفتاء پر حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے مندرجہ ذیل نوٹ تحریر کر کے سائل سے وضاحت طلب کی!

(نوٹ) اندراج سوال یہ بھی کریں کہ وہ لڑکا لڑکی بالغ ہیں یا نہیں؟ آپس میں میل جول زن وشوئی یعنی قربت کر چکے ہیں یا نہیں؟ طلاق ایک یا دو یا تین ہیں؟

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۱۹ شوال المکرم سنہ ۸ھ

○

کاتب بیچارہ غالباً اپنی بے بضاعتی کے سبب تکمیل سوال نہ کر سکا اور سائلوں کو دوبارہ بھیج دیا کہ زبانی بیان کریں، لڑکے کے باپ قائم نے قسمیہ بیان دیا کہ لڑکے کی عمر تیرہ سال سے زائد نہیں اور نہ ہی اس نے اپنی بیوی کے ساتھ مجامعت اور خلوت کی اور نہ ہی بالغ ہے اور مسمّٰی سوجا براہیم نے بھی تصدیق پُر زور کی اور لڑکا بھی اپنے عدمِ بلوغ کا بیان دیتا ہے اور آثار سے بھی نابالغ ہی معلوم ہوتا ہے۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر بیانِ سائل صحیح اور واقعی ہے تو طلاق واقع ہی نہیں ہوئی کہ صبی اہلِ طلاق نہیں، اگرچہ مراہق ہو کما فی عامۃ اسفار المذھب المھذب

Marfat.com

اور جب طلاق ہی نہیں تو نکاح جدید کی کیا ضرورت کہ پہلا نکاح بدستور باقی وثابت ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم (والعھدۃ علی السائل)

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۰ شوال المکرم ۱۳۶۸ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ نابالغ کی طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں؟

السائل: مولوی غلام حسین صاحب چک ۱۸/۱ آر تحصیل اوکاڑہ

۲۳ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۶۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

نابالغ کی طلاق شرعاً واقع نہیں ہوتی، مبسوط ج ۶ ص ۵۳، قدوری ص ۱۴۴، ہدایہ ج ۲ ص ۳۳۸، فتح القدیر ج ۳ ص ۳۴۳، کفایہ ج ۳ ص ۳۴۳، عنایہ ج ۳ ص ۳۴۳، بدائع الصنائع ج ۳ ص ۹۹، کنز الدقائق ص ۱۱۱، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۴۹، فتاویٰ امام غزی ص ۴۵، وقایہ مع شرح الوقایہ ج ۲ ص ۷۱، درالمختار مع ردالمحتار ج ۲ ص ۵۸۶، خلاصۃ

Marfat.com

الفتاویٰ ج ۲ ص ۷۵، فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۴۸ میں ہے والنظم من الھندیۃ ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل[سه]۔

حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ابو داؤد ج ۲ ص ۲۴۸، ابن ماجہ ص ۱۴۸، ترمذی ج ۱ ص ۱۷۰، بیہقی ج ۷ ص ۳۵۹ مرفوعاً مسنداً بخاری ج ۲ ص ۷۹۴ تعلیقاً بصیغۃ الجزم بترتیب متغایرہ وکلمات متقاربہ راوی کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رفع القلم عن ثلاثۃ عن الصبی حتی یبلغ الحدیث یعنی بچے سے بالغ ہونے تک قلم اٹھالی گئی ہے، تو اس حدیث شریف سے اس وشمس کی طرح واضح ہوا کہ نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوسکتی کما استدل بہ الائمۃ الکرام علی عدم وقوع طلاق الصبی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
۲۲ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۶۸ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ ایک عورت مطلقہ غیر مدخولہ کا خاوند نابالغ طلاق دیتا ہے اور وارث نابالغ کے عند الطلاق موجود اور رضامند ہیں، ایسی غیر مدخولہ مطلقہ کی عدت ہے یا نہیں؟ بعد طلاق فوراً نکاح ہوسکتا ہے

سه ھذا القید مصرح بہ فی الفتح والدر والغزیۃ ایضاً ۱۲ النور غفرلہ

Marfat.com

یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

عند الفقیر مطلقہ غیر مدخولہ کا نکاح بعد طلاق فوراً ہو سکتا ہے، اس کی کوئی عدت نہیں، یہ مسئلہ کتبِ فقہیہ میں بیانِ عدت میں ہر جگہ موجود ہے۔

السائل : چراغ علی شاہ از ڈھپی کلاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

کتب مذہب مہذب حنفیہ میں متوناً و شروحاً و فتاویٰ مصرح و مشرح ہے کہ زوج صبی کی طلاق واقع نہیں ہوتی اگرچہ عاقل و مراہق ہو، تنویر الابصار در المختار تحریراً رد المحتار میں تقریراً ہے (والصبی) ولو مراھقا، فتاویٰ عالمگیری میں ہے ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل وکذا فی غیرھا من الاسفار اور جب طلاق ہی نہیں تو نکاح پر نکاح کیسے جائز ہو سکے، خود عندیۂ ذیلِ سوال تصریح کر رہا ہے کہ مطلقہ غیر مدخولہ کے لئے عدت نہیں اگرچہ یہ اطلاق غیر مدخولہ صحیح نہیں کہ تقیید غیر مخلیۃ ضروری ہے کما فی عامۃ اسفار المذھب المھذب مگر بعد تقیید بھی یہ حکم مطلقہ کا ہے، پس امس وشمس کی طرح واضح ولائح ہوا کہ اس صورت میں نکاح جائز نہیں مگر زوج بعد البلوغ طلاق دے یا فوت ہو جائے اور عدت بھی پوری ہو جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ ونورہ الانور والہ الاغر وصحبہ الدرر الغرر وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۰ صفر ۱۳۷۰ھ

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں صورت کہ ایک لڑکے نے جس کی عمر پندرہ سال اور دو ماہ ہو چکی تھی بغیر جبر و اکراہ کے اپنی عورت کو تین طلاقیں زبانی دے کر تحریر پر انگوٹھا لگا دیا، طلاق نویس نے مزید احتیاط کے لئے یہ سمجھ کر کہ ۱۸ سال سے کم نابالغ ہوتا ہے، اس کے والد کا انگوٹھا بھی لگوا لیا اور لکھ دیا کہ چونکہ لڑکا نابالغ ہے اس لئے اس کے باپ کا انگوٹھا بھی لگوا لیا ہے تاکہ سند رہے، کیا وہ طلاق شرعاً ہو چکی یا نہیں؟ بینوا ماجورین من رب العلمین۔

السائل: اللہ بخش ولد جمال دین سکنہ جمال کوٹ ٹھکر کا

گواہ شد محمد صادق شاہ از حکومت   گواہ شد جمال دین ولد ماچھی حصہ دار اوتاڑ بعد ڈال

(دستخط)   نشان انگوٹھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر یہ صحیح ہے کہ لڑکے کی عمر پورے پندرہ سال گذر چکی، پھر اس نے طلاق دی تو وہ طلاق ہو چکی کہ مفتی بہ یہی ہے کہ پندرہ سال کا لڑکا عمر سے شرعاً بالغ ہو جاتا ہے اگرچہ انزال واحبال نہ ہوا ہو اور طلاق نویس کی غلط فہمی سے لفظِ نابالغ کا لکھا جانا معتبر نہیں جبکہ اس کی عمر پندرہ سال ہو چکی ہو بوقتِ طلاق، فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۶۰۲،

Marfat.com

در المختار، رد المحتار ج ۵ ص ۱۳۲ والنظم من الدر وتنویرہ، فان لم یوجد فیہما شیئ فحتی یتم لکل منہما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی لقصر اعمار اھل زماننا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ لڑکی کے لئے شرعًا وہ کتنی عمر ہے کہ جب اس کو پہنچ جائے تو بلوغ کا حکم لگایا جاتا ہے؟ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

لڑکا اور لڑکی جب پورے پندرہ سال کے ہو جائیں تو فتویٰ اس پہ ہے کہ وہ بالغ ہو گئے، فتاویٰ عالمگیر ج ۳ ص ۶۰۲، در المختار علی الشامی ج ۵ ص ۱۳۲ میں ہے والنظم من الدر فحتی یتم لکل منہما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی الخ۔

Marfat.com

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۱/۱۰/۵۳

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ کتنی عمر کا لڑکا طلاق دے سکتا ہے یا عندالشرع کتنی سمجھ کا ہو کہ جس کی طلاق ہو جاتی ہے؟ عندالشرع تحریر فرماویں، بینوا توجروا۔

السائل: ولی محمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

حضرتِ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جمہور ائمہ دینِ متین کے مذہب میں لڑکے کی طلاق واقع نہیں ہوتی، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۸ میں ہے ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل یعنی لڑکے کی طلاق واقع نہیں ہوتی اگرچہ عقلمند ہو، ہاں ہر عاقل بالغ کی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اسی میں ہے یقع طلاق کل زوج اذا کان بالغا عاقلا۔

Marfat.com

والله تعالىٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم وصلى الله تعالىٰ على حبيبه واٰله واصحابه وبارك وسلم۔

(نوٹ) بلوغ، احتلام یا انزالِ منی سے ثابت ہو جاتا ہے اور اگر پورے پندرہ سال کا ہو جائے تو پھر بھی لڑکا لڑکی بالغ ہو جاتے ہیں مفتی بہ قول پر، اگرچہ احتلام و انزال کچھ بھی نہ ہو کما فی الدر المختار والشامی وغیرہ۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں مسمی محمد رمضان ولد عارف قوم قریشی امام مسجد چک ۶۷/ ایل کھیم کوٹ ضلع منٹگمری نے اپنی لڑکی مسماۃ مریم بی بی عمر تقریباً ۶، ۷ سال نابالغہ کا نکاح عام مجلس روبرو گواہاں کے مسمی عبد الرشید ولد محمد حنیف قوم بھٹی عمر تقریباً ۹ سال نابالغ کے ساتھ کر دیا، رجسٹر میں بھی درج ہے لیکن رخصتی نہیں ہوئی۔ ڈیڑھ سال کے بعد لڑکی اور لڑکے کے والدین میں کسی وجہ سے ناراضگی پڑ گئی تو مریم بی بی کے باپ نے مریم بی بی کا طلاق نامہ عبد الرشید کے باپ سے چاہا تو باپ نے عبد الرشید نابالغ سے طلاق نامہ دلوا دیا، آیا کہ شریعت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نابالغ عبد الرشید کے طلاق دینے سے طلاق واقع ہو گئی یا کہ نکاح باقی رہا؟ آیات قرآن مجید، حدیث شریف اور فقہ حنفیہ سے ثبوت مدلل جواب فرما دیں فقط

بمعرفت مولانا محمد حسن محب حضور

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب

اللهم اجعل لی النور والصواب

تقریباً ساڑھے دس سالہ نابالغ عبدالرشید شرعاً اہل ایقاع طلاق نہیں، آیاتِ مبارکہ اور احادیثِ شریفہ کی روشنی میں ہی ائمۂ کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے لہذا اسکی دی ہوئی طلاق شرعاً طلاق نہیں کما فی عامۃ المعتبرات متونا وشروحا وفتاویٰ ہاں اگر واقعی مسمی محمد رمضان نسبِ عالی قریش سے ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قریش بھتیوں کو اپنی رضا و رغبت سے رشتے دیدیا کرتے ہیں اور عار محسوس نہیں کرتے؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے اور مسمی محمد رمضان کا یہ رشتہ دینا پہلے سے لوگوں کو معلوم تھا اور برادری وغیرہ میں اس کا ایسا برا انتخاب مشہور تھا تو یہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں کہ باپ کی ولایت پیار پر مبنی ہے خصوصاً جبکہ ایسی صورتوں میں روپیہ وغیرہ کا لالچ وغیرہ بھی ہوتا ہی ہے، بدائع صنائع ج ۲ ص ۲۴۵ میں ہے والاضرار لایدخل تحت ولایۃ الولی. فتح القدیر ج ۳ ص ۱۹۴، کفایہ ج ۳ ص ۱۹۵، بحرالرائق ج ۳ ص ۱۳۵، فتاویٰ غزی ص ۲۵، فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۱۵، تنویرالابصار، درالمختار، شامی ج ۲ ص ۸ ۴۱، منحۃ الخالق علی البحرالرائق عن النہرالفائق وشرح المجمع لابن مالک ج ۳ ص ۱۳۵، درالمنتقی فی شرح الملتقی ج ۱ ص ۳۳۵، شلبیہ علی التبیین ج ۲ ص ۱۳۱ میں بالفاظِ متقاربہ ہے والنظم لابن مالک لو عرف من الاب سوء الاختیار لسفھہ او لطمعہ لا یجوز عقدہ اتفاقا نیز شامی میں ہے والحاصل ان المانع ھو کون الاب مشھورا بسوء الاختیار قبل العقد اور جب نکاح نہ ہوا ہو تو طلاق کی ضرورت ہی نہیں، ہاں اگر

Marfat.com

اس کا یہ بُرا انتخاب اور لالچ یا اس سے قبل کسی اور لڑکی کے حق میں ایسی حرکتیں اس عقد سے پہلے مشہور نہ ہوں تو نکاح ہوگیا (بشرطیکہ نشہ میں نہ ہوا اور عاقل ہو) مگر یہ طلاقِ نابالغ واقع نہیں ہوئی لہٰذا اس صورت میں نکاح حسبِ سابق باقی رہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۸ ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ لڑکا کا عمر تیرہ ۱۳ سال یا چودہ ۱۴ سال ہے جس کا نکاح بطور شریعت عرصہ تقریباً پانچ سال کا ہوا، نکاح کیا گیا تھا، اب لڑکی کی عمر ۱۸ سال کی ہے باقائمی ہوش وحواس لڑکا بمع اپنی مائی باپ کی مرضی کے لڑکی کو طلاق دینا چاہتا ہے، لڑکی اور لڑکے کے والدین بھی اس طلاق پر رضامند ہیں، مگر نکاح لڑکے اور لڑکی کا ہوا تھا رخصتی نہیں ہوئی، لڑکا لڑکی سے اتنی نفرت کرتا ہے کہ ایک دفعہ لڑکی ملنے کے لئے لڑکے کے والدین کے پاس آئی تو لڑکا روٹی کھا رہا تھا فوراً روٹی چھوڑ کر چلا گیا اور کہنے لگا کہ یہ میرے اوپر حرام ہے، میں نہیں لینا چاہتا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لڑکے کی عمر کم ہے یعنی سنِ بلوغت کو نہیں پہنچا، ہر دو فریق خود اور ان کے والدین کا بھی یہی ارادہ ہے کہ طلاق ہوجائے۔

آپ مہربانی فرما کر بوالیسی ڈاک جواب دیدیں کہ اتنی عمر میں طلاق دے سکتا ہے یا نہیں؟

لڑکی بھی طلاق لینے پر رضامند ہے، جواب دے کر مشکور فرماویں جناب کی عین نوازش ہوگی

السائل: حکیم محمد شعبان چک ۳۶/اے۔ ۴۔ ایل تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری

Marfat.com

(نوٹ) لڑکی طلاق لینا چاہتی ہے اور لڑکا طلاق دینا چاہتا ہے، ہر دو فریق کے والدین بھی طلاق لینے دینے پر رضامند ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر وہ تیرہ چودہ سالہ لڑکا بالغ نہیں ہوا تو طلاق نہیں دے سکتا، فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۳۸ میں ہے ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل اور اگر بالغ ہو چکا ہے تو طلاق دے سکتا ہے کیونکہ لڑکا تیرہ سال بلکہ بارہ سال کا بھی بالغ ہو سکتا ہے، فتاویٰ عالمگیر ج ۳ ص ۲۰۲ میں ہے وادنیٰ مدۃ البلوغ بالاحتلام ونحوہ فی حق الغلام اثنتا عشرۃ سنۃ اور لڑکے کا بالغ ہونا یوں ہے کہ اسے احتلام آجائے یا اس کی بیوی کو اس سے حمل ہو جائے یا انزال ہو جائے، فتاویٰ عالمگیر کے اسی صفحہ میں ہے بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال اور اگر یہ کوئی بات بھی نہ پائی جائے تو چودہ سال کا لڑکا بھی نابالغ ہی رہتا ہے مگر جب پندرہ سال کا ہو جائے تو شرعاً بالغ ہو جاتا ہے اگرچہ کوئی علامت نہ پائی جائے فتاویٰ عالمگیر میں ہے والسن الذی یحکم ببلوغ الغلام والجاریۃ اذا انتھیا الیہ خمس عشرۃ سنۃ عند ابی یوسف ومحمد وھو روایۃ عن ابی حنیفۃ (علیھم الرحمۃ) وعلیہ الفتویٰ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

(نوٹ) سال شرعاً چاند کے لحاظ سے ہی معتبر ہے جو انگریزی اور دیسی سے ذرہ چھوٹا

Marfat.com

ہوتا ہے تو اس کے حساب سے دیسی چودہ سالہ لڑکا جلدی ہی شرعاً پندرہ سال کا ہو جائے گا تو جس طرح پہلے لڑکی نے وقت گزار لیا ہے، اب اور چند ماہ بھی انتظار کرے اور جب رخصتی نہیں ہوئی اور لڑکا اور لڑکی کسی ایک مکان میں اکیلے بھی نہ ہوئے ہوں تو عدت نہیں پڑے گی بلکہ طلاق کے بعد فوراً ہی نکاحِ جدید کر سکتی ہے کما فی القرآن الکریم والکتب المذھبیۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہٖ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۶/۴/۶۳

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ لڑکا کتنی عمر کا ہو جائے تو اس کی طلاق معتبر ہے نیز علاماتِ بلوغ کیا ہیں؟ بینوا ماجورین من رب العلمین۔

المستفتی: محمد رحمت علی مدنی خطیب گنوں تحصیل وضلع ساہیوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الجواب
اللھم اجعل لی النور والصواب

جب لڑکا بالغ ہو جائے تو اس کی طلاق معتبر ہے اور بلوغ کے اسباب تین ہیں:

Marfat.com

۱۔ لڑکے کو احتلام آجائے یا

۲۔ اس کی بیوی کو حمل ہو جائے یا

۳۔ انزال ہو جائے۔

یعنی شہوت کے ساتھ منی ٹپک ٹپک کر خارج ہو اور اگر ان تین چیزوں سے کوئی بھی نہ پائی جائے تو پندرہ سال عمر پوری ہو جائے تو بالغ ہو جاتا ہے، فتاویٰ عالمگیری ج۲ ص ۶۰۲، شامی، درالمختار، تنویر الابصار ج۵ ص ۱۳۲ میں ہے والنظم منہما بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال (الیٰ ان قال فی التنویر) فان لم یوجد فیہما شیئ فحتی یتم لکل منہما خمس عشرۃ سنۃ۔ تنویر میں فرمایا وبہ یفتیٰ، فتاویٰ عالمگیر میں ہے وعلیہ الفتویٰ شامی نے فرمایا ھذا عندھما وھو روایۃ عن الامام وبہ قالت الائمۃ الثلٰثۃ۔

بہر حال صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب اور ہمارے امام اعظم سے بھی ایک روایت ہے جس پر فتویٰ ہے، یہ ہے کہ پورے پندرہ سال قمری کا ہو جائے تو شرعاً بالغ ہے اور اسکی طلاق معتبر ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ سال قمری ہی معتبر ہے جو انگریزی اور دیسی سے تقریباً دس دن کم ہوتا ہے چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے ان عدۃ الشھور عنداللہ اثنا عشر شھرا الآیۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبنا وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۸ھ، ۴/۶/۷۸

Marfat.com

الاستفتاء

مولوی بشیر احمد صاحب چک ۱۴/۴/۱۴-ایس پی کی طرف سے تحریراً اور خط لانیوالے کے زبانی بیان سے حاصل سوال یہ بنتا ہے کہ نابالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح کیا گیا، لڑکا گونگا تھا اور مجلس سے چلا گیا تو اس کے والد نے اپنے لڑکے کے لئے ایجاب وقبول کیا اور وہ لڑکے کا والد منکوحہ کا حقیقی چچا ہے، اب فریقین کی ناچاقی ہے، لڑکی والے طلاق مانگتے ہیں تو گونگے کا والد کہتا ہے کہ ایجاب وقبول میں نے کیا ہے لہذا نکاح میرے ساتھ ہوا ہے اور میں طلاق نہیں دیتا، تو کیا یہ نکاح گونگے کے ساتھ صحیح ہوا ہے اور گونگا ہی طلاق دے سکتا ہے یا اس کے والد کے ساتھ ہوا ہے اور وہی طلاق دے سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

تو اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح اس گونگے کے ساتھ ہی ہے اور اس کا ایجاب و قبول شرعی قاعدے کے مطابق ہوا ہے لہذا وہ گونگا ہی طلاق دے سکتا ہے اور اس کے والد کے ساتھ نکاح ہرگز نہیں ہوا، چچا کے ساتھ بھتیجی کا نکاح نہیں ہو سکتا اور ایجاب و قبول بھی گونگے کے لئے ہوا ہے لہذا اس کا دعویٰ لغو ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی محمد وعلی آلہ

Marfat.com

واصحابہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۸ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ

۲۳ جون ۱۹۸۰ء

Marfat.com

Marfat.com

باب طلاق المجنون والمغمى عليه

الاستفتاء

میرا نام غلام ہے، میں حویلی تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری میں رہنے والا ہوں، میں اپنے مکان کا اشٹام لے چکا ہوں اور گھر کا سامان جو دینا تھا دے چکا ہوں اور جو کچھ بھی رکھا تھا کہ لبعد کو ان گواہوں کے روبرو طلاق لکھی، ایک طلاق، دو طلاق سہ طلاق دے کر ان گواہوں کے سامنے سب فیصلہ کر لیا گیا، اب میرا اس پر کوئی حق نہیں ہے، جو کچھ چاہے کر سکتی ہے، بیوی ستاں کو طلاق دے کر رسید لکھ دی

Marfat.com

تاکہ سند رہے۔

نشان انگوٹھا طلاق دہندہ

گواہ شد — دستخط نمبردار — گواہ شد

غلام نبی رتیاں بھٹیاں — عاشق محمد نمبردار بقلم خود — نشان انگوٹھا دین محمد حویلی لکھا

12.1.55

گواہ شد

نشان انگوٹھا حاکم علی ذیلدار، حویلی لکھا

تحریر لکھتے وقت غلام کو کوئی ہوش نہیں تھا چونکہ یہ لڑائی میں ڈٹا ہوا تھا، ہوش حواش ٹھیک نہیں تھا، تحریر لکھتے وقت بڑی جلدی کی اور یہ غصے میں تھا، خبث میں اس نے اپنے ارادہ سے طلاق نہیں دی، گواہ کے سامنے تحریر لکھی گئی۔ محمد رمضان بقلم خود

۷۸۶

گذارش ہے کہ عرصہ $\frac{2}{22}$ سال کا ہوا میں نے مسماۃ ستاں سے شادی کر لی تھی جس کے بطن سے چار بچے مسماۃ الٰہی سین دختر بعمر ۲۸، محمد حیات بعمر ۱۸ سال، مسماۃ نیر بیگم بعمر ۱۶ سال، احمد یار بعمر $\frac{13}{14}$ سالہ ہیں، میری بیوی میں کسی قسم کا عیب نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ناراضگی ہے، میرے ساتھ اس کے تعلقات خوشگوار ہیں، میں مذکورہ کی طلاق کا بالکل کوئی ارادہ نہیں رکھتا ہوں اور نہ پہلے تھے، البتہ میری دماغی حالت درست نہیں ہے جس کی وجہ سے کئی مرتبہ میرے سے ناجائز حرکتیں مدہوشی کے عالم میں سرزد ہو جاتی ہیں، چنانچہ اس مرتبہ بھی اس قسم کا دماغی دورہ مجھ پر پڑا اور مجھے اچھے بُرے اور نفع نقصان اپنے اور دوسرے کا ہوش نہ رہا ہے، اس مدہوشی کے دوران میں مولوی گنا صاحبزادہ غلام رسول کو میں نے طلاق لکھ دینے کے لئے کہا لیکن مذکورین نے میری مدہوشی اور دماغ کی نادرستی دیکھ کر لکھنے سے انکار کر دیا، مسمی غلام نبی طفلک بعمر $\frac{5}{16}$ سالہ جو کہ پڑوسی ہے نے میرے کہنے پر لکھ دی، ہوش آنے پر مجھے احساس ہوا کہ میں نے یہ غلطی بعد ارادہ مدہوشی میں کر لی ہے، گواہان طلاق نامہ و تحریر کنندہ بھی میری مدہوشی پر گواہ ہیں۔ چونکہ یہ معاملہ شرعی ہے اس لئے اس کے متعلق حکم شرعی

Marfat.com

دیا جاوے، تحریر کنندہ ناتجربہ کار طفل تھا ورنہ صاحبِ ہوش افراد نے طلاق نامہ لکھنے سے میری حالت دیکھ کر انکار کر دیا تھا۔

فدوی غلام محمد ولد خدا بخش ساکن حویلی

(دستخط غلام نبی تھانیدار بحروف انگریزی)

شیر محمد بقلم خود نشان انگوٹھا غلام محمد نشان انگوٹھا رحمت علی نشان انگوٹھا نور محمد

حکیم امان الدین بقلم خود محمد سعید بقلم خود گہنا بقلم خود غلام رسول بقلم خود

٢١.٨.٥٥ ٢١.٨.٥٥

محمد الدین بقلم خود ماسٹر اللہ یار تاج بقلم خود غلام رسول بقلم خود محمد نور بقلم خود حویلی

محمد علی بقلم خود نشان انگوٹھا فیض احمد نور محمد بقلم خود غلام محمد بقلم خود

محمد رمضان بقلم خود نور نبی بقلم خود محمد وریام بقلم خود شاہ علی (Ali)

نشان انگوٹھا حاجی رجب علی نشان انگوٹھا حاجی احمد دین نشان انگوٹھا مانع علی

فیض رسول بقلم خود محمد سعید چشتی بقلم خود

٢١.٠٨.٥٥

غلام دستگیر میونسپل کمشنر بقلم خود

عبد المجید خاں ولد میر محمد خاں بقلم خود، حویلی لکھا

٢٢.٨.٥٥

نوٹ: سائل نے زبانی بیان کیا کہ یہ دستخط اور انگوٹھے غلام محمد کی دماغی حالت درست نہ ہونے اور کئی مرتبہ مدہوشی کے دورے پڑنے کی تصدیق کے لئے ہیں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الجواب
اللھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً درستیٔ عقل شرطِ طلاق ہے اور اختلالِ عقل مانع، نیز جس کا جنون و مدہوشی و اختلالِ عقل صرف ایک مرتبہ ثابت ہو جائے تو کلماتِ طلاق جو اس کی طرف منسوب کیے جائیں، ان کے متعلق اس کا حلفیہ بیان کہ مجھے جنون یا مدہوشی و اختلالِ عقل کا دورہ پڑا ہوا تھا، کافی ہے اور وہ کلماتِ طلاق جو فی الواقع اس نے کہے بھی ہوں طلاق متصور نہیں ہوں گے کہ درستیٔ عقل کی شرط پائی نہیں گئی۔

بدائع صنائع ج ۳ ص ۹۹ میں ہے والعقل من شرائط اهلية التصرف بلکہ قرآنِ کریم نے فرمایا ما جعل علیکم فی الدین من حرج فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۴۸، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۴۹، تنویر الابصار، در المختار، رد المحتار ج ۲ ص ۵۸۶، ۵۸۷، فتاویٰ خیریہ ج ۱ ص ۴۰، فتح القدیر ج ۳ ص ۳۴۳، بدائع صنائع ج ۳ ص ۱۰۰ میں ہے والنظم من الهندية ولا يقع طلاق الصبي وان كان يعقل والمجنون و النائم والمبرسم والمغمى عليه والمدهوش الخ فتاویٰ قاضی خاں ج ۲ ص ۲۱۳، فتاویٰ خیریہ ج ۱ ص ۴۰ میں ہے رجل عرف انه كان مجنونا فقالت له امرأته طلقتني البارحة فقال الزوج اصابني الجنون ولا يعرف ذلك الا بقوله كان القول قوله نیز خیریہ ج ۱ ص ۴۰ میں ہے ان المدهوش ان عرف منه الدهش مرة فالقول قوله بيمينه نیز ج ۱ ص ۴۱، ۴۲ میں ہے نظماً اور شامی ج ۲ ص ۵۸۷ میں ہے نثراً والنظم له وسئل نظما فيمن طلق زوجته

Marfat.com

ثلثا فی مجلس القاضی وھو مغتاظ مدھوش فاجاب نظما ایضاً بان الدھش من اقسام الجنون فلا یقع واذا کان یعتادہ بان عرف منہ الدھش مرۃ یصدق بلا برھان، نیز علامہ شامی علیہ الرحمہ اسی صفحہ میں فرماتے ہیں فسادام فی حال غلبۃ الخلل فی الاقوال والافعال لا تعتبر اقوالہ وان کان یعلمھا ویریدھا لان ھذہ المعرفۃ والارادۃ غیر معتبرۃ لعدم حصولھا عن ادراک صحیح کما لا تعتبر من الصبی العاقل۔

تو اگر صورتِ مندرجہ بالا صحیح و واقعی ہے اور غلام محمد کو مدہوشی و اختلالِ عقل کے دورے پڑا کرتے ہیں تو اس تحریرِ طلاق کے متعلق اس کا حلفیہ بیان کر تحریر کراتے وقت عقل درست نہیں تھی اور مدہوشی کا دورہ تھا، کافی ہے، وہ تحریر شرعاً لغو و باطل شمار ہوگی اور طلاق ایک بھی نہیں پڑے گی اگرچہ اس مدہوشی کا گواہ ایک بھی نہ ہو، یہ جواب صحتِ سوال و بیانِ مذکور پر مبنی ہے اور اگر سوال و بیان صحیح نہ ہوں تو جواب بھی یہ نہیں ہوگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۳ محرم الحرام روز جمعۃ المبارک ۱۳۷۵ھ

نوٹ: اس فتویٰ کی تحریر کے بعد فریقِ ثانی نے اس سلسلے میں مختلف موقف پیش کیا اس پر یہ جواب تحریر فرمایا۔

(مرتب)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

محبی مخلصی مولانا غلام رسول صاحب و دیگر احباب صاحبان زادت عنایاتہم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :- امزجہ مبارکہ ! بعد از دعوات عافیتِ طرفین آنکہ آپ کے مرقوم ملے ، کوائفِ مندرجہ سے آگاہی ہوئی ،

جواباً مرقوم کہ میرا وہ جواب فتویٰ ہے جس کی بنا صحت و واقعیتِ سوال پر ہے جس کا ذکر اس فتویٰ میں بار بار موجود ہے ، اگر کوئی صاحب اسے فیصلہ یا ڈگری تصور کرتا ہے تو یہ اس کا اپنا خیال ہے ، میں نے کوئی ڈگری یا فیصلہ نہیں دیا ، نہ ہی میرے سامنے شرعی شہادتیں گذریں اور نہ ہی میں نے دوسرے فریق کو طلب کیا تو فیصلہ کیسے ہوا حالانکہ فتویٰ کا اختتام ہی ان الفاظ پر ہے کہ " اگر سوال و بیان صحیح نہ ہوں تو جواب بھی یہ نہ ہوگا " جن سے امس و شمس کی طرح واضح و نمایاں ہوا کہ یہ فیصلہ نہیں۔ آپ نے وہ نوٹ بھی پڑھا ہوگا جو جواب سے پہلے ہے اور جواب تو بڑے غور سے پڑھا ہوگا۔

بہر حال فتویٰ کا صحیح مفہوم سائلین کو سمجھا دیں اور اگر سوال ثابت نہ ہو سکے تو غلام کی بیوی پر تینں طلاقیں واقع ہو چکیں اور تحلیلِ شرعی کے بغیر قطعاً کسی صورت میں اس سے نکاح نہیں کر سکتا ، اسی کی طرف میرے الفاظ مندرجہ فتویٰ " تو جواب بھی یہ نہ ہوگا " میں اشارہ ہے۔

آپ باقاعدہ سب گواہوں کی شہادتیں لے کر فیصلہ کر دیں کہ طرفین گناہ سے بچ سکیں ، ہاں علامہ شامی علیہ الرحمہ کی یہ عبارت بھی پیشِ نظر رہے وایضاً فان بعض المجانین یعرف ما یقول و یریدہ و یذکر ما یشہد

Marfat.com

الجاهل بہ بأنه عاقل ثم يظهر منه فی مجلسه ما ينافيه فاذا كان المجنون حقيقة قد يعرف ما يقول ويقصده فغيره بالاولی فالذی ینبغی التعويل عليه فی المدهوش و نحوه اناطة الحكم بغلبة الخلل فی اقواله وافعاله الخارجة عن عادته ، ص ۵۸۶ج ۲ لفظ "الخارجة عن عادته" پر خاص توجہ چاہیئے، بہرحال صورتِ حال حقیقیہ پر ہی دار و مدار رہے۔ والسلام

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

۲۴ محرم الحرام ۱۳۷۵ھ

الاستفتاء

۸۶ / ۹۲

بخدمت فیض درجت مولانا مولوی صاحب محمد نوراللہ صاحب دام اقبالہ

بعد از سلام علیکم واضح ہو کہ فریقین سے ثبوت لے کر حلفیہ بیان تصدیق فرماکر تسلی وتشفی سے مطولات کتب سے مسئلہ طلاق پہ غور فرماکر سائلان کو تحریر فرمادیں تاکہ غیر شرع میں سائلاں مبتلا نہ ہو ویں فقط شبہ طلاق دہندہ و زوجۂ طلاق یا بندہ وسسرال وعدہ آپ کے پاس حاضر ہوتے ہیں، اس کا پوری توجہ سے فیصلہ فرماویں عین عنایت ہوگی فقط۔ کار بار لائقہ شاد فرمایا کرو فقط۔ میری طرف سے مولوی صاحب محمد صدیق کو میرا السلام علیکم۔

الراقم: آثم صعلوک محمد یوسف چشتی از محمد یار چشتی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

محبی محترمی کرم فرمائے قدیمی جناب پیر صاحب زادت عنایتہم العالیہ

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ : مزاجِ گرامی !

آپ کے مرسلہ ہر سہ اشخاص کے بیاناتِ مؤکدہ سے ، زوج محض لاعلمی اور بے خبری کا قائل ہے ، والدِ زوجہ کہتا ہے کہ واقعی یہ زوج پاگل ہوگیا تھا اور میری لڑکی نے کہا کہ مجھے ماں کہہ کر بھگا دیا اور کہتی ہے کہ اس وقت بے ہوش ہوتا تھا اور سجوارہ گواہ کہتا ہے کہ میرے روبرو اس نے ماں بول کر بھگا دیا اور اس وقت پاگل تھا ۔ زوجہ اور گواہ کوئی بھی لفظِ طلاق بیان نہیں کرتا تو صحتِ بیانات کی صورت میں شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی کہ تمام کتبِ فقہیہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ پاگل کی طلاق نہیں پڑتی اور اس صورت میں اگر ہوش والا بھی ہوتا تب بھی طلاق نہ پڑتی کہ بیوی کو ماں کہنا قطعاً طلاق نہیں اور ظہار بھی نہیں کہ ظہار میں عضو محرم محرمہ تابیدی کے ساتھ تشبیہ ضروری ہے ، فتاوٰے عالمگیری ج ۲ ص ۴۸ میں ہے ولا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل والمجنون والنائم والمبرسم والمغمی علیہ والمدھوش ھکذا فی فتح القدیر وکذلک المعتوہ لا یقع طلاقہ ۔ ایضاً نیز ص ۱۲۶ میں ہے الظہار ھو تشبیہ الزوجۃ او جزء منہا شائع او معبر بہ عن الکل بما لا یحل النظر لہ من المحرمۃ علی التابید ، اسی صفحہ میں ہے لو قال لہا انت امی لا یکون مظاھرا ۔

Marfat.com

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ
۱۰ر صفر المظفر ۱۳۷۷ھ

الاستفتاء

از بائل گنج ۶۲۔۷۔۱۰ $\frac{۷۸۶}{۹۲}$

قبلہ جناب مولوی صاحب نوراللہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :۔ مزاج شریف!

عرصہ تقریباً دو سال ہوا ہے کہ مسمی کمیر ولد لاکھا قوم ماچھی سکنہ بائل گنج پاگل ہوگیا لیکن کچھ ہوش بھی تھی، آوارہ پھرتا رہا، ایک دن نمبردار بائل گنج کے پاس گیا اور اس نے کہا کہ میں اپنی عورت مسماۃ نیامت کو طلاق دیتا ہوں، نمبردار ٹال مٹول کر گیا، پھر نمبردار کے پاس گیا کہ میں طلاق دیتا ہوں، نمبردار نے دو چار معزز آدمیوں کو بلایا اور کمیر مذکور کے سسر کو بھی بلایا، آدمیوں نے کمیر کو بہت روکا کہ طلاق نہ دو، بے گناہ عورت کو طلاق دینا ٹھیک نہیں، کمیر نے کہا میں ضرور طلاق دونگا۔

آخرکار میں نے طلاق نامہ لکھ دیا اور کمیر کو کہا کہ طلاق طلاق طلاق اپنی زبانی کہہ، کمیر نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی نیامت دختر ماچھیا ماچھی کو طلاق دی اپنے ہوش وحواس قائم کے ساتھ اسی طرح دو بار کہا اور زمین پر ہاتھ مارنے لگا اور بیہوش سا ہوگیا اور انگوٹھا ہم نے لگوالیا، تھوڑی دیر بعد آدمیوں نے پکڑ کر ڈیرے سے باہر چھوڑ دیا اور تمام دن جنگل میں پھرتا رہا اور دوسرے دن گھر کا سامان لوگوں کو ویسے ہی

Marfat.com

دے دیا، کچھ سامان بچا اور اس کے بھتیجے کو پتہ چلا، وہ آکر لفافہ یا کچھ گھر کا سامان لیکر پیر غنی چلا گیا۔

یہ پانچ مہینے آوارہ ہی پھرا کبھی پاکپتن، کبھی دیوان چاولی مشائخ اور اسی دوران میں جس مجلس میں آوے، جتنے آدمی بیٹھے ہوں، سب کے ساتھ جبرًا السلام علیکم کرنا کسی کے ہاتھ پر بوسہ دینا اور پاگلوں جیسی باتیں کرنا، یہ اس کا رویہ پانچ چھ ماہ رہا، پھر اپنے بھتیجے کے پاس پیر غنی رہا۔ ہمیں معلوم نہیں کہ اس کی کیسی حالت رہی۔ اب عرصہ دو تین ماہ سے بائل گنج آگیا اور اپنی بیوی کے ساتھ صلح کر لی کہ میں نے اس وقت دیوانگی کی حالت میں طلاق دی تھی، اب میں بالکل ٹھیک ہوں، یہاں کے کئی لوگوں نے کہا کہ وہ طلاق نہیں ہوئی، تم اپنی بیوی کے پاس بیٹھ جاؤ، یہ رہنے لگ گیا مگر نمبردار صاحب جو اس وقت ہیں ابھی آئے ہیں، ان سے فتویٰ طلب کر لیا ہے، بروئے شریعت جناب فتویٰ تحریر کر دیں کہ اس آدمی کے واسطے کیا حکم ہے۔

تابعدار: محمد منیر لودلہ، بائل گنج

(نوٹ) نیز سائل زبانی مظہر کہ یہ عارضہ اسے یوں پیش آیا کہ اس کی والدہ فوت ہو گئی اور تیسرے دن اس کا بھائی فوت ہو گیا حالانکہ اس کا ایک بھائی دو ماہ پہلے فوت ہو چکا تھا تو دماغ مختل ہو گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورت سوال صحیح اور واقعی ہے تو یہ طلاق شرعًا طلاق نہیں اور بیوی حسب سابق

Marfat.com

بیوی ہی ہے، شامی ج ۲ ص ۵۸۷ میں ہے فالذی ینبغی للتعویل علیہ فی المدھوش ونحوہ اناطۃ الحکم بغلبۃ الخلل فی اقوالہ وافعالہ الخارجۃ عن عادتہ وکذا یقال فیمن اختل عقلہ لکبر اولمرض او لمصیبۃ فاجئۃ فمادام فی حال غلبۃ الخلل فی الاقوال والافعال لاتعتبر اقوالہ وان کان یعلمہا ویریدھا لان ھٰذہ المعرفۃ والارادۃ غیر معتبرۃ لعدم حصولہا عن ادراک صحیح کما لاتعتبر من الصبی العاقل، تو واضح ہوا کہ اس کا یہ طلاق نامہ معتبر نہیں اور یونہی اس کا اپنے ہوش وحواس قائم ہونے کا دعویٰ بھی غیر صحیح ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحٰبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۲۔۷۔۶۲

Marfat.com

غصّے کی حالت میں طلاق

Marfat.com

باب الطلاق فی الغضب

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے یکے بعد دیگرے اپنی بیوی مدخول بہا حقیقۃً ہندہ کو تین طلاقیں دیں مثلاً یوں کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی۔ اب شریعتِ مطہرہ میں کیا حکم ہے؟ باقی اگر اب زید کہے کہ جس وقت میں نے یہ لفظ کہے تھے اس وقت میں نشہ میں تھا یا یوں کہے کہ میں اس وقت غصہ میں تھا، طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ جواب میں چند معتبر حوالے بھی درج فرمادیں مع عبارتوں کے، بینوا توجروا۔

سائل: مولوی محمد رمضان قادری خطیب جامع مسجد پرانا اوکاڑہ

Marfat.com

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

زید کی بیوی مطلقۂ مغلظہ ہوگئی، قرآنِ کریم میں ہے فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ، نشے اور غصے والے کی طلاق واقع ہوجاتی ہے لاطلاق النصوص، مذہبِ مہذبِ حنفی کی تمام کتبِ معتبرہ ان تصریحاتِ جلیلہ سے گونج رہی ہیں کہ سکران (نشے والے) کی طلاق واقع ہوجاتی ہے بلکہ نبیذ وغیرہ اشیاء کے استعمال سے نشے کی صورت میں بتصیص قولِ مفتیٰ بہ کی بناء پر وقوعِ طلاق کی تصریحاتِ جلیلہ بھی صاف صاف موجود ہیں۔

فتح القدیر ج ۳ ص ۳۴۸، در المنتقی ج ا ص ۳۸۴، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۴۸، شرح الاشباہ للحموی ص ۲۳۲، فتاوٰی ہندیہ ج ۲ ص ۴۸، در المختار و شامی ج ۲ ص ۵۸۳ میں بکلماتِ متقاربہ ہے والنظم من الدر (او سکران) ولو بنبیذ او حشیش او افیون او بنج زجرا بہ یفتی تصحیح القدوری اور یونہی طلاقِ غضبان (غصے والے) کے وقوع کی واضح اور روشن تصریحات موجود ہیں، فتاوٰی امام غزی تمرتاشی ص ۵۳ میں ہے واما طلاق الغضبان فعمومات کلام اصحابنا ناطقۃ بالوقوع بلکہ ائمۂ دینِ متین نے تو غصے کو دلیلِ طلاق قرار دیا اور حکم فرمایا کہ وہ کلماتِ کنائیہ جو صالحۂ رد وسب نہیں اور صالحۂ طلاق ہیں غصے کی حالت میں طلاق ہیں اگرچہ نیتِ طلاق کا صریح انکار کرے، فتاوٰی امام قاضیخان ج ۲ ص ۲۱۶، بدائع ج ۳ ص ۱۰۲، ہدایہ ج ۲ ص ۳۵۴، فتح القدیر ج ۳ ص ۴۰۱، عنایہ ج ۳ ص ۴۰۴، کفایہ ج ۳ ص ۴۰۴، فتاوٰی عالمگیر ج ۲ ص ۶۱، در المختار شامی ج ۲ ص ۶۲۷،

Marfat.com

ص ۶۴، بحر الرائق ج ۳ ص ۳۰۳ میں ہے والنظم للامام فقیہ النفس و فی حالۃ الغضب یقع الطلاق بثلاثۃ من ھٰذہ الثمانیۃ واذا قال لم انو الطلاق لا یصدق قضاء، مبسوط ج ۶ ص ۸۰ و فی حالۃ الغضب لا یدین (الیٰ ان قال) تعیین الطلاق مرادا، تو صریح میں بطریق اولیٰ کہ اقویٰ من الکنایہ ہے، بلکہ مشائخ عظام نے متعدد کلمات صریحہ میں اور وہ بھی وہ جو پورے ادا نہ کئے گئے ہوں، وقوع طلاق کی غصے کی حالت میں تصریح فرمادی اور رضا کی حالت میں ہو تو نفی مثلاً انت طال سکونِ لام سے، حالتِ رضا میں طلاق نہیں اور غضب میں طلاق ہے، خانیہ ج ۲ ص ۲۱۴، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۵۵، شامی ج ۲ ص ۵۹۷، فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۵۰ میں ہے والنظم من الھندیۃ و لو حذف القاف من طالق فقال انت طال فان کسر اللام وقع بلا نیۃ والا فان کان فی مذاکرۃ الطلاق او الغضب فکذلک اور فتاویٰ قاضی خان وغیرہا میں اس قسم کے متعدد جزئیات ہیں، بلکہ یہاں تک مصرح کہ اگر غصے کا یہ عالم ہو کہ عالم ہوتے ہوئے بھی صحیح نہ بول سکے اور طلاق کو تلاق، طلاغ، تلاک، طلاک، تلاغ کہے تب بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، خانیہ ج ۲ ص ۲۱۱ میں ہے لان ھٰذا مما یجری علیٰ لسان الناس خصوصا فی الغضب والخصومۃ فیکون الطلاق واقعا ظاھرا ولا یصدق قضاء،

تو واضح ہوا کہ غصہ منافیٔ طلاق نہیں بلکہ ارادہ طلاق کی علامت ہے، بدائع صنائع ج ۳ ص ۱۰۲، ہدایہ ج ۲ ص ۳۵۴، شامی ج ۲ ص ۵۹۷ میں ہے و النظم لملک العلماء حال الغضب و مذاکرۃ الطلاق دلیل ارادۃ الطلاق ظاھرا فلا یصدق فی الصرف عن الظاھر تو ماہِ نیم ماہ اور مہرِ نیم روز کی طرح واضح ہوا کہ صورتِ مندرجہ میں طلاق واقع ہوگئی اور ایسے عذر نہ دافع بن سکتے ہیں اور نہ رافع۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ

Marfat.com

على حبيبه وآله واصحابه وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
۱۲ ذی القعدہ ۱۳۷۷ھ

الاستفتاء

بخدمت حضرت مولانا مفتی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ بذریعہ تحریر ہذا صورت مسئولہ کا جواب مطلوب ہے امید ہے کہ آپ جواب مسئلہ باحوالہ روانہ فرما کر مشکور فرما دیں گے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے غصہ کی حالت میں اپنی زوجہ کو بایں الفاظ طلاق دیتا ہے تین دفعہ یا اس سے بھی زائد یہ الفاظ کہے کہ میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی، پھر یہ الفاظ کہے، تو مجھ پر حرام ہے، تو مجھ پر حرام ہے، تو مجھ پر حرام ہے۔ اب شریعت مبارک کی رو سے یہ عورت اپنے خاوند کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟ اگر نکاح میں آسکتی ہے تو یہ طلاق کونسی واقع ہوئی بائن یا مغلظہ یا رجعی؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

سائل: حافظ بشیر احمد بشیر بستی حضرت حافظ حبیب اللہ صاحب ڈاکخانہ ہڑپہ ضلع منٹگمری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً یہ طلاق طلاقِ مغلظہ ہے لہذا بدون حلالہ وہ شخص نکاح بھی نہیں کر سکتا

Marfat.com

قرآنِ کریم میں ہے الطلاق مرتان یعنی وہ طلاق جس کے بعد رجوع ہو سکتا ہے دو طلاقیں ہیں، آگے فرمایا فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ یعنی اگر تیسری طلاق دیدے تو وہ عورت اس مرد کے لئے حلال نہیں، ہاں حلالہ کرے تو حلال ہو سکتی ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے اذا قال لامرأته انت طالق وطالق وطالق ولم یعلقه بالشرط ان کانت مدخولة طلقت ثلثا۔ ہاں اگر وہ مرد اور عورت نکاح کے بعد کسی مکان میں اکیلے نہیں ہوئے اور نزدیکی نہیں کی تو صرف ایک طلاق بائن واقع ہوئی اور بلا حلالہ نکاح ہو سکتا ہے، اسی میں ہے وان کانت غیر مدخولة طلقت واحدة۔

رہا غصہ تو وہ وقوعِ طلاق سے مانع نہیں کہ عموماً طلاق دی ہی غصہ سے جاتی ہے کوئی وہ شخص جو اپنی بیوی سے راضی خوشی ہو، طلاق نہیں دیتا اور یہی وجہ ہے کہ الفاظِ کنایہ میں غصہ دلیلِ طلاق ہے کما فی اسفار المذهب المهذب متونا و شروحا وحواشی وفتاوی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا محمد وآله وصحبه اجمعین۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۱ ربیع الثانی ۸۵ھ مطابق ۱۹/۸/۶۵

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی اپنی

Marfat.com

عورت کو دوسروں کی زبردستی کہلوانے پر غصہ کی حالت میں اپنی عورت کو کہے کہ تو مجھ پر حرام ہے، تین دفعہ، لیکن اس کے دل میں طلاق کا ارادہ نہیں تھا تو کیا اس کے الفاظ مذکورہ سے اس پر عورت حرام ہو جائیگی؟ اور طلاق کونسی ہو گی؟ اگر میاں بیوی رضی ہوں تو پھر رجوع کی کیا صورت ہو گی؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: حافظ غلام محمد پاکستانی ثم مظفر گڑھی، حال مقیم مدینہ منورہ (بوساطت حاجی محمد اسمعیل (مدینہ منورہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اس عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہو گئی، شامی ج ۲ ص ۵۹۴ میں ہے

افتی المتاخرون فی انت علی حرام بانہ طلاق بائن للعرف بلا نیۃ اور ص ۶۴۵ میں ہے انت علی حرام علی المفتی بہ من عدم توقفہ علی النیۃ مع انہ لا یلحق البائن ولا یلحقہ البائن

لہٰذا تین بار کہنا ایک بار کہنے کی طرح ہے اور طلاق عموماً غصہ اور ناراضگی میں ہی ہوتی ہے اور ایسی عمومی زبردستی کا کوئی اعتبار نہیں۔

اگر میاں بیوی راضی ہو جائیں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں کیونکہ طلاق صرف ایک ہی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۰ ر ذی القعدۃ المبارکہ ۱۳۹۴ھ

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین مندرجہ تحریر کے بارہ میں کہ بالو مقبول احمد نے اپنے سالے محمد اکبر کو بدیں مضمون خط لکھا جو کہ درج ذیل ہے دریافت طلب امر ہے کہ اس تحریری رو سے مقبول احمد کی منکوحہ کو طلاقیں ہوئیں یا نہیں ؟ مقبول احمد اب منفصل ہے اور کہتا ہے کہ میں نے بوجہ ناچاکی اور ناراضگی غصہ میں یہ خط لکھا تھا اور میرا قصدا ورارادہ طلاق دینے کا نہ تھا، یہ عذر مقبول احمد کا مقبول ہے یا نہیں اور کیا طلاق دیتا ہوں کے لفظ سے طلاق واقع ہوجاتی ہے یا نہیں ؟ یہاں بعض علماء فرماتے ہیں کہ طلاق واقع ہوگئی اور بعض اس تحریر کو کالعدم فرماتے ہیں، براہِ کرام جواب بمعہ حوالہ کتاب ارقام فرمادیں، بینوا وتوجروا۔ نقل خط بعینہٖ یہ ہے :

۷۸۶
۹۲

برادرم محمد اکبر صاحب

تسلیم - تم لوگوں نے یہ جانتے ہوئے کہ ہم محمود کے رشتہ کی کوشش ہمیشہ نواب بیگم کے گھر کر رہے ہیں، بدنیتی سے یہ مشہور کیا کہ یہ مقبول کو لڑکی دیتی ہے حالانکہ میرے پاس تمہاری بہن تھی، مجھے اور لڑکی کی کیا ضرورت تھی، سب شرارت تمہاری والدہ کی ہے جس نے اتنا نہیں سوچا کہ ہم اپنی لڑکی کو جو اپنے گھر میں آباد بیٹھی ہے خوار مست کریں، تمہاری والدہ نے نواب بیگم کی سخت بدنامی کی جس کی وجہ سے محمود کا رشتہ جو کہ ہوگیا تھا، اب ہٹ گیا ہے، علاوہ ازیں تمہاری والدہ ہماری بدنامی کرنے سے باز نہیں آتی اور زبردستی لڑکی کو قصور لے جاتی ہے اور اس طرح تنگ کرتی ہے

Marfat.com

اس بات کا مجھ کو اتنا خیال نہیں تھا لیکن جب اس نے ہم سے دشمنی کی اور محمود کی شادی میں حائل ہوئی تو ہمارا دل کھٹا ہوگیا، میں دریں حالات آپ کی بہن کو رکھنے کے لئے تیار نہیں اور طلاق دیتا ہوں (۱) میں مقبول احمد حمیدہ بیگم کو طلاق دیتا ہوں (۲) میں مقبول احمد حمیدہ بیگم کو طلاق دیتا ہوں (۳) میں مقبول احمد حمیدہ بیگم کو طلاق دیتا ہوں۔ مقبول احمد! آخر تمہاری والدہ کو ایسے کرنے کا حق کیا ہے؟

سائل: محمد انور قصوری معرفت دفتر مرکزی انجمن حزب الاحناف پاکستان لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

صورتِ مسئولہ میں شرعاً تینوں طلاقیں واقع ہو گئیں کہ رضا شرطِ طلاق نہیں بلکہ اکثر ناراضگی میں ہی طلاق دیجاتی ہے، عامۂ اسفارِ مذہبِ مہذب میں مفہوم اور عموم سے وقوعِ طلاقِ غضبان کا بیّن بیان ہے اور حجیتِ مفاہیم وعموماتِ کتبِ مذہبیہ تو قویۃ البرہان ہی ہیں، امام غزی تمرتاشی اپنے فتاوےٰ ص ۵۳ میں فرماتے ہیں واما طلاق الغضبان فعمومات کلام اصحابنا ناطقۃ بالوقوع حیث قالوا ویقع طلاق کل زوج اذا کان عاقلا بالغا الخ بلکہ ائمۂ دینِ متین نے تو غضب کو دلیلِ طلاق قرار دیا، ایسے کلماتِ کنائیہ جو صالحۂ طلاق من دون الرد والشتم ہیں، حالتِ غضب میں باوجود صریح انکارِ نیتِ طلاق حکمِ طلاق فرماتے ہیں نہ حالتِ رضا میں۔ مبسوط ج ۶ ص ۸۰، فتاوٰی امام قاضی خان ج ۲ ص ۲۱۶، بدائع ج ۳ ص ۱۰۶، ہدایہ ج ۲ ص ۳۵۴، فتح القدیر ج ۳ ص ۴۰۱، عنایہ ج ۳ ص ۴۰۱، کفایہ ج ۳ ص ۴۰۴، فتاوٰی عالمگیر ج ۲ ص ۶۱، درالمختار شامی ج ۲ ص ۶۴۲،۹

Marfat.com

ص ۲۱۶، بحرالرائق ج ۳ ص ۳۰۲ میں ہے والنظم للامام فقیہ النفس و فی حالۃ الغضب یقع الطلاق بثلاثۃ من ھٰذہ الثمانیۃ واذا قال لم انو الطلاق لا یصدق قضاء مبسوط میں ہے تعین الطلاق مرادا بہ تو صریح میں بطریق اولیٰ کہ اقویٰ من الکنایہ ہے بلکہ مشائخ عظام نے متعدد کلمات صریحہ میں بھی جو پورے ادا نہ کئے گئے ہوں وقوع طلاق کی حالت غضب میں تصریح فرمادی اور حالت رضا میں نفی، مثلاً انتِ طال، سکون لام سے حالت رضا میں طلاق نہیں اور غضب میں طلاق ہے، خانیہ ج ۲ ص ۲۱۴، بحرالرائق عن الخانیہ والجوہرہ ج ۳ ص ۲۵۵، شامی ج ۲ ص ۵۹۷، فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۵۰ میں ہے والنظم من الھندیۃ ولو حذف القاف من طالق فقال انت طال فان کسر اللام وقع بلا نیۃ والا فان کان فی مذاکرۃ الطلاق او الغضب فکذلک

فتاویٰ قاضیخان وغیرہا میں اس قسم کے متعدد جزئیات ہیں بلکہ اگر غضب کا یہ عالم ہو کہ عالم ہوتے ہوئے بھی تلفظ صحیح نہ ہے اور طلاق کو تلاق، طلاغ، تلاک، طلاک، تلاغ کہے تب بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے، فتاویٰ امام قاضی خان ج ۲ ص ۲۱۱ میں ہے لان ھذا مما یجری علیٰ لسان الناس خصوصا فی الغضب والخصومۃ فیکون الطلاق واقعا ظاھرا ولا یصدق قضاء، تو صاف ثابت ہوا کہ غضب منافی طلاق نہیں بلکہ دلیل ارادہ طلاق ہے، اور بدائع صنائع ج ۳ ص ۱۰۲، ہدایہ ج ۲ ص ۳۴۷، شامی ج ۲ ص ۵۹۷ میں ہے والنظم لملک العلماء حال الغضب ومذاکرۃ الطلاق دلیل ارادۃ الطلاق ظاھرا فلا یصدق فی الصرف عن الظاھر،

تو مقبول احمد صاحب کا غصہ بھی مانع طلاق نہ ہوگا بلکہ الٹا دلیل ارادۂ طلاق بنے گا اور یہیں سے واضح ہوا کہ عذر عدم ارادۂ طلاق محض بے سود اور غیر مسموع ہے اور یہ الفاظ تو ہیں بھی صریح اور صریح نیت سے مستغنی ہے وذا مصرح فی

Marfat.com

جميع معتمدات المذهب الحنيف اور لفظِ طلاق دینا ہوں محاورات ملکیہ میں عموماً ایقاع و تحقیق طلاق کے لئے مستعمل ہوتا ہے اور مقبول صاحب کی نظر میں بھی لفظِ طلاق سے ہے کہ غصہ اور ارادہ نہ ہونا عذر بناتے ہیں اور صاف سرے سے معاملہ ختم ہی نہیں کرتے کہ ایعاد وغیرہ ہے اور ایسے ہی سیاقِ کلام اور طرزِ تحریر خصوصاً نمبراتِ ثلاثہ شہادتِ واضحہ دے رہے ہیں کہ مقبول صاحب کی نظر میں طلاق ہی ہیں اور محض احتمالِ استقبال مضر نہیں کہ وہ تو اسمِ فاعل میں بھی ہے تو انتِ طالق، بھی لفظِ طلاق نہ رہے گا ولا یتفوہ بہ عاقل فضلا عن فاضل بلکہ مدارِ کار غلبہ حال پر ہے جو بیانِ ماسبق سے شمس وامس کی طرح واضح ہوا۔

فتح القدیر ج ۳ ص ۳۵۴، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۵۲، خیریہ ج ۱ ص ۳۹، خلاصۃ الفتاوی ج ۲ ص ۸۱، فتاوی عالمگیر ج ۲ ص ۶۶۔ شامی ج ۲ ص ۵۹۱ میں ہے والنظم للسید ابن عابدین وکذا المضارع اذا غلب فی الحال مثل اطلقك، بدائع ج ۳ ص ۱۰۲ میں ہے مثل ان یقول فی عرف دیارنا رہا کنم۔ تو بیّن طور پر ثابت ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں تین طلاقیں دیانۃً وقضاءً واقع ہوگئیں واما المقبول فلم یعتذر بالایعاد ومثلہ ولو ادعاہ احد فی مثل هذه الواقعۃ الشائعۃ لما نفعہ ایضا لانہ خلاف الظاهر والمعتاد وفی المبسوط ج ۶ ص ۸۰ القاضی مامور باتباع الظاهر وما هو المعتاد انتہی، والمرأۃ کالقاضی۔

مبسوط ج ۶ ص ۸۰ و ص ۸۲ و فتح القدیر ج ۳ ص ۳۵۳ و ۴۰۸ والکفایۃ ج ۳ ص ۳۵۳ والبحر الرائق ج ۳ ص ۲۵۰ والفتاوی الهندیہ ج ۲ ص ۳۹۴ والفتاوی العزیزیہ ص ۵۳، بدائع ج ۳ ص ۱۰۱، تبیین الحقائق ج ۲ ص ۱۹۸ و ج ۲ ص ۲۱۸، شامی ج ۲ ص ۵۹۴ والنظم للتمرتاشی والمرأۃ کالقاضی لا یحل لها ان تمکنہ اذا سمعت منہ ذالك او علمت بہ لانها لا تعلم الا الظاهر انتہی فلا یفتی لہ

Marfat.com

المفتون الا المفتون ھٰذا۔
واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللّٰہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

السلام علیکم : عاجزانہ گذارش ہے کہ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو غصے میں آکر چاروں مذہبوں میں حرام کردیا اور اس کا جواب قرآن اور حدیث اور معتبر کتابوں سے دیں، کیا اس کو طلاق آگئی ہے یا کہ نہیں ؟

السائل : مقبول احمد قوم جوئیا ضلع مظفر گڑھ تحصیل علی پور موضع کلروالی

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ :۔

از روئے مذہبِ حنفی ایک طلاق بائن ہوگئی، اگر دوبارہ آپس میں نکاح کرنا چاہیں تو بلا حلالہ ہوسکتا ہے، ہاں اگر حرام کہتے وقت تین طلاقوں کی نیت کی تھی تو طلاق مغلظ یعنی تین طلاقیں پڑ گئیں کہ اب بلا حلالہ نکاح نہیں کر سکتے۔ فتاویٰ

Marfat.com

عالمگیری ج ۲ ص ۱۱۷ اور ج ۲ ص ۱۸۳ میں ہے والفتویٰ علیٰ انہ یقع به الطلاق الخ شامی ج ۲ ص ۶۰ ۷ اور تنویر الابصار، درالمختار، شامی ج ۲ ص ۶۱ ۷ اور ج ۲ ص ۶۲ ۷ میں ہے والنظم من التنویر وتطلیقۃ بائنۃ ان نوی الطلاق وثلث ان نواھا ویفتی بانہ طلاق بائن وان لم ینوہ، اور چونکہ ہمارا مذہب قرآن کریم اور حدیث پاک کی روشنی میں حق ہے اور قرآن شریف میں ہے وأمر بالعرف لہذا یہ حکم حق ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۷ رجب المرجب ۱۳۹۶ھ ۶ جولائی ۷۶ء (مع تصدیقات علمائے دارالعلوم)

الاستفتاء

۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں:

زید نے غصہ کی حالت میں اپنی مدخولہ بیوی کو بانیتِ طلاق زمین پر یکے بعد دیگرے تین لکیریں کھینچیں اور ہر لکیر کھینچتے وقت یہ الفاظ کہے کہ ایک یہ، یہ دو اور یہ تین، تین لکیریں کھینچنے کے بعد کہا تو میری بہن ہے بہن ہے اور زید نے یہ اقرار کیا، لکیریں کھینچتے وقت میری نیت طلاق کی تھی اور ہر لکیر سے مراد طلاق تھی۔

علمائے کرام سے دریافت ہے کہ آیا اس طرح کرنے سے یعنی محض لکیریں کھینچیں اور زبان سے لفظِ طلاق یا کنایہ وغیرہ کا نہیں بولا اور نیت طلاق تھی، فقط طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور اگر واقع ہوئی تو ایک یا تین اور زوجین کی مصالحت

Marfat.com

کی صورت میں زید کی بیوی دوبارہ اس کے نکاح میں آسکتی یا کہ نہیں؟

السائل: علی محمد ولد خان محمد قوم کھوکھر چک ۶۲/ای-بی ۷۹-۱۱-۱۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

یہ صورت طلاق بالکنایہ کی ہے جو نیت اور دلالتِ حال سے واقع ہو جاتی ہے اور سائل نیتِ طلاق کا اقرار کرتا ہے اور غصہ کی حالت ہے اور پھر "تو میری بہن ہے" کہتا ہے تو معلوم ہوا کہ اس کا لکیر کھینچنا تو کہتا ہے کہ یہ ایک، یہ دو اور یہ تین طلاقیں ہیں اور اضافتِ طلاق مقرر ہے یعنی مراد یہ ہے کہ یہ لکیر تجھے ایک طلاق ہے اور یہ دو اور یہ تین اور "تجھے" گو لفظوں میں صراحۃً مذکور نہیں مگر غصہ کی حالت اور طلاق واضح کرتی ہے جس پر تو میری بہن ہے کہنا بھی صریح قرینہ ہے حالانکہ اضافت الی الطلاق صراحۃً شرط نہیں بلکہ مفہوماً بھی کافی ہے کما صرح بہ الشامی حیث قال ج ۲ ص ۵۹۰ ولا یلزم کون الاضافۃ صریحۃ فی کلامہ۔ بظاہر سوال یہ ہے کہ اس کا یہ کہنا یہ ایک، یہ دو، یہ تین، یہ اپنی منکوحہ کو بطریق خطاب ہے بلکہ پنجابی محاورہ کے لحاظ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس نے پنجابی میں ایک لکیر کھینچ کر کہا ہوگا یہ ہک پئی اور دو کھینچ کر کہا ہوگا یہ دُوئی نی اور تین کھینچ کر کہا ہوگا تیسری نی، اگر واقع میں یونہی ہے تو یہ صریح خطاب اور اضافتِ معنویہ بھی ہے، جو معتبر ہے، شامی ج ۲ ص ۵۹۰، طحطاوی علی الدر ج ۲ ص ۱۱۲ میں ہے (قولہ لترکہ الاضافۃ) ای المعنویۃ وھی شرط والخطاب من الاضافۃ المعنویۃ وکذا الاشارۃ نحو ھٰذہ طالق

بہرحال میرے علم اور فقہائے کرام کی تصریحات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہے،

Marfat.com

کہ تین طلاقیں پڑ گئیں اور زید کی بیوی اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی جس کے ساتھ دوبارہ حلالہ کے بغیر نکاح بھی نہیں کرسکتا۔ من الهندية والخلاصة وغيرها من اسفار المذهب المهذب الحنفي۔

والله تعالىٰ اعلم وصلى الله تعالىٰ على سيدنا ومولانا محمد وعلىٰ اٰله واصحابه وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۹ محرم الحرام ۱۴۰۰ھ ۲۹.۱۱.۷۹

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں صورت کہ زید اپنی بیوی کے ساتھ ایک سال سے جھگڑا کرتا رہتا تھا، آخر ایک دن حسب معمول لڑتے ہوئے کہا کہ یہ میری ماں بہن ہے، میں نے اس کو طلاق دی، میں نے اس کو طلاق دی، میں نے اس کو طلاق دی، تین مرتبہ کہا اور کہا کہ میرے گھر سے نکل جا، میں نہیں دیکھنا چاہتا چنانچہ وہ بیچاری اپنے میکے چلی گئی، تو آیا وہ بیوی مطلقہ ہوگئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

سائل: محمد بوٹا از چک ۳۴ ٹی ڈی اے پر جا چاہ نثار یا نوالہ ۳۰/۱۲/۵۳

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الجواب

اللهم اجعل لي النور والصواب

جب زید عاقل بالغ ہے تو اس کی بیوی یقیناً مطلقہ طلاقِ مغلظ ہوگئی، عدت

Marfat.com

پوری ہونے پر زید کے سوا جس سے چاہے حسب دستور شرع مطہر نکاح کر سکتی ہے،
فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۳۴۸ میں ہے یقع طلاق کل زوج اذا کان بالغا
عاقلا، نیز ص ۱۱۱ پر ہے و ان کان الطلاق ثلثا فی الحرۃ الیٰ ان
قالوا لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ الخ
واللّٰہ تعالیٰ اعلم وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ
وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

Marfat.com

حالتِ حمل میں طلاق

Marfat.com

باب طلاق الحوامل

الاستفتاء

بخدمت جناب حضرت مولانا مولوی نوراللہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، :- بعد ازیں عرض ہے کہ آپ کی خدمت میں بندہ غریب عرض کرتا ہے کہ میں نے اپنی زوجہ کو ثلاثہ طلاق دی، تاریخ شعبان کی ۲۱ میں طلاق دی ہے، اور میں نے اپنی رضامندی سے طلاق نہیں دی. قبیلہ اور مجلس کی رضا سے طلاق دینی پڑی، طلاق دینے کی تاریخ کے دوسرے دن میری زوجہ کو ہوش عقل قائم ہوا کہ میں بھول گئی ہیں دوبارہ اسی خاوند کے گھر میں بیٹھنا منظور ہے اور دوسری وجہ یہ ہے جس وقت طلاق میں نے دی مجھے حمل کی خبر نہیں تھی، دوسرے دن بعد خبر ہوئی میری زوجہ کو حمل ہے اور اس وقت تک حمل خارج نہیں ہوا، محرم کے مہینہ میں حمل خارج ہوگا۔ جناب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں، کوئی ایسی صورت ہو جس میں حلالہ نہ ہو، بعض علما فرماتے ہیں یہ طلاق ثلاثہ نہیں اس کو بائن کہتے ہیں، ایک وقت پر تین طلاق طلاق طلاق دین شریعت میں حرام ہے کیونکہ ہر مہینہ ایک طلاق دینی چاہیئے یا کوئی حمل کی وجہ سے بعض عالم فرماتے ہیں حاملہ

جلد سوم فتاویٰ نوریہ

Marfat.com

عورت کو طلاق نہیں ہوتی۔ ان صورتوں میں کچھ بحث ہو جس میں حلالہ نہ ہووے یا صدقہ ہووے
یا روزہ رکھنا ہووے، آپ حضرت مہربانی فرما کر مضمون کو دیکھ کر جو شریعت کا فیصلہ ہو وہ تحریر
کر دیویں تاکہ سند رہے۔ ختم شد

سائل:۔ آپ کا تابعدار مسکین حافظ محمد الدین محمد یوسف کا بھائی سکنہ محب علی اوتاڑ
میں بخار کی وجہ سے تکلیف ہے میں حاضر نہیں ہو سکتا۔

ماہِ ذوالحجہ ۲۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ایک وقت میں تین طلاقیں دینی، گو بہتر نہیں مگر واقع ضرور ہو جاتی ہیں، ائمہ اربعہ
اور جمہور اہلِ فتویٰ کا اس پر اتفاق ہے اور یہی منصوص ہے، قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے
الطلاق مرتان اور آگے ارشاد ہوتا ہے فان طلقہا یہ تیسری طلاق ہے، جمع و
تفریق اور حمل و عدمِ حمل سب کو شامل ہے کہ مطلق ہے والمطلق یجری علی
اطلاقہ قاعدہ مسلم ہے، رحمۃ الامۃ ج ۲، ص ۸۰، میزانِ شعرانی ج ۲ ص ۱۲۶ میں اتفاقی
اور اجماعی مسائل کے بیان میں ہے والنظم من المیزان وکذلک جمع
الطلاق الثلاث یقع مع النہی عن ذٰلک نہی تحریم عند بعضہم
ونہی کراھۃ عند بعضہم اور اگر حاملہ کو طلاق نہیں پڑتی تو قرآنِ کریم میں حاملہ کی عدت
کے متعلق واولات الاحمال اجلہن ان یضعن حملہن کیوں آیا، ان بعض کا کہنا
صحیح نہیں لہٰذا بغیر حلالے کے کوئی صورت نہیں، قرآنِ کریم کا یہ فتویٰ کسی عالم کہلانے والے
مدعی کے ٹالنے سے ٹل نہیں سکتا اور طلاق ابغض الحلال عند اللہ تعالیٰ ہے اور ناراضگی ہی

Marfat.com

میں ہوتی ہے، رضا و عدمِ رضا کا اثر نہیں۔
واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ
۲۵ر ذوالحجہ ۶۷ھ

الاستفتاء

کیا دورانِ حمل میں طلاق جائز ہوسکتی ہے یا نہیں؟
مستفتی: نوراحمد طھر بقلم خود ساکن لدھیوال ضلع منٹگمری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

بلاشک وشبہ وگنجائشِ ریب یقیناً حاملہ عورت پر طلاق واقع ہوجاتی ہے، تمام کتبِ فقہ میں یہی ہے، چاروں اماموں کا مذہب ہے کہ حاملہ پر طلاق واقع ہوجاتی ہے کسی کا اس میں اختلاف نہیں، اگر جائز نہ ہوتی تو قرآنِ کریم نے یہ کیوں بتایا کہ حمل والی کی عدت وضعِ حمل ہے، سورۂ طلاق پارہ اٹھائیسواں میں ہے واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن، فتاوٰی عالمگیر ج ۲ ص ۴۶ میں ہے وطلاق الحامل یجوز۔

Marfat.com

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

بخدمت فیض درجت ابرِکرامت بحرِسعادت جناب حضرت مولانا صاحب دام ظلکم

السلام علیکم، مزاج مبارک! خلاصہ درج ذیل مسئلہ کی تحقیق بموجب شرع شریف بحوالہ کتب سنن و قرآن شریف فرماکر مشکور فرمائیں، بینوا توجروا۔

زید اپنی منکوحہ بیوی کو بوجہ عدم موافقت طلاق دینا چاہتا ہے مگر بیوی حاملہ ہے حمل ظہور ہو چکا ہے، کیا بموجب شرع شریف اس صورت میں مرد طلاق دے سکتا ہے؟ نیز طلاق مؤثر بھی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ طلاق نہ دینے کی صورت میں مزید حالات ہونے کا اندیشہ ہے۔ زیادہ دعا آداب نیازمند:۔ درویش احمد ڈو ولد جہانگیر خاں ڈو ہیو شہو کا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً حاملہ کو بھی طلاق دی جا سکتی ہے، قرآنِ کریم اٹھائیسویں پارہ سورۃ الطلاق میں ہے واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن اور سنن بیہقی ج۷ ص۴۲۱ میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن زبیر نے اپنی حاملہ بیوی کو طلاق دی، حضور نبی کریم صلی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم نے جائز رکھا اور فرمایا بلغ الکتاب اجلہ نیز سنن نسائی جلد ۲ ص ۳۲۵ میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا فاما الحلال فان یطلقہا طاہرا من غیر جماع او یطلقہا حاملا مستبینا حملہا اور سنن دارقطنی ص ۴۲۷ میں حضرت عبداللہ ابن مسعود سے ہے الطلاق للسنۃ ان یطلقہا طاہرا من غیر جماع او حین حبل قد تبین، بہر حال حاملہ کی طلاق جائز ہے جو بلا جماع واقع ہو جاتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاکرم وعلی آلہ واصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۶ شوال المکرم ۱۳۹۱ھ ۲۵ / ۱۱

Marfat.com

مجبور شخص کی طلاق

Marfat.com

باب طلاق المُكرہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں صورت کہ مسمی محرم ولد منگا مراثی کے ہمراہ عورت کا خاوند مسمی نور احمد تھا، ہر دو کو جبراً پکڑا گیا سخت دھمکی دی گئی کہ یا تو طلاق دے یا تمہیں سخت تکلیف دی جاوے گی۔ ہر دو کا بیان ہے کہ جان کے خطرے سے جس طرح وہ کہلواتے گئے کہا گیا، تحریر انہوں نے خود کی ہے۔ اس پر ہر دو کا انگوٹھا لگوایا گیا، چونکہ وہ جاہل ہیں لہذا انہیں معلوم نہیں کہ کیا لکھا گیا ہے، زبانی عورت کے خاوند سے اتنا کہلوایا گیا کہ میں نے طلاق دی، ہر دو کے انگوٹھے لگوا کر چھوڑ دیا گیا اور ساتھ ہی مسمی نادر حصہ دار ڈونیجے کا، سکنہ چک مراد نے ہمیں آتی دفعہ یہ کہا کہ یہ کاغذ طلاق نامہ ابھی تک کچا ہے، اگر مبلغ تین صد روپیہ

Marfat.com

دے دو تو کاغذ پھاڑ دیا جاوے گا، یہ دونوں آدمی پانچ سات یوم کا وعدہ کر کے آ گئے، ہر دو کا بیان زبانی سن کر صحیح بات عرض ہے۔

سائل : حاجی جلال الدین وٹو، جمال کوٹ

تحریر کنندہ : صدر سپیشل ہیڈ ماسٹر جمالکوٹ بقلم خود

۲۷/۷/۵۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورت مسئولہ صحیح اور واقعی ہے اور خاوند نے صرف اتنا کہا کہ میں نے طلاق دی تو طلاق واقع نہیں ہوئی کہ طلاق میں عورت کی طرف نسبت نہ ہو تو واقع نہیں ہوتی، در المختار باب الصریح کے اوائل میں ہے لم یقع لترک الاضافة رہی تحریر تو اس پر صرف انگوٹھہ زبردستی لگانا لغو ہے اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی خواہ کچھ تحریر ہو اگرچہ جانتا بھی ہو کہ اکراہ کی صورت میں تحریر غیر معتبر ہے، شامی میں ہے فلو اکرہ علی ان یکتب طلاق امرأتہ فکتب لا تطلق بلکہ اس صورت میں تو زبردستی کرنے والے خود بھی تسلیم کر رہے ہیں کہ کاغذ کچا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید کا نکاح مسماۃ کلثوم سے عرصہ دس بارہ سال کا ہوا ہوا ہے، کلثوم کے والد نے پانچ چھ آدمیوں کو بھیج کر مسمی زید سے مار پیٹ کر کے اور سختی کر کے طلاق ایک کاغذ پر بصورتِ انگوٹھا لی ہے (سائل نے زبانی تشریح کی کہ کاغذ پر اور کچھ نہیں لکھا ہوا تھا بلکہ سفید کاغذ پر انگوٹھا لگوالیا، جبراً زدوکوب کر کے، اور بعد میں نظام الدین نے وہ کاغذ دکھایا، سفید تھا، صرف انگوٹھا تھا) حالانکہ مسمی زید کہتا ہے کہ میں نے زبان سے کوئی الفاظ نہیں بولا اور نہ کہا ہے، آیا یہ نکاح ٹوٹ گیا ہے یا کہ نہیں؟ حوالہ کتب حدیث قرآن سے دیا جائے ۶ محرم الحرام ۱۳۷۳ھ، اور اس پرچہ سے نہیں ہوا ہے کہ جو لڑکی کے وارث تھے، نور احمد اور نظام الدین کہتے رہے ہیں کہ طلاق نہیں ہوئی ہے، اب دو ماہ گزرنے کے بعد لڑکی کے وارث کہتے ہیں کہ طلاق ہوگئی ہے۔

المستفتی : میاں عارف شاہ قریشی سکنہ ہڑپہ ضلع منٹگمری

نشان انگوٹھا سائل عارف شاہ مذکور

سمند اولد قاسم قوم سیال چک ۳۴/ فورایل

رمضان ولد علاول قوم سیال چک ۳۴/ فورایل

تھراج ولد سجاول قوم سیال چک ۳۴/ فورایل

سائل نے زبانی یہ بھی بیان کیا جو نوٹ کی صورت میں تحریر ہے۔

(نوٹ) لڑکی کے وارث امام مسجد ہیں اور اپنے خیال سے مولوی اور عالم ہیں اور

Marfat.com

پہلے کہا طلاق نہیں بعد میں کہا طلاق ہوگئی۔

نشان انگوٹھا سائل عارف شاد مذکورہ بالا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھمّ اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ مسئولہ بالا صحیح اور واقعی ہے تو بلا شک وشبہ وریب طلاق واقع نہیں ہوئی، یہ تو صرف انگوٹھا ہے اور وہ جبراً لگوایا گیا ہے حالانکہ اپنے ارادہ ورضا ورغبت سے دستخط کردے تب بھی کچھ نہیں جب تک طلاق کی تحریر نہ ہو بلکہ اگر زبان سے بھی اپنا نام بول دے اور ایک مرتبہ نہیں بلکہ پانچ کروڑ مرتبہ بول دے تب بھی کچھ نہیں جبکہ طلاق کا لفظ نہیں بولتا، آخر وہ کونسا انسان شادی شدہ ہے جو اپنا نام کبھی نہیں بولتا اور جب بولدے تو اس کی عورت کو مطلقہ سمجھا گیا ہو، کیا یہ مولوی لوگ جو جاہلوں سے بھی بدتر حرکتیں کرتے ہیں، کبھی اپنا نام نہیں بولتے یا دستخط نہیں کرتے، اگر ان کا یہ دعویٰ سچا ہے کہ زید کے صرف سادہ کاغذ پر انگوٹھا لگوا لینے سے بھی طلاق ہوگئی، تو ان کی اپنی عورتیں مدت سے مطلقہ ہوگئیں اور ان کا گھر رکھنا عورت بنانا، ہم بستری کرنا سب کا سب حرام اور بے دینی ہے، ایسے مولوی بننے والے اسلام کو بدنام کر رہے ہیں، اہلِ اسلام کا فرض ہے ان سے الگ تھلگ رہیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور بالکل پرہیز کریں کہ وہ ایمان کے ڈاکو ہیں اور اگر ان میں ذرہ بھر بھی سچائی ہے تو دلیل دیں کہ شرع ان کی خواہشاتِ نفسانیہ کا نام نہیں، شرعاً عرفاً عقلاً طلاق الفاظِ طلاق کے بولنے یا بلا جبر واکراہ لکھنے یا لکھے ہوئے پر سن کر سمجھتے ہوئے

Marfat.com

دستخط کرنے یا انگوٹھا لگانے سے واقع ہوتی ہے اور اگر جبر و اکراہ سے پوری طلاق باقاعدہ عورت کے نام نسب سے بھی لکھوالے تب بھی طلاق نہیں پڑتی، فقہائے کرام اور ماہرین شرع مطہر نے بالکل شرح طور پر تصریح فرما دی ہے، فتاوی قاضی خان ج ۲ ص ۲۱۹، خلاصۃ الفتاوی ج ۲ ص ۹۱، شرح الاشباہ والنظائر للحموی عن مجمع الفتاوی ص ۵۲۷، بحر الرائق عن الخانیہ والبزازیہ ج ۳ ص ۲۴۶، شامی عن البحر ج ۲ ص ۵۷۹، فتاوی عالمگیر عن الخانیہ ج ۲ ص ۶۳،۶۴ والنظم منها رجل اکره بالضرب والحبس علی ان یکتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان بن فلان فکتب فلانة بنت فلان بن فلان طالق لا تطلق امرأته تو امس وشمس کی طرح واضح ولائح ہوا کہ اگر یہ سوال صحیح ہے تو طلاق ہرگز ہرگز نہیں واقع ہوئی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
۲۱ محرم الحرام ۷۳ھ

الاستفتاء

باسمہ سبحٰنہ
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
حضرت قبلہ شیخ الحدیث والتفسیر مدظلہم العالی
بعد نیاز السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:۔ جواب باصواب سے مشرف فرمائیں۔

Marfat.com

کیا فرماتے ہیں علمائے دینِ مبین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ زید سے ایک مجلس میں مجبور کر کے ایک لکھے ہوئے طلاق نامہ پر انگوٹھا لگوا لیا حالانکہ زید نہ اس سے پہلے طلاق دینے پر رضامند تھا، نہ بعد میں رضامند ہوا بلکہ جس وقت نشان انگوٹھا لگوایا گیا، اس وقت بھی انکار کرتا رہا مگر نمبردار دیہ نے ڈرایا اور زدوکوب پر آمادگی ظاہر کی اور باہر نکلنے کے راستے اپنے ملازمین سے بند کروا دیئے، ناچار زید نے طلاق نامہ پر اپنا انگوٹھا لگا دیا لیکن زبانی صراحۃً یا کنایۃً زید نے طلاق نہیں دی بلکہ انکار ہی کرتا رہا، آیا یہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں، اگر ہوئی تو غیر مدخول بہا کے حق میں کونسی ہوئی؟ بینوا توجروا عند اللہ العظیم۔

المستفتی: العبد الحقیر غلام رسول غفرلہٗ، مؤرخہ ۲۸ شوال المکرم ۱۳۹۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ سوال صحیح ہے اور واقعی زید انکارِ طلاق کرتا رہا اور جبراً انگوٹھا لگوایا گیا تو طلاق واقع نہیں ہوئی، فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے رجل اکرہ بالضرب والحبس علی ان یکتب طلاق امرأتہ فلانۃ بنت فلان بن فلان فکتب امرأتہ فلانۃ بنت فلان بن فلان طالق لا تطلق امرأتہ کذا فی فتاوی قاضی خان (عالمگیری ج ۲ ص ۳۷۹، ۶)

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۲۸ شوال المکرم ۱۳۹۷ھ

Marfat.com

الاستفتاء

از چک ۳۱۵/ای-بی ۲۳/۱۲/۶۵

بحضور فیض گنجور حضرت قبلہ و کعبہ استاذی و ملاذی و مرشدی و مولائی

حضرتِ قبلہ فقیہِ اعظم دامت برکاتکم العالیہ علیٰ و علی جمیع

المسلمین الی یوم الدین،

السلام علیکم و رحمتہ و برکاتہ :۔ فقیر بخیریت ہے، مزاجِ معلیٰ نیک مدام مطلوب۔ بعدازیں گذارش ہے کہ ایک مسئلہ حضور سے دریافت کرنا تھا لیکن بوجہ مصروفیت آپ حضور کی نہ پوچھ سکا صورتِ مسئلہ حاضرِ خدمت ہے، مختصر جواب دیجئے مشکور فرمائیے حضور کی غریب نوازی ہوگی۔

صورۃ مسئلہ

مسمی زید، سلمہ کو اغوا کر کے لے گیا، سلمہ چونکہ بالغہ تھی اس لئے اس نے ساتھ ہی نکاح بھی کر لیا، سلمہ کے لواحقین تگ و دَو کرتے رہے کہ کسی نہ کسی طرح سلمہ کو واپس لے آئیں لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے، آخر ایک دن موقع پا کر انہوں نے زید کو پکڑ قابو کیا اور اپنے گھر لے آئے اور زید سے طلاق لے لی اور سلمہ زید کے باپ کے پاس ہی رہی، یعنی اکیلا زید ان کے قابو میں آگیا۔

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید نے طلاق نامہ کے کاغذ پر انگوٹھا لگا دیا زبان سے نہیں کہا کہ میں طلاق دیتا ہوں، آیا یہ طلاق ہو گئی یا نہیں ہوئی ؟ سلمہ کے باپ کا کہنا ہے کہ بوقت قید تقریباً بیس پچیس دن جو اسے انہوں نے جس میں اپنے پاس رکھا کہ زید نے میرے سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو، سلمہ میری ماں ہے اور بہن، میں

Marfat.com

طلاق نہیں اور اجبار و اکراہ قرینہ قویہ ہے کہ اس نے کوئی نیت نہیں کی اور خود سوال میں
بھی تصریح ہے کہ طلاق کی نیت نہیں کرتا تو طلاق کیسے واقع ہوئی دنیا کی ہزاروں لاکھوں حرام
اشیاء موجود ہیں اور اس نے اپنی بیوی کی طرف نسبت نہیں کی تو بیوی کیوں حرام ہو جبکہ فقہاء
عظام تصریح فرماتے ہیں کہ نسبت الی المنکوحہ نہ ہو تو طلاق واقع نہیں ہو سکتی کما فی
البحر وغیرھا وذا ظاہر مستبین من الکتاب الکریم والاحادیث الشریفۃ
وتصریحات الائمۃ الکرام کالشمس والامس، رہا یہ کہ اکراہ کرنیوالوں کے
اکراہ علی طلاق المراۃ کو قرینہ بنا دیا جائے تو صحیح نہیں کیونکہ زوج کا مجبور و مظلوم ہونا اور طلاق
سے انکار وغیرہ کوائف قرینہ عدم الاضافۃ والنسبۃ ہیں حالانکہ قرآن کریم نے زوج ہی کو
الذی بیدہ عقدۃ النکاح فرمایا اور حدیث ابن ماجہ وغیرہ سے ثابت ہے
کہ الطلاق لمن اخذ بالساق لہذا طلاق واقع نہیں ہوئی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم وآلہ واصحابہ
وبارک وسلم ابدا ابدا۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ الباری والمہتمم لدار العلوم حنفیہ فریدیہ
بصیرپور ضلع ساہیوال

۱۱ رجب المرجب ۱۳۹۷ھ / ۲۸ / ۶ / ۷۷

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں صورت کہ بکر، زوجۂ
زید کو اغوا کر کے لے گیا اور چند سال بعد میں بکر نے طلاق حاصل کرنے کی بہت کوشش
کی، آخر زید کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ اتنا روپیہ لے کر طلاق دیدے چنانچہ ایک جگہ

Marfat.com

زید اور بکر دونوں اکٹھے ہو گئے اور زید نے زبان سے تین طلاقیں دے دیں اور تحریر بھی کر دیا اور زید نے گھر جا کر یہ ظاہر کرنا شروع کیا کہ مجھے ڈرا دھمکا کر طلاقیں حاصل کی گئی ہیں، اگر ڈرا دھمکا کر طلاقیں حاصل کی گئی ہوں تو کیا حکم ہے، زدو کوب کچھ واقع نہیں ہوا، بینوا توجروا۔

سائل: حسن احمد بقلم خود ۲۸/۶/۴۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر روپیہ وصول کر کے زید نے طلاقیں دیں تو بلاشبہ واقع ہو گئیں اور ایسے ہی محض ڈرا دھمکا کر حاصل کرنے کی صورت میں بھی، فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۵۹۰، تنویر الابصار تحریراً، در المختار، رد المحتار تقریراً ج ۵ ص ۱۱۷ میں ہے والنظم من التنویر وصح نکاحہ وطلاقہ اور جب ارادۂ طلاق سے بکر کے پاس گیا جیسے سوال میں مبین ہوا تو ظاہر یہی ہے کہ ڈرانے دھمکانے کو بہانہ بناتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

Marfat.com

تحریری طلاق

Marfat.com

باب کتابۃ الطلاق

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس صورت میں کہ ایک شخص نے کاتب کو کہا کہ میری عورت کو طلاقیں لکھ دے، کاتب نے اس کا نام مع ولدیت لکھ کر انگوٹھا لگوا دیا، رقم جو نکاح پر خرچ ہوئی تھی وہ ایک اور آدمی کے پاس انگوٹھے لگوانے سے پہلے لڑکی کے وارثوں سے لکھوائی انگوٹھا کاتب نے زوج کا لگوا کر لڑکی کے وارثوں کو دے دیا، زوج سے زبانی طلاق نہیں لی گئی، کیا یہ طلاق واقع ہو گی یا نہیں؟ جواب دو، اجر ملے گا بینوا توجروا۔

المستفتی: غلام رسول ولد میاں عبدالرحمٰن ساکن بھوریوالہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورت مسئولہ واقعیہ ہے تو طلاق واقع ہوگئی، زبانی دوبارہ کہنا شرط نہیں بلکہ کاتب کا لکھنا بھی شرط نہیں، صرف کاتب کو ایک مرتبہ کہہ دیا کہ میری عورت کو طلاق لکھ دے کافی ہے کہ یہ اقرار طلاق ہے، شامی میں ہے ولو قال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرارا بالطلاق وان لم یکتب، ج ۲ ص ۵۸۹، عدت پوری کر کے عورت کسی اور سے نکاح کر سکتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

محررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۵ رجب المرجب ۸۳ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید کی بیوی نے وجہ ناراض ہو کر اپنے میکے چلی گئی، چند دنوں کے بعد کچھ زمینداروں نے صلح کرانے کے ڈھنگ سے زید کو کہا کہ ہم تمہاری صلح کراتے ہیں اس لئے تو اس کاغذ پر انگوٹھا ثبت کردے، چنانچہ اس نے لگا دیا۔ بعد ازاں انہوں نے اسی کاغذ پر طلاق نامہ تحریر کر کے

Marfat.com

فریقین کو سنا دیا کہ طلاق واقع ہوگئی تو زید نے سنتے ہی انکار کردیا کہ میں نے تو ہرگز ہرگز طلاق نہیں دی اور میں نے تو صرف صلح کے لئے ہی انگوٹھا لگایا تھا چنانچہ عدت پوری ہونے کے بعد نکاح ثانی کیا گیا۔ امر مطلوب یہ ہے کہ دھوکہ سے طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ حالانکہ خاوند انکار ہی کرتا رہا کہ میں نے ہرگز ہرگز طلاق نہیں دی، بینوا توجروا۔

المستفتی: سید محمد قوم موچی ساکن چشتی قطب الدین تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ سوال صحیح و درست ہے تو بلاشک وشبہ و ریب طلاق واقع نہیں ہوئی، دھوکا دینے والے اور صلح کا نام لیکر انگوٹھا لگوانے والے سخت گنہ گار اور فریب کار مستوجب نار ہیں، ان پر لازم کہ توبہ کریں اور ایسے سخت جرموں سے بچیں اور وہ نکاح ثانی جو کسی غیر سے کیا گیا ہے بالکل ناجائز و ناروا و حرام ہے، قرآنِ کریم میں ہے والمحصنٰت من النساء۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۵/۱/۵۸

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی نے اپنی عورت کو غصہ میں آکر اس گاؤں کے نمبردار کو بلا کر کہا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں اور نمبردار نے ہدایت کی کہ طلاق نہ دو لیکن وہ نہ رُکا اور کہنے لگا کہ یہ عورت مجھ پر بہتان لگاتی ہے لہٰذا اس بیوی کا کاغذ لکھ دے۔ نمبردار صاحب اسکے پیار کی وجہ سے بجائے لفظِ طلاق تین بار لفظِ حرام حرام حرام طلاق نامہ کے اندر لکھا اور زبان سے بھی یہی لفظ کہلوائے اور بیوی کا نام نہ کاغذ پر لکھا نہ کہلوایا کہ صرف اس کا غصہ مٹ جائے، پھر اس عورت کو گھر سے نکال دیا، وہ عورت اپنے ماں باپ کے گھر نہ گئی اور کسی رشتہ دار کے گھر ٹھہری، کیا یہ آدمی اس عورت کو اپنے نکاح میں لاسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: سکندر علی نمبردار چک 9/ھ۔ ب ڈاکخانہ کلیانہ تحصیل پاکپتن شریف، ۲۹ صفر المظفر ۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر سوال مندرجہ بالا صحیح اور درست ہے تو از روئے ظاہر اس عورت پر دو طلاقیں واقع ہو چکی ہیں، کہ اس کا یہ کہنا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہوں طلاقِ صریح ہے، شامی ج ۲ ص ۵۹۱ میں بحر الرائق سے ہے وکذا المضارع اذا غلب

Marfat.com

فی الحال مثل طلقتک، پھر اس کا نمبردار کو کہنا کہ اس کی بیوی کا کاغذ لکھ دے اقرارِ طلاق ہے حتی کہ اگر پہلا لفظ بھی نہ کہا ہوتا اور نمبردار بھی کچھ نہ لکھتا تب بھی ایک طلاق پڑجاتی۔ شامی علیہ الرحمہ نے ج ۲ ص ۵۸۹ میں فرمایا ہے ولو قال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرارا بالطلاق وان لم یکتب لہذا یہ کہنا پہلے لفظ کا مؤید بنا تو ایک طلاق واقع ہوگئی[ع] اور تین مرتبہ حرام حرام کہلوانے سے ایک اور طلاق بائن واقع ہوگئی کہ لفظِ حرام باعتبارِ عرف، طلاقِ صریح بن چکا ہے شامی ج ۲ ص ۵۹۴ میں ہے افتی المتأخرون فی انت علی حرام بانہ طلاق بائن للعرف بلا نیۃ اور اضافۃ الی المرأۃ، ماقبل پر ترتب کی وجہ سے کالصریح ہے، اور شامی ج ۲ ص ۵۹۰ میں ہے ولا یلزم کون الاضافۃ صریحۃ فی کلامہ، پھر اس لفظ حرام مکرر سے ایک ہی طلاق پڑے گی، شامی ج ۲ ص ۶۴۵ میں ہے انہ لا یلحق البائن ولا یلحق البائن ہاں اگر تین طلاقوں کی نیت سے کہا ہے تو ظاہر ہے کہ تین طلاقیں واقع ہوگئیں، شامی ج ۲ ص ۵۹۶ میں ہے قد صرحوا بانہ تصح نیۃ الثلاث فی انت علی حرام پس اگر دو واقع ہوئی ہیں تو عورت بوجہ بینونت نکاح سے نکل گئی مگر نکاح ہو سکتا ہے، اور اگر تین واقع ہوئی ہیں تو بعد از تحلیل (یعنی بعد از عدت وہ عورت کسی اور مرد سے نکاحِ صحیح کرے اور بعد از مجامعت وہ مرد طلاق دے اور عدت گذر جائے) نکاح کر سکتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی

[ع] ہاں اگر طلاق دیتا ہوں سے مراد محض اظہارِ ارادہ ہو اور "کاغذ لکھ" سے مراد محض امر ہو تو یہ طلاق نہ پڑی مگر لفظِ حرام سے پھر بھی طلاقِ بائن پڑگئی ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحٰبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۲ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ

الاستفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسمی محمد عاشق ولد چوغطہ زرگر نے اپنی عورت مسماۃ شرفاں بی بی کو طلاق دے دی، صورت طلاق دینے کی یہ ہے کہ لکھنے والے کو کہا کہ طلاق لکھ دے، لکھنے والے نے طلاق نامہ میں لفظِ طلاق تین بار طلاق، طلاق، طلاق لکھ دیا اور طلاق نامہ کے اختتام پر عاشق محمد مذکور نے دستخط بھی کر دئے اور طلاق نامہ پر گواہاں کے نشان انگوٹھے بھی ثبت ہیں۔ اس کے بعد ایک ہفتہ کے اندر عاشق محمد طلاق دہندہ نے اپنی بیوی شرفاں بیوی سے صلح کر لی ہے۔

اس طلاق کو وقوع پذیر ہوئے اب تقریباً چھ سال گذر چکے ہیں، اس صورت میں یہ کونسی طلاق واقع ہوتی ہے، طلاقِ رجعی ہے یا طلاقِ بائن ہے یا طلاقِ مغلظہ ہے، کونسی طلاق ہے اور طلاق دہندہ عاشق محمد اور مطلقہ شرفاں بی بی دونوں کے متعلق شریعتِ محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا حکم ہے؟

مسماۃ شرفاں بی بی اپنے طلاق دہندہ خاوند عاشق محمد کے ساتھ کس صورت میں ازدواجی زندگی گزار سکتی ہے، اس مسئلہ میں جو بھی فقہ حنفیہ شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے، تفصیلاً فتویٰ تحریر فرماویں تاکہ عاشق محمد زرگر شریعتِ محمدِ مصطفےٰ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم پر چل کر اپنی عاقبت سنوار سکے۔

العبد: حقیر فقیر مولوی غلام مرتضٰے علوی، وینڈلہ جاگیر تحصیل دیپالپور

گواہ شد — قاسم علی ولد شیر محمد بھتیجہ محمد عاشق (قاسم علی بقلم خود)

گواہ شد — محمد فاضل ولد جو غطہ برادر حقیقی محمد عاشق (محمد فاضل بقلم خود)

(سائل وطلاق دہندہ)

محمد عاشق بقلم خود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر محمد عاشق کے لفظِ طلاق لکھ دینے میں نیت ایک طلاق کی ہے اور ایک ہی طلاق سمجھ کر دستخط کئے ہیں تو طلاق ایک ہی واقع ہوئی رجعی، جس سے رجوع ہوگیا اور معاملہ صاف ہوگیا اور اگر تین طلاق کی نیت ہے تو طلاق مغلظہ پڑ گئی اور یونہی اگر اس نے تحریر پڑھ کر دستخط کئے تو ان دونوں صورتوں میں طلاق مغلظہ ہی واقع ہوگئی اور ان کا زن وشوہر بن رہنا حرام اور نزدیکی حرام ہے، اب تصحیح کی صورت حلالہ ہی ہوسکتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

۲۹ ربیع النور ۱۴۰۰ھ ۱۷۔۲۔۱۹۸۰

Marfat.com

الاستفتاء

بزرگوارم قبلہ حضرت مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب دامت برکاتہم

سلام مسنون!

اللہ تبارک و تعالیٰ بطفیل اپنے حبیبِ پاک سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ کو کثیر در کثیر ترقیات و درجات سے سرفراز فرمادیں اور اہلِ سنت کے سروں پر آپ کا سایہ سلامت رکھیں، آمین۔

حسبِ ذیل مسئلہ کا جواب محققانہ اور صحیح ارسال فرماویں، مہربانی ہوگی۔

ایک شخص عاقل بالغ تعلیم یافتہ سوا چھ روپے کے اسٹام فارم پر اپنی بیوی کو یوں طلاق دیتا ہے تحریراً کہ میں مسمّٰی فلاں بن فلاں، فلاں شہر کے رہنے والا اپنی بیوی فلاں بنت فلاں، جو کہ اتنے عرصہ سے میری زوجیت میں ہے، چند گھریلو معاملات کی وجہ سے طلاق بائنہ دیتا ہوں، زوجہ مذکورہ فلاں بنت فلاں مجھ پر قطعاً حرام ہے، اس کو حق حاصل ہے کہ اپنا نکاح جہاں چاہے کرے، دو گواہوں کے دستخط کروا کر اور خود بھی دستخط کر کے بذریعہ ڈاک لڑکی کے حقیقی باپ کو جو کہ اپنی لڑکی کا کلی طور پر مختار ہے، بھیجتا ہے، لڑکی کا باپ اس طلاق نامہ کو وصول کر لیتا ہے اور جواب میں لڑکی سے مشورہ کر کے لکھ دیتا ہے کہ مجھے منظور ہے۔ پھر پانچ سات آدمی لے کر طلاق دینے والے لڑکے کے پاس جاتا ہے اور اس سے ساڑھے تین صد روپیہ حق مہر بھی وصول کر لیتا ہے، چنانچہ مشہور ہو جاتا ہے کہ طلاق ہو گئی اور وہ طلاق دینے والا لڑکا کسی اور جگہ اپنی شادی کر لیتا ہے، لوگ اس سے پوچھتے

Marfat.com

ہیں پہلی شادی کی بابت تو وہ کہتا ہے، میں نے طلاق دے دی ہے، چنانچہ ایک سال تین ماہ کے بعد وہی لڑکا اپنی اس پہلی بیوی سے، جس کو طلاق دی تھی، شادی کر لیتا ہے، حالانکہ اس کی پہلی بیوی نے کسی اور سے شادی نہیں کی ہے لہذا اب فرمائیے کہ وہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ سارے شہر میں لوگ کہتے ہیں کہ یہ نکاح ناجائز ہے، لڑکا کہتا ہے کہ جائز ہے اور شہر قصور کے ایک دیوبندی مولوی عبد الرحمٰن کا لکھا ہوا فتویٰ بھی دکھاتا ہے، اور میں نے وہ فتویٰ خود دیکھا ہے جس میں مولوی مذکور نے لکھا ہے کہ نکاح جائز ہے۔

آپ سے درخواست ہے کہ بہت ہی جلدی اس مسئلہ کو صحیح و واضح مدلل بیان فرمائیے، اللہ تعالےٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

نیز یہ بھی ارشاد فرما دیں کہ غیر سید کا سیدزادی سے نکاح جائز ہے؟

والسلام

تابعدار : حافظ محمد شفیع غفرلہ، ادکاڑہ، بقلم خود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

الفاظ مندرجۂ استفتاء سے ایک طلاق بائن واقع ہوئی، چند تاکیدوں کے ساتھ نہ یہ کہ دوسرا جملہ "زوجہ مذکور الخ" دوسری طلاق بن جائے اور تیسرا جملہ "اسکو حق الخ" تیسری طلاق بن جائے، شامی ج ۲ ص ۶۴۷ فی الکافی للحاکم الشھید الذی ھو جمع کلام محمد فی کتب ظاھر الروایۃ حیث قال واذا طلقھا تطلیقۃ بائنۃ ثم قال لھا فی عدتھا

Marfat.com

انت علیّ حرام او خلیۃ او بریۃ او بائن او بتۃ او شبہ ذلک
وھو یرید بہ الطلاق لم یقع علیھا شیئ۔

اور ایسے ہی تحریر کرنا خود دستخط کرنے یا گواہوں کے دستخط کرانے بذریعہ ڈاک بھیجنا وغیرہ کچھ بھی طلاق نہیں اور نہ ہی ان اشیاء میں صلاحیتِ طلاق جدید ہے اور اسی طرح دریافت کرنے والوں کے جواب میں کہنا کہ "میں نے طلاق دے دی ہے"، بھی انشاءِ طلاق نہیں بلکہ محض اخبار امرِ واقع ہے۔

بہر حال طلاق صرف ایک واقع ہوئی گو بائن موکد اور ایک طلاق بائن کے بعد بالاجماع یقیناً قطعاً بلاشک وشبہ وریب عدت کے اندر اور باہر ہر وقت طلاق دہندہ سے نکاح جائز ہے، متنِ درمختار میں ہے مع تقریر الشامی ایضاً ج ۲ ص ۷۳۸ و

ینکح مبانتہ بما دون الثلاث فی العدۃ وبعدھا بالاجماع

لہذا دوبارہ اسی مطلقہ سے نکاح جائز وصحیح و نافذ ہے جبکہ کوئی اور مانع ومنافی نہ ہو

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

۲۔ اس کی بہت سی صورتیں ہیں، بعض میں نکاح جائز اور بعض میں ناجائز، لہذا جو صورت واقع ہے اس کے متعلق بالتفصیل دریافت فرمائیں تو باذنہٖ تعالیٰ جواب دیا جائیگا، تمام صورتوں کے جوابات لکھنے کا وقت نہیں کہ آپ کو میری مصروفیات کا بخوبی علم ہے۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ ربہ العلی ۱۵۔۱۔۵۴

نوٹ: سائل نے اپنے مکتوب کے اندر "محمد"، پر علامتِ درود شریف کے طور پر "ﷺ" کا نشان دیا تھا جو شرعاً سخت منع ہے لہذا سائل کی تنبیہ اور افادۂ مسلمین کے لئے حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے درجِ ذیل نوٹ کا اضافہ فرمایا:۔

(مرتب)

Marfat.com

" نیز یہ جو مشہور ہے اور اسکی بنا پر آپ نے بھی میرے نام پر "ص" لکھدیا ہے یہ سخت ناجائز ہے کہ درود شریف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہے نہ کہ ہمارے لئے اور پھر حضور کے اسم مقدس کے ساتھ بھی یہ "ص" لکھنا ناجائز ہے کہ یہ رمز ہے اور حکم پورے درود شریف کا ہے رمز کا نہیں، شیخ محقق عبدالحق اور امام جلال الدین سیوطی اور امام نووی اور امام اہل سنت والجماعۃ مجدد مائۃ حاضرہ علیہم الرحمہ نے صاف طور پہ اس کا رد فرمایا ہے۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ ان چیزوں سے بچائے وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ الحنفی النعیمی القادری

Marfat.com

الفاظِ طلاق

Marfat.com

Marfat.com

باب الفاظ الطلاق

الاستفتاء

علمائے دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ مسمے چراغ ولد دھوں قوم ماچھی بھٹی سابقہ سکونت لاہوہ الا او تاڑ تحصیل سکھر ضلع فیروزپور حال وارد چک گوکل والا تحصیل دیپال پور ضلع منٹگمری سکونت پذیر ہے، آج سے تیرہ سال یعنی ۱۹۴۲ء سے باپ کے گھر اس کی بیٹی مسماۃ فجاں بیٹھی ہوئی ہے جس کے خاوند فجو ولد کمالا ماچھی سکونت حال ننھے والیاں جھگیاں متصل بابا طاہر علیہ الرحمۃ، وہیں اس نے مذکورہ لڑکی فجاں اپنی زوجہ کو گھر سے نکال دیا اور دوسری شادی کرالی ہے والدین نے بہت کوشش کی ہے مگر وہ نہیں مانتے، اب سائلہ ثانی نکاح کرنا چاہتی ہے، اس کے متعلق قانونِ شریعت کے مطابق قرآنِ پاک اور حدیثِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم اور متقدمین کے نزدیک کیا فیصلہ ہے کہ اس نے اپنی زوجہ مذکورہ بالا کے کپڑے اتروا کر زیورات لے کر گھر سے نکال کر کہا کہ آئندہ پھر ارادہ بھی نہ کرنا، میرا تیرے ساتھ کوئی نکاح نہیں رہا، جہاں تیری مرضی ہو آوے

Marfat.com

کسی سے نکاح کرے، میں نے تجھے تین دفعہ طلاق دیدی ہے۔

یہ چند کلمات یقین کے ساتھ درست ہیں، اس کے متعلق قرآن وحدیث سے جواب دے کر مسماۃ نجاں ستم رسیدہ کی حق رسی کریں اور خدا سے اجر حاصل کریں فقط واللہ الموفق والمعین۔

تحریکنندہ نور محمد سربراہ نمبردار لدھو والا ناڑ سابقہ سکونت، حال وارد املی موتی تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری' اپریل ۵ ر ۱۹۵۶ء

جناب عالی: السلام علیکم: مذکورہ بالا تحریر درست کہ فجاں کے خاوند نے ہمارے سامنے ایسا کہا تھا کہ میں تجھے تین دفعہ طلاق دے چکا ہوں' تو اپنا نکاح ثانی کرلے، کپڑے اس نے اتار لئے، زیورات لے کر گھر سے نکال دیا، اسے بلایا مگر اس نے جواب دیا۔ العبد نور محمد املی موتی ۷.۴.۵۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الجواب
اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر سوال صحیح ہے اور واقعی نجو نے فجاں کو یہ کہا ہے کہ میرا تیرے ساتھ کوئی نکاح نہیں رہا جہاں مرضی آئے کسی سے نکاح کرلے، میں نے تجھے تین دفعہ طلاق دے دی ہے' تو واقعی طلاقِ مغلظ واقع ہو چکی اور فجاں بلا حلالہ نجو کیلئے ہرگز ہرگز حلال نہیں ہو سکتی۔ قرآن کریم میں ہے فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره۔

صحیح بخاری جلد ثانی ص ۷۹۱ کی حدیث شریف ہے ان رجلا طلق امرأته ثلاثا فتزوجت فطلق فسئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

انحل للاول قال لاحتی یذوق عسیلتها کما ذاق الاول، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۱۱ میں ہے ان کانت الطلاق ثلاثا فی الحرۃ و تنتین فی الامۃ لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ نکاحا صحیحا و یدخل بہا ثم یطلقہا او یموت عنہا کذا فی الھدایۃ اور یہی مذہب ہے باقی تین اماموں کا۔

رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ ج ۲ ص ۸۰، میزانِ شعرانی ج ۲ ص ۱۲۶ میں بالفاظِ متقاربہ ہے وکذلک جمع الطلاق الثلاث یقع، بہرحال اگر فجو نے یہ لفظ کہے ہیں تو نجاں اس کے نکاح سے قطعاً خارج ہو چکی ہے اور چونکہ وہ حسب بیانِ زبانی سائل، مدخول بہا ہے تو عدت بھی اس پر لازم ہوئی جو غالباً گزر چکی ہوگی، ورنہ پوری کرے اور جہاں دل چاہے حسبِ دستورِ شریعتِ مطہرہ نکاح کر سکتی ہے، البتہ یہ بات باعثِ حیرت ہے کہ فجو کے بیانِ مذکور کے بعد والدین نے اس کے منانے کی بہت کوشش کیوں کی؟ اگر نری جہالت ہے اور بیانِ مندرجہ بالا درست ہے تو فتویٰ مذکورہ ہی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
یکم ماہِ رمضان المبارک ۷۵ھ

الاستفتاء

سائل نے استفسار کیا کہ ایک شخص نے اپنی مدخول بہا عورت کو کہا کہ تجھے سو طلاق

Marfat.com

ہے اور پھر کہا کہ تین کے ساتھ نہیں بلکہ تین کے ساتھ طلاق طلاق طلاق دیتا ہوں تو اس عورت کو کتنی طلاقیں واقع ہوئیں؟ زوج عاقل بالغ ہے اور ناراضگی میں کلماتِ مذکورہ استعمال کیے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللهم اجعل لی النور والصواب

عورت مذکورہ پر بلا شک وشبہ وریب تین طلاقیں واقع ہوئیں اور باقی لغو ہیں، اس پر ائمہ اربعہ اور جمہور فقہائے کرام کا اتفاق ہے۔ سننِ بیہقی ج ۷ ص ۳۳۷ اور مؤطا امام مالک ج ۲ ص ۶۴۲ مطبوع مع الشرح میں حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے والنظم من البیہقی ان رجلا قال لابن عباس طلقت امرأتی مائۃ قال تأخذ ثلثا وتدع سبعا وتسعین نیز سننِ بیہقی میں انہیں حضرتِ ابنِ عباس (رضی اللہ عنہما) سے طلقت امرأتی الفا کے جواب میں ہے تاخذ ثلثا وتدع تسعمائۃ وسبعۃ وتسعین حاصل یہ کہ جس شخص نے سو طلاق دی، اس کو فرمایا کہ تین واقع ہوئیں اور ستانوے لغو ہیں اور یونہی سننِ بیہقی وغیرہ میں بکثرت صحابہ کرام سے مسند حدیثیں ہیں۔

رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ ج ۲ ص ۸۰، میزان الشعرانی ج ۲ ص ۱۲۶، کشف الغمہ ج ۲ ص ۹۸ میں ہے والنظم من الرحمۃ اتفق الائمۃ الاربعۃ علی ان الطلاق فی الحیض لمدخول بہا او فی طہر جامع فیہ محرم الا انہ یقع وکذلک جمع الطلاق الثلاث محرم ویقع۔

Marfat.com

حاصل یہ کہ ہر چار اماموں کے نزدیک تین واقع ہیں۔ مؤطا امام محمد ص ۲۰۳ میں ہے وھو قول ابی حنیفۃ وعامۃ فقہائنا۔ فتح القدیر ج ۳ ص ۳۳۰، شامی ج ۲ ص ۵۷۶ میں ہے وذھب جمھور الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم من ائمۃ المسلمین الی انہ یقع ثلاث یعنی جمہور صحابہ کرام اور تابعین اور وہ ائمہ دین جو ان کے پیچھے ہیں (رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین) ان سب حضرات کا متفقہ مذہب ہے کہ ایک مجلس یا ایک لفظ میں تین یا تین سے زیادہ طلاقیں دے تو تین واقع ہو جاتی ہیں۔

باقی رہا یہ سوال کہ ناراضگی میں یہ کلمات استعمال کئے ہیں تو اس کا جواب واضح کہ طلاق ہوتی ہی ناراضگی میں ہے، جہلاء اس قسم کے حیلوں بہانوں سے مطلب براری چاہتے ہیں جو قطعاً مفید نہیں، فقہائے کرام نے تو ناراضگی کو دلیلِ طلاق بنایا ہے کما صرحوا بہ متوننا وشروحھا وفتاوٰی وحواشی فی الکنایات تو معلوم ہوا کہ یہ عذر ہرگز ہرگز مفید نہیں۔

واللہ تعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالی علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

ھو الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

مؤرخہ ۱۸ ذی الحجۃ المبارکہ ۸۷ھ بروز جمعۃ المبارکہ بوقت ۸ بجے صبح

الاستفتاء

مکرمی جناب حضرت مولانا صاحب زاد الطافہ،

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ:- ہماری یونین کونسل نمبر ۱۶۹ موضع سوہجا رام تحصیل دیپالپور

Marfat.com

ضلع منٹگمری کو ایک تحریر بصورت طلاق نامہ پیش ہوئی ہے، ہم لوگ اس کا فیصلہ شریعت کے مطابق کرنا چاہتے ہیں، اس تحریر کی نقل حاضرِ خدمت ہے، لہذا التماس ہے کہ برائے مہربانی شریعت کے مطابق اس کا فتویٰ دے کر مشکور فرمائیں کہ آیا یہ طلاق صحیح طور پر وارد ہوچکی ہے اور رجوع کرسکتے ہیں؟ نیز اگر طلاق وارد نہیں ہوئی تو پھر بھی کوئی کفارہ ادا کرنا ضروری ہے اور وہ کیا ہے؟ (یعنی اس کی ادائیگی کی صورت کیا ہوگی؟) خدا آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

(دستخط بمع مہر)

خان ارشاد احمد خاں چیئرمین یونین کونسل کونسل ۱۶۹ سوہجارام مذکور

۱۱۔۸۔۶۳ مہر دفتر یونین کونسل ○

(نقل طلاق نامہ) ۲۲ $\frac{۴}{۶۳}$

منکہ مسمّی سجوارہ ولد طوریز قوم لوفاری سکنہ چک ۴۰/ڈی تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری، میں اپنے جوکہ میں مسمّی سجوارہ روبرو گواہاں کے بیانات کرتا ہوں کہ میں اپنی بیوی صابراں دختر باقر ولد کرم کی تھی، میں اس کو اپنے ہوش و حواس سے تین دفعہ طلاق طلاق طلاق دیتا ہوں اور میں حق مہر معاف کراچکا ہوں آئندہ کوئی عذرداری نہ ہوگی کیونکہ یہ عورت میرے قابل نہیں ہے۔

سجوارہ ۴۰/ڈ (نشان انگوٹھا) ○ ۲۲ $\frac{۴}{۶۳}$

خان ولد بلو ۴۰/ڈ سردار علی (دستخط)

نشان انگوٹھا ○ سردار علی بقلم خود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

محبِ ملک وملت جناب خانصاحب زادت عنایتہ

Marfat.com

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ : مزاج گرامی ! مرسلہ تحریر با قاعدہ طلاق نامہ ہے اور یہ طلاقِ مغلظہ ہے، ایسی طلاق کا نام طلاقِ صریح ہے اور طلاقِ صریح کا حکم یہ ہے کہ طلاق کی نیت ہو یا نہ ہو، ہر طرح طلاق واقع ہو جاتی ہے، ہدایہ شریف ج ۲ ص ۳۳۹ میں ہے ولا یفتقر الی النیۃ، فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۶۴۲ میں ہے ان طلقھا ثلثا فی طھر واحد بکلمۃ واحدۃ او بکلمات متفرقۃ (الی ان قالوا) وقع الطلاق، نیز فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۶۳ میں ہے ان کانت مرسومۃ یقع الطلاق نوی او لم ینو،

تو واضح ہوا کہ یہ تین طلاقیں صحیح طور پر واقع ہو چکی ہیں اور میاں بیوی کی علیحدگی ضروری ہے، دوبارہ نکاح بھی نہیں کر سکتے جب تک کہ عورت عدت گذارنے کے بعد نکاحِ ثانی کرتے ہوئے نئے خاوند کی باقاعدہ ہمبستری کے بعد طلاق حاصل کر کے عدت نہ گذارے، یہ طلاق دہندہ اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتا، یہ حکم قرآنِ کریم پارہ ۲ کا ہے اور یہی ہمارے ائمہ دین کا ارشاد ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۸ $\frac{۸}{۶۳}$

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماءِ ملتِ بیضاء اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جو کہ بقدرِ ضرورت

Marfat.com

مسائلِ شرعیہ سے واقف ہے، اس نے بصیغہ ماضی دو مرتبہ طلاقِ صریح دی مگر دوسری طلاق کے وقت اس نے پہلی ہی طلاق کی تکرار کی نیت کی تھی، اب بصیغہ حال کہ "طلاق دیتا ہوں" کہے تو کیا یہ طلاقِ مغلظہ ہوگی یا رجعی؟ اور کیا صریح میں تکرار کی نیت درست ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی : عبدالمصطفےٰ غفرلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً یہ حقیقت واضح ہے کہ صیغہ حال "طلاق دیتا ہوں" صریح طلاق ہے اور یہ بھی واضح کہ یہ لفظ ماضی میں واقع شدہ طلاق کی تاکید و تکرار برائے اخبار نہیں بن سکتا، اور یہ بھی واضح کہ اس کے متعلق استفسار بھی نہیں، استفسار صرف دو مرتبہ صیغہ ماضی کہنے کے متعلق ہے مگر الفاظِ سوال بوجہ تناقض باعثِ اشکال ہیں، پہلے یہ لکھا ہے کہ دو مرتبہ طلاقِ صریح دی، پھر لکھا ہے کہ دوسری طلاق کے وقت پہلی ہی طلاق کی تکرار کی نیت کی تھی، نیتِ تکرار کا تقاضا تو یہ ہے کہ طلاق صرف ایک ہی دی تھی اور لفظ اخباراً یا تاکیداً دہرایا گیا مگر دو مرتبہ طلاق صریح دینے کا اقرار تاکید و اخبار نہیں بننے دیتا مگر معلوم ہوتا ہے کہ سائل بوجہ عدمِ واقفیت یوں لکھ بیٹھا ہے اور مطلب یہ ہے کہ طلاقِ صریح کا لفظ بصیغۂ ماضی دو مرتبہ بولا ہے اور دوسری مرتبہ بولنا صرف اخبار من الاول یا تاکید کی نسبت سے ہی ہے یعنی طلاق صرف ایک ہی دی اور لفظ دو مرتبہ بولا اور یہی معنی سائل نے آخری استفساری جملوں میں ادا کیا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ صیغۂ ماضی کے ان دو لفظوں سے دیانۃً صرف ایک ہی رجعی طلاق واقع ہوئی اور صیغۂ حال کے بعد دو

Marfat.com

طلاقیں رجعی بن گئیں مگر یہ صرف دیانۃً ہی ہے اور قضاءً دو واقع ہو چکی تھیں تو تیسری سے مغلظہ بن گئیں، فتاوی عالمگیر ج ۲ ص ۵۰، خلاصۃ الفتاوی ج ۲ ص ۸۵، بدائع صنائع ج ۳ ص ۱۰۲، شامی ج ۲ ص ۶۳۲، الجوہرۃ النیرہ ج ۲ ص ۱۰۳ میں بالفاظ متقاربہ ہے

ولو قال لها انت طالق طالق او انت طالق انت طالق او قال قد طلقتك قد طلقتك او قال انت طالق وقد طلقتك تقع ثنتان اذا كانت المرأة مدخولا بها ولو قال عنيت بالثانی الاخبار عن الاول لم يصدق فی القضاء[عـہ] ويصدق فيما بينه وبين الله تعالى۔

بہر حال دیانۃً مغلظ نہیں اور رجعی ہے مگر چونکہ بیوی بھی قاضی کے حکم میں ہے یعنی اگر بیوی نے یہ لفظ سن لئے یا ایک عدل کی خبر و شہادت سے جان لیا تو اس پر اس کے خاوند کے پاس بطور زوجہ رہنا حرام ہو جاتا ہے، مبسوط ج ۶ ص ۸۰، بدائع صنائع ج ۳ ص ۱۰۱، تبیین الحقائق ج ۲ ص ۱۹۸، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۵۷، فتاوی ہندیہ ج ۲ ص ۴۹، فتاوی غزیہ ص ۵۳، شامی ج ۲ ص ۵۹۴، کفایہ ج ۳ ص ۳۵۲، فتح القدیر ج ۳ ص ۳۵۳ وغیرہا میں بالفاظ متقاربہ ہے والنظم منہ وکل ما لا[عـہ] یدینہ القاضی اذا سمعتہ منہ المرأۃ او شہد بہ عندها عدل لا یسعها

عـہ عقود الدریہ ج ۱ ص ۳۶، ۳۷ بالتکرار ثلاثا ۱۲

عـہ عقود الدریہ ج ۱ ص ۳۷ - ۱۲

سـہ فی العقود الدریۃ ج ۱ ص ۳۷ لکن لا یصدق انہ قصد التاکید الا بیمینہ لان کل موضع کان القول فیہ قولہ انما یصدق مع الیمین لانہ امین فی الاخبار عما فی ضمیرہ والقول قولہ مع یمینہ کما فی الزیلعی وافتی بذلک التمرتاشی۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

ان تستدینہ لانہا کالقاضی لاتعرف منہ الا الظاہر پس اگر اس صورت میں بیوی کو علم نہیں تو معاملہ آسان ہے ورنہ بڑا مشکل ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
۶۳/۱۰/۳۰

الاستفتاء

سوال : من جانب مناب بی بی دختر نواب الدین قوم موچی سکنہ ولی پور حال وارد چک ۱۹ ضلع منٹگمری۔

بخدمت علمائے اسلام

عرصہ تقریباً تین سال کا ہوا ہے، میرے خاوند غلام محمد ولد بوٹا قوم موچی ساکن گگہ کنڈیالہ ضلع امرتسر نے مجھ کو مار کوٹ کر گھر سے نکال دیا اور کہا کہ اپنی ماں کے ساتھ چلی جا، میرا تیرا وسیب نہیں ہو سکتا اور نہ میں تجھ کو رکھنا چاہتا ہوں، میں اپنی ماں کے ساتھ چک ۱۹ ضلع منٹگمری میں آگئی، اس وقت سے محنت مزدوری کر کے اپنا گذارہ کر رہی ہوں، نہ میرا خاوند آیا اور نہ لیجا کر آباد کیا اور نہ نان ونفقہ دیا، میرا بھائی اس کے پاس دو تین دفعہ گیا اور جا کر اس کو کہا کہ یا تو اپنی زوجہ کو لیجا کر آباد کر یا طلاق لکھ دے، تو کہتا ہے نہ میں آباد کرنا ہے اور نہ اس پر میرا کوئی حق ہے لہذا اب علمائے کرام سے درخواست کرتی ہوں کہ اگر میرا کوئی شرعی فیصلہ ہو سکتا ہو

Marfat.com

تو فتوے دیں۔

سائلہ: مسماۃ متاب بی بی

ہم تصدیق کرتے ہیں کہ یہ سوال مندرجہ بالا بالکل صحیح ہے۔

گواہ شد　　　گواہ شد

حضور دین ولد کرم دین قوم موچی سکنہ چک ۱۹　شہاب دین ولد امام الدین قوم موچی ساکن گھر مالیہ

گواہ شد

نواب الدین ولد گاموں قوم موچی ساکن چک ۲۶ ضلع منٹگمری

نوٹ :- درج بالا استفتار کے ساتھ ایک صاحب کا لکھا ہوا درج ذیل جواب بھی موصول ہوا ـــــ حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کا فتویٰ اس جواب کے بعد ملاحظہ فرمائیں۔

(مرتب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الجواب : الحمد للہ رب العلمین ہ

اگر سوال صحیح ہے تو صورتِ مسئولہ میں متاب بی بی کو طلاق واقع ہو چکی ہے کیونکہ خاوند کا اپنی زوجہ کو مار کوٹ کر گھر سے نکال دینا اور منہ سے یہ کہنا کہ جا اپنی ماں کے ساتھ چلی جا، میرا تیرا وسیب نہیں ہو سکتا اور نہ میں تجھ کو رکھنا چاہتا ہوں، پھر دوبارہ متاب بی بی کے بھائی کو یہ کہنا، نہ میں نے آباد کرنا ہے اور نہ اس پر میرا کوئی حق ہے شرعًا اس سے طلاق ہو جاتی ہے، طلاق کے لئے یہ شرط نہیں کہ طلاق کا لفظ زبان سے نکالے بلکہ کوئی لفظ اس کے ہم معنی زبان سے نکل جائے تو بھی طلاق پڑ جاتی ہے، اگر ان الفاظ کہے کو تین حیض آ چکے ہوں تو وہ عورت جہاں چاہے اپنا نکاح کر سکتی ہے، اور باقی رہا اس کا یہ کہنا کہ میں طلاق لکھ کر نہیں دیتا، یہ مانعِ طلاق نہیں، تحریر کی ضرورت نہیں، طلاق زبانی بھی ہو جاتی ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

Marfat.com

کے زمانہ میں جتنی طلاقیں ہوتی رہیں کسی میں تحریر نہیں ہوئی بلکہ خیرِ قرون میں بھی نہیں، آجکل کاغذ لکھنا لکھانا حکومت کے قانون کے مطابق ہے کیونکہ بعد میں جھگڑے کے وقت دکھانا پڑتا ہے، پس سوال کی صورت میں بلاشبہ طلاق واقع ہوئی ہے اور اس کے علاوہ جب اس کی نیت لڑکی کو آباد کرنے کی نہیں تو اس کا لڑکی پر کوئی حق نہیں اگرچہ الفاظ کہے ہوں یا نہ، قرآنِ کریم میں ہے الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض و بما انفقوا من اموالھم اس کے علاوہ بعض احادیث بھی اس قسم کی آئی ہیں جن میں ذکر ہے کہ عورت کہتی ہے کہ مجھے کھلا یا طلاق دے یعنی کھلانے کی صورت عورت رکھ سکتا ورنہ نہیں۔

ھٰذا ما عندی واللہ اعلم

(نوٹ) شرعی فیصلہ تو سوال کی رو سے یہی ہے لیکن سائلہ کو مناسب ہے کہ حکومت میں درخواست دے کر اجازت حاصل کرے تاکہ نظامِ حکومت میں فتور نہ پڑے۔

مفتی ابو عبدالحق سید محمد یحییٰ بن سید محمد شریف، امیرِ شریعت
ساکن گھریالہ، بقلم خود ۲/۲ ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الرؤف الرحیم الحلیم

الجواب
اللھم اجعل لی النور والصواب

زوج کا اپنی بیوی کو "چل جا" کہنا طلاقِ صریح نہیں البتہ نیتِ طلاق سے طلاقِ بائن بن سکتا ہے اور بلانیتِ طلاق کسی حال میں طلاق نہیں بن سکتا کما فی الدر وغیرہ من اسفار الفقہ، اور ایسے ہی میرا تیرا و سیب نہیں ہو سکتا اور نہ میں تجھکو

Marfat.com

رکھنا چاہتا ہوں، بلانیتِ طلاق حالتِ رضار وغضب میں طلاق نہیں بن سکتا اور ظاہر سوال یہی ہے کہ وہ حالتِ غضب تھی، توجب تک یہ متحقق وثابت نہ ہوسکے کہ زوج نے ان لفظوں کے بولتے وقت نیتِ طلاق کی تھی تو مناب مذکورہ کا مطلقہ ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ مناب کے بھائی کا غلام محمد زوج کے پاس دوتین دفعہ جانا اور کہنا کہ یا تو اپنی زوجہ کو لاکر آباد کرو یا طلاق لکھ دے، صاف صاف بتاتا ہے کہ مناب اور اس کے متعلقین کی سمجھ میں بھی حالات کے لحاظ سے یہی ہے کہ ان لفظوں سے طلاق نہیں پڑی، کہ زوجہ ہونے کا اقرار کیا، آباد کرنے کے متعلق کہا، رہا غلام محمد کا اس کے جواب میں کہنا، نہ میں نے آباد کرنا ہے، اس کی وجہ بنایا ہو، اہلِ زبان کے ایسے محاورات میں، اور ایسے ہی بہت ممکن کہ مناب کے بھائی نے پھر وہی کلام دہرائی ہو یا کچھ اور کہا ہو اور غلام محمد نے جواباً کہا ہو، نہ میرا اس پہ کوئی حق ہے یعنی لفظِ "نہ" سے اس کلام کی نفی کی ہو اور لفظِ "میرا اس پہ کوئی حق نہیں" اس کو اس کی وجہ بنایا ہو جیسا کہ ہمارے روزمرہ محاورات میں شائع ہے تیز یہی ظاہر ہے کہ غلام محمد نے پنجابی زبان میں جواب دیا ہوگا تو بہت ممکن کہ اس کے لفظوں کا اردو بناتے وقت ذرا تقدیم وتاخیر سے مفہوم بدل گیا ہو،

غرضیکہ ایسے مقاموں میں نہایت ہی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے کہ لوگ باہمی اختلافات کی وجہ سے خواہ مخواہ ایسی صورتیں پیدا کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں اور بعضے ناحق شناسوں کی تلقین سے ذرا اینچ پیچ کر کے فتویٰ حاصل کر کے نکاح پر نکاح کردیا کرتے ہیں، خصوصاً جبکہ مناب کی طرف سے استفتار لانے والے نے فقیر کو صاف کہہ دیا کہ مناب کو انہوں نے اس کے پاس بٹھایا ہوا ہے، فتویٰ حاصل کر کے نکاح کیا جائیگا، دوسو روپیہ لے چکے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے فتنوں سے پناہ دے۔

رہا مفتی صاحب کا الفاظِ مذکورہ کو مطلقاً طلاق قرار دینا تو یہ محض سینہ زوری اور غلط ہے، اس کے پاس اس پر کوئی حجتِ شرعیہ نہیں اور اس کا یہ کہنا کہ آباد کرنے کی

Marfat.com

نیت نہ ہونے سے کچھ نہیں رہتا محض غلط و باطل، قرآنِ کریم کے صریح خلاف ہے، اگر ایسا ہی ہوتا تو عموماً الفاظِ طلاق بولنا، طلاق نہ بنتا کہ عام طور پر بولنے سے پہلے آباد نہ کرنے کی نیت ہوا کرتی ہے۔

رہا اس کا استدلال آیۃ الرجال قوامون علی النساء الآیۃ سے تو وہ استدلال بھی غلط ہے، آیۃ میں یہ ہرگز نہیں فرمایا گیا کہ ایسی صورت میں کوئی حق نہیں رہتا بلکہ آیۃ ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ الآیۃ اس کے کہنے کا صاف رد کرتی ہے، اور جو بعض احادیث کا حوالہ دیا گیا ہے، اولاً تو وہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر موقوف ہونا صحیح بخاری سے ثابت ہے، ثانیاً اس حدیث سے کہ مجھے کھلا یا طلاق دے، یہ سمجھنا کہ کوئی حق نہیں رہتا محض غلط ہے بلکہ اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ حق باقی ہے ورنہ لازم آئے کہ اگر زوج اس کہنے کے بعد اس عورت کو کھلائے، خرچ دے اور آباد کرنا چاہے تو اسے کوئی حق ثابت نہ ہو، حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں، مذاہبِ اربعہ کے صاف خلاف ہے، اس حدیث کی تردید کے بھی خلاف ہے، ہاں اس میں شک نہیں کہ نان ونفقہ نہ دینا اور آباد نہ کرنا اور طلاق بھی نہ دینی بڑا سخت گناہ ہے اور عورت استغاثہ کر کے نان ونفقہ لے سکتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی المحبوب والہ وصحبہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ زید کی بیوی

Marfat.com

بوجہ مخالفت اپنے باپ کے پاس چلی جاتی ہے، بعد میں زید لینے کے لئے جاتا ہے تو اس کے باپ نے زید کے گلے میں رسی ڈال دی کہ اب میں تیرے ساتھ کتوں جیسا سلوک کرونگا، زید نے اس طور طریقے کو دیکھ کر کہا کہ تو یہ بیٹھی ہے، جس کے ساتھ تمہارا دل چاہتا ہے نکاح کر دو۔ زید پھر واپس آکر پھر دوبارہ اپنی شادی کرالیتا ہے۔ زید کا سسر زید کے پاس آیا اور کہا کہ تو ہمارے ساتھ باصلح کرلے اور اپنی بیوی کو لے آ، اگر صلح نہیں کرتا تو ہمیں طلاق لکھ دے، تو زید نے کہا، اب کیا لکھ دوں جبکہ میں نے اس کو دفع کر دیا ہے، اب میرا اس پر کوئی حق نہیں ہے، جس سے تمہارا دل چاہتا ہے نکاح کر دو۔ بعد ازیں پندرہ سولہ سال سے نہیں پوچھا، عورت کئی غیر مردوں کے ساتھ رہ چکی ہے تو شرعاً اس نکاح کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

نشان انگوٹھا السائل : فیض محمد ولد علم الدین قوم وٹو
سکنہ مجاہد کے، تھانہ منڈی ہیرا سنگھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورت مسئلہ صحیحہ اور واقعیہ ہے تو وہ عورت مطلقہ ہو چکی اور عدت گزار کر جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے کہ زید کا یہ کہنا کہ اب میرا اس پر کوئی حق نہیں ہے، جس سے تمہارا دل چاہے نکاح کر دو، ایسے الفاظ ہیں جن سے ناراضگی یا مذاکرہ طلاق کی حالت میں بلانیت طلاق پڑ جاتی ہے

Marfat.com

کمافی الدرالمختار وحاشیتہ رد المحتار مفہوما
بینا کالصریح۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ
تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
۱۱/۱۰/۵۳

الاستفتاء

(طلاقنامہ)

مسماۃ ہاجراں بی بی دختر سلیمان جو کہ میری منکوحہ بیوی ہے اور عرصہ دراز
سے زوجیت کے فرائض انجام دیتی رہی ہے لیکن اب چند خانگی رنجشوں کی بناپر
میں اسے حق زوجیت سے محروم کرتا ہوں اور مطابق شریعت محمدی اسے روبرو
گواہوں کے طلاق دیتا ہوں، اب یہ اپنی سرخی کو خود مختار ہے جہاں چاہے
عقد ثانی کرسکتی ہے، میری طرف سے اسے عام اجازت ہے، نیز حق مہر جو کہ
مبلغ -/۳۲ روپے نصف جن کے مبلغ -/۱۶ روپے ہوتے ہیں ادا کرونگا۔

نشان انگوٹھا مسمی رحمت علی ولد سلطان محمد
گواہ شد
مسمی خورشید احمد ولد نور محمد، حویلی لکھا

گواہ شد
محمد رمضان بقلم خود

العبد
مسمی رحمت علی ولد سلطان محمد قوم بھٹی سکنہ حجرہ ضلع منٹگمری

سائل نے یہ تحریر پیش کر کے فتویٰ طلب کیا ہے کہ کیا مسمی رحمت علی مذکور کا

Marfat.com

مسماۃ ہاجرہ کے ساتھ دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے یا حلالہ کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ظاہر تحریر طلاق نامہ یہ ہے کہ ایک طلاقِ بائن واقع ہوئی اور اگر لفظ "حقِ زوجیت سے محروم کرتا ہوں" کو طلاق بنایا جائے تو لفظ "طلاق دیتا ہوں" دوسری طلاق بن جائے، بہرحال دو طلاق سے زائد ہرگز نہیں، شامی ج ۲ ص ۶۴۶ و ج ۲ ص ۶۴۷ میں ہے (قولہ لایلحق البائن البائن) المراد بالبائن الذی لایلحق ھو ما کان بلفظ الکنایۃ نیز فرمایا وحینئذ فیکون المراد بالصریح فی الجملۃ الثانیۃ اعنی قولھم والبائن یلحق الصریح لا البائن ھو الصریح الرجعی فقط دون الصریح البائن اور جب دو طلاقوں سے زائد نہیں تو نکاح عدت کے اندر اور باہر ہر طرح کر سکتا ہے، قرآنِ کریم میں ہے الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف الآیۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحٰبہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ بندہ کے زوج

Marfat.com

عمرو نے ہندہ سے کہا کہ تو میرے اوپر حرام ہے اور تو میری ماں ہے اور بہن ہے میرے گھر سے چلی جا۔ اگر صبح نظر آ گئی تو تجھے بیچ فروخت کر دونگا، حالانکہ عمرو پہلے بھی اپنی ایک بیوی کو فروخت بھی کر چکا تھا اور ایسے ہی اپنی ہمشیرہ حقیقی کو غیر قوم کے ہاتھ فروخت کر چکا تھا اور ہندہ کے ساتھ کئی سالوں سے تعلقات زن و شوئی بھی نہیں رکھتا تھا مگر چونکہ اس بیچاری کا کوئی نہیں تھا لہذا عمرو کے گھر ہی پڑی رہی مگر گفتگو مذکورہ کے بعد وہ بیچاری ڈرتی ہوئی اس کے گھر سے نکل گئی، اب عرصہ ایک سال دس ماہ کا ہو چکا ہے مگر عمرو نے کوئی مطالبہ نہیں کیا بلکہ بعض لوگوں نے مفاہمت کی کوشش کی تو کہنے لگا میں اسے چھوڑ چکا ہوں، میرا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، تو از روئے شریعت مطہرہ ہندہ کو اختیار ہے کہ الفاظ مذکورہ کو طلاق تصور کرتے ہوئے حسب منشا نیا نکاح کرے؟

سائل :- بدرالدین قوال از بونگہ حیات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر بیان مذکورہ واقعی اور صحیح و درست ہے تو ہندہ پر طلاق بائن ہو گئی انقضائے عدت پر نکاح جدید کر سکتی ہے۔ درالمختار میں ہے وعلی الحرام یقع بلا نیۃ للعرف۔ شامی فرماتے ہیں ای فیکون صریحا لا کنایۃ (الی ان قال) من ای لغۃ کانت وھذا فی عرف زماننا کذلک فوجب اعتبارہ صریحا کما افتی المتأخرون فی انت علی حرام بانہ طلاق بائن للعرف بلا نیۃ۔ اور ایسے ہی "میرے گھر سے چلی جا" بھی کنایہ طلاق ہے اور "چھوڑ چکا ہوں" بھی لفظ طلاق ہے لما مر من ای لغۃ کانت۔

Marfat.com

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی القادری غفرلہ

۱۲ رجب المرجب ۱۳۶۸ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی مسماۃ ہندہ کو روبرو گواہاں حاشیہ کے کہا ہے کہ تو میرے واسطے ماں بہن ہے اور تو مجھ پر حرام ہے، کیا ازروئے شرع محمدی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

گواہ شد
محمد حسن ولد فتح دین قوم سندھو پادلی
ساکن بصیر پور

گواہ شد
عمر دین ولد امام دین قوم بھٹہ پوار کسب نائی
ساکن بصیر پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر سوال صحیح ہے تو ہندہ پر طلاق بائن واقع ہوگئی۔ عدت پوری ہونے پر جہاں چاہے حسبِ دستورِ شرع نکاح کرسکتی ہے وھو الصحیح المفتی بہ۔

Marfat.com

کما فی الشامی وغیرہ۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وصحبہ وسلم

حررہ الفقیر الوالخیر محمد نور اللہ النعیمی القادری غفرلہٗ

۱۲ جمادی الاولیٰ ۷۳ھ

الاستفتاء

از بوہلیوال
۳۰-۳-۵۷

بخدمت جناب مولانا مولوی صاحب دام اقبالہ

السلام علیکم: مزاج شریف! خلاصہ تحریر آنکہ وریام ٹوبہ حاضر خدمت ہے زبانی بھی عرض کریگا، رقعہ میں بھی تحریر ہے۔
مسمی جلّو ولد لالو قوم ٹوبہ نے اپنی زوجہ مسماۃ گامی دختر احمد قوم ٹوبہ کو اپنی زبانی روبرو گواہان وریام ولد ممند و قوم ٹوبہ اور کئی عورتیں وغیرہ کے پاس ماں بہن بہوش و حواس درست ہوتے ہوئے کہا ہے، ہمارے کانوں کی شنید بزبانی وریام ہے مناسب فیصلہ فرماکر مشکور فرمائیں۔ فقط

الراقم پیر شیخ محمد سکنہ بوہلیوال بقلم خود

وریام ٹوبہ گواہ نے زبانی بیان کیا کہ مسمی جلو مذکور نے اپنی عورت کو کہا کہ تو میرے اوپر حرام ہے اور ہاتھ باندھ کر کہنے لگا کہ اب مجھے معاف کر اور اگر کاغذ کی کوئی دیر ہے وہ بھی لے لے۔ یہ سب ماں بہن کہنے کے بعد کہا۔

نشان انگوٹھا وریام ٹوبہ مذکور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللہم اجعل لی النور والصواب

اگر وریام مذکور کا یہ بیان مندرجہ بالا صحیح اور واقعی ہے تو حلبو کی بیوی گامی اس پر حرام ہوگئی اور طلاق بائن پڑگئی، عدتِ شرعیہ گذار کر جہاں چاہے حسبِ دستورِ شرعِ اطہر نکاح کر سکتی ہے کما فی الھندیۃ وغیرھا من اسفار المذہب المہذب۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

نوٹ: یہ فتویٰ ہے یعنی اگر واقعہ میں صورت پیش آئی ہے تو اس کے مطابق عمل کرنا جائز ہے اور اگر حلبو وغیرہ کوئی اعتراض کرے تو گامی وغیرہا کو باقاعدہ اس صورت کا ثبوت دینا پڑے گا، اور فیصلہ تب ہوتا جب دونوں فریق حاضر ہوتے اور باقاعدہ شرعی گواہیوں سے صورتِ مذکورہ کے ثبوت پر حکم لگایا جاتا۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۳۰ رجب المرجب ۷۶ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں صورت کہ مسمی واگبو ولد روہم نے اپنی عورت کو لڑائی کے دوران دو دفعہ کہا کہ تو میری ماں بہن ہے، میرے گھر سے

Marfat.com

نکل جا۔ پھر دوسرے دن بھی بول کہا حالانکہ اس کی نیت طلاق کی نہ تھی تو اب کیا حکم ہے؟

السائل: واگو ولد روہم چک ۱۸/د ضلع منٹگمری

نشان انگوٹھا واگو ⬭ نشان انگوٹھا گواہ واگو ⬭

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

واگو کی عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہو گئی، اگر عورت اپنی رضا سے نکاح کرنا چاہے تو عدت کے اندر اور باہر نئے حق مہر پہ واگو کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے در المختار اور شامی میں ہے ویقع بباقیہا ای باقی الفاظ الکنایات المذکورۃ (الی ان قال) البائن، نیز فرمایا لا یلحق البائن البائن، شامی نے فرمایا لانہ ھو الذی لیس ظاھرا فی انشاء الطلاق۔ نیز باب الظہار میں ہے یکرہ قولہ انت امی و یا ابنتی و یا اختی ونحوہ اور اگر کسی اور مرد سے نکاح کرنا چاہے تو عدت پوری ہونے کے بعد ہو سکتا ہے کما فی القرآن الحکیم واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وبارک وسلم

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۰ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین والصالحین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ شریفہ بی بی جو کہ محمد شفیع

Marfat.com

ولد نفیریہ کے نکاح میں کافی عرصہ سے ہے جس کے بطن سے چار بچے پیدا ہوئے جو کہ آج بھی صحیح سلامت ہیں۔ باقی شریفہ بی بی کو حمل بھی واضح ظاہر نمودار ہے محمد شفیع جو کہ خاوند شریفہ بی بی حقیقی ہے، اس کا ایک چھوٹا بھائی جس کا نام علی محمد ہے۔ محمد شفیع ایک رات کسی وجہ غصہ میں آکر اپنی بیوی شریفہ بی بی کو کہا میرے گھر سے نکل جا، میں تجھے چھوڑ دیا مگر طلاق کا لفظ نہیں کہا تو محمد شفیع کا چھوٹا بھائی علی محمد اسی وقت مولوی صاحب کو بلا کر لائے تو مولوی صاحب نے شریفہ بی بی کا نکاح علی محمد کے ساتھ کر دیا جو محمد شفیع کا چھوٹا بھائی ہے تو کیا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور عورت بھی حاملہ ظاہر ہے جس کی عدت وغیرہ کوئی نہیں اور مولوی بھی وہابی نجدی ہے جو ایک ہی رات میں نکاح فاسد کر کے اسی رات نکاح پڑھا دیا، کیا یہ ایک رات میں اول طلاق اور پھر نکاح ہو سکتا ہے اور عورت بھی حاملہ عدت وغیرہ بھی نہیں، کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ براہِ کرم مہربانی فرما کر جواب جلد عنایت فرمائیں اور قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں، عین نوازش ہو گی کیونکہ اس چک میں جھگڑا ہو رہا ہے، کوئی شر شرارت نہ ہو جائے۔ فقط والسلام

السائل :- جان محمد جانی نقشبندی چک ۴۷ ۵/گ ب ڈاکخانہ کنجوانی ضلع لائل پور، محرم شریف ۱۹ روانہ شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ سوال صحیح اور واقعی ہے کہ محمد شفیع نے اپنی بیوی شریفہ بی بی کو یہ لفظ کہے ہیں تو طلاق رجعی صرف ایک ضرور ہو جانی چاہیے کہ یہ بعض لفظِ طلاق کی دلیل

Marfat.com

اور قرینہ و کنایہ ہے یعنی بیوی سے کہا گھر سے نکل جا تو یہ بلا نیتِ طلاق طلاق نہیں مگر دوسرا لفظ "میں تجھے چھوڑ دیا" صریح طلاق ہے کیونکہ یہ طلقتك کا ترجمہ ہے، پس ایک صریح تو ضرور واقع ہوگئی اور اگر پہلا لفظ نیتِ طلاق سے کہا تو پھر دو طلاقیں بائن ہیں، بہرحال طلاق تو ضرور واقع ہوگئی مگر جبکہ عورت حاملہ ہے اور بچہ پیدا نہیں ہوا تو عورت عدت میں ہے اور عدت میں نکاح ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا قرآنِ کریم کا بڑا روشن حکم ہے و اولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن تو عدت میں کیا ہوا نکاح ہرگز ہرگز جائز نہیں جس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں، کیا قرآنِ کریم کے صاف اور روشن احکام میں بھی شک کیا جا سکتا ہے؟ (معاذ اللہ)

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ وصحبہ وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۴/۶/۶۳

الاستفتاء

بخدمت جناب فیض مآب شمس العلماء مفتئ زماں حضرت مولانا مولوی نور اللہ صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ ایک آدمی نے اپنی منکوحہ عورت کو عرصہ ایک سال سے چھوڑ رکھا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے تو اس عورت سے توبہ کر دی ہے اور وہ عورت اپنے باپ کے گھر ہے، اگر اس کو کہا جائے کہ اس کا حقِ زوجیت ادا کرو تو اس بات سے بھی

Marfat.com

انکاری ہے اور کہتا ہے کہ مجھے تو والدین نے مجبور کر رکھا ہے ورنہ میں تو اس کو دیکھتا بھی نہ اور نہ اس کو طلاق دیتا۔ شرعاً اس عورت پر کیا حکم ہے، مہربانی فرما کر شریعت کے رو سے جو حکم بھی ہو تحریر فرما دیں۔ وہ آدمی کہتا ہے کہ میری عورت مجھ پر حرام ہے اور اس کا تمام نان ونفقہ اس کے والدین کے ذمہ ہے اس لئے فرمایا جاوے کہ کیا وہ عورت اب اور کہیں نکاح ثانی کر سکتی ہے یا نہیں؟

از طرف الحاج محمد شفیع ولد الحاج میاں امان خاں فنیر محمد شفیع ملیکا تقلم خود

جناب محترم المقام الحاج محمد شفیع خاں صاحب وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ۔ ۲۱/۶/۷۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر یہ صحیح اور واقعی ہے کہ اس آدمی نے اس اپنی منکوحہ عورت کے متعلق کہا ہے کہ "میری عورت مجھ پر حرام ہے" تو اس عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہو گئی اور اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔ شامی ج۲ ص ۶۳۸ میں ہے وقوع البائن بہ بلانیۃ فی زماننا للتعارف پھر فرمایا وھو الصحیح المفتی بہ للعرف وانہ یقع بہ البائن لانہ المتعارف تو عدت گزار کر حسب منشا شرح شریف جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۳ ذی القعدۃ المبارکہ ۷۶ھ

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ مسمی شعبان ولد مہنا کی شادی ایمام سائن بنت سہنا سے عرصہ بارہ سال تقریبًا سے ہوئی اور عرصہ چار سال تقریبًا سے اس نے اپنی بیوی مذکورہ کو اپنے گھر سے نکال دیا اور بعد ایک سال کے دوسری شادی بھی کرلی، پہلی بیوی کے کہنے پر مندرجہ ذیل لوگوں نے کئی مرتبہ کہا کہ اس سے اتفاق کر یا طلاق دے تو اس نے کئی مرتبہ کہا کہ وہ میرے لئے بری چیز ہے اور حرام ہے، اب ازروئے حکم شریعت کے اس کے نکاح کا کیا حکم ہے؟

سائل : غلام ولد میاں بوٹا قوم قصاب سکنہ بھلیروں کمبوہ

گواہ شد : مہندا ولد حسین قوم کھوکھر، نشان انگوٹھا

گواہ : قطبہ ولد بہاول قوم واگھرے ، نشان انگوٹھا

گواہ : اسلی ولد بیگ قوم شیخ ، نشان انگوٹھا

گواہ : فاضل ولد میاں مکھن قوم تھیم فاضل نشان انگوٹھا

گواہ : میاں محمد زبیر ولد اکبر علی بودلہ محمد زبیر بقلم خود

غلام فرید بقلم خود چوکیدار : کاتب ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ سوال صحیح اور واقعی ہے تو پہلی بیوی پر طلاق بائن ہو چکی ہے،

Marfat.com

جب پہلی مرتبہ "حرام ہے" خاوند نے کہا تو اس وقت سے عدت پوری ہونے پر کسی اور شخص سے حسبِ دستورِ شرع شریف نکاح کر سکتی ہے کہ لفظ حرام سے طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے، یہی صحیح اور مفتی بہ ہے، شامی ج ۲ ص ۶۳۸ میں ہے الصحیح المفتی بہ للعرف وانہ یقع بہ البائن۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

ماہِ رمضان المبارک ۱۳۸۰ھ مطابق ۲۷ رفروری ۱۹۶۱ء

الاستفتاء

حضرت صاحبزادہ فیض الرحمٰن صاحب کوثر سجادہ نشین انتالی شریف نے یہ مسئلہ خط میں دریافت فرمایا۔

عرض ہے کہ ایک آدمی نے اپنی عورت کو مجھ پر حرام حرام حرام میرے سامنے کہہ دیا ہے، اب افسوس کرتا ہے، بندہ نے فتاویٰ عالمگیری، درالمختار، غایۃ الاوطار، بہارِ شریعت، شرح وقایہ، نور الہدایہ وغیرہ میں دیکھا ہے، باب الایلاء میں ذکر فرمایا ہے، میں تو کچھ اختلاف بیان فرماتے ہیں لہذا مفتی بہ قول کے لئے وہاں بھیج رہا ہے کہ حضور بحرِ ذخار ہیں، پھر دوبارہ میرے نیت دریافت کرنے پر بھی "میں رنڈا ہی اچھا ہوں" کہہ چکا ہے، تو عرض ہے کہ یہ طلاق بائن ہے یا مغلظہ؟

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

عرفاً یہ لفظ صریح طلاق بائن ہے، شامی ج ۲ ص ۵۹۴ میں ہے افتی المتاخرون فی انت علی حرام بانہ طلاق بائن للعرف بلا نیۃ تو صورتِ مسئلہ میں ایک طلاق بائن واقع ہوگئی اگرچہ نیت نہ ہو حالانکہ اس کا جواب نیت بینونۃ پر دال معلوم ہوتا ہے تو دوبارہ نکاح کرسکتا ہے ہاں اگر طلاقِ ثلاثہ کی نیت سے مجھ پر حرام کہا تو طلاقِ مغلظہ ہوگئی اور نکاح بلا حلالہ نہیں کرسکتا مگر ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نیت اس لفظ سے یہ نہیں بلکہ اگر تین دینا بھی چاہتا تھا تو حرام حرام حرام تین لفظوں سے دینی چاہتا تھا، اگر صرف پہلے حرام سے ہی تین طلاقیں نیت کرتا تو بار بار حرام حرام کیوں کہتا؟ تو اس صورت میں صرف ایک ہی طلاق پڑے گی کیونکہ قاعدہ ہے البائن یلحق الصریح لا البائن یعنی بائن طلاق طلاقِ صریح رجعی پر واقع ہوسکتی ہے اور اگر پہلے بائن واقع ہوچکی ہو تو اس پر دوسری بائن واقع نہیں ہوتی لہٰذا دوسرے اور تیسرے لفظِ حرام سے اور طلاق نہیں پڑے گی تو ایک ہی بائن رہے گی لہٰذا حلالے کی ضرورت نہیں، ہاں البتہ اگر اس نے پہلے حرام میں ہی تین طلاقوں کی نیت کرلی تھی تو پھر تین ہوں گی اور مغلظہ بھی مگر جب کہ وہ یہ دریافت نہیں کرتا اور ایسی نیتِ طلاق جس سے تین مبنی ہوں نہیں بتاتا تو ہمیں اس کے ثابت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی عوام سے ایسی پیچیدہ نیت کی توقع ہے لہٰذا ایک بائن کا ہی فتویٰ ہونا چاہیئے، شامی ج ۲ ص ۵۹۶ میں ہے فقد صرحوا بانہ تصح نیۃ الثلاث فی انت علی حرام، نیز ج ۲ ص ۶۴۵ میں ہے ولا یرد

Marfat.com

انت علی حرام علی المفتی بہ من عدم توقفہ علی النیۃ مع انہ لا یلحق البائن ولا یلحقہ البائن لکونہ بائنا الخ

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاکرم وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۹ رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ $\frac{۱۲}{۶۷}$ ۲۲

الاستفتاء

(نقل) صورتِ مسئلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین کہ ایک شخص کا اپنے گھر اپنی عورت کے ساتھ کسی بات کی وجہ سے لڑائی جھگڑا ہو گیا، لڑتے جھگڑتے روبرو گواہوں کے اس نے اپنی عورت کو کہا کہ اب تو میرے اوپر حرام حرام حرام ہے اور میں تجھ کو اپنے گھر میں رکھنا نہیں چاہتا اور اس عورت کے ہاں ایک لڑکی جو شیر خوار ہے اس شخص نے اپنی عورت کو کہا کہ یہ لڑکی میں نے تجھ کو حق مہر میں بخشی اور میرے گھر سے چلی جا، صورتِ مسئولہ میں کیا عورت کو طلاق ہو گئی، اگر ہو گئی تو دوبارہ نکاح کس صورت سے ہو سکتا ہے؟

بندہ بشیر احمد

Marfat.com

الجواب !

صورتِ مذکورہ بالا کے تحت طلاق رجعی ہوگئی اور عدت کے اندر اپنی عورت سے رجوع کرسکتا ہے ماورد فی الشامی وقوع الرجعی بہ فی زماننا لانہ لم یتعارف ایقاع البائن بہ -

سید صادق رسول ، مدرسہ غوثیہ کھرڑ پکا (مہر)

حضرت مولانا ابو الفیض النوری نے دہاڑی سے یہ سوال وجواب بمع عبارتِ ذیل ارسال کیا :

طلاق بالکنایہ کی جو صورت خویدم نے عرض کی تھی وہ مفتی کھرڑ پکا کے جواب سمیت حاضرِ خدمت ہیں اور طلاق دہندہ بیچارہ بہت تنگ ہے ، چک والے اس سے کوئی جانور بھی ذبح نہیں کراتے اور وہ قوم کا موچی ہے اور شادی بیاہ کے موقع پر جانور ذبح کرنا اور بنانا اس کا کام ہے ، اگر ازراہِ کرم جلد جواب مرحمت فرمایا جاسکے تو نہایت غریب پروری اور کرم گستری ہوگی - ۷۰/۷/۴

تو جوابِ ذیل دیا گیا :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللهم اجعل لي الثواب والصواب

صورتِ مسئول عنہا میں ایک بائن طلاق تو ضرور واقع ہوگئی اور اگر پہلے لفظِ حرام میں تین کی نیت ہو تو تین طلاقیں ہوگئیں ، مفتی سابق حضرت سید صاحب نے چونکہ عبارت شامی سے استدلال فرمایا ہے لہذا شامی ہی کے حوالے کافی ہیں ، شامی علیہ الرحمہ نے بکثرت کثیرہ ایسی صورتوں میں وقوع بائن کی تصریح فرمائی ہے ، بطور نمونہ صرف چند نصوص

Marfat.com

کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

ج ۲ ص ۵۹۴ میں ہے کان الواقع فی لفظ الحرام البائن لان الصریح قد یقع بہ البائن کما مر۔

پھر اسی صفحہ میں ہے فوجب اعتبارہ صریحا کما افتی المتأخرون فی انت علی حرام بانہ طلاق بائن للعرف بلا نیۃ۔

ج ۲ ص ۷۶۰ میں ہے والفتوی علی انہ تبین امرأتہ من غیر نیۃ۔

باقی وہ شبہہ جو شاہ صاحب کو عبارتِ شامی سے عارض ہوا ہے تو وہ شبہہ محض شبہہ ہی ہے اور تعجب ہے کہ ایک مفتی فاضل کو ایسا کھو کھلا شبہہ کیسے لاحق ہوا حالانکہ امرِ واقع صرف اتنا ہی ہے کہ اس مسئلہ پر کسی صاحب نے اشکال وارد کیا تو دوسرے صاحب نے اس کا ایک جواب دیا جو شامی علیہ الرحمہ کو پسند نہیں آیا تو ج ۲ ص ۶۳۸ میں اس کا رد کیا اور رد بھی ایسے انداز سے کیا جس سے نفسِ مسئلہ اور مضبوط ہو جاتا ہے۔ دیکھئے صاف صاف فرما رہے ہیں کہ اس جواب کا مقتضٰی یہ ہے کہ طلاق رجعی واقع ہو، اور یہ ہرگز نہیں فرمایا کہ طلاقِ رجعی واقع ہوتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ یہ مقتضٰی باطل ہے تو وہ جواب بھی جو اس کا مقتضی ہے ضرور باطل ہوگا کیونکہ باطل کا مقتضی بھی باطل ہوتا ہے ومن شك فی هذا فلینظر عبارة الشامیة۔

پھر آگے ج ۲ ص ۶۳۹ میں اپنی طرف سے اس ایراد کا ایک اور جواب دے کر فرمایا فتعین البائن، بعد ازاں نہایت وثوق سے فرمایا والحاصل انہ لما تعورف بہ الطلاق صار معناہ تحریم الزوجۃ وتحریمها لا یکون الا بالبائن، بعد ازاں ج ۲ ص ۷۶۲ میں فرمایا فالتعلیل بغلبۃ العرف لوقوع الطلاق بلا نیۃ واما کونہ بائنا فلانہ مقتضی لفظ الحرام لان الرجعی لا یحرم الزوجۃ ما دامت فی العدۃ وانما یصح وصفها

Marfat.com

بالحرام بالبائن۔

بہرحال اس وشمس کی طرح واضح ونمایاں ہے کہ شامی علیہ الرحمہ کے نزدیک بھی یہی مفتیٰ بہ ہے کہ طلاقِ بائن ہی واقع ہوتی ہے چنانچہ ج ۳ ص ۸۹ میں بھی اس کی تصریح فرمائی کہ والفتویٰ علیٰ قول المتأخرین بانصرافہ الی الطلاق البائن

لٰہذا حضرتِ صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے بھی بہارِ شریعت ج ۸ ص ۸۵ میں درمختار اور شامی کے حوالے سے ہی فرمایا "مسئلہ: عورت سے کہا تو مجھ پر حرام ہے۔ اس لفظ سے ایلاء کی نیت کی تو ایلاء ہے اور ظہار کی نیت کی تو ظہار ورنہ طلاقِ بائن"۔

افسوس ہے مفتی صاحب نے سیاق وسباق سے قطع نظری فرمائی ورنہ مسئلہ اظہر من الشمس ہے، رہا یہ خیال کہ تین مرتبہ حرام کہا ہے تو بلا نیت بھی تین طلاقیں ہونی چاہئیں، تو یہ بھی صحیح نہیں، شامی ج ۲ ص ۶۵۷ میں ہے کہ لو کرر انت علیّ حرام لایقع الا الاول لان البائن لایلحق البائن تو ثابت ہوا کہ ایک ہی طلاقِ بائن واقع ہوئی، ہاں اگر پہلے لفظِ حرام میں تین طلاق کی نیت کی ہو تو پھر تین ہی واقع ہوگئیں، شامی ج ۲ ص ۵۹۶ میں ہے فقد صرحوا بانہ تصح نیۃ الثلاث فی انت علیّ حرام۔ ایک طلاق بائن کی صورت میں عورت راضی ہو تو اسی خاوند کے ساتھ دوبارہ آسانی سے نکاح ہوسکتا ہے اور اگر تین کی نیت تھی تو حلالہ کے بعد ہی نکاح ہوسکتا ہے۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعظم وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللّٰہ النعیمی غفرلہٗ

۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

۸/۷/۷۰

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اندریں مسئلہ کہ ایک شخص نے لڑائی اور غصہ کی حالت میں اپنی بیوی کو کہا کہ تو میرے اوپر حرام ہے، تجھے حرام کردیا، دو تین مرتبہ کہا پھر مکان سے باہر آکر ایک شخص سے کہا کہ مجھے طلاق کے شرائط بتاؤ میں نے طلاق لکھ دی دے دی ہے، کوئی کمی تو نہیں رہی؟ حالانکہ لکھا کچھ بھی نہیں تھا، تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

السائل: حافظ رحمت علی مدنی چک گنوں ۳۰ ۲/۲ دستخط: محمد رحمت علی مدنی بقلم خود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر سوال صحیح اور واقعی ہے تو ایک طلاقِ بائن واقع ہوگئی، دوبارہ اسی خاوند سے عدت کے اندر اور باہر نکاح ہوسکتا ہے، شامی ج ۲ ص ۶۴۵ میں ہے لا یرد انت علی حرام علی المفتی بہ من عدم توقفہ علی النیۃ مع انہ لا یلحق البائن ولا یلحقہ البائن، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۱ میں ہے وعلیہ (ای علی انہ لا یتوقف علی النیۃ) الفتویٰ، نیز ص ۶۳ میں ہے لا یلحق البائن البائن اور یونہی بکثرت کتب مذہب میں مذکور ہے الا ان یدعی نیۃ الثلاث فی الاولیٰ۔

Marfat.com

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعظم وعلیٰ
آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۱۸ ر جمادی الاخریٰ ۱۳۹۲ھ ۷۲/۷/۳۰

الاستفتاء

جناب عالی: السلام علیکم کے بعد نہایت مؤدبانہ التماس ہے کہ منکہ نذیراں بی بی دختر دین محمد قوم راجپوت بھٹی چک ۳۱/ ۱۰۱۱ے سائل مخانہ حلقہ رینالہ خورد تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری کی ہوں (۱) یہ کہ میری شادی جھنڈا ولد اگو قوم راجپوت بھٹی موضع میرک کوٹلہ تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری کے ساتھ عرصہ تقریباً چھ سال ہو چکا ہے، ہوئی تھی جو کہ میں بڑی عزت سے اس کے گھر میں آباد رہنا چاہتی تھی مگر ہمارے خاوند جھنڈا نے مجھے دل سے ایک سال میں چھوڑ دیا، مجھے اجازت دے دی کہ تم جہاں چاہو اپنا حق کر سکتی ہو مگر سرکاری کاغذ دینے سے انکار کرتا رہا۔ اب مجھ کو اتنا عرصہ ہوا کہ منت داری کرتی رہی مگر ہمارے خاوند نے ہماری کوئی بات پر اعتبار نہ کیا اور یہ کہا ہے کہ میں نے تجھ کو چھوڑ دیا ہوا ہے۔

عالیجاہ! میں ایک نوجوان عورت ہوں اور اسلام محمد کے خلاف بھی نہیں جانا چاہتی اس لئے التجا ہے کہ سائلہ کو فتویٰ شرعی عطا فرما کر اجازت بخشی جاوے تو میں اپنا گذارہ کسی اور مسلمان راجپوت کے حق میں بیٹھ کر اپنی غریب زندگی بسر کر سکوں لہٰذا یہ درخواست بخدمت مولوی صاحب اسلام گذارش ہے۔ فقط والسلام ۵۸/۶/۶

اور ہمارے خاوند جھنڈا نے یہ کہا ہوا ہے کہ میں تجھ کو شرعی طلاق عرصہ پانچ سال سے دے چکا ہوں، لہٰذا درخواست بخدمت اسلام گذارش ہے۔

Marfat.com

سائلہ : مسماۃ نذیراں بی بی دختر دین محمد قوم راجپوت بھٹی تھانہ حلقہ رینالہ خورد
تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری

گواہ شد لال دین ولد کھیڑا قوم راجپوت بھٹی ، چک ۳۱/1.A.L

گواہ شد نور محمد ولد عظمت علی قوم راجپوت بھٹی

گواہ شد چوہدری روشن دین ولد نظام دین قوم راجپوت بھٹی ”

گواہ شد حاکم علی ولد میراں بخش قوم راجپوت بھٹی ”

لڑکی نذیراں بی بی کا والد دین محمد ولد میراں بخش قوم راجپوت بھٹی استفتاء منسلکہ لایا اور زبانی وضاحت کی کہ تین ماہ ہوئے ہم بطور پرہیں لڑکی نذیراں کو ان پانچ گواہاں لال دین وغیرہ کے ساتھ لے کر جھنڈا ولد اگو مذکور کے پاس گئے کہ یا لڑکی نذیراں کو اپنے گھر آباد کرلے یا کاغذ دے تو اس نے روبرو گواہاں کے اقرار کیا کہ میں پانچ سال سے شرعی طلاق دے چکا ہوں مگر لکھ نہیں دیتا تو اندریں صورت کیا حکم ہے ؟ لڑکی پانچ سال سے مَن مُظہر والد کے گھر بیٹھی ہوئی ہے۔

نشان انگوٹھا دین محمد سائل مذکور ⬭

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور و الصواب

اگر سوال صحیح اور درست ہے تو پہلے ہی سال میں جبکہ جھنڈا نے چھوڑ دیا تھا اور اجازت دے دی کہ تم جہاں چاہو اپنا حق کر سکتی ہو، طلاق واقع ہو گئی خصوصاً جب بعد ازاں اس طلاق کی تاکید بھی کر دی، جب ان گواہان مذکورہ کے سامنے اقرار کیا کہ میں پانچ سال سے شرعی طلاق دے چکا ہوں۔ بہر حال طلاقِ شرعی

Marfat.com

پانچ سال سے واقع ہوچکی ہے کہ طلاق صل میں بولنے کے ساتھ ہی ہوتی ہے کاغذ لکھنا کوئی شرط نہیں۔ تنویرالابصار، درالمختار، شامی ج ۲ ص ۵۷۰، بحرالرائق ج ۳ ص ۲۳۵ تعریفِ طلاق میں ہے بلفظ مخصوص۔ نیز تبیین الحقائق ج ۲ ص ۱۸۸۔ بحرالرائق ج ۳ ص ۲۳۵، شامی ج ۲ ص ۵۷۰ میں ہے والنظر من البحر ان من کنہ شرعا اللفظ الدال الخ تو اس وقت طلاق سے عدت گزرنے پر شرعاً نذیراں بی بی کو اجازت ہے کہ حسبِ دستورِ شرع جہاں چاہے نکاح کرے قرآنِ کریم میں ہے فلا تعضلوھن ان ینکحن۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے عظام اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی منکوحہ کو تین مرتبہ سے زائد لفظ "چھوڑی" کا کہا ہے اپنی زبان سے، بھائی کی ناراضگی کی وجہ سے، جو بھی حکم ہو آگاہ فرمائیں۔

سوال نمبر ۲:۔ بکر نے اپنی عورت کو بیک وقت تین طلاق دی ہیں کیا اس سے رجعت ہوگی یا مغلظہ؟ ان دو جوابوں سے اپنی تحقیق سے آگاہ فرمادیں، آپ کی نہایت ہی مہربانی ہوگی، والسلام فقط

نیازمند: اسلام الدین چوکیدار، ہوسٹل جامعہ اسلامیہ بہاولپور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

۱۔ تصریحاتِ فقہیہ سے روزِ روشن کی طرح واضح کہ لفظ "چھوڑی" صریح طلاق نہیں، صریح وہ لفظ جس کا استعمال غالبًا طلاق میں ہی ہو حالانکہ یہ لفظ صدہا چیزوں کے چھوڑنے پر کہا جاتا ہے اور بیوی کے حق میں بھی طلاق کے علاوہ کتنی اور طرح کے چھوڑنے پر بولا جاتا ہے، اس کے ہم مثل الفاظ عربی میں سرحتک، اطلقتک، مطلقہ وغیرہا ہیں جو طلاقِ صریح نہیں بلکہ کنایہ ہیں۔ مبسوط سرخسی ج ۶ ص ۷۸، بحر الرائق ج ۳ ص ۳۰۱ وغیرہا میں بالفاظِ متقاربہ ہے والنظم من الاول فان الرجل یقول سرحت ابلی وفارقت غریمی او صدیقی فہما کسائر الالفاظ المبہمۃ لا یقع بہا الطلاق الا بالنیۃ، شامی ص ۶۳۹ کے کنایات میں ہے (قولہ سرحتک) من السراح بفتح السین وھو الارسال ای ارسلتک لانی طلقتک او لحاجۃ لی۔ شامی ۵۶۹ میں بحر الرائق سے ہے، فلم یتوقف علی النیۃ فی طلقتک وانت مطلقۃ بالتشدید و یتوقف علیہا فی اطلقتک ومطلقۃ بالتخفیف، اسی میں ہے قال فی البدائع ھٰذا الاستعمال فی العرف وان کان المعنی فی اللفظین لا یختلف فی اللغۃ نیز شامی ج ۲ ص ۵۹۰ میں ہے (قولہ ولو بالفارسیۃ) فیما لا یستعمل فیہا الا فی الطلاق فہو صریح یقع بلا نیۃ وما استعمل فیہا استعمال الطلاق وغیرہ فحکمہ حکم کنایات العربیۃ فی جمیع الاحکام، بلکہ قرآنِ کریم سے طلاق کے بغیر صرف عدمِ ادائیگی حقوقِ زوجہ

Marfat.com

پر بھی زوجہ چھوڑنے کا اطلاق ثابت ہے، ارشاد ہوتا ہے فتذروھا کالمعلقۃ ہاں یہ لفظ کنایہ طلاق بائن ہے، تو اگر نیت طلاق سے کہا یا قرینہ طلاق پایا گیا تو طلاق بائن واقع ہو گئی مگر صرف ایک۔ فتاویٰ عالمگیریہ ج ۲ ص ۶۳ وغیرہا میں ہے لایلحق البائن البائن۔

نوٹ: سائل نے اجمال سے کام لیا ہے یہ بیان نہیں کیا کہ بھائی کی ناراضگی کس طرح تھی اور زید نے کس معنی میں کہا لہٰذا واقعات سے قرینہ کا علم ہو سکتا ہے۔

۲۔ رجعت ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ تین طلاقیں مغلظہ واقع ہو گئیں کما صرح بہ الائمۃ الکرام والمشائخ العظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲ / ۶۵

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام شکر اللہ مساعیکم العظام اندریں صورت کہ زید کا اپنے سسر کے ساتھ کھیتی کے حصہ کے بارے میں معمولی سا جھگڑا ہو گیا، اس پر زید نے کہا کہ عرصہ پانچ سال ہو گئے ہیں نہ میرا باپ کوئی چیز دیتا ہے اور نہ میرا سسر حاجی کچھ دیتا ہے، چنانچہ پنچایت نے فیصلہ کیا (جو زید کا سسر بھی چاہتا تھا) کہ زید نہ اپنے باپ کے ساتھ کھیتی کرے نہ سسر کے ساتھ بلکہ الگ کوئی کام کرے۔

Marfat.com

اس فیصلہ کے بعد واپسی پر جب تقریباً ایک مربع دور چلے گئے تو معتدین پنچایت سے اس وقت محمد نواز کچھی اور سوہنا نمبردار اور زید مذکور اور اس کا باپ محمد علی یہ چار آدمی تھے کہ دوبارہ بات شروع ہوگئی۔ اب زید مذکور نے کہا کہ میرا کوئی فیصلہ نہیں ہوا، مجھے کوئی چیز لے کر دیں تو محمد نواز مذکور اور سوہنا نمبردار نے کہا کہ یہ فیصلہ منظور نہیں تو ہم سے کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا، اس پر زید مذکور نے کہا اپنے باپ کی طرف متوجہ ہو کر کہ تیری لڑکی تیرے گھر اور حاجی دی لڑکی حاجی دے گھر میں چھوڑی چھوڑی چھوڑی، یہ الفاظ دونوں گواہوں نے لکھوائے ہیں مگر یہ بھی گواہ کہتے ہیں کہ طلاق کا کوئی ذکر نہیں ہوا البتہ یہ کہا کہ میں لودھراں جاکر لکھ کر بھیج دوں گا مگر زید مذکور اس خط کشیدہ کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے کہا تھا کہ میں بصیر پور پڑھنے جاتا ہوں، اب مجھے مت تلاش کرتے پھرو۔

نوٹ: زوجین کا شادی کے بعد آج تک کوئی لڑائی جھگڑا نہیں ہوا۔

یہ مندرجہ بالا بیان مولانا ابوالرضا محمد عبدالعزیز صاحب نوری مہتمم دارالعلوم غوثیہ حویلی لکھا (جو زید مذکور اور اس کے سسرال والوں کے قریبی برادری کے بھی ہیں) اور مولانا ابوالانعام محمد رمضان صاحب نوری بھی قریبی برادری کے ہیں۔ اور دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے فاضل محقق ہیں، نے وہاں جاکر پوری جستجو اور خیر خواہی سے معلومات حاصل کرنے کے بعد لکھوایا ہے، تو کیا حکم ہے طلاق ہوئی یا نہیں، اگر ہوئی تو کونسی؟ بینوا ماجورین من رب العلمین۔

نوٹ: گواہ دونوں شرعاً عادل نہیں ہیں، نیز زید نے حلفیہ کہا کہ چھوڑی چھوڑی سے میری مراد وہ چیز وست ہے جس کا میں نے مطالبہ کیا تھا۔

السائل: محمد علی والد زید مذکور

ابوالانعام محمد رمضان المحقق النوری مدرس غوثیہ حویلی لکھا تحصیل دیپالپور ضلع ساہیوال ۲۲/۴/۷۴

Marfat.com

ابوالرضا محمد عبدالعزیز نوری مہتمم دارالعلوم غوثیہ حویلی لکھا
تحصیل دیپالپور ضلع ساہیوال ۲۲/۴/۷۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی التوفیق والصواب

اگر سوال صحیح اور واقعی ہے تو شرعاً بلا شک و شبہ و ریب طلاق واقع نہیں
ہوئی کیونکہ زید نے کسی لفظ طلاق کی نسبت زوجہ کی طرف نہیں کی حالانکہ نسبت
کے بغیر طلاق ہو سکتی ہی نہیں، اگرچہ طالقٌ، طَلَّقْتُکِ جیسے صریح و اصرح لفظ بھی کہے
کما ھو مبین و مبرھن فی اسفار المذھب المھذب چنانچہ
مبسوط ج ۶ ص ۹۰ میں ہے انما تتحقق بعد صحۃ الاضافۃ الی
محلہ، شامی ج ۲ ص ۵۹۰ اور طحطاوی علی الدر ج ۲ ص ۱۱۲ میں ہے و النظم
للشامی فانھا الشرط، سوال میں لفظ "چھوڑی" ہی طلاق بن سکتا تھا مگر
اس کی نسبت زوجہ کی طرف متعین نہیں بلکہ کئی احتمال ہیں کیونکہ زید نے اپنی بہن
اور بیوی کا ذکر صراحۃً کیا اور کھیتی باڑی کا حصہ جو مبنائے نزاع ہے وہ بھی حکماً مذکور ہے
جسے پنجابی میں "چیز وست" سے تعبیر کیا جاتا ہے اور بعد میں لفظ "چھوڑی" کہا جس کی
نسبت کسی چیز کی طرف صراحۃً نہیں کی تو ایک احتمال یہ ہے کہ چیز وست کی طرف نسبت
ہو جو مؤنث سماعی ہے، دوسرا احتمال یہ کہ بہن کی طرف نسبت ہو اور تیسرا یہ کہ بیوی
کی طرف نسبت ہو۔ یہ تین[۱] احتمال ہیں اور مراد متعین کرنے کا حق صرف زید قائل ہی کا

---

[۱] بلکہ چوتھا احتمال کل واحدۃ منھما کا اور پانچواں مجموعہ منھما کا بھی ہے یعنی ہر چیز چھوڑی ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

ہے کہ کس کا ارادہ کیا۔ مبسوط ج ۶ ص ۹۱ میں ہے فلو قال لامرأتہ و اجنبیۃ احدٰکما طالق فان قال عنیت امرأتی وقع الطلاق علیہا و الا لم یقع لان اللفظ المذکور یصلح عبارۃ عن امرأتہ و عن المرأۃ الاخریٰ۔

فتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۱۵، تنویر الابصار، درالمختار اور شامی ج ۲ ص ۶۳۲ میں ہے لہ امرأتان کلتاھما معروفۃ لہ صرفہا الیٰ ایتہما شاء۔ اور اس قسم کے بکثرت اور جزئیات بھی ہیں جن میں زوج کے بیان کا ہی اعتبار ہے حالانکہ زید حلفیہ کہتا ہے کہ "میری مراد چیز وست چھوڑنا ہے" تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔

رہا یہ لفظ کہ "میں لودھراں جا کر لکھ کر بھیج دوں گا" تو زید یہ کہنا مانتا ہی نہیں اور غیر عادل گواہوں کا کہنا معتبر نہیں اور اگر بالفرض اعتبار کیا بھی جائے تو یہ لفظ طلاق بن سکتے ہی نہیں کیونکہ ان میں یہ مذکور نہیں کہ کیا لکھے گا، اور اگر قرائنِ حالیہ سے یہ سمجھا جائے کہ جن الفاظ کو پہلے بولا ہے ان کا لکھنا مراد ہے تو وہ بھی طلاق نہیں اور پھر یہ لفظ صراحۃً استقبال کے ہیں حالانکہ استقبالی الفاظ طلاق نہیں بن سکتے لانہ وعد لا تنجیز بہر حال یہ بھی طلاق نہیں، پھر تعجب کہ بعض حضرات نے لفظ چھوڑی کو مطلقاً طلاقِ صریح کہہ دیا ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں کیونکہ صریح طلاق[1] کا لفظ شرعاً وہ

---

[1] کما بین ھٰذا المعنی الزیلعی فی التبیین ج ۲ ص ۱۹۷ فالصریح ما ظہر المراد منہ ظہورا بینا حتی صار مکشوف المراد بحیث یسبق الیٰ فہم السامع بمجرد السماع حقیقۃ کان او مجازا وکذا فی العنایۃ علی الہدایۃ ج ۳ ص ۴۵ وھٰذا الظہور بناء علیٰ کثرۃ الاستعمال و غلبتہ وتعارفہ فلذا عرفوہ بما لم یستعمل الا فیہ کما فی التنویر وغیرہ متقارب الکلمات فلو ظہر المراد من غیر استعمال و تعارف لا یکون

Marfat.com

لفظ ہے جس کا استعمال بمعنائے طلاق عرف و رواج میں اس قدر زیادہ ہو کہ جب

صریحا وطلاقا من غیر نیۃ کما فی البدائع ج۳ ص۵۳ روی عن ابی یوسف
انہ قال اذا قال لعبدہ ان ت ح ر او قال لز وجتہ ان ت ط ا ل ق
تتہجی ذلک ھجاء ان نوی العتق والطلاق وقع لانہ یفھم من ھٰذہ الحروف
عند انفرادھا ما یفھم عند التزکیب والتالیف الا انھا لیست بصریحۃ
فی الدلالۃ علی المعنی وفی الفتح ج۳ ص۴۷ ویقع ایضا بالتھجی کانت ط ا ل ق
وکذا لو قیل لہ طلقتھا فقال ن ع م اذا نوی وفی الشامیۃ عن الذخیرۃ
ج۲ ص۵۹۱ ثم ج۲ ص۶۳۲ وقدمناہ (ای فی ص۵۹۱ ج۲) ھناک عن الذخیرۃ
لو قال لھا الف نون تا طا الف لام قاف ان نوی الطلاق تطلق لان ھٰذہ
الحروف یفھم منھا ما ھو المفھوم من الصریح الا انھا لا تستعمل کذلک
فصارت کالکنایۃ فی الافتقار الی النیۃ وفی کتاب الفقہ ج۴ ص۳۱۷ و
اما ذکر الطلاق بحروف الھجاء مقطعۃ کأن یقول لھا ط ا ل ق او یقول لھا
طا الف لام قاف فالتحقیق انھا کنایۃ لا یقع بھا الطلاق الا بالنیۃ
وفی ج۴ ص۳۲۶ وذلک لان الحروف المقطعۃ لا تستعمل عادۃ فیما
یستعمل فیہ اللفظ الصریح فلا بد فی وقوع الطلاق بھا من
النیۃ وفی الطحطاوی ج۲ ص۱۱۲ قولہ او ط ا ل ق ای تھجی بہ یقع
ان نوی کما فی الدر المنتقی واما ما فی الخلاصۃ ج۲ ص۸۱ والھندیۃ
ج۱ ص۳۵۷ "وان قال لھا ابتداء انت ط ا ل ق یعنی طالق یقع" فھٰذا
ایضا مقید بالنیۃ لان "یعنی" یدل علی النیۃ بلا ریب وفی الھندیۃ
ج۱ ص۳۵۷ عن الخانیۃ "رجل قال لغیرہ اطلقت امرأتک فقال نعم
بالھجاء او قال بلٰی بالھجاء ولم یتکلم بہ یقع الطلاق کذا فی فتاویٰ

Marfat.com

قاضیخان" وفی البحر ج ۳ ص ۲۵۱ ویقع بالتهجی کانت طالق وکذا لو
قیل له طلقتها فقال ن ع م او ب ل ی بالهجاء وان لم یتکلم به اطلقه فی الخانیة
ولم یشترط النیة وشرطها فی البدائع قال الشامی ج ۲ ص ۵۹۲ بعد نقله
عن البحر قلت عدم التصریح بالاشتراط لا ینافی الاشتراط علی ان الذی
فی الخانیة هو مسئلة الجواب بالتهجی والسوال بقول القائل طلقتها
قرینة علی ارادة جوابه فیقع بلا نیة بخلاف قوله ابتداء انت طالق
بالتهجی تامل ثم قال الشامی فی شرح قول الدر ولو قیل له طلقت امراتک
فقال نعم او بلی بالهجاء طلقت بحر ای بلا نیة علی ما قررناه آنفا
فعلم انه لا بد من النیة الا اذا قام قرینة قویة تعین المراد کالجواب
فان السوال معاد فی الجواب کما قرره فی الاشباه والنظائر ص ۱۷۱ قال
فی الدر توقف علی النیة کما لو تهجی به او بالعتق قال الشامی ص ۵۹۸
ای فانه یتوقف علی النیة قال الطحطاوی ج ۲ ص ۱۱۵ بان قال انت طالق
او انت حر فانه یتوقف علی نیة بناء علی ما فی الخانیة ففی المسئلة
نصان مشی علی احدهما سابقا وجری هنا علی الآخر انتهی تقریر
الطحطاوی عین تقریر البحر بالمعنی وزاد علیه ففی المسئلة نصان
ولکنه سهو عن البحر والدر والطحطاوی باعثه قلة التدبر
وقد اوضحه الشامی وبینه هذا۔

(فائدہ) النطق باسماء حروف الهجاء مثل الف نون تاء
طاء الف لام قاف والنطق بمسمیات الحروف مثل ان ت طالق
حکمهما واحد ففی الطحطاوی ج ۲ ص ۱۱۲ (قوله بالهجاء) بان قطع

Marfat.com

بولا جائے طلاق سمجھی جائے اور طلاق کے سوا کسی اور معنی میں مستعمل نہ ہو کما صرح به عـه

الحروف ونطق بالمسمى ونطقه باسماء الحروف كنطقه بمسمياتها فيما يظهر وقال الشامي ص ۵۹۱ (قوله او طل ق) ظاهرما هنا ومثله في الفتح والبحران يأتي بمسمى احرف الهجاء والظاهر عدم الفرق بينها وبين اسمائها الخ الفقير ابو الخير النعيمي غفرله ۵ رجمادی الاولی ۱۳۹۴ھ ۲۸۔۵۔۷۴ -

عـه الثابت من الهداية وغيرها من تعريف الطلاق الصريح "هو ما يستعمل فيه ولا يستعمل في غيره" وقد قالوا في التعليل لغلبة الاستعمال وهنا ينبئ عن الاستعمال القليل المغلوب في غيره وانه لا يخالف الصريح فقد قال في الفتح ج ۳ ص ۴۴ رتب الصراحة في هذه الالفاظ بقوله فكان صريحا على الاستعمال في معنى الطلاق دون غيره الا ان في قوله في تعليل عدم افتقارها الى النية لانه صريح فيه لغلبة الاستعمال تدافعا لان الموصوف بالغلبة هنا هو ما وصفه بعدم الاستعمال في غيره والغلبة في مفهومها الاستعمال في الغير قليلا للتقابل بين الغلبة والاختصاص وقد قال الامام السرخسي في المبسوط ج ۶ ص ۷۷ الصريح ما يكون مختصا بالاضافة الى النساء فلا يستعمل في غير النكاح ثم قال في ص ۱۳۵/۶۴ و الحاصل ان كل لفظ لا يستعمل الا مضافا الى النساء فهو

عـه نص شرح الوقاية والتنوير وغيرهما صريحه ما استعمل فيه دون غيره ونص الهداية لان هذه الالفاظ تستعمل في الطلاق ولا تستعمل في غيره ۱۲ منه غفرله

Marfat.com

سادا تنا الکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، چنانچہ مبسوط سرخسی ج ۶ ص ۷۷ و

صریح وکل ما یستعمل فی[1] النساء وغیر النساء فھو بمنزلۃ الکنایۃ
وکذا فی الشامیۃ ج ۲ ص ۵۹۰

وقد قال فی المبسوط ص ۷۷ ایضا ان

ھذا اللفظ صریح فی الطلاق عن النکاح لغلبۃ الاستعمال فلاحاجۃ
الی النیۃ فیہ ولانہ یختص بالنساء ولا یذکر بلفظ الطلاق
المضاف الی النساء وھذا ایضا متدافع لان الاختصاص بالنساء
وعدم الذکر فی غیرھا یقتضی عدم الاستعمال فی غیر النساء اصلا
وغلبۃ الاستعمال دلیل الاستعمال القلیل وقد قال السعدی
الچلپی مجیبا عن ھذا فی حاشیۃ الفتح قال المصنف (ای صاحب
الھدایۃ) ولا تستعمل فی غیرہ اقول ای غالب بقرینۃ قولہ لغلبۃ
الاستعمال فیندفع التدافع بین کلامیہ وقد قال فی البحر
ج ۳ ص ۲۵۱ بعد ذکر اشکال التدافع ولو حمل العبارۃ الاولی علی
الغالب لاندفع وکذا قال الشامی ج ۳ ص ۵۹۰ (قولہ مالم یستعمل
الا فیہ) ای غالبا ونبہ علی ھذا فی منحۃ الخالق ج ۲ ص ۲۵۱ فقال
ای غالبا فیوافق قولہ لغلبۃ الاستعمال وقد قال السید الطحطاوی
ج ۲ ص ۱۱۲ "الا ان یقال ان المراد بالحصر کثرۃ الاستعمال فعلی ھذا لو قال صریحہ ما
کثر استعمالہ فیہ لکان اولیٰ" ومبناہ علی ان الاستعمال القلیل النادر
فی حکم العدم فلا ینافی الصراحۃ والاختصاص وقد اجاب الشامی فی المنحۃ

---

[1] ای فی دفع قید نکاح النساء ۱۲ منہ

Marfat.com

ج ۶ ص ۱۴۵، بدائع صنائع ج ۳ ص ۱۰۱، ۱۰۶، جوہرہ نیرہ ج ۲ ص ۱۰۲، ہدایہ ج ۲ ص ۳۳۹،

ج ۳ ص ۱۵۲ عن ھذا الاشکال بجواب آخر قائلا وقد یجاب ایضا بانہا فی اصل الوضع تستعمل فی الطلاق وغیرہ ثم غلب الاستعمال فیہا علی الاصل الوضعی فتخصصت بالطلاق فقط ای بسبب غلبۃ الاستعمال اختصت بالطلاق عرفا فمعنی غلبۃ الاستعمال ھو الاستعمال العرفی الذی غلب علی الاصل الوضعی ولیس معناہ انہا تستعمل فی الطلاق غالبا وفی غیرھا نادرا حتی ینافی قولہ دون غیرہ اقول حاصل ھذا ان ھذہ الالفاظ مختصۃ بالطلاق فی الاستعمال العرفی فلا یستعمل عرفا فی غیر الطلاق ولو نادرا وقد قال فی الشامیۃ ج ۲ ص ۵۹۴ الصریح ما غلب فی العرف استعمالہ فی الطلاق بحیث لا یستعمل عرفا الا فیہ فقد ینافی قولہ دون غیرہ ولا الاختصاص بالنساء عرفا استعمالہا اللغوی القلیل النادر فی غیرہ وضعا لان الوضع شیئ والعرف شیئ آخر ولا تدافع ولا تناقض الا بالوحدۃ کما بین فی محلہ ولا یخفی ان الفرق بین الجوابین متحقق ولکنہ دقیق لطیف وکلاھما ینبئان عن الصریح قد یستعمل فی غیر الطلاق ای رفع قید النکاح ولو قلیلا لغۃ وذا مما لا شک فی وجودہ فان انت طالق مع انہ اصرح صریح قد یطلق فیراد بہ غیر الطلاق ففی المبسوط ج ۶ ص ۸۲ والبدائع ج ۳ ص ۱۰۱ والجوھرۃ ج ۲ ص ۱۰۲ والفتح ج ۳ ص ۴۷ والخلاصۃ ج ۲ ص ۸۰ والبزازیۃ ج ۴ ص ۱۷۴ بکلمات متقاربات والنظم للسرخسی ولو قال انت طالق من وثاق لم یقع علیہا شیئ قال فی البدائع فان المرأۃ قد توصف بانہا طالق من وثاق وفی الدر والشامیۃ ج ۲ ص ۵۹۳ والطحطاویۃ ج ۲ ص ۱۱۳ وتبیین الحقائق بکلمات متوافقات والنظم

Marfat.com

بحر الرائق ج ۳ ص ۲۵۱، شرح الوقایہ ج ۲ ص ۷۰، تنویر الابصار، در المختار، شامی ج ۲ ص ۵۹،

للزیلعی و لو قال انت طالق عن وثاق لم یقع فی القضاء شیئ لانہ صرح بما یحتملہ اللفظ فیصدق قضاء و دیانۃ وکذا لو قال انت طالق من ھٰذا القید و ایضا فی المبسوط والبدائع والھدایۃ والفتح ج ۳ ص ۳۶ و الجوہرۃ والتبیین والخلاصۃ والدر والشامیۃ والطحطاویۃ والبزازیۃ والھندیۃ ج ۱ ص ۳۵۴ والنظم منہا و لو قال لہا انت طالق و نوی بہ الطلاق عن وثاق لم یصدق قضاء و یدین فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ فی البدائع وغیرھا لانہ نوی ما یحتملہ کلامہ فی الجملۃ واللہ تعالیٰ مطلع علی قلبہ ففی ھذہ النصوص دلیل علی ان کلمۃ طلاق تحتمل معنی اٰخر غیر الطلاق وھو معتبر عند اللہ تعالیٰ فلا شک فی وجودہ و استعمالہ غیر معروف وعدم اعتبار القاضی لا ینافی الوجود لان مبنی القضاء علی الظاھر وھو غیر ظاھر لکونہ غیر معروف وتصریح الوثاق او القید قرینۃ قویۃ علی ارادتہ فیعتبر القاضی ایضا بل قد یکون المعنی الاٰخر معروفا ایضا باعتبار لغۃ عربیۃ ولکن العرف الشرعی یغلبہ فیبقی صریحا کما فی الطحطاویۃ ج ۲ ص ۱۱۲ ان الترکی یستعمل ھٰذا اللفظ (لہ طلاق طلاق) للطحال الخ وھٰہنا اشکال اٰخر وھو انہ قد یکون لفظ صریحا فی الطلاق عرفا و لہ معنی اٰخر ایضا عرفا شرعیا کثیر الاستعمال لکثرۃ لا تنکر فان لفظ الحرام عدوۃ طلاقا صریحا باعتبار العرف ففی التنویر والدر والشامیۃ ج ۲ ص ۶۷ و الطحطاویۃ ج ۲ ص ۱۸۷ والنظم من التنویر قال لامرأتہ انت علی حرام (الی ان قال) ویفتی بانہ طلاق بائن و ان لم ینوہ قال الشامی و الفتوی علی قول المتأخرین بانصرافہ الی الطلاق البائن وایضا قال

Marfat.com

طحطاوی علی الدر ج ۲ ص ۱۱۲، تبیین الحقائق ج ۲ ص ۱۹۷، فتاوی ہندیہ ج ۱ ص ۳۷۹

الصواب حمله على الطلاق لانه العرف الحادث المفتى به انتهى مع انه ايضا يقال الخمر حرام والخنزير حرام والزنا حرام الى غير ذلك من الاشياء والافعال المحرمة وكذا يطلق على النساء المحرمات وكذا يطلق على المحرم بالحج والعمرة انه حرام وكذا يكون الحرام يمينا فذا معان اخر معروفة شرعا مستعملة عرفا وحله واضح وهو ان المراد فى قولهم ما يستعمل فيه ولا يستعمل فى غيره الفاظ تستعمل مضافة الى الازواج المنكوحات رفع قيد النكاح وهو المراد من الاختصاص بالنساء لا الالفاظ المطلقة عن الاضافة وذا مما لا خفاء عليه اصلا فلذا لم يصرحوا بهذا القيد فى التعريف ويستأنس لهذا بعبارتهم السابقة ففى المبسوط ج ۶ ص ۷۵ اذا قال لها انت طالق يقع به طلقة رجعية نوى او لم ينو لان هذا اللفظ صريح فى الطلاق عن النكاح لغلبة الاستعمال فلا حاجة الى النية فيه ولانه يختص بالنساء ولا يذكر لفظ الطلاق الا مضافا الى النساء وانما يذكر فى غيرهن الاطلاق والمعنى المختص بالنساء النكاح فتعين الطلاق عن النكاح عند الاضافة

وفى البدائع ج ۳ ص ۱۰۱ اما الصريح فهو اللفظ الذى لا يستعمل الا فى حل قيد النكاح وفى ج ۳ ص ۱۰۶ ان الصريح الطلاق هو اللفظ الذى لا يستعمل الا فى الطلاق عن قيد النكاح وفى ج ۳ ص ۱۰۲ الاصل

مت وكذا فى الهداية فالصريح قوله انت طالق ومطلقة وطلقتك فهذا يقع الطلاق الرجعى لان هذه الالفاظ تستعمل فى الطلاق ولا تستعمل فى غيره ۱۲ منه غفرله

Marfat.com

وغیرہ بامتیازات فتہمیہ بالغاء استفاریہ و النخعی من ابتدائہ ن صریح

الذی علیہ الفتوی فی زماننا ھذا فی الطلاق بالفارسیۃ ان
کان فیہا لفظ لا یستعمل الا فی الطلاق فذلک اللفظ صریح یقع بہ
الطلاق من غیر نیۃ اذا اضیف الی المرأۃ ومثلہ فی البحر ج۳ ص۳
والھندیۃ ج۲ ص ۳۷۹ والشامیۃ ج۲ ص ۵۷۴، ۵۹۰، ۵۹۴ ولذا صرحوا
بشرطیۃ الاضافۃ الی الزوجۃ کما ذکرت فی الفتوی وایضا ھذا القید
ظاھر من ان المراد من کلمۃ "ما" فی ما یستعمل فیہ ولا یستعمل
فی غیرہ لفظ مضاف الی الزوجۃ (لان الطلاق لا یکون الا بالاضافۃ
الی الزوجۃ) وھو المبتدأ والجملتان یستعمل فیہ ولا یستعمل
فی غیرہ خبراہ ای صفتاہ معنی وھو المرجع للضمیرین فی الفعلین
فکیف لا یکون ما فی الجملۃ الثانیۃ مقیدا بقید الاضافۃ وکیف
یرتفع القید الثابت من دون رافع وبعبارۃ اخری ان "ما" ھذا ھو
المقسم سه والصریح سه والکنایۃ صه القسیمان قسمان منہ فاذا کان الاضافۃ
الی الزوجۃ ماخوذا فی المقسم فکیف ینفک القسمان عنہا فلذا صرح
فی البدائع وغیرھا لانہ لا یستعمل الا فی حل قید النکاح والا فی
الطلاق عن قید النکاح فحصحص الحق حصحصۃ الشمس نصف
النھار والقمر منتصف الشھر ان مرادھم ان الصریح لفظ مضاف الی
الزوجۃ لا یستعمل عرفا الا فی الطلاق مثل طالق فی انت طالق

سه فالمقسم لفظ ھو قید النکاح مضافا الی النساء ۱۲ منہ غفرلہ
سه ما یستعمل فیہ ولا یستعمل فی غیرہ ۱۲ منہ غفرلہ
صه ما یستعمل فیہ و یستعمل فی غیرہ ایضا ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

الطلاق هو اللفظ الذی لا یستعمل الا فی الطلاق عن

وحرام فی انت حرام فلفظ الطالق والحرام وان کان لهما معان اخر لغة بل للحرام عرفا ایضا ولکن فی هذین الجملتین لا یستعملان عرفا الا فی الطلاق وان نوی معنی آخر فیصدق دیانة لا قضاء الا اذا اراد ما یعین المراد کالوثاق فی انت طالق وکذلک ولحمك ودمك وغیر ذلك لان انت حرام علی محتملها واما طالق فی جملة ان الدنیا طالق وحرام فی ان الخمر حرام فلیسا بلفظی الطلاق لعدم الاضافة الی الزوجة هذا۔ فان قیل قد ذکرت فی الفتوی عن المبسوط والبدائع والتبیین والجوهرة ان سرحتك لیس بصریح لان الصریح لا یستعمل الا فی غیر النکاح وهذا اللفظ یستعمل فی الغیر فان الرجل یقول سرحت ابلی ولیس فیها الاضافة الی الزوجة فعلم انه لیس قید الاضافة الی الزوجة معتبرا فی ما لا یستعمل فی غیره۔ قلت ان الحق لا ینتقض بامثال هذه الشبهة الواهیة التی عرضت عن عدم التدبر فی نصوصهم المبارکة فان مرادهم بهذا ان سرحت فی سرحتك خطابا للزوجة لیس صریحا فان سرحت فی سرحتك یحتمل معنی آخر یجوز استعماله فیه لعدم العرف الفاشی فی کونه طلاقا فان تسریح الزوجة ای ارسالها کما یکون للطلاق یکون لغیر الطلاق ایضا کما ان الرجل یقول سرحت ابلی والابل لیس محلا للطلاق فلا یتصور فیه معنی الطلاق بل معناه غیر الطلاق فکذا یتصور فی سرحتك معنی غیر الطلاق فتعبیرهم هذا دعوی مع الدلیل فما الطفه هو وادقه واحسنه وقد اختصره الشامی علیه الرحمة فی ج۲ ص ۹۳۰ حیث قال (قوله سرحتك) من السراح بفتح السین

Marfat.com

قید النکاح نیز اسی میں ہے اما الصریح فہو اللفظ الذی لا یستعمل الا فی حل قید النکاح الخ

اس بیان سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ ایسا لفظ جو طلاق کے ساتھ خاص نہیں بلکہ طلاق کے علاوہ کسی اور معنی میں بھی مستعمل ہو تو صریح نہیں بلکہ کنایہ طلاق ہے کہ بلا نیت طلاق یا قرینہ طلاق طلاق نہیں بنتا وقد صرحوا بہ ایضاً حالانکہ لفظ چھوڑی کا استعمال طلاق کے علاوہ اور کئی معنوں میں بھی عام ہے اور پنجابیوں میں رائج و معروف ہے کہا جاتا ہے' ڈاچی چھوڑی، گھوڑی چھوڑی، بھینس گائے چھوڑی، بھیڑ بکری چھوڑی، ابیہ وستی یا گلی چھوڑی بلکہ بیوی کے متعلق بھی

وھو الارسال ای ارسلتک لانی طلقتک او لحاجۃ لی وقد صرح بھذا القید الشیخ الکامل قدوۃ السالکین عمدۃ العارفین مستند العلماء والفضلاء سیدنا خواجہ مہر علی شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی فتاواہ السلمۃ حیث قال والتحقیق ان الصریح ھو الظاہر المتبادر فی رفع قید النکاح مجردا عن القرائن (الی ان قال رضی اللہ عنہ) فمھما اطلق الرجل فی حق عرسہ لفظا یتبادر منہ ارادۃ الطلاق من غیر احتیاج الی القرینۃ ای حالۃ الغضب ومذاکرۃ الطلاق یکون صریحا والا فنی الصریح لیس شرط زائد بعد حفظ الاضافۃ من الزوج الی الزوجۃ انتہی۔

فھذا ھو الحق المبین وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ ربنا ارحم الراحمین فللہ الحمد والمنۃ علی ھدایتنا لحق وارادتہ وصلی اللہ علی حبیب ای محبوب ارسلہ لھدایتہ وارادتہ وعلی الہ واصحابہ حسب ھدایتہ وارادتہ۔ الفقیر ابو الخیر النبی غفرلہ ۲ جمادی الاولی ۱۳۹۴ھ ۲۵.۴.۷۴

سے کما یاتی فی ھذہ الفتوی ان شاء اللہ تعالیٰ ۱۲ منہ غفرلہ

عہ اوٹنی ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

طلاق کے علاوہ بھی بولا جاتا ہے جیسے نہایت مصروف کاروباری یا طالب علم وغیرہ شادی شدہ لوگ جو اپنی بیوی ساتھ نہ رکھیں، کہا کرتے ہیں کہ بیوی اس کے باپ کے پاس چھوڑی یا اپنے باپ کے گھر چھوڑی یا اپنے بھائی کے گھر چھوڑی ہے یعنی وہاں ٹھہرائی ہوئی ہے لہذا یہ صریح نہیں بلکہ کنایہ ہے۔ بعینہٖ اسی دلیل سے ہمارے مشائخ عظام نے سرحتك کو جو "تجھے چھوڑی" کا عربی ترجمہ ہے) صریح طلاق نہیں بنایا بلکہ کنایہ شمار فرمایا، مبسوط ج ۶ ص ۷۷، بدائع صنائع ج ۳ ص ۱۰۶، تبیین الحقائق ج ۲ ص ۲۱۶، جوہرہ نیرہ ج ۲ ص ۱۰۴، بحر الرائق ج ۳ ص ۳۰۱، شامی ج ۲ ص ۶۳۹ وغیرہا میں ہے بالفاظِ متقاربہ والنظم من المبسوط ولو قال لامرأته سرحتك او فارقتك ولم ينو الطلاق لم يقع شيئ (الى ان قال) الصريح ما يكون مختصا بالاضافة الى النساء فلا يستعمل فى غير النكاح وهذا لا يوجد فى هذين اللفظين فان الرجل يقول سرحت ابلى الخ شامی کے لفظ یہ ہیں (قوله سرحتك) من السراح بفتح السين وهو الارسال اى ارسلتك لانى طلقتك او لحاجة لى الخ اور یونہی بالخصوص غیر عربی الفاظ کے متعلق بھی ہمارے مشائخ عظام نے بھی تصریح فرمائی ہے: مبسوط ج ۶ ص ۱۴۴، ص ۱۴۵، بدائع صنائع ج ۳ ص ۱۰۲، بزازیہ ج ۴ ص ۲۰۰، ہندیہ ج ۱ ص ۳۷۹، بحر الرائق ج ۳ ص ۳۰۰، شامی ج ۲ ص ۵۹۰ میں بالفاظِ متقاربہ ہے والنظم للامام السرخسى والحاصل ان كل لفظ لا يستعمل الا مضافا الى النساء فهو صريح وكل ما يستعمل فى النساء وغير النساء

ـہ و مثله تركت ففى كنايات الهندية ج ۱ ص ۳۷۶ رجل قال لاخر ان كنت تضربنى رجل فلانة التى تزوجتها فانى تركتها فاخذها نوى الطلاق تقع واحدة بائنة كما فى الخلاصة ۱۲ منه غفرله

Marfat.com

فهو بمنزلة الکنایة۔ طحطاوی علی الدر ج ۲ ص ۱۱۲ میں ہے (قولہ بالفارسیۃ) مرادہ بہا غیر العربیۃ۔ شامی ج ۲ ص ۵۹۴ میں ہے من ای لغۃ کانت، بدائع ج ۳ ص ۱۰۲، بحر ج ۳ ص ۳۰۰ میں ہے ان الصریح لایختلف باختلاف اللغات۔

الحاصل لفظ چھوڑی ہمارے روزمرہ محاورات میں صرف عورت یا منکوحہ کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ بکثرت اور چیزوں پر بھی بولا جاتا ہے جیسے عربی میں سرحت البتہ پاکستان یا ہندوستان کے کسی ضلع یا صوبہ میں یہ لفظ صرف طلاق کے لئے ہی خاص اور عرف بن جائے تو اس علاقہ میں طلاقِ صریح ضرور شمار ہوگا مگر ہمارے علاقہ میں یوں نہیں لہذا طلاق صریح نہیں پھر مسئلہ ہذا میں جبکہ زید قسم اٹھا کر کہتا ہے کہ میری نیت چیز دست کی ہے حالانکہ بلا قرینہ کنایات میں زوج کا قول ہی معتبر ہوتا ہے کما فی معتبرات المذھبیۃ چنانچہ مبسوط ج ۶ ص ۷۹، ہدایہ ۲ ص ۳۵۵ میں ہے و النظم من المبسوط انہ امین والقول قول الامین مع الیمین) اور زید اور اس کی زوجہ کے مابین مذاکرہ یا مغاضبہ کبھی نہیں ہوا بلکہ اس وقت زوجہ حاضر ہی نہیں اور زوجہ کا والد بھی حاضر نہیں، پھر زید یہ بھی ساتھ ہی کہتا ہے" میں بصیر پور پڑھنے جاتا ہوں اباجی، اور پھر نسبت متعینہ بھی نہیں تو طلاق بنانا ہرگز ہرگز جائز نہیں اور پھر تعجب پر تعجب یہ کہ ان

عہ فتاویٰ مبارکہ مصریہ شریفہ ص ۱۶۸ کے کتنے پیارے کلماتِ مبارکہ ہیں و نما کان العرف مدار السقام ففی ای موطن یطلق لفظ" چھوڑی" من الزوج الی عرسہ و یتبادر منہ انفہام معنی رفع قید النکاح مجردا عن قرینۃ الغضب والمذاکرۃ تکون صریحا عند اھلہ و ای موضع یکون فیہ بخلافہ یکون بائنا عند اھلہ الخ ۱۲ منہ غفر لہ

Marfat.com

بعض حضرات نے لفظ "چھوڑی" کو صرف صریح طلاق ہی نہیں بنایا بلکہ تکرار "چھوڑی" سے تین طلاقیں بنا کر مغلظہ قرار دیا کہ بغیر حلالہ کے تجدید نکاح بھی جائز نہیں حالانکہ بالفرض بقول ان کے صریح بن بھی جائے تو مغلظہ نہیں بن سکتی کیونکہ حرام کی طرح اپنے اصل معنی کی بنا پر بائن بنے گی۔ فقہائے کرام کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ بائن طلاق بائن کو لاحق نہیں ہوتی کما فی التنویر والدر والشامیۃ ج ۲ ص ۶۴۵ میں ہے قال ولا یرد انت علی حرام علی المفتی بہ من عدم توقفہ علی النیۃ مع انہ لا یلحق البائن ولا یلحقہ البائن لکونہ بائنا لما ان عدم توقفہ علی النیۃ امر عرض لہ لا بحسب اصل وضعہ۔

بہر حال ماہ نیم ماہ و مہر نیم روز کی طرح نمایاں ہوا کہ صورت سوال میں زید کی بیوی باوفا عدہ زید کی بیوی ہی ہے۔ اس پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی ومن ادعی الخلاف فعلیہ البیان والجواب بالانصاف وقد بقی الخبایا فی زوایا الکلام۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
۲۴ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ ۱۵/۵/۷۴ء

الاستفتاء

علمائے دین اور مفتیان عظام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں، ایک شخص نے اپنی بیوی کو گواہوں کے روبرو طلاق دی اور حروف یہ استعمال کئے کہ حرام حرام

Marfat.com

حرام، میری ماں اور بہن ہے۔

فقیر چراغ دین، چک ۴۲/ ۷ گ ب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

سائل نے زبانی بیان کیا کہ اس شخص نے خود بخود گواہوں کو بلایا اور اپنی بیوی کے متعلق یہ لفظ کہے، اگر یہ تحریر اور زبانی بیان صحیح ہے تو اس کی بیوی کو ایک طلاق بائن پڑ گئی ہے اور باقی لغو، شامی ج ۲ ص ۵۹۴ میں ہے افتی المتأخرون فی انت علی حرام بانہ طلاق بائن للعرف بلا نیۃ نیز ج ۲ ص ۶۴۵ میں ہے کہ انت علی حرام کے بعد انت علی حرام کہنے سے اور طلاق نہیں پڑتی نصہ ولا یرد انت علی حرام علی المفتی بہ من عدم توقفہ علی النیۃ مع انہ لا یلحق البائن ولا یلحقہ البائن لکونہ بائنا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۰ رجب المرجب ۱۳۹۷ھ

۲۸/۶/۷۷

Marfat.com

الاستفتاء

بخدمت جناب حضرتِ قبلہ و کعبہ استاذ العلماء فقیہِ اعظم پاکستان محدث عرب و عجم الحاج مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی دامت برکاتہم العالی

کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنے سسر کی طرف اپنی بیوی کے متعلق اس طرح لکھا ہے، ہمیں افسوس سے لکھنا پڑ رہا ہے کہ آپ نے گاؤں میں آنا ترک کر دیا ہے، اس کا مطلب کہ شہزادی کو ہم اپنے پاس رکھ لیں، اگر آؤ گے خود لے آنا ورنہ اس کو اپنے پاس قابو کر لو، میرا آخری فیصلہ ایک ہے طلاق طلاق طلاق، اس سے زیادہ ذلیل ہونا ہے، کچھ بھی ہو جائے میں طلاق دوں گا، اتنا وقت گذر گیا ہے آئی نہیں ہے، میں طلاق دوں گا، شہر بنے یا گاؤں بنے،

اب علماءِ کرام سے یہ امر دریافت طلب ہے کہ مذکورہ شخص آخری فیصلہ کر کے لکھ کر دے رہا ہے کہ میرا آخری فیصلہ ایک ہے طلاق طلاق طلاق۔ اس کے بعد لکھتا ہے کہ میں طلاق دوں گا، آخری فیصلہ کرنے کے بعد مستقبل کا جملہ کہ "میں طلاق دوں گا"، شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام موجب کیا حکم رکھتا ہے؟

بینوا و توجروا۔

السائل: ابو النور مولا بخش سکندری متعلم دار العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور

و

ساکن خیر پور (سندھ)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

یہ "آخری فیصلہ" کئی احتمالوں والا ہے مثلاً یہ کہ شہزادی (جو اس کی زوجہ ہے) اس کے حق میں فیصلہ ہے یا یہ کہ اس کی یہ عادت ہے کہ اس نے اپنی سابقہ بیویوں کے متعلق یہ فیصلہ کیا ہوا ہے لہذا اسٹور جاؤ اور اس معنٰی کا قرینہ جملہ مکررہ "میں طلاق دوں گا، میں طلاق دوں گا" لہذا ایسی صورت میں طلاق واقع نہیں ہو سکتی، نیز پہلے معنٰی میں بھی دو احتمال ہیں کہ شہزادی کو طلاق طلاق ہے یا دوں گا، اور اس دوسرے احتمال کو وہی استقبالیہ مکررہ جملے تائید دیتے ہیں۔ چونکہ شہزادی کا نکاح متعین ہے اور یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ الیقین لا یرتفع بالشک لہذا نکاح باقی ہے، طلاق واقع نہیں ہوئی وھذہ القاعدۃ[1] من اجلی البدیہیات فلاحاجۃ الی ذکر الحوالجات۔

ان دو دلیلوں کے علاوہ عدمِ وقوعِ طلاق کی یہ بھی دلیل بین ہے کہ اس جملۂ فیصلہ میں زوجہ کی طرف نسبت نہیں اور نسبت الی الزوجہ کے بغیر کسی بھی لفظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی، فتاوٰی خلاصۃ الفتاوٰی ج ۲ ص ۷۶، ۷۷ اور درالمختار شامی علی الدر ج ۲ ص ۵۹۰ اور ج ۲ ص ۵۹۱، طحطاوی علی الدر ج ۲ ص ۱۱۲، البحرالرائق ج ۳ ص ۲۵۳ میں ہے چنانچہ خلاصہ میں فرمایا جنس آخر فی الاضافۃ۔ پھر کئی مسائل ذکر کئے کہ ان میں طلاق لعدم الاضافۃ واقع نہیں ہوتی چنانچہ اسی صفحہ میں فرمایا ولو

---

[1] وقد ذکرنا فی الاشباہ والنظائر ص ۵۷ قاعدۃ ثالثۃ فی اوراق کثیرۃ من شاء فلیطالعھا منہ عفی عنہ ۱۲

Marfat.com

قالت طلقنی فضربها وقال اینك طلاق لا یقع نیز اسی میں ہے فقال بالفارسیة سه طلاق ان قال عنیت امرأتی یقع وان لم یقل شیئاً لا یقع نیز وفی المحیط "دار طلاق" ینوی لعدم الاضافة در المختار میں فرمایا لوقال ان خرجت یقع الطلاق او لا تخرجی الا باذنی فخرجت لم یقع لترك الاضافة الیها، شامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ای المعنوية فانها الشرط والخطاب من الاضافة المعنوية وکذا الاشارة الخ اور یونہی ابن نجیم علیہ الرحمۃ نے بھی بحر الرائق میں فرمایا و قید بخطابها لانه لوقال حلفت بالطلاق ولم ینسب الیها لا یقع (الی ان قال) وذکر اسمها واضافتها الیه کخطابه۔

بہر حال صورتِ مسئولہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی اور جملہ "میں طلاق دونگا" فیصلہ والے جملہ کا مبین و مظہر بنے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم و علی آلہ واصحابہ وبارك وسلم۔

حررہ : ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ خادم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور
ضلع ساہیوال

۵ صفر المظفر ۱۳۹۸ھ 15/11/78

الاستفتاء

حضور عالی جناب راس المفسرین فخر المحدثین قطب عصر قبلہ اباجی صاحب
ادام اللہ فیوضہم ابداً۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :۔

Marfat.com

ایک مسئلہ ارشاد فرمایا جائے۔ زید فاطمہ سے نکاح کر سکتا ہے جبکہ فاطمہ زید کی ہمشیرہ عائشہ کے ساتھ مل کر زید کی والدہ کا دودھ پی چکی ہو؟ فتاویٰ نوریہ ج۲ ص ۳۶ وغیرہ سے استفادہ کیا ہے لیکن چونکہ مسئلہ ۲ بھی دریافت طلب تھا لہذا یہ بھی عرض کر دیا ہے۔

مسئلہ ۲ :

جو شخص زید سے زید کی منکوحہ کے حق میں تین بار حرام حرام حرام کہلواتا ہے اور زید کی نیت طلاق ہو تو وہ زید کی منکوحہ کے حق میں زید کے لئے بائن ہے یا مغلظہ؟ فتاویٰ عالمگیری (طبع مصری) ج۱ ص ۱۰۴ ولو قال انا منك بائن او انا عليك حرام و نوى الطلاق يقع، شرح وقایہ ج ۲ ص ۸۲ و منها اعتدى و استبرئ الخ (الى ان قال) حرام خلية برية تقع واحدة بائنة۔ بہارِ شریعت ج ۸ ص ۱۳ "اپنی عورت سے کہا تو مجھ پر حرام ہے تو ایک بائن طلاق ہو گی" ہدایہ شریف ج۲ ص ۳۴۶ ولو قال انا منك بائن او عليك حرام ينوى الطلاق فهى طالق۔ الدر المختار ج ۲ ص ۱۳۹ ونحو خلية و برية حرام بائن۔

عرض ہے کہ حرام سے بائن تو ہے، کیا ایک بار حرام کہنے سے بائن ہے تو متعدد بار حرام کہنے پر بھی بائن ہے یعنی تین یا تین سے زیادہ بار کہنے پر بائن ہی ہے، جیسا کہ ظہار میں ایک بار اپنی عورت کو مثل ماں بہن کہنا یا دس بار کہنا آیا کفارۂ ظہار ایک ہی بار ہوتا ہے یا مغلظہ ہو گی؟

حضور فیض گنجور ہم لاکھ کتابیں دیکھ لیں تشنگی برقرار، محتاجی کا اظہار ہوتا ہے کہ اپنے آقا سے وابستگی قائم رہے، دعا ہے کہ نظرِ کرم رہے آمین ثم آمین۔
حضرت صاحبزادہ صاحب سے سلام عرض اور اساتذہ کرام سے بھی مؤدبانہ اور سب سے

Marfat.com

سب کی خدمت میں سلام دعا۔

آپ حضور کا فرزند : محمد فیض الرحمٰن سجادہ نشین آستانہ عالیہ اناثلی شریف
تحصیل پاکپتن ضلع ساہیوال ۷۹/۴/۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الجواب
اللھم اجعل لی النور والصواب

۱۔ مسماۃ فاطمہ نے جب زید کی والدہ کا دودھ پیا، زید کے ساتھ یا کسی اور بہن بھائی کے ساتھ تو وہ زید کی رضاعی بہن بن گئی اور بحکم و اخواتکم من الرضاعۃ حرام ہوگئی لہذا زید کے نکاح میں ہرگز ہرگز نہیں آسکتی۔

۲۔ زید کا اپنی منکوحہ کو تین بار حرام حرام حرام کہنا صرف ایک طلاقِ بائن ہے، کیونکہ قاعدۂ فقہیہ ہے لایلحق البائن البائن ، فتاویٰ ہندیہ (عالمگیریہ) ج۲ ص ۳۶۳ فی آخر الفصل الخامس فی الکنایات۔ اور تنویر الابصار، درالمختار شامی ج۲ ص ۶۴۵، ۶۴۶ میں ہے الصریح یلحق الصریح (الیٰ ان قال) لایلحق البائن البائن۔

البتہ اگر ایک مرتبہ انت علی حرام میں تین کی نیت کرے تو صحیح ہے شامی ج۲ ص ۵۹۶ میں ہے فقد صرحوا بانہ تصح نیۃ الثلاث فی انت علی حرام کیونکہ "حرام" مصدر ہے، اس میں تین کی نیت ہوسکتی ہے ولفظہ لان الطلاق مذکور بلفظ المصدر وقد علمت صحتہا فیہ وکذا فی قولہ علی الحرام اور بہارِ شریعت ج۸ ص ۲۴ میں بڑی تفصیل سے ہے

---

۵ رحمۃ اللہ علیہ۔ م ۲۸ر دسمبر ۱۹۷۹ء (مرتب)

Marfat.com

خود پڑھ لیں۔

واللہ تعالیٰ علم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعظم وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ ۴/۷۹/۴

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین مفتیان محدث اس مسئلہ میں کہ عرصہ ۶ ماہ کا ہوا ہوگا کہ مسمی شمشیر ولد گوماں بلوچ چک ۲/۴ موضع تلے والا خان پور کٹورہ میرے گھر چار بجے شام آیا اور اپنی بیوہ مسماۃ حنیفاں عرف صغریٰ دختر ام کو بلا کر کہنے لگا کہ میں نے تم کو تین طلاق دے دی، جہاں تیرا دل چاہے نکاح ثانی کر سکتی ہے، تو میرے اوپر ہر چہار مذہب اسلام میں حرام ہے۔ اس وقت میرے پاس دو تین آدمی بھی بیٹھے تھے۔

علی الصبح میں نے اس کو بلا کر پوچھا کہ آپ تحریری طلاق بھی لکھ کر دیں تو اس نے کہا جبکہ میں اپنی زبان سے تین طلاق دے چکا ہوں تو اب لکھنے کی کیا ضرورت؟

لہٰذا برائے مہربانی کتب احادیث وفقہ وآیات قرآن مجید کا ثبوت دیں کہ کل کو اگر وہ منحرف ہو تو ثبوت دکھلایا جائے۔ جواب دیکر مشکور فرمائیں، جناب کی مہربانی ہوگی۔

العارض

السائل: میاں خان ولد عبداللہ چک ۳۶۸/ L.4 ڈاکخانہ اوکاڑہ کینٹ تحصیل اوکاڑہ ضلع ساہیوال

Marfat.com

گواہ شد
فلک شیر ولد صادق خان بلوچ
چک 4.L / 369 ڈاک خانہ اوکاڑہ کینٹ
تحصیل اوکاڑہ ضلع ساہیوال

گواہ شد
مہر کبیر خاں ولد نور محمد خاں
چک 4.L / 37 تحصیل اوکاڑہ ضلع ساہیوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الجواب
اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ سوال صحیح ہے تو بحکم قرآنِ کریم اور حدیثِ پاک اور فقہ مذہبِ مہذب حنفی تین طلاقیں واقع ہوگئی ہیں۔

قرآنِ کریم میں ہے الطلاق مرتٰن اور فان طلقھا الآیۃ اور حدیث ابنِ ماجہ میں ہے الطلاق لمن اخذ بالساق اور فتاوٰے عالمگیری اور فتاوٰے قاضی خان اور سب فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے۔ ہاں گورنمنٹ کا قانون ہے کہ سرکاری طور پر یونین کونسل میں طلاق دی جائے تو معتبر ہے، مگر یہ گورنمنٹ کا قانون ہے اور شرع شریعت میں باقاعدہ طلاق مکمل ہوگئی ہے اور مسماۃ صغرٰے مسمی شمیر پر حرام ہوگئی ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علٰی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ — 19.2.80

الاستفتاء

بخدمتِ اقدس محترم ومکرم قبلہ وکعبہ آقائے نعمت پیرِ طریقت رہبرِ شریعت صوفیٔ باصفا عاشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، قبلہ ابا جان (دامت برکاتہم العالیہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: کے بعد عرض ہے کہ بندہ کے سامنے چند مسائل پیش ہوئے ہیں، حضور آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں:۔

۱۔ ایک آدمی نے سوال کیا ہے کہ مثلاً ایک آدمی کی شادی نئی ہوئی ہے یا پہلے ہے اس نے اپنی بیوی کے پستان محبت میں آکر چوسے، کیا اس کا نکاح ٹوٹ گیا ہے یا نہیں؟ اگر نکاح نہیں ٹوٹا تو فتویٰ کے ذریعے اس کی تنبیہ فرمائیں اور پورے دلائل اور فتوے کے ساتھ جواب دیں۔

۲۔ اگر امام فجر کی نماز میں ۲۶ سیپارے میں سے ایک رکوع پڑھے اور دوسری رکعت میں ۲۴ سیپارے کا پڑھ دے، کیا جماعت ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو تمام نمازی نماز قضا پڑھیں یا کہ نہیں؟

۳۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، دس بارہ دنوں کے بعد دونوں میاں بیوی کی صلح ہو گئی اور انہوں نے مباشرت بھی کی، کیا نکاح تو ختم ہو چکا تھا اب اس کی بیوی اس پر حلال ہے یا نہیں؟ اور ان کے لئے کیا شرعی حکم ہے؟

۴۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کو غصہ میں آکر طلاق، طلاق، طلاق کہہ دیا اور بعد میں اپنی بیوی سے معافی مانگی کہ میں غصہ میں آکر تجھ کو طلاق دے بیٹھا ہوں اور غلطی کرلی ہے، کیا وہ طلاق ہو گئی یا کہ نہیں ہوئی؟

۵۔ مسجد سے راستہ بنانا اور آمد و رفت رکھنا، کوئی مسجد کا احترام نہ کرنا اور عورتوں کا

Marfat.com

حیض و نفاس، استحاضہ خون آنے کے باوجود مسجد سے گزرنا،
اس کے متعلق آپ حضور مہربانی فرما کر دلائل اور فتوے کے ساتھ جواب دیں،
ان تمام کا حل ہونا میرے لئے باعثِ شرف و عزت ہے۔

السائل : حافظ قاری محمد سعید احمد سلطانی خطیب جامع مسجد غوثیہ بریلویہ
المینار، مکھن پورہ نزد نیو شاد باغ لاہور ۱۱.۳.۸۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الجواب
اللھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :-

مولانا! مجھے اتنی فرصت نہیں کہ میں دلائل کے ساتھ لکھ سکوں کیونکہ مجھے اسباق بھی پڑھانے ہوتے ہیں اور دار العلوم کی دیکھ بھال بھی کرنی ہوتی ہے اور سوالات بھی کافی آتے ہیں اور آپ حضرات ایک مسئلہ نہیں بلکہ مسائل کی فہرست دیتے ہیں۔ صرف جوابِ شرعی لکھ دیتا ہوں، دلائل دیکھنے ہوں تو بوقتِ فرصت ملیں تو ہو سکتا ہے۔

۱- نکاح نہیں ٹوٹا کہ مدت رضاعت کی ڈھائی سال ہے۔

۲- ہاں نماز صحیح ہو جائے گی کہ سب قرآنِ مجید ہی ہے۔

۳- طلاق دے دی، ایک یا دو یا تین؟ رجعی یا بائن؟ ہر ایک کا حکم الگ الگ ہے، تفصیل سے سوال کریں۔

۴- طلاق دینے کے بعد معافی مانگنے کا کوئی مسئلہ نہیں، اگر یہ کہا ہے کہ تجھے طلاق طلاق، طلاق ہے تو طلاقِ مغلظہ ہو گئی، ہزار معافی مانگے، بلا حلالہ نکاح بھی نہیں ہو سکتا کوئی اور صورت تو کیا!

Marfat.com

۵۔ یہ غلط ہے مسجد کا احترام شرعاً ضروری ہے اور حائض اور نفساء وجنب کے لئے گذرنا ناجائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم ابداً ابداً۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ بقلمہٖ

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ ۱۳۔۳۔۸۰

Marfat.com

معلّق ومشروط طلاق

Marfat.com

بابُ الطّلاق بالشرط

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ زید اقرار نامہ میں یہ لفظ لکھ دیتا ہے کہ اگر میں اپنی بیوی مذکورہ[1] کو اس کے والدین کی مرضی کے خلاف اپنے والدین کے پاس یا کسی اور جگہ آباد کرنے کی کوشش کروں یا لے جاؤں گا تو میرا نکاح نہیں رہے گا اور زبانی بھی یہ کہا کہ میری طرف سے طلاق ہوگی مگر اب اس نے اپنی بیوی کو والدین بیوی کی مرضی کے خلاف اور جگہ آباد کرنے کی کوشش بذریعہ پولیس کی ہے تو کیا طلاق بائن واقع ہوگئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

احمد دین سائل از ڈوگرا متصل منڈی ہیرا سنگھ تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری

۱۸ رجب المرجب ۱۳۷۳ھ

---

[1] جس کا باقاعدہ اس اقرار نامہ میں ذکر اوپر مذکور ہے ۱۲ ابوالخیر غفرلہٗ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰهم اجعل لی النور والصواب

اگر سوال درست اور واقعی ہے تو بلا شک وشبہ مذہبِ حنفیہ کی رُو سے طلاقِ بائن واقع ہوگئی کہ شرط کے پائے جانے پر طلاق واقع ہوجاتی ہے، بحر الرائق ج ۴ ص ۵ میں ہے قولہ فیقع بعدہ ای یقع الطلاق بعد وجود الشرط۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۲۳ رجب المرجب ۷۳ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ مسمی بشیر احمد حسب ذیل تحریر کردیتا ہے، مسمی بشیر احمد ولد محمد رمضان قوم شیخ صدیقی سکنہ حال کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ اپنی بیوی بنام رشیداں بیگم ولد امام بخش قوم شیخ صدیقی کو مبلغ ۳۰ روپے ماہوار مورخہ ۳/۱۵/۵۵ کو مبلغ ۱۵ روپیہ اور دوسری تنخواہ مبلغ ۱۵ روپیہ مورخہ ۳/۳۰/۵۵ تک کل ۳۰ روپیہ پورے کرونگا، بذریعہ منی آرڈر مدت دس ماہ ادا کرتا رہونگا، اگر میں ان تاریخوں میں اپنی بیوی کو یہ رقم مذکورہ نہ ادا کرسکوں تو میری بیوی کو میری طرف سے تین طلاق بائن ہیں میرے اوپر کسی قسم کا کسی کا زور نہیں ہے، میں نے اپنی رضامندی سے تحریر کردی ہے، بعقل ہوش وحواسِ خمسہ روبرو گواہاں دستخط کردیئے ہیں خدا کو حاضر ناظر جان کر، فقط

کاتب محمد شفیق سکنہ بصیر پور ۴/۳/۵۵

Marfat.com

گواہ شد　　گواہ شد　　دستخط

نشان انگوٹھا　　محمد شفیع بقلم خود　　مسمی بشیر احمد

مسمی مذکور نے روبرو گواہان اپنی بیوی رشیداں بیگم کو نان و نفقہ تحریر کر دیا تھا، آج تک ایک ماہ کی تنخواہ بھی نہیں ادا کی ہے، عرصہ کافی ہو گیا ہے تحریر کو، اس مسئلہ میں علماء کیا فرماتے ہیں کہ اس کی بیوی کو تین طلاقیں ہو گئی یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور و الصواب

اگر سوال صحیح و درست ہے تو تین طلاقیں واقع ہو گئیں؛ ہدایہ ج ۲ ص ۳۵۹ میں ہے اذا اضافہ الی شرط وقع عقیب الشرط، شامی ج ۲ ص ۶۷۸ میں ہے و وجود الیمین شرط الحنث فیحنث۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۲ر جمادی الاولیٰ ۷۶ھ

الجواب ھو الجواب والحق و اتباع الحق بلا شک و شبہ احق و منکر الجواب بلا ریب عنید الحق۔

کتبہ زید احمد غفرلہ خطیب جامع مسجد دربار شیخ فاضل صاحب علیہ الرحمہ

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نیاز احمد نے اپنی بیوی ایک شخص کے یہاں جانے سے روکا مگر وہ نہ مانی بالآخر اس نے کاغذ پر یہ لکھا کہ اگر تو فلاں کے گھر آنے جانے سے نہ رکی تو میں تجھے مطلقہ کردونگا۔

یہ کاغذ اپنی بیوی تک پہنچا دیا، چند دن بعد شادی کی تقریب پر وہ اپنے میکے چلی گئی تو انہوں نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ نیاز احمد نے ہماری لڑکی کو مطلقہ کردیا۔ جب نیاز احمد نے یہ بات سنی تو سسرال گیا، انہیں اصل واقعہ سنایا اور مزید یہ بھی کہا کہ اگر وہ کاغذ طلاقنامہ ہے تو ظاہر کرو، انہوں نے اپنی لڑکی (نیاز احمد کی بیوی) سے کاغذ لیا تو اس نے کہا میں نے اسی وقت پھاڑ ڈالا تھا، نیاز احمد بار بار کہتا رہا کہ میں نے طلاق نہیں دی، البتہ دو شخصوں نے جب نیاز احمد سے پوچھا کہ کیا تو نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے تو نیاز احمد صاحب کا بیان ہے کہ میں نے کہا ہاں کہ میرا ارادہ اس لفظ بولنے سے جھوٹ تھا کہ ایک جلسہ کے موقع پر نیاز کی برادری سے مندرجہ بالا سارا حال واعظ قسم کے علماء کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے کہا کہ ہاں کہنے سے مطلقہ ہو چکی ہے۔

اس جواب پر برادری نے نیاز احمد کو طلاقنامہ لکھنے پر مجبور کیا، نیاز احمد نے کہا کہ میں نے نہ طلاق دی اور نہ ہی لکھ دیتا ہوں مگر انہوں نے زور سے مجلس میں بٹھلا دیا اور ایک آدمی نے بغیر نیاز احمد کے کہنے کے طلاقنامہ لکھنا شروع کیا جس کی نقل یہ ہے۔

جب تحریر سے فارغ ہوئے تو نیاز احمد کو دستخط کرنے پر مجبور کیا، نیاز احمد کا بیان ہے کہ انہوں نے لکھا ہوا کاغذ مجھے پڑھ کر نہیں سنایا اور نہ ہی اس کے اندراج کے مطابق مجھے الفاظ لکھوائے، میں نے اس تحریر شدہ کارڈ کو پڑھے بغیر روتے ہوئے

Marfat.com

زدوکوب کے اندیشہ سے دستخط کر دئے مگر میرا ارادہ یہ تھا کہ میں اس مجلس سے چھٹکارا حاصل کر کے اس کے خلاف کاروائی کرونگا چنانچہ بعد کو میں طلاق کی نفی کرتا رہا اور کہتا رہا کہ مجھے مجبور کر کے دستخط کرائے گئے ہیں، میں نے اندراج کے مطابق لفظ بھی نہیں لکھے اور نہ طلاقنامہ کو پڑھا ہے اور نہ لکھنے والے کو کہا ہے کہ لکھ۔

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا مندرجہ بالا صورت میں اس عورت پر طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ اگر واقع ہوئی تو کونسی؟ رجعی، بائن یا مغلظہ؟ نیز کیا محض زدوکوب کے اندیشہ سے اکراہ پایا گیا یا نہیں؟ علاوہ ازیں تحریری طلاق کے وقوع میں کونسا اکراہ معتبر ہے؟ اکراہ ملجی یا غیر ملجی اور صورت مسئولہ میں کونسا اکراہ پایا جا رہا ہے؟ نیز عالمگیری کی عبارت رجل اکرہ بالضرب والحبس علی ان یکتب طلاق امرأت فلانۃ بنت فلان بن فلان فکتب امرأتہ فلانۃ بنت فلان بن فلان طالق لا یطلق امرأتہ، میں ضرب اور حبس سے کونسا ضرب وحبس مراد ہے؟ کیا معمولی ضرب وحبس کے اندیشہ سے طلاق واقع نہ ہوگی، بینوا بالدلائل الواضحہ۔

محمد اسمٰعیل زاویہ قادریہ ریلوے روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی حبیبہ الکریم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی التوبۃ والصواب

سوال میں کافی اجمال سے کام لیا گیا ہے اور پھر سوال سے سوالات بنالیے گئے ہیں حالانکہ اصل میں سوال کے صرف دو ہی پہلو ہیں، نیاز احمد کا "ہاں" کہنا طلاق ہے یا نہیں؟ اور یونہی طلاق نامہ پر مجبوراً دستخط کرنے۔

سوالات استفسار سے ۱ اور ۲ کا تعلق تو ان دونوں پہلوؤں سے ہے

Marfat.com

اور باقی صرف دوسرے سے متعلق ہیں، نیاز احمد صاحب کا صرف یہ کہہ دینا کہ مطلقہ کردونگا ہرگز ہرگز طلاق نہیں البتہ سائلین کے استفسار پر "ہاں" کہہ دینا ضرور نقصان دہ ہے، درالمختار میں ہے لو قیل لہ طلقت امرأتك فقال نعم او بلى بالهجاء طلقت، بحر، شامی نے فرمایا ای بلا نیۃ (ج ۲ ص ۵۹۲) اور جھوٹے طور پر بولنے کا دعوی بھی مفید نہیں، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۴۶، شامی ج ۲ ص ۵۷۹ وغیرہما میں بالفاظ متقاربہ ہے لو اقر بالطلاق کاذبا او هازلا وقع قضاء لا دیانۃ، فتح القدیر ج ۳ ص ۳۵۲ میں ہے قال طلقتك امس وهو کاذب کان طلاقا فی القضاء، ہندیہ ج ۲ ص ۵۲ میں ہے نعم ان کان کاذبا لا یصدق بالقضاء کذا فی التتارخانیۃ، تو اگر یہ معاملہ نیاز احمد اور چند مخصوص افراد میں ہی رہتا تو دیانۃً طلاق واقع نہ ہوتی مگر جب کہ یہ معاملہ برادری اور بیوی کو معلوم ہوگیا تو شرعاً بیوی کے حق میں یہ ہاں کہہ دینا طلاق بن گیا حتّٰی کہ بیوی کے لئے یہ حلال نہیں کہ نیاز احمد کے پاس بطور بیوی رہے کہ بیوی کے حق میں قاضی کی طرح ظاہر کا ہی اعتبار ہے اور دعوائے کذب غیر معتبر، مبسوط ج ۶ ص ۸۰ و ۸۲، فتح القدیر ج ۳ ص ۳۵۲ و ۴۰۸، کفایہ ج ۳ ص ۳۵۲، فتاوی عزیزی ص ۵۳، ہندیہ ج ۲ ص ۴۹، بدائع صنائع ج ۳ ص ۱۰۱، تبیین الحقائق ج ۲ ص ۱۹۸ و ۲۱۸، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۵۷، شامی ج ۲ ص ۵۹۴ میں ہے والنظم منهما والمرأة کالقاضی اذا سمعته او اخبرها عدل لا یحل لها تمکینه، تو بیوی کے حق میں بیوی پر ضرور طلاق واقع ہوگئی، رہا رجعی، بائن یا مغلظہ ہونا تو ظاہر سوال یہی ہے کہ نیاز احمد سے ان دو شخصوں کا سوال کہ کیا تو نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے، اسی طلاق کے تذکرہ میں تھا جس کا پروپیگنڈہ سسرال میں کیا گیا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ پروپیگنڈہ طلاق مغلظہ کا ہی ہوگا، تو اگر یہی حقیقت ہے تو

سه ای اذا کان الواقع بهذا اللفظ بائنا والا فله الرجوع فی الرجعی رضیت المرأة ام أبت فکیف لا یحل لها التمکین ۱۲ منه غفر له

Marfat.com

طلاقِ مغلظ واقع ہوگئی کہ قاعدہ ہے الجواب یتضمن اعادۃ فی السوال ، (بحر ج ۳ ص ۲۴۶، اشباہ ص ۱۷۱) اور اگر صرف طلاق کا ہی پروپیگنڈہ تھا یا ان دو شخصوں نے اس پروپیگنڈہ والی طلاق کا صراحۃً یا اشارۃً تذکرہ ہی نہ کیا بلکہ اپنی طرف سے ہی یہی لفظ کہے جو سوال میں مذکور ہیں تو ایک طلاقِ رجعی واقع ہوئی۔

دوسرے پہلو کے جوابات ایک تمہید پر موقوف ہیں جو مبسوط، خانیہ، غرر، درر، تنویر، در، شامی، ہندیہ، بدائع صنائع، مجمع الانہر، در المنتقی، بحر الرائق، تبیین الحقائق، جوہرہ نیرہ وغیرہا معتبرات مذہب سے ماخوذ ہے، وہ یہ کہ کسی کو ڈرا دھمکا کر اس کی مرضی کے خلاف کام کرنے کا مطالبہ کرنا مخصوص شرائط پائے جانے کی صورت میں شرعاً اکراہ کہلاتا ہے اور ڈرانا دھمکانا عام ہے کہ بالفعل ہو یا دلالۃً، بایں طور کہ ایسا شخص مطالبہ کرے جس کے متعلق واضح ہو کہ اگر کام نہ کیا، قتل یا قید وغیرہ سے سخت ستائے گا، مطالبہ کرنے والے کو مُکرِہ اور جس سے مطالبہ کیا جائے اسے مُکرَہ کہا جاتا ہے اور اکراہ دو قسم پر ہے

۱ اکراہِ تام یا ملجی، جس میں قتل یا تلفِ عضو کی دھمکی ہو

۲ اکراہِ ناقص یا غیر ملجی، جیسے قید و بند اور مار پٹائی کی دھمکی،

اکراہ کے شرائط یہ ہیں :۔

۱۔ مکرِہ جس چیز کی دھمکی دے اس پر عملاً بھی قادر ہو۔

۲۔ مکرَہ کا غالب گمان یہ ہو کہ اگر مطالبہ پورا نہ کروں تو مکرِہ اپنی دھمکی کو عملی حقیقت بنا دے گا۔

۳۔ جس چیز کی دھمکی دی جائے اس سے جان یا کوئی عضو ضائع ہوتا ہو یا ایسا غم پیدا ہوتا ہو جو اس کام کے متعلق خوشی اور رضامندی ختم کر دے اور اس میں لوگ اپنے طبائع اور احوال کے لحاظ سے مختلف ہیں، شریف اور ذی جاہ خفیف سی قید و بند اور ضرب بلکہ سخت کلامی بھی برداشت نہیں کر سکتے اور ذلیل و رذیل

Marfat.com

کے لئے یہ کوئی چیز نہیں بلکہ شدید ضرب اور طویل قید و بند سے ہی متاثر ہوتا ہے۔

۴۔ مکرہ اپنے طور پر وہ کام کرنا نہ چاہتا ہو۔

اس تمہید کے بعد جوابات مندرجہ ذیل ہیں :-

۳۔ اگر زد و کوب کا اندیشہ تمہیدی وضاحت کے مطابق پایا گیا تو اکراہ پایا گیا ورنہ نہیں۔

۴۔ اکراہ کے دونوں قسم تحریری طلاق کے وقوع میں نہیں بلکہ عدم وقوع میں معتبر ہیں کیونکہ جزئیہ ہندیہ میں جس کا سائل نے بھی ذکر کیا ہے اور بکثرت معتبرات مذہب موجود ہیں اکراہ بالجبر والحبس کا ذکر ہے جو غیر ملجی ہے اور جب غیر ملجی معتبر ہے تو ملجی بطریق اولیٰ معتبر ہوگا وذا اظہر من ان یظہر، فتاوی ہندیہ ج ۳ ص ۵۹۸ میں اقرار طلاق وغیرہ کے متعلق ہے والاکراہ بالحبس والقتل فی ھذا سواء حالانکہ اکراہ بالحبس غیر ملجی اور بالقتل ملجی ہے۔

۵۔ اس کا جواب تفصیل تمہید سے ہی واضح ہے۔

۶۔ اس ضرب وحبس سے وہی ضرب وحبس مراد ہیں جو موجب اکراہ ہیں اور اختلاف اشخاص سے مختلف ہیں کما مر۔

۷۔ اگر معمولی ضرب وحبس شخص متعلق کے حق میں اکراہ ہیں تو طلاق واقع نہ ہوگی ورنہ واقع ہو جائے گی۔

۲۷۱۔ اگر نیاز احمد مکرہ تھا تو کوئی طلاق بھی واقع نہیں ہوئی اور اگر مکرہ نہیں تھا تو پھر بھی ظاہر یہی ہے کہ واقع نہیں ہوئی کہ تحریر خود اس کی نہیں اور نہ ہی اس نے لکھائی ہے اور نہ ہی پڑھی سنی ہے، صرف دستخط کئے جو خوشی سے ہرگز نہیں تو وہ بھی طلاق نہیں بن سکتے، قلم زبان کا ترجمان ہے تو جس طرح الفاظ طلاق وہی ہیں جو اپنی زبان سے کہے جائیں یا دوسرے کو وکیل بنا کر کہلائے جائیں اور بلاوجہ دوسرے کی زبان سے کوئی لفظ بھی طلاق نہیں بن سکتا، یونہی دوسرے کے قلم سے بھی نہیں اور جس طرح کہ اپنا نام بول دینا طلاق نہیں یونہی دستخط کر دینا بھی طلاق نہیں جبکہ بطور تصدیق تحریر

Marfat.com

طلاق واقرار نہ ہوں اور یہاں یہی ظاہر کہ کوئی تصدیقی واقراری لفظ نہیں لکھا اور یونہی نیت تصدیق واقرار کا منتفی ہونا بھی روزِ روشن کی طرح روشن ہے تو یہ یوں ہوا جیسے زبان سے نیاز احمد کہہ دیا حالانکہ یہ طلاق نہیں تو وہ بھی نہیں کہ قلم ترجمانِ زبان ہے۔ یہ حقیقت چمکتے ہوئے سورج سے بھی زیادہ واضح ہے، مبسوط ج ۶ ص ۱۴۳ میں ہے

والاصل ان البیان بالکتاب بمنزلۃ البیان باللسان

فتاوٰی قاضی خان ص ۲۱۹، خلاصۃ الفتاوٰی ج ۲ ص ۹۱، فتح القدیر ج ۳ ص ۴۰۴، بحر الرائق ج ۳ ص ۲۴۶، شامی ج ۲ ص ۵۷۹ وغیرہا میں بالفاظِ متقاربہ ہے والنظر من الخانیۃ ان الکتابۃ اقیمت مقام العبارۃ باعتبار الحاجۃ ولاحاجۃ ھٰھنا۔ نیز ہندیہ ج ۲ ص ۶۴، شامی ج ۲ ص ۵۸۹ میں ہے وکذلک کل کتاب لم یکتبہ بخطہ ولم یملہ بنفسہ لا یقع بہ الطلاق اذا لم یقر انہ کتابہ کذا فی المحیط۔

بہر حال بادلِ نخواستہ ایسی حالت میں صرف دستخط کر دینے جبکہ قرائنِ ظاہرہ سے واضح ہو رہا ہو کہ عبارتِ مندرجہ بالا کی تصدیق مطلوب و مراد نہیں، کسی صورت بھی طلاق نہیں بن سکتے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ وآلہٖ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۳ صفر المظفر ۱۳۸۴ھ ۲۵ ۶/۶۴

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

Marfat.com

میں مسمی علی شیر ولد رحمت علی قوم سیانہ نے معمولی گھریلو جھگڑے کی بنا پر اپنی منکوحہ مسماۃ ست بھرائی کو جو کہ دو روز قبل اپنے میکے چلی گئی تھی ایک تنبیہی پیغام بھیجا جس میں دھمکی کے طور پر یہ الفاظ درج کئے کہ اگر تم واپس گھر آنے کو تیار نہیں ہو میں تم کو سہ بار طلاق دیتا ہوں۔ اس پیغام کو اب تقریباً تیرہ یا چودہ دن گزر چکے ہیں، اب میں خود اور مسماۃ مذکورہ دونوں اپنے کئے پر پشیمان ہیں اور ایک سال شیر خورد ماں کی عدم موجودگی سے بالکل کس مپرسی کی حالت میں ہے۔ برائے نوازش کوئی صحیح اور شرعی جواز عطا فرمایا جاوے جبکہ میں خود اپنے کئے پر پشیمان ہوں۔

مسکہ مسمی علی شیر ولد رحمت علی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر مسماۃ ست بھرائی اس وقت گھر واپس آنے کو تیار تھی تو طلاق واقع نہیں ہوئی اور اگر اس وقت تیار نہ تھی تو تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں کیونکہ "اگر" کلمہ شرط ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحٰبہ وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ بانی ومہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

۲۷-۹-۷۱

الاستفتاء

عبد الجبار، عبد الستار پسران قائم دین دو سگے بھائی ہیں، دونوں بھائیوں نے

Marfat.com

ایک دوسرے کو رشتے دئے ہوئے ہیں، جھگڑے اور رنج میں عبدالستار نے اپنے بڑے بھائی عبدالجبار سے کہا کہ اگر میں تمہیں رشتہ دوں یا تجھ سے رشتہ لوں تو میں اپنی بیوی کو طلاق دوں، یہ صرف ایک دفعہ کہا گیا ہے۔

دونوں بھائیوں کی صلح ہے، عبدالستار اور اس کی بیوی دونوں رشتہ دینا چاہتے ہیں، احکام شریعت اس سلسلے میں کیا رہنمائی فرماتے ہیں؟ فتویٰ صادر فرماکر ممنون فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

صلح اور بھائیوں کا آپس میں رشتے کرنا بہترین کام ہے، بڑی خوشی سے لے دے لیں تو اس کہنے کے سبب عبدالستار کی بیوی پر ایک طلاق رجعی پڑے گی جس سے فوراً رجوع کرلیں تو معاملہ درست ہی درست ہے، قرآنِ کریم میں ہے والصلح خیر (پ۵ ع۱۶)، نیز فرمایا وبعولتھن احق بردھن فی ذٰلک ان ارادوا اصلاحا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعظم وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۱ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ

۱۲ / ۴ / ۷۹

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو مخاطب کرکے یہ کہا کہ کیا تو یہ چاہتی ہے کہ میں تجھے طلاق دے دوں؟ اس کی بیوی نے کہا کہ ہاں، تو زید نے کہا کہ اگر تو میری بیوی ہے تو ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، تو اٹھ جا اور میرے پاس سے چلی جا۔

اب زید قسم کھا کر یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی ہے، ایسی صورت میں اگر زید اپنی بیوی کو رکھے تو زید اور اس کی بیوی گنہگار ہوں گے یا نہیں؟

بعض اصحاب یہ کہتے ہیں کہ طلاق کی اضافت زید کی بیوی کی طرف نہیں ہے، اس لئے طلاق نہیں ہوئی اور بعض دیگر اصحاب یہ کہتے ہیں کہ زید نے طلاق کے الفاظ سے پہلے دو مرتبہ اپنی بیوی سے خطاب کیا ہے اور طلاق کے الفاظ کے بعد بھی دو مرتبہ اس نے اپنی بیوی سے خطاب کیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ زید نے اپنی بیوی ہی کو طلاق دی ہے اس لئے زید پر اس کی بیوی حرام ہو چکی ہے، لہٰذا آپ سے گذارش ہے کہ جواب باصواب حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں تاکہ اختلاف ختم ہو۔

منجانب مرسلہ: سید محمد ظفر شاہ صاحب (بمقام فیصل آباد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر زید کے عقل وحواس صحیح ہیں، جب یہ الفاظ کہے تو اس کی عورت پر طلاق مغلظ

Marfat.com

واقع ہو گی، رہا بعض کا فرمانا کہ بیوی کی طرف طلاق کی اضافت نہیں لہذا طلاق واقع نہیں ہوئی، تو یہ صحیح نہیں کیونکہ اضافتِ لفظیہ شرط نہیں بلکہ اضافتِ معنویہ ہی کافی ہے چنانچہ شامی ج ۲ ص ۵۹۰ میں (قوله لترك الاضافة) ای المعنوية فانها الشرط والخطاب من الاضافة المعنوية نیز اسی صفحہ میں ہے ولا یلزم کون الاضافة صریحة فی کلامه، اور اس عبارت سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اس طلاق سے مراد وہی طلاق تیرے اوپر ہے، سیاق وسباق سے بھی واضح ہے[1] عالمگیری کے جزئیہ ۱ میں سیاق وسباق نہیں اور ۲ میں سکران کی بابت ہے تو اس پر اس عبارت کو کیوں قیاس کیا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۹ صفر المظفر ۱۴۰۰ھ

---

[1] سائل نے عالمگیری اور شامی کی دو عبارتیں تحریر کر کے بھیجی تھیں یہ جملہ اس کے جواب میں تحریر کیا گیا۔ ۱۲ (مرتب)

Marfat.com

حلالہ

Marfat.com

باب الحلالہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں صورت کہ ایک شخص اپنی عورت مدخول بہا (یعنی جسے بساتا رہا) کو مجلس میں روبرو گواہاں شرعی کے ان لفظوں سے طلاق دی کہ میں نے اپنی عورت کو طلاق دی، میں نے اپنی عورت کو طلاق دی، میں نے اپنی عورت کو طلاق دی۔ اس نے اپنی عورت معینہ کے حق میں یہ لفظ تین بار کہے آیا یہ طلاق مکمل آچکی یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب نے فتویٰ دیا کہ ایک بار طلاق نامہ کاغذ پر لکھنے سے طلاق عائد نہیں ہوتی، طلاق دینے والا ساٹھ روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو چاول کھلائے۔ آیا یہ فتویٰ اس کا صحیح ہے یا غلط؟ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

بلاشک وشبہ وریب صورتِ مذکورہ بالا میں طلاق مکمل واقع ہو چکی اور طلاق

Marfat.com

بھی مغلظہ، کہ بدون تحلیل شرعی شوہر طلاق دینے والے پر ہرگز ہرگز حلال نہیں ہو سکتی، قرآن کریم کا فتویٰ ہے فان طلقها فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ یعنی اگر تیسری طلاق اسے دے تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے (پ۲ ع ۱۳)

سنن ابن ماجہ مطبوعہ ص ۱۴۷ باب من طلق ثلاثا فی مجلس واحد میں ہے فاطمہ بنت قیس سے کہ مجھے میرے خاوند نے تین طلاقیں دیں جب وہ یمن جارہا تھا فاجاز ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معتبر رکھا۔ صحیح مسلم، مطبوعہ علیمی دہلی ج ۱ ص ۴۷۸ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی فتویٰ دیا فامضاہ علیہم۔ موطا امام مالک مطبوعہ جید برقی پریس دہلی مع الشرحین ج ۲ ص ۴۶، ۴۷ میں ہے کہ اگر ایک لفظ سے تین طلاقیں دے یا زیادہ تو تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، اس پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما و عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتویٰ نقل فرمائے اور ص ۴۷، ۴۸ میں عبداللہ بن عباس و ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے فتوے ہیں کہ جو شخص دخول سے قبل تین طلاقیں دے تو طلاقیں مغلظہ طور پر واقع ہو جاتی ہیں اور ایسے ہی یہ فتویٰ مذکورہ بالا حضرات سے امام طحاوی شرح معانی الآثار مطبوعہ جید برقی پریس دہلی ص ۳۳، ۳۴ پر نقل فرماتے ہیں اور ایسے ہی تمام اسفار مذہب مہذب حنفیہ کے متون و شروح و فتاویٰ میں مشروح مصرح ہے کہ اگر ایک لفظ سے تین طلاقیں دے اگرچہ عورت غیر مدخول بہا ہو، تب بھی طلاق مغلظہ واقع ہو جاتی ہے، تو جب ایک لفظ سے غیر مدخول بہا تک کو طلاق مغلظہ کامل طور پر واقع ہو جاتی ہے تو مدخول بہا کو تین متفرق لفظوں سے طلاق مغلظہ کیونکر واقع نہ ہو، اس پر قرآن کریم کا فتویٰ سن چکے، حدیث شریف سے معلوم ہو چکا، فتویٰ حضرت فاروق اعظم مرقوم ہوا، نیز یہ فتویٰ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۲

Marfat.com

پر نقل فرمایا اور یہ فرمایا کہ صحابہ کرام نے اسے تسلیم کیا تو یہ حکم اجماعًا ثابت ہوا۔

امام محی السنہ نووی شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۷۸ میں فرماتے ہیں قال الشافعی و مالک و ابوحنیفۃ و احمد و جماھیر العلماء من السلف والخلف علیہم الرحمۃ یقع الثلاث۔ شامی ج ۲ ص ۵۷۶، ۵۷۷ (مطبوعہ استنبول)، بحر الرائق (مطبوعہ مصر) ج ۳ ص ۲۳۹ و ۲۴۰، ہدایہ (مطبع محمدی) ج ۲ ص ۳۲۵، فتح القدیر (مطبوعہ مصر) ج ۳ ص ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، فتاویٰ عالمگیری (مطبع مجیدی) ص ۴۶ میں تفصیلًا مشرح ہے۔ فتح القدیر ص ۳۳۰ کے یہ لفظ ہیں وذھب جمھور الصحابۃ والتابعین و من بعدھم من ائمۃ المسلمین الی انہ یقع الثلاث یعنی جمہور صحابہ کرام و تابعین عظام اور تمام امامان مسلمین کا یہی مذہب ہے کہ تین طلاقیں پڑ جاتی ہیں، پس آفتاب نیمروز و ماہ نیم ماہ کی طرح واضح طور پر ثابت ہو چکا کہ قرآن کریم و احادیث شریفہ و کتب مذہب مہذب حنفیہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ایسی صورت میں طلاق مغلظ واقع ہو جاتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

اور اس مفتی کا فتویٰ فتویٰ نہیں بلکہ فتنہ ہے اور دل سے شرع مطہر پر افترا و اجترار ہے، اگر سچا ہے تو جیسے ہم نے ثبوت دیا وہ بھی ثبوت دے کہ کس آیت و حدیث اور کس کتاب فقہ میں یہ مذکور ہوا کہ یوں طلاق دینے والا ساٹھ روزے رکھے یا ساٹھ فقیروں کو چاول کھلائے اور یہ بیان اس کا مضحکہ خیز ہے کہ ایسے ایک بار طلاقنامہ کاغذ پر لکھنے سے طلاق عائد نہیں ہوتی، کیا تین بار کاغذ پر لکھنے سے طلاق عائد ہو گی یا کیا مطلب ہے؟ سوال تو یہ ہے کہ اس نے تین بار کہا تو اب لکھنے کی ایک بار بھی ضرورت نہیں، اس کے پاس اس کا کیا ثبوت ہے بلکہ فتاویٰ عالمگیری، شامی، بحر الرائق، فتح القدیر وغیرہ کتب مستندہ معتبرہ میں ہے کہ حسب دستور لکھنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے چہ جائیکہ زبان سے بھی کہے اور جب اس کے پاس ثبوت نہیں تو شرع مطہر پر جرأت کرنے اور غلط من گھڑت جھوٹے فتوے دینے سے توبہ کرے اور اپنی جہالت کا علاج کرے، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

Marfat.com

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک و

سلم مع التکریم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲ محرم الحرام ۱۳۶۳ھ

الاستفتاء

جناب فیض مآب حضرت مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب دام الطافکم واشفاقکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

معروض آنکہ زید نے پندرہ شوال ہندہ کو طلاق صریح ثلاثہ دے کر فارغ کر دیا، ہندہ کا نکاح بعد انقطاع حیض سوم وطہر چہارم میں بکر سے روبرو گواہاں نکاح کیا گیا اور اسی یوم دخولِ صحیح کے بعد بکر نے ہندہ کو طلاقِ ثلاثہ کہہ کر فارغ کر دیا اور دوسری عدت گزرنے کے بعد ۲۸ صفر المظفر کو ہندہ کا زید سے نکاح کیا گیا ہے، ان تاریخوں میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں ہے۔

(السائل) محمد فاضل ۲۹/۲/۴۴

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر حقیقتِ واقعیہ یہی ہے کہ طلاقِ اول کی عدت حیض ثلاثہ تمام ہونے کے بعد

Marfat.com

بکر نے نکاحِ صحیح کے ساتھ دخول صحیح کر کے طلاق دی اور حیض ثلاثہ سے اس طلاق کی عدت پوری ہونے کے بعد زید نے نکاح کیا تو یہ نکاح شرعاً صحیح ہے اور مدتِ مندرجہ سوال میں چونکہ انقضائے عدتین کا احتمال ہے اور عورت اس کی مدعیہ اور زید تکذیب نہیں کرتا تو انقضائے عدتین کا انکار نہ کیا جائے گا اور حکم صحت نکاح مذکورہ دیا جائے گا، فتاوٰے عالمگیری (مجیدی) ج ۲ ص ۱۱۱، ہدایہ مع الفتح (مصر) ج ۴ ص ۳۸؛ تنویر الابصار و درالمختار و ردالمحتار (استنبول) ج ۲ ص ۷۴۶، ۷۴۷، کنز الدقائق مع بحر الرائق (مصر) ج ۴ ص ۵۹ میں ہے والنظم من الھندیۃ اذا طلقھا ثلاثا ثم قالت قد انقضت عدتی وتزوجت و دخل بی الزوج وطلقنی وانقضت عدتی والمدۃ تحتمل ذلک جاز للزوج ان یصدقھا اذا کان فی غالب ظنہ انہ صادقۃ کذا فی الھدایۃ۔ اور ایک عورت کی ادنیٰ مدتِ محتملہ من حیث الحیض عند الامام الھمام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا ساٹھ دن ہیں، فتاوٰی ہندیہ ج ۲ ص ۱۱۱، درالمختار، ردالمحتار ج ۲ ص ۷۴۶، ۷۴۷، فتح القدیر ج ۴ ص ۳۹، کفایہ ج ۴ ص ۳۹، عنایہ ج ۴ ص ۳۸، بحر الرائق ج ۴ ص ۵۹، فتاوٰی سراجیہ کشوری ص ۴۷ والنظم من السراجیۃ اقرت بانقضاء عدتھا بالحیض لم یصدق فی اقل من ستین یوما تو حسبِ تحریر محرر مذہب مہذب امام[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک سو بیس دن میں دونوں عدتیں ہو سکتی ہیں اور مدتِ مندرجہ سوال اس سے ازید ہے فبالطریق الاولیٰ، مبسوط سرخسی ج ۶ ص ۲۶ میں ہے قال ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان من الامانۃ ان تؤمن المرأۃ علی ما فی رحمھا واذا اخبرت بذلک وکان محتملا وجب قبول خبرھا من غیر بینۃ وان اتاھا الزوج حلفھا انتھٰی ومثلہ فی العنایۃ ج ۴ ص ۳۸ - بحر الرائق ج ۴ ص ۵۹ میں بدائع و کافی حاکم سے اور ردالمحتار ص ۷۴۷ ج ۲ میں بحر سے ہے مع زیادۃ الزین اشار

---

[1] ای ابن نجیم صاحب البحر

Marfat.com

بہ۔ الی ان عدالتها لیست شرطا ولهذا قال فی البدائع و کافی الحاکم وغیرهما لا بأس ان یصدقها ان کانت ثقة عنده او وقع فی قلبه صدقها۔ اور نکاح بشرطِ تحلیل اگرچہ مکروہ تحریمہ ہے مگر مفیدِ حلت ہے، فتاوٰی عالمگیر ج۲ ص ۱۱۱، تنویر الابصار و در المختار و رد المحتار ج۲ ص ۷۴۳، بحر الرائق ج۴ ص ۵۸، مبسوط سرخسی ج۶ ص ۱۰، ہدایہ، فتح القدیر وغیرہا میں ہے والنظم من المبسوط فان شرط ان یحللها للاول فعند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ الجواب کذلك ویکره هذا الشرط۔ اور ایسے ہی جس طہر میں وطی ہوئی طلاق دینی اور ایک طہر میں تین طلاقیں تمام سخت مکروہ ہیں، ان سے احتیاط چاہیے تھا مگر نکاحِ زید بشروطِ مذکورہ ضرور بلاشبہہ صحیح ہے۔

واللّٰه تعالیٰ اعلم وصلی اللّٰه تعالیٰ علی حبیبه و اٰله و صحبه و بارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۵، ربیع الاول ۶۳ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک پرچہ کاغذ پر لکھا کہ میں نے اپنی منکوحہ فلانہ بنت فلانہ کو طلاق دی ہے اور تین روز طلاق کا لفظ تحریر کیا مگر زبان سے نہیں کہا، اس کا ارادہ یہ تھا کہ اگر نزاع چھوڑ دیں تو کاغذ مذکورہ تحریر شدہ پھاڑ دوں گا، پھر نزاع ختم نہ ہوا، پھر اس نے اپنی عورت کو کہا کہ میں تجھے

Marfat.com

کاغذ دینے کو تیار ہوں، اس نے کہا تمہاری مرضی، میں کیا کروں، پھر اس مرد نے اپنی عورت سے کہا کر لے یہ کاغذ تجھ کو تین طلاق دفعۃً معاً کہدیا اور چلا گیا۔ اب آیا یہ طلاق رجعی ہے یا بائن یا مغلظہ ثلاثہ مفصل طور پر فتویٰ تحریر فرمادیں۔ بینوا توجروا۔

فقیر عبدالرحمٰن بقلم خود از حویلی ٦ رجب ١٣٦٤ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

بلاشک وشبہہ وریب باجماع ائمہ افتاء تینوں طلاقیں واقع ہو چکیں اور مغلظہ بتطلیقات ثلاثہ کا نکاح بلا تحلیل نہیں ہو سکتا، فتاوٰی عالمگیر ج ٢ ص ١١١ میں ہے وان کان الطلاق ثلاثا فی الحرۃ وثنتین فی الامۃ لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ نکاحا صحیحا ویدخل بہا ثم یطلقہا او یموت عنہا کذا فی الھدایۃ، شامی ج ٢ ص ٥٧٦ میں ہے ذھب جمہور الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم من ائمۃ المسلمین الی انہ یقع الثلاث۔

واللہ ورسولہ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ الاعظم وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم فی کل غداۃ وعشی۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں صورت کہ مسمی عمرالدین نے

Marfat.com

اپنی بیوی مسماۃ راج بی بی کو باقاعدہ طلاق نامہ اشٹام لکھ کر دے دیا ہے جس میں مندرجہ ذیل
کلمات درج ہیں، میں رضامندی خود بہ قائمی ہوش و حواس ثبات عقل کے مسماۃ مذکورہ کو
بموجب شرع محمدی برسی طلاق نامہ روبرو گواہان کے طلاق ۱ و طلاق ۲ و طلاق ۳ دیتا ہوں
اور لکھ دیتا ہوں کہ مسماۃ مذکورہ جہاں چاہے اپنا گزارہ کرے، خواہ وہ خاوند کرے یا
یونہی بیٹھ کر اپنی زندگی بسر کرے، میرا اس کے ساتھ کوئی تعلق واسطہ نہیں رہا، مظہر اب
کی تاریخ روبرو گواہان حاشیہ کے مسماۃ مذکورہ کے ساتھ قطع تعلق کر لیا ہے اور اس کو اپنے
جسم سے حرام کر کے چھوڑ دیا ہے، آیا طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ مسمی عمر الدین نے
اشٹام طلاق نامہ مذکورہ مسماۃ مذکورہ کو دے دیا اور وہ اپنے باپ کے گھر رہتی ہے
مگر تین ماہ کے بعد کسی بہانہ سے اشٹام مسماۃ مذکورہ سے لیکر دھروں کے بیچ سوراخ کر دیا
اور پشت پر لکھ دیا منسوخ کیا گیا تو کیا تین طلاقیں دے کر بعد میں منسوخ کی جا سکتی ہیں اور
مسماۃ مذکورہ مدخول بہا ہے، بینوا توجروا۔

سائل: مستری خیر الدین والد مسماۃ مذکورہ از کنگن پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

بلا شک و شبہہ و گنجائش ریب تین طلاقیں وارد ہوگئیں اور مسماۃ مذکورہ حرمت
مغلظہ سے حرام ہوگئی اور بدون تحلیل و تجدید نکاح کے خاوند اول پر حلال نہیں ہو سکتی جمہور
علمائے کرام و ائمہ عظام و صحابہ فخام کا یہی فتویٰ ہے بلکہ خود حضور پرنور سید عالم صلی اللہ
علیہ وسلم بلکہ خود حضرت رب العالمین جل جلالہ و عم نوالہ کا یہی فتویٰ ہے۔ تصریحات علمائے کرام
ائمہ کرام اس قدر بکثرت ہیں کہ احصار متعذر و مشکل ہے لہذا صرف ایک تصریح پر ہی اکتفاء

Marfat.com

کیا جاتا ہے۔

علامہ محی السنہ نووی علیہ الرحمہ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں ج۱ ص ۴۷۸ قال الشافعی ومالک وابو حنیفۃ واحمد وجماھیر العلماء من السلف والخلف یقع الثلاث۔ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ مبارک سنن ابو داؤد ج۱ ص ۲۹۹، وسنن بیہقی ج۷ ص ۳۳۷ و ۳۳۸ میں آٹھ اسنادوں سے ہے جن کا خلاصہ خود ابوداؤد اور بیہقی نے یہ ذکر فرمایا والنظم للبیہقی کلھم عن ابن عباس انہ اجاز الطلاق الثلاث یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اکٹھی تین طلاقوں کو جائز رکھا اور ان کے واقع ہونے کا حکم دیا اور ایسے ہی مؤطا امام مالک نے ج۲ ص ۴۶ مع الشرح اور کتاب الآثار امام محمد علیہ الرحمہ ص ۱۶۵، جامع المسانید امام اعظم علیہ الرحمہ ج۲ ص ۱۴۸ میں ہے ایک ایک اسناد سے حضرت سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا فتویٰ مبارکہ کی چار حدیثیں کنز العمال ج۵ ص ۱۵۸ اور ایک ج۵ ص ۱۶۲ اور پانچ حدیثیں ج۵ ص ۱۷۰، یہ دس حدیثیں شیر خدا کی ہم معنی ہیں، ان میں سے ایک کے کلمات یہ ہیں اذا طلق الرجل امرأتہ ثلاثا فی مجلس واحد فقد بانت منہ لاتحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ اور سنن بیہقی ج۷ ص ۳۳۴ میں ایک حدیث اور ص ۳۳۵ میں دو اور ص ۳۳۶ میں ایک اور ج۷ ص ۳۳۴ میں ایک حدیث حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ مبارکہ کنز العمال ج۵ ص ۱۶۳ نیز ج۵ ص ۱۷۰، سنن بیہقی ج۷ ص ۳۳۴ والنظم من البیہقی قال عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی الرجل یطلق امرأتہ ثلاثا قبل ان یدخل بہا قال ھی ثلاث لاتحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ، نیز حضرت فاروق اعظم کا یہ فتویٰ مبارکہ صحیح مسلم ج۱ ص ۴۷۸، سنن ابی داؤد ج۱ ص ۲۹۹، شرح معانی الآثار ج۲ ص ۳۲، سنن بیہقی ج۷ ص ۳۳۶ میں مروی ہے اور اس حدیث کے صدر سے جو اشتباہ و توہم ہوتا ہے، اس کا شافی و کافی جواب اور ازالہ ارتیاب سنن ابی داؤد سے متبین اور سنن بیہقی میں تفصیلا متبین و مبرہن اور ایسے ہی شرح معانی الآثار و شرح صحیح مسلم وغیرہا

Marfat.com

میں محقق طور پر مفصل۔ حضرتِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتویٰ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۳۵ نیز ج ۷ ص ۳۳۶ میں ہے ان رجلا سأل ابن عمر فقال طلقت امرأتی ثلاثا وھی حائض فقال عصیت ربك وفارقت امرأتك۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا فتویٰ مبارکہ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۳۵، شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۳ و ۳۴ تین تین حدیثیں ہیں والنظم للطحاوی عن عبداللہ بن مسعود قال فی الرجل یطلق البکر ثلاثا انها لا تحل حتی تنکح زوجا غیره۔

حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہم کا فتویٰ شریفہ: موطا امام مالک ج ۲ ص ۲۷، ۲۸ شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۴، سنن بیہقی ص ۳۳۵ میں تین تین حدیثیں ہیں اور موطا امام مالک ج ۲ ص ۴۷ میں ایک حدیث ہے، نیز ان دونوں حضرات کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر کی معیت بھی، شرح معانی الآثار ص ۳۳ میں ہے ان رجلا سأل ابن عباس وابا هريرة وابن عمر عن طلاق البکر ثلاثا وهو معهم فکلهم قالوا حرمت علیك۔ حضرتِ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی فرمان ہے۔ سنن بیہقی ص ۳۳۶ میں ہے سأل رجل المغيرة بن شعبة وانا شاهد عن رجل طلق امرأته مائة قال ثلاث تحرم وسبع وتسعون فضل

نیز حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لا تحل حتی تنکح زوجا غیره

حضرتِ عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دو حدیثیں مرفوع، کنز العمال ج ۵ ص ۱۵۶ میں ہیں کہ حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ کو ہزار طلاقیں دیں، جواب میں ارشاد فرمایا اور یہ فتویٰ دیا ان اباکم لم یتق الله فیجعل له من امره مخرجا بانت منه بثلاث علی غیر السنة وتسع مائة وسبع وتسعون اثم فی عنقه۔

احادیثِ مذکورہ سے شمس و امس کی طرح واضح و نمایاں ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں مسماۃ مذکورہ تین طلاقوں سے مطلقہ مغلظہ ہو کر حرام ہو گئی، بدون تحلیل زوجِ اول پر حلال

Marfat.com

نہیں ہوسکتی اور قرآن کریم کا بھی یہی فیصلہ ہے، ارشاد ہوتا ہے الطلاق مرتٰن یعنی ایسی طلاق جس کے بعد رجوع ہوسکتا ہے، دو ہیں اور مسمی عمرالدین نے تین سے بھی زیادہ طلاقیں دیں جیسے سوال سے پُر ظاہر ہے تو زیادہ لغو اور تین واقع ہوگئیں اب رجوع کا حق نہ رہا، نیز ارشاد ہوتا ہے فامساک بمعروف او تسریح باحسان یعنی دو طلاقوں کے بعد یا معروف سے ٹھہرانا ہے یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا اور اس نے دو طلاقوں کے بعد تیسری طلاق دی اور تصریح کی کہ حرام کرکے چھوڑ دیا ہے تو اب اس کا حق کیسے ہوسکتا ہے؟ نیز قرآنِ کریم میں بالتصریح موجود ہے فان طلقها فلا تحل له... حتی تنکح زوجا غیره کا یعنی اگر تیسری طلاق دیدے تو عورت اس کے لئے حلال نہیں ہوتی اس حد تک کہ کسی اور سے نکاح کرے۔ اور اس نے طلاق ۳ واقع کردی تو اس پر حلال بدون تحلیل نہیں ہوسکتی، یہ قرآن کریم کا اور احادیثِ شریفہ کا متفقہ فیصلہ اور فتویٰ ہے، روئے زمین کی تمام شیطانی طاقتیں اپنے پورے پورے انتظام سے مقابلہ کریں اور چاہیں کہ اس فیصلہ کو اٹھا یا بدلا ڈالیں تو قطعاً یقیناً یہ نہ بدل سکتا ہے، نہ اٹھ سکتا ہے تو بیچارے عمرالدین کی کیا حقیقت کہ اٹھا سکے، صرف سوراخ ہی نہیں بلکہ اشتام کو پھاڑ دے یا جلادے، دریا برد کردے تب بھی کچھ نہیں ہوسکتا، حضرتِ رب العٰلمین کا فرمانِ مبین ہے وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللّٰه ورسوله امرا ان یکون لهم الخیرة من امرهم ومن یعص اللّٰه ورسوله فقد ضل ضلالا مبینا۔ حاۓ

ترجمہ یہ کہ جب اللّٰہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ فرمادیں تو کسی ایماندار مرد اور ایماندار عورت کو اپنے کام کا کچھ اختیار نہیں رہتا اور جو اللّٰہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو ضرور گمراہ ہوا، گمراہ ہونا ظاہر۔

پس صاف طور پر ثابت ہوا کہ مسماۃ راج بی بی باقاعدہ مسمی عمرالدین پر حرام ہے۔

Marfat.com

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاکرم الاعظم وکل اصحابہ وآلہ المکرم وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ مسمی جمیل اپنی عورت کو دو بائن طلاق دیتا ہے اور تقریباً آٹھ ماہ کے بعد عورت اور مرد کا اتفاق ہو جاتا ہے اور اتفاق ہونے کے بعد نکاح کر لیتے ہیں اور ان کے نکاح میں لوگ کچھ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ نکاح جائز نہیں ہے، آیا ان کا نکاح بحکمِ شریعت جائز ہے یا نہیں؟ کیا حلالہ کی ضرورت تو نہیں؟

سائل مولوی فضل حق صاحب از رنسپ آباد ، مؤرخہ ۱۲ ذی الحجۃ المبارکہ ۸۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

صورتِ مذکورہ بالا میں بلاشک وشبہ نکاح جائز ہے، حلالہ کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ صرف تین طلاقوں سے لازم ہوسکتا ہے اور یہ صرف دو طلاقوں سے مطلقہ ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۱۱ میں ہے اذا کان الطلاق بائنا دون الثلاث فلہ ان یتزوجھا فی العدۃ و بعد انقضائھا بلکہ جب

Marfat.com

عورت مرد دونوں اتفاق سے نکاح کرنا چاہتے ہوں تو ایسے نکاح سے روکنے والا سخت گنہگار، موردِ غضب جبار، سزاوارِ عذاب نار ہو جاتا ہے، اس پر لازم ہے کہ فوراً توبہ کرے، قرآنِ مجید میں صاف صاف فرمایا واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن ان ینکحن ازواجهن اذا تراضوا بینهم بالمعروف الآیۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

جنابِ عالی

علمائے دین کیا فرماتے ہیں کہ زید نے اپنی عورت منکوحہ غیر مدخولہ کو روبرو گواہوں کے سہ بار طلاق دے دی کہ تجھے طلاق، تجھے طلاق، تجھے طلاق، اگر وہ دوبارہ نکاح اس عورت سے کرنا چاہے تو کر سکتا ہے یا نہیں؟ مہربانی فرما کر فتوےٰ دے کر مشکور فرمائیں عین نوازش ہوگی، اور دونوں کسی مکان اکیلے بھی نہیں ہوتے۔

۱۸ شوال ۱۳۷۳ھ

العبد امام مسجد چک نمبر ۸-۲۸/ل-۴

العبد: نمبردار چک نمبر ۸-۲۸/ل-۴

تحریر کنندہ: محمد حسین بقلم خود

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب

اللّٰهم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ سوال صحیح اور واقعی ہے تو دوبارہ نکاح جائز ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۶۰ فان فرق الطلاق بانت بالاولیٰ ولم تقع الثانیۃ والثالثۃ الخ یعنی اگر قبل دخول وخلوت الگ الگ کرکے طلاقیں دے تو پہلی کے ساتھ بائن ہو جاتی ہے اور دوسری اور تیسری طلاق نہیں پڑتی اور جب صرف ایک طلاق واقع ہوئی تو بلا اشبہہ نکاح جدید جائز ہوگا۔[1]

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۸ شوال المکرم ۱۳۷۳ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں اور اس کی عدت گذر گئی، بعد ازاں ایک اور مرد

---

[1] اور عدت بھی نہیں ۱۲

Marfat.com

سے اس عورت نے باقاعدہ نکاح کیا اور ہمبستری بھی ہوئی، پھر اس مرد نے بھی باقاعدہ گواہوں کے سامنے طلاق دے دی ہے اور اس کی عدت بھی گذر چکی ہے، تو آیا اس پہلے مرد کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

السائل : حاجی جمال الدین مہاجر از حویلی لکھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

بلا شک وشبہ اس پہلے طلاق دینے والے سے نکاح کر سکتی ہے، قرآن کریم میں ہے فلا تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ، پھر حدیث شریف سے بھی ثابت ہے اور اسی طرح تمام کتب فقہ حنفیہ وغیرہ میں مصرح ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا وحبیبنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

علمائے دین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں جناب مولانا صاحب! آپس میں دو فریق ہیں جنہوں نے آپس میں اپنی لڑکیوں کی شادی آپس میں ایک دوسرے کے رشتہ کیا تھا، عرصہ تقریباً ڈیڑھ سال کے بعد ان کا آپس میں جھگڑا ہو گیا جس کی بنا پر

Marfat.com

ہر دونوں فریقین اب ان لڑکیوں کو رجع کرنا چاہتے ہیں، ہم ان پڑھ ہیں ہمیں کچھ معلوم نہیں، ایک مولوی صاحب نے اس رجع کرنے کو درست بتا دیا ہے۔ اب اس مسئلہ کو صاف صاف مفصل جواب سے مطلع فرماؤ گے اور مہر لگا کر مشکور فرماؤ گے فقط والسلام۔

سائل نے زبانی بیان کیا کہ تین تین طلاقیں ہر ایک لڑکی کو دی گئی ہیں اور دونوں خاوندوں کے ساتھ باقاعدہ رہی ہیں۔

سائل ۔ مسمی وریام ولد نتھو قوم پڑہار از چک بیدی تحصیل پاکپتن شریف

۲۲ رجب ۱۳۷۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

جبکہ وہ دونوں لڑکیاں اپنے خاوندوں کی نزدیکی کر چکی ہیں اور خاوندوں نے تین تین طلاقیں دے دی ہیں تو رجوع نہیں ہو سکتا اور نہ ہی نکاح کر سکتے ہیں جبتک عدت گزار کرنے خاوندوں سے باقاعدہ نکاح و نزدیکی کے بعد طلاق حاصل کر کے عدت پوری نہ کر لیں پہلے خاوندوں کے لئے حلال نہیں ہیں کسی ناواقف مولوی صاحب کا کہنا حلال نہیں کر سکتا جبکہ قرآن کریم میں آگیا فلا تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ اور حدیث عسیلہ مشہور و معروف ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دوسرے صحابہ کرام کے فتوے آفتاب سے بھی زیادہ واضح، سنن بیہقی وغیرہ میں مسند و مذکور ہیں، پھر ائمہ کرام کے فتاوی متفقہ موجود ہیں، فتاوی عالمگیر ج ۲ ص ۱۱۱ میں ہے وان کان الطلاق ثلاثا فی الحرۃ و ثنتین فی الامۃ لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ نکاحا صحیحا و یدخل بھا ثم یطلقھا

Marfat.com

او يموت عنها كذا فى الهداية۔

والله تعالىٰ اعلم وصلى الله تعالىٰ على حبيبه و اٰله و صحبه وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۰ شعبان المعظم ۱۳۷۵ھ

الاستفتاء

بکر نے اپنی بیوی رشیدہ کو طلاق مغلظہ دی، بعدازیں مسمی چراغ دین کے ساتھ نکاح کیا بطور حلالہ کے اور بقول محلل اور شاہدین کے کہ جس روز نکاح ہوا اس یوم سے لے کر ۱۴ دن صرف حلالہ کا نکاح رہا، پھر طلاق لی گئی اور محلل قرآنِ مجید کو ہاتھ لگاکر حلفیہ بیان کرتا ہے کہ نکاح تو بجا رہا میں اس کے قریب بھی نہیں بیٹھا یعنی خلوتِ صحیحہ بھی بقول محلل ثابت نہیں اور شاہد کہتے ہیں اور عوام الناس بالحلف کہتے ہیں کہ محلل محلل کا نکاح کے ایام میں چالیس میل کا فاصلہ رہا مگر رشیدہ محلل کہتی ہے کہ میرے ساتھ چراغ محلل نے جماع کیا ہے۔ آیا بکر پر رشیدہ حلال ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً تحلیل کے لئے کئی دن یا ماہ یا سال، نکاح رہنا شرط نہیں بلکہ شرط یہ ہے کہ

Marfat.com

نکاحِ صحیح کے ساتھ صرف ایک مرتبہ مجامعت ہو جائے، خواہ دس منٹ کے بعد ہی طلاق ہو جائے، قرآنِ کریم نے فرمایا حتی تنکح زوجا غیرہ اور حدیثِ عسیلہ تو مشہور ہی ہے، شاہد اور عوام الناس رات اور دن کا چودہ دن کا پہرہ نہیں دیتے رہے ہوں گے اور نکاح کے بعد چالیس میل کا ظاہری فاصلہ بھی مضر نہیں، خصوصاً تیز رفتار ذرائعِ آمد و رفت کے دور میں، سال کی مسافت والا جزئیہ غربی و شرقیہ والا درالمختار، شامی، فتح القدیر وغیرہ میں موجود ہے۔ درالمختار کے لفظ یہ ہیں کتزوج المغربی بمشرقیۃ بینہما سنۃ فولدت لستۃ اشہر مذ تزوجہا لتصورہ کرامۃ او استخداما فتح۔ بہرحال شاہد و عوام الناس کا کہنا اثر انداز نہیں ہو سکتا، رہا چراغدین محلل کا انکار تو شرعاً وہ بھی معتبر نہیں کہ اس صورت میں عورت کا قول معتبر ہے بشرطیکہ زوجِ اول عورت کی تصدیق کرے اور سچا جانے، درالمختار شامی ج ۲ ص ۷۴۶، فتاوی ہندیہ ج ۲ ص ۱۱۱، بحر الرائق ج ۴ ص ۵۹، فتح القدیر ج ۴ ص ۳۸ میں بالفاظِ متقاربہ ہے والنظم من الفتح ولو قالت دخل بی الثانی والثانی منکر فالمعتبر قولہا کہ یہ امر معاملات یا دیانات سے ہے اور ان دونوں میں ایک کا قول مقبول ہے، ہدایہ وغیرہا میں ہے والنظم من الشامی ج ۲ ص ۷۴۷ لانہ اما من المعاملات لکون البضع متقوما عند الدخول او الدیانات لتعلق الحل بہ وقول الواحد مقبول فیہما، اور عنایہ شرح ہدایہ ج ۴ ص ۳۸ میں ہے لانہا امینۃ اخبرت بما ہو محتمل فوجب قبول قولہا، حتی کہ عورت کی عدالت بھی شرط نہیں، شامی ج ۲ ص ۷۴۷ میں ہے (قولہ ان غلب علی ظنہ صدقہا) اشار بہ الی ان عدالتہا لیست شرطا ولہذا قال فی البدائع وکافی الحکم وغیرہما لا بأس ان یصدقہا ان کانت ثقۃ عندہ او وقع فی قلبہ صدقہا اور خصوصاً اس صورت میں تو چراغدین متہم بھی ہے کہ سوال میں ہے "طلاق لی گئی" جس کا معنی یہ ہے کہ مجبوراً اسے طلاق دینی پڑی لہذا وہ خوش نہیں تو بکر زوجِ اول اگر

Marfat.com

رشیدہ کو اچھا جانتا ہے اور اس کا کہا معتبر مانتا ہے کہ چراغدین جماع کر چکا ہے تو بکر پر رشیدہ کا نکاح حلال ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحٰبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۳ ذوالقعدہ ۷۷ھ

الاستفتاء

بیانات
محمد طفیل ولد میاں شاب دین، سلھوترہ سکنہ منٹگمری
عزیز بیگم دختر میاں اللہ دتہ سلھوترہ سکنہ منٹگمری

(۱) میں نے اپنی بیوی کو طلاق نامہ تین دفعہ ارسال کیا ہے۔

(۲) پہلی دفعہ بدست طالب حسین جس پر دو آنہ کے ٹکٹ چسپاں تھے، دوسری دفعہ بدست بھائی عزیز بیگم جو کہ دس روپے کے اسٹامپ پر لکھی ہوئی تھی، تیسری دفعہ بدستِ خود جس پر دو آنہ کے ٹکٹ چسپاں تھے۔

(۳) گواہ طلاقنامہ : ۱۔ اللہ دتہ ٹکر ہارا سکنہ منٹگمری۔
۲۔ دوسرا گواہ مجھے اس وقت یاد نہیں۔

(۴) میں نے ہوش وحواس ورضامندی سے طلاق دی ہے۔

(۵) وجہِ طلاق : ۱۔ لڑکا اور لڑکی آپس میں نکاح پڑھنے پر رضامند نہیں تھے لیکن یہ دونوں سگے بھائیوں کی اولاد ہیں، اسی وجہ سے ان کی دادی نے اپنے بیٹوں کو مجبور کر کے زبردستی ان کا نکاح کروا دیا۔

Marfat.com

۲۔ جب لڑکی کو گانا باندھا گیا تو لڑکی نے گانا توڑ دیا بلکہ کئی دفعہ باندھا گیا اور توڑا گیا اور لڑکا بھی بھاگتا رہا۔

۳۔ والدین لڑکے اور لڑکی نے زبردستی ان کا بیاہ کر دیا۔

۴۔ شادی ہونے سے پہلے لڑکی اور لڑکے کے درمیان حالات کی کشیدگی رہی اور ایک دوسرے کو فضول بکواس کرتے رہے۔ زبانی محمد طفیل۔

۵۔ عزیزہ بیگم قرآن مجید لے کر میرے سرہانے کھڑے ہو کر یہ کہتی تھی کہ تم میرے بھائی ہو اور میں تمہاری بہن ہوں لہذا مجھے طلاق دے دو، عزیزہ بیگم نے اپنی خودکشی کرنے کے لئے نازیبا حرکات کیں، مثلاً زہر ملی گیس، کلی چونہ، چوبارہ سے چھلانگ لگانے تک گئی۔

۶۔ مجھے یہ دھمکیاں دیتی تھی کہ میں خودکشی کر کے تم سب کو قید کرادوں گی۔

۷۔ عزیزہ بیگم کے حقیقی بھائی محمد اقبال، محمد اکرام نے بھی مجھے دھمکیاں دیں اور چاقو وغیرہ مجھے مارنے کے لئے دکھائے اور مجھے طلاق دینے پر مجبور کرتے رہے، پہلی رات لڑکے نے زبردستی بیوی سے محبت کی، طلاق کو تقریباً چھ سال کا عرصہ ہو گیا ہے، لڑکی اور لڑکا بدستور بیٹھے ہیں۔

۸۔ عزیزہ بیگم نے طلاق نامہ آگ میں جلا دیا ہے روبرو اپنی والدہ اور پھوپھی کے اور کوئی ثبوت اپنے پاس نہیں رکھا۔

۹۔ نکاح، حق مہر اسلامی طریقہ پر پڑھا گیا تھا۔

کیا مذکورہ بالا واقعات کے مدنظر طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

برائے فتویٰ یہ تمام بیانات، حالات یونین نے قلمبند کئے ہیں جو کہ تمام کمیٹی کے روبرو لئے گئے ہیں (اور بالکل قسمیہ درست ہے)

از طرف دی سلہوترہ یونین شیر گڑھ ضلع منٹگمری

۵۷۔ ۶۔ ۲ پاکستان

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب

اللهم اجعل لی النور والصواب

صورتِ مذکورہ میں طلاق یقیناً واقع ہوگئی تفصیل ذیل سے اگر پہلی تحریری طلاق کی عدت گزرنے پر دوسری تحریر ہوئی تو صرف ایک ہی ہوئی اور اگر دوسری تحریر پہلی کی عدت میں ہوئی اور تیسری بعداز عدت تو دو واقع ہوئیں اور اگر تیسری تحریر بھی عدت میں ہی ہوگئی تو تین طلاقیں واقع ہوئیں۔ بہرحال طلاق ضرور واقع ہوچکی اور نکاح ختم ہوچکا ہے، فتاوٰی عالمگیر ج ۲ ص ۶۳ میں ہے وان کانت مرسومۃ یقع الطلاق نوی اولم ینو، نیز ص ۵۰ میں ہے متی کرر لفظ الطلاق بحرف الواو او بغیر حرف الواو یتعدد الطلاق وان عنی بالثانی الاول لم یصدق فی القضاء، تو اگر ایک یا دو طلاقیں واقع ہوئی ہیں تو نئے سر سے نکاح کرسکتے ہیں اور اگر تین طلاقیں واقع ہوچکی ہیں تو نکاح بھی نہیں ہوسکتا ہاں اگر عزیز بیگم کسی دوسرے خاوند کے ساتھ صحیح طور پر نکاح کرے اور باقاعدہ ہم بستری کرنے کے بعد وہ نیا خاوند طلاق دے دے اور پھر عدت بھی گزر جائے تو محمد طفیل سے نکاح کرسکتی ہے، قرآنِ کریم میں ہے فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ و لحدیث العسیلۃ المشہورۃ۔

واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۸ ذی الحجہ ۷۶ھ

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی زوجہ کے ساتھ جھگڑتے جھگڑتے روبرو گواہاں کے کہتا ہے کہ تو میری ماں ہے اور بہن ہے اور میرے اوپر تو حرام ہے، میری طرف سے تجھے طلاق ہے ایک دفعہ نہیں بلکہ بے شمار دفعہ غصہ میں کہتا ہے، ایک ماہ کے بعد ایک آدمی کو اپنی بیوی کے پاس معافی کے لئے بھیجتا ہے مگر بیوی نے نہیں مانا، انکار کر دیا، اس کشمکش میں کسی مقدمہ کی وجہ تین سال قید ہو جاتا ہے، آتے ہی اس مسئلہ کی بابت تحقیق کیلئے سوال پیش کر رہا ہے مگر اب عورت بھی رضامند ہے کہ میں اپنے شوہر کے گھر آباد ہو جاؤں۔

تحریر کنندہ محمد اسحٰق از لدھیوال

نوٹ :

زوجہ مدخول بہا ہے اور اس واقعہ سے پہلے کافی مدت تک مرد کے گھر آباد رہی ہے۔

گواہ شد : اللہ بخش ولد مولوی عبد الحکیم سکنہ محل داخلی لدھیوال

گواہ شد : جہانہ چوکیدار سکنہ لدھیوال

گواہ شد : پیر بخش ولد محمد قوم ماچھی

محمد شریف بقلم خود از لدھیوال

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر سوال صحیح اور واقعی ہے تو زوجہ پر یکے بعد دیگرے تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں کہ جملہ "میرے اوپر تو حرام ہے" طلاقِ صریح ہے کما فی الشامیۃ والھندیۃ وغیرھما، پھر جملہ "میری طرف سے تجھے طلاق ہے" بھی صریح طلاق ہے، اور جب یہ جملہ ایک دفعہ نہیں بلکہ بے شمار دفعہ کہہ چکا ہے تو تین طلاقیں یقیناً واقع ہو گئیں اور جو تین سے زائد کہیں وہ لغو ہو گئیں۔ سنن بیہقی ج ۷، ص ۳۳۷ میں ہے کہ ایک شخص نے ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عرض کی کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاق دی ہے تو آپ نے فرمایا تأخذ ثلاثا وتدع تسعمائۃ وسبعۃ وتسعین۔ اور یونہی سو طلاق دینے والے کو بھی فرمایا اور یہ بھی فرمایا: عصیت ربك وبانت منك امرأتك، ان سب کا یہی حاصل کہ تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں تو بلا حلالہ ان کا نکاح اگرچہ عورت رضامند ہو، ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا، قرآنِ کریم میں ہے فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ (ترجمہ از شاہ رفیع الدین صاحب) "پس اگر (تیسری) طلاق دے اس کو پس نہیں حلال ہوتی واسطے اس کے پیچھے اس کے یہاں تک کہ نکاح کرے اور خصم سے سوائے اس کے"

باقی سائل نے غصہ کا ذکر کیا ہے تو واضح رہے کہ غصہ کی حالت مانع طلاق نہیں بلکہ عموماً غصہ کی حالت میں ہی طلاق دی جاتی ہے بلکہ ہمارے ائمہ و مشائخ عظام نے تو صاف صاف تصریح فرمائی کہ غصہ ارادۂ طلاق کی علامت ہے، بدائع

Marfat.com

بہمنائع ج ۳ ص ۱۰۲، ہدایہ ج ۲ ص ۳۴۳، شامی ج ۲ ص ۵۹۷ میں ہے (والنظم لملك العلماء) حال الغضب ومذاكرة الطلاق دليل ارادة الطلاق الخ والتحقيق فی فتاوٰنا بتوفيقه وفضله۔
والله تعالٰی اعلم وصلی الله تعالٰی علٰی حبيبه واٰله واصحابه وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
مؤرخہ ۳۰ جمادی الاخریٰ ۷۹ھ

الاستفتاء

بخدمت حضرت قبلہ مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب النعیمی
بانی و مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور دامت برکاتکم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

معروض کہ عرصہ تقریباً چار سال ہوا میری شادی مسماۃ فجاں دختر شاماں ساکن چک پُراں کے ساتھ بطور شرعی نکاح بلا اندراج رجسٹر ہوئی تھی اور مسماۃ مذکورہ میرے گھر ہرگز آباد نہیں ہوتی اور نہ ہی میں نے آج تک چھوا تک ہے اور نہ ہی ہم دونوں الگ کمرے میں خلوت پذیر ہوئے ہیں بلکہ نکاح خوانی کے بعد ہی ہماری آپس میں ناچاقی شروع ہو گئی تھی اور مسماۃ مذکورہ کے والد شاماں نے مجھ سے اپنی بیٹی کی طلاق طلب کرنی شروع کر دی تھی جس پر عرصہ قریباً تین سال ہوا کہ میں نے اسے ایک طلاق دے دی تھی جس کے بعد مسماۃ مذکورہ نے کسی دیگر شخص کے ساتھ آج تک نکاح نہیں کیا، لہٰذا کیا اب مسماۃ مذکورہ کے ساتھ میرا دوبارہ نکاح کر لینا

Marfat.com

جائز ہے یا نہیں ؟

گواہ شد

(دستخط بحروفِ اردو)

عبدالحق، امام مسجد ٹپلانی

۲۱۔۱۰۔۰۶۶

گواہ شد

نشان انگوٹھا

بہادر ولد مولا بخش بہاریہ ٹپلانی

۲۱۔۱۰۔۰۶۶

نشان انگوٹھا

شاماں ولد نظام، قوم کھوکھر

ساکن موضع ٹپلانی

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ حبیبہ الکریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر صرف ایک ہی طلاق دی تھی تو نکاح بلا شک وشبہہ وریب جائز ہے، کسی دوسرے شخص سے نکاح کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جبکہ تین طلاقیں ہوجائیں، تعجب ہے کہ ایسی واضح صورت میں سوال کی کیا ضرورت ہے، بہر صورت صرف ایک یا دو طلاقیں ہوں تو دوبارہ بلا حلالہ نکاح جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاکرم والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۶ رجب المرجب ۱۳۸۶ھ ۲۲ ۱۰/۶۶

Marfat.com

الاستفتاء

مؤدبانہ گذارش ہے کہ:

سائلہ حنفیہ مذہب مسلمان عورت ہے۔ یہ کہ عرصہ ۵ سال کا ہوا میرا نکاح مسمی محمد اقبال تھانیدار پولیس کے ساتھ ہوا تھا جو کہ بالکل میری بلا مرضی تھا کیونکہ اس وقت میری عمر ۱۴ سال اور اس کی عمر ۴۸ سال کی تھی اور یہ نکاح محض دباؤ سے ہوا تھا۔

یہ کہ فدویہ نے ایس پی صاحب منٹگمری کی خدمت میں واقعات بالا کی درخواست دی اور انہوں نے بذریعہ انسپکٹر صاحب پولیس تحقیقات فرمائی جو درست ثابت ہوئی،

چنانچہ مذکورہ نے ۱۹۶۲ء میں مبلغ دو سو روپیہ کے کاغذ پر فدویہ کو تین طلاق طلاق طلاق روبرو گواہاں دے دی، بعد گذرنے عرصہ چھ ماہ کے مذکورہ ہمارے ملحقہ تھانہ میں تعینات ہو کر آ گیا اور میرے غریب رشتہ داروں پر پھر دباؤ ڈالا اور کہا کہ ہمارا سابق نکاح جائز ہے اور سابق طلاق ناجائز ہے چنانچہ میں اس کے ساتھ بطور بیوی روانہ کر دی گئی اور تھوڑا عرصہ اس کے گھر رہنے کے بعد واپس آگئی

آنحضرات علمائے دین سے استدعا ہے کہ فدویہ کو فتاویٰ صادر فرمایا جائے کہ:۔

۱۔ تین طلاق ہو جانے کے بعد اور عدت گزر جانے کے بعد سابق نکاح جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ میرا اس کے گھر بطور بیوی آباد ہونا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

۳۔ اندریں حالات وہ میرا جائز شوہر ہے یا نہیں؟

Marfat.com

مگر آنکہ واقعہ ہذا عائلی قانون نافذ ہونے سے پیشتر تین طلاقیں ہوئی تھیں۔

سائلہ : نور بانو دختر محمد ہاشم قوم کھد کھر قصاب ساکن بصیر پور ضلع منٹگمری

دستخط نور بانو بقلم خود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

طلاق اگرچہ ایک ہی ہو عدت پوری ہونے کے بعد بطور بیوی بلا نکاحِ جدید سابق خاوند کے گھر آباد ہونا حرام کر دیتی ہے تو جبکہ تین طلاقیں ہو چکیں جو مغلظہ میں تو پھر کس طرح اجازت ہو سکتی ہے ؟

اگر سائلہ کا بیان صحیح اور واقعی ہے تو اس پہ فرض کہ سابقہ خاوند کے گھر آباد نہ ہو، ہاں اگر حلالہ کے بعد جائز نکاحِ جدید کریں تو کوئی حرج نہیں۔ یہ فیصلہ قرآنِ کریم اور حدیث شریف اور فقہِ حنفی کا فیصلہ ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۴/۳/۶۵

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمی اللہ دوایا

Marfat.com

ولد محمد قوم بلوچ چک ۳۶/۴ ۔ ما تحصیل اوکاڑہ نے مسماۃ سکینہ بی بی دختر صادق قوم بلوچ چک ہذا کو تین طلاق بذریعہ یونین کونسل روبرو گواہوں کے تحریری و تقریری دی، اور تین نوٹس بخدمت چیئرمین صاحب روانہ کئے اور تین نوٹس طلاقنامہ مسماۃ مذکورہ کو بذریعہ سرکاری ڈاک روانہ کئے لیکن ہر چہار نوٹس یعنی چیئرمین صاحب اور مسماۃ نے واپس اللہ دوھایا مذکور کر دئے، آنجناب تحریر جواب بمع مصدقہ ثبوت قرآن شریف و احادیث شریف کے کریں کہ مسماۃ مذکورہ مسمی مذکور کے ہاں دوبارہ بیوی بن سکتی ہے یا نہ؟ کیونکہ اس کو تین طلاق ہو چکی ہیں اور میعاد بھی ختم ہے، جواب دیکر عنداللہ ماجور ہوں۔

السائل محمد اسمٰعیل ولد سلطان قوم بلوچ چک ۳۶/۴ ۔ ل ڈاکخانہ ۳۴/۴ ۔ ل
تحصیل اوکاڑہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور و الصواب

اللہ دوھایا کے ہاں مسماۃ سکینہ بی بی دوبارہ بیوی بن سکتی ہے مگر اس شرط پر کہ کسی اور شخص کے ساتھ سکینہ بی بی صحیح نکاح کرے اور وہ شخص باقاعدہ پوری طرح ہم بستری کرنے کے بعد طلاق دے اور اس طلاق کی عدت گزر جائے یا مر جائے اور عدت پوری ہو جائے تو اللہ دوھایا کے ساتھ حسبِ دستورِ شرع نکاح کر سکتی ہے یہ حکم قرآنِ کریم اور حدیث شریف کا حکم ہے اور فقہ پاک کا مضبوط فیصلہ ہے، قرآنِ کریم پارہ دوم ع ۱۲ آیت نمبر ۲۳۰ میں ہے فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ ۔ صحیح بخاری شریف ص ۷۹۱، میں ہے ان رجلا طلق امرأته ثلاثا فتزوجت فطلق فسئل النبی صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم اتحل للاول قال لاحتی یذوق عسیلتہا کما ذاق الاول۔ فتاوی عالمگیری ج ۲ ص ۱۱۱ میں ہے وان کان الطلاق ثلاثا فی الحرۃ وثنتین فی الامۃ لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ نکاحا صحیحا ویدخل بہا ثم یطلقہا او یموت عنہا کذا فی الھدایۃ اور اسی پر حضراتِ اربعہ وغیرہم کا اجماع واتفاق ہے۔ میزانِ شعرانی ج ۲ ص ۱۲۹، رحمۃ الامۃ ج ۲ ص ۸۶ میں ہے والنظم منہا اتفقوا علی ان من طلق زوجتہ ثلاثا لاتحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ ویطأھا فی نکاح صحیح وان المراد بالنکاح ھنا الوطئ وانہ شرط فی جواز حلہا للاول۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ خادم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور بقلم خود
۴ شعبان المعظم ۱۳۸۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مفتیان اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بنام اسمار بی بی دختر رحماں قوم بلوچ چک ۳۶/۴-ایل تھانہ شاہجو تحصیل اوکاڑہ ضلع ساہیوال کی شادی مسمی حشمت علی ولد دوریام قوم بلوچ چک ہذا سے عرصہ سات آٹھ سال کا ہوا، ہوئی لڑکی نیک اور پابندِ صوم وصلوٰۃ تھی اور اس کا شوہر مذکورہ زانی یعنی وہ غیر عورتوں سے ناجائز تعلق رکھتا تھا، اسمار بی بی مذکورہ یہ اپنے شوہر کو بار بار روکتی رہی جس پر حشمت علی نے اسے مار پیٹ کر گھر سے نکال دیا تو مسمی رحماں والد اسمار بی بی نے چند آدمی بطور پنچایت

Marfat.com

حشمت کے پاس بھیجے کہ وہ اپنی مسمات اسمار بی بی کو اپنے گھر لے آئے جس پر مسمی حشمت علی نے ان آدمیوں کو کہا کہ میں نے اپنی زوجہ مسماۃ اسمار بی بی کو طلاق طلاق طلاق یعنی تین طلاق دے دی ہیں، میرا اس کا معاملہ ختم ہے، جناب مفتیان صاحب عرصہ ۵ سال سے مسماۃ اپنے باپ کے ہاں بیٹھی۔ آپ کتب فقہ فتاویٰ سے مدلل ثبوت دیں تاکہ مسماۃ اسمار بی بی دیگر نکاح کر کے اپنی بقایا زندگی گزار سکے۔

السائلان وگواہان

العبد
نوشیر ولد ٹھیبہ قوم بلوچ
۳۶/۴-ایل

مہر محمد نمبردار ولد محرم خاں بلوچ
۳۶/۴-ایل

گاہرا ولد دلو قوم بلوچ
۳۶/۴-ایل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ سوال صحیح اور واقعی ہے تو مسماۃ اسمار بی بی پر تین طلاقیں پڑ چکی ہیں اور اپنے سابقہ خاوند حشمت علی پر ایسی حرام ہو چکی ہے کہ اب حلالہ کے بغیر اس سے نکاح بھی نہیں کر سکتی لہذا عدت پوری ہونے کے بعد جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے، اس کے لئے کتب فقہ کے کافی حوالے ہیں مگر یہ ایسا مسئلہ ہے کہ قرآنِ کریم کی واضح ہدایات سے ثابت ہے، دوسرے پارے کے تیسرے پاؤ کے آخری رکوع میں دیکھیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ و

Marfat.com

اصحٰبہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ بانی و مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

۲۵/۹/۱۷

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں مسمی لال دین ولد چراغ دین قوم ارائیں چک ۹۳ گ ب تحصیل جڑانوالہ ضلع لائلپور کا ہوں، یہ کہ مجھے ایک شرعی مسئلہ دریافت کرنا ہے جو ذیل عرض ہے۔

یہ کہ میں عرصہ دو ماہ اور دس دن ہوئے یعنی ۲۵ جنوری ۱۹۷۸ء کو اپنی بیوی مسماۃ صابراں بی بی دختر محمد شریف چک ۲۱۹/ای۔بی تحصیل پاکپتن ضلع ساہیوال کو بیک وقت تین طلاقیں دے کر زوجیت سے علیحدہ کر دیا ہوا ہے، ازاں بعد مجھے میرے وارثان و رشتہ داران نے مجبور کر کے صلح کرا دی ہے اور میں نے اپنی مرضی سے رجوع کر لیا ہے کیونکہ میرا میری بیوی کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں تھا، صرف معمولی سی بات پہ میں نے اشتعال میں آ کر طلاق بھیج دیا تھا جس پر میں خود مغموم ہوں لہٰذا علمائے دین سے سوال ہے کہ بوجوہات مذکورہ بالا یہ رجوع میرا شرعاً جائز ہے یا کہ نہیں، جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔ ثبوت موجود ہے کذب بیگانی ہوگی تو میں ذمہ دار ہونگا، تصدیق فرمائی جاوے۔

۴۰۔۴۰۔۷۳

مسمی لال دین مذکورہ

(نوٹ) جوابِ ذیل بھی سوال کے ساتھ ہی آیا ہے۔ ابوالخیر النعیمی غفرلہٗ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

الجواب

اما بعد، بشرطیکہ صورت مسئولہ مذکورہ مطلوب الجواب صداقت پر مبنی ہے تو ایک مجلس میں بیک وقت تین طلاق دینے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رجعی طلاق قرار دیا ہے، فرمایا یہ ایک طلاق رجعی کی حیثیت رکھتی ہے جس میں رجوع جائز ہے اور اگر خاوند طلاق سہ بار کے بعد اندر میعاد رجوع کرے تو طلاق کالعدم ہو جاتا ہے اور نکاح بدستور قائم رہتا ہے۔ دیکھو حدیث وعن محمود بن لبید اخبر رسول اللہ عن رجل طلق امرأۃ ثلاث تطلیقات جمیعا فقام غضبان ثم قال ایلعب بکتاب اللہ عزوجل وانا اظہرکم حتی قام رجل فقال رسول اللہ الا اقتلہ، رواہ النسائی، مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص ۲۸۴۔

دوسری جگہ حدیث ملاحظہ ہو: عن عبداللہ بن عباس قال طلق رکانۃ بن عبد یزید اخو بنی عبد المطلب مرأتہ ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیہا حزنا شدیدا قال فسألہ رسول اللہ کیف طلقتہا فقال طلقتہا ثلاثۃ فقال فی مجلس واحد قال نعم انما تلک واحدۃ ارجعہا ان شئت قال فراجعہا۔ (مسند امام احمد ج ا ص ۲۶۵)

پس حاصل کلام کا اہل علم سے مخفی نہیں ہے اور جو شخص ایک مجلس میں تین طلاق دے دے، وہ اگر رجوع کرے تو وہ تین ایک ہی طلاق رجعی تصور ہو گی جس میں رجوع جائز ہے اور نکاح پہلا ہی بدستور قائم ہے، مزید ضرورت نہیں ہے اور

Marfat.com

جو حضرت عمر نے لوگوں کو بطور تنبیہ فرمایا تھا کہ اب اگر کوئی شخص ایسا کرے گا تو میں رجوع نہیں کرنے دونگا صرف عبرت واسطے ایک سیاسی حکم تھا، شریعت میں تھا کیونکہ نبی اکرم کا حکم قیامت تک شریعت ہے۔ ھٰذا ما عندی واللہ اعلم بالغیب۔ مؤرخہ ۲۳۔۷۔۰۴ ۰۴

المؤلف : عبدالغفور خطیب جامع معارف القرآن دارالافتاء رمفید عام رجسٹرڈ گورنمنٹ پاک چک ۲۴۰ گ ب تحصیل جڑانوالہ ضلع لائلپور

از فقیر ابو الخیر النعیمی غفرلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

یہ رجوع صحیح نہیں ہے کیونکہ جب تین طلاقیں آجائیں، ایک وقت اور ایک مجلس یا ایک طہر یا تین طہروں میں جیسے بھی آئیں تو عورت بائن ہو جاتی ہے اور رجوع تو رجوع دوبارہ نکاح بھی حلالہ کے بغیر نہیں ہو سکتا، قرآن کریم میں ہے فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ اور یہی فتویٰ ہے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا، دیکھو سنن بیہقی ج ۷، ص ۳۳۳ سے ص ۳۴۰ تک حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ، حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن عباس عبداللہ بن عمرو بن عاص، عبداللہ بن عمر، مغیرہ بن شعبہ، حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

ے مفتی صاحب نے یونہی لکھا اور اپنی جہالت ظاہر کی ۱۲ منہ غفرلہٗ

Marfat.com

کی سند حدیثیں اور فتوے۔ اور یہی مذہب ہے امامِ مالک، امامِ شافعی، امامِ احمد، ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا، رحمۃ الامۃ ج ۲ ص ۸۰، میزانِ شعرانی ج ۲ ص ۱۲۶ میں ہے و النظم من الرحمۃ اتفق الائمۃ الاربعۃ علی ان الطلاق فی الحیض لمدخول بھا او فی طھر جامع فیہ محرم الا انہ یقع وکذٰلک جمع الطلاق الثلاث محرم و یقع اور یہی جمہور اہلِ اسلام سلف صالحین کا مذہب ہے، احکام القرآن ج ۱ ص ۴۵۹ میں ہے فالکتاب والسنۃ واجماع السلف توجب ایقاع الثلاث معا اس کی شہادت غیر مقلدین حضرات کے مسلم امام بھی دے رہے ہیں، تفسیر فتح القدیر ج ۱ ص ۲۱۲ میں قاضی شوکانی اور تفسیر فتح البیان ج ۱ ص ۳۷۰ میں نواب صدیق حسن خاں بھوپالی فرماتے ہیں وقد اختلف اھل العلم فی ارسال الثلاث دفعۃ واحدۃ ھل تقع ثلاث او واحدۃ فقط فذھب الی الاول الجمھور۔

رہی حدیثِ فتویٰ ۱ تو اس میں کوئی ایسی تصریح نہیں اور حدیث ۲ کے متعلق امامِ بیہقی کا ارشاد ہے کہ یہ قابلِ استدلال نہیں کیونکہ اس کے راوی حضرتِ ابنِ عباس کا فتویٰ ہے جسے آٹھ راوی روایت کرتے ہیں اس کے خلاف ہے اور خود رکانہ کی اولاد راوی ہے کہ رکانہ نے ایک طلاق دی تھی۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۳۹ میں ہے وھذا الاسناد لا تقوم بہ الحجۃ مع ثمانیۃ رووا عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فتیاہ بخلاف ذٰلک ومع روایۃ اولاد رکانۃ ان طلاق رکانۃ کان واحدۃ وباللہ التوفیق۔

پھر حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ پر یہ اتہام کہ شریعت پاک کے خلاف سیاسی حکم دیا ایک بیحد افسوسناک چیز ہے جو اس نازک دور میں حکومت کو یہ سبق دینا ہے کہ سیاسی احکام قرآن و حدیث کے خلاف جائز ہیں، یہ حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ ہے؟ معاذ اللہ معاذ اللہ! حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو شرعی احکام ہی نافذ فرماتے تھے جس کی شہادت کفار بھی دیتے ہیں۔

Marfat.com

الحاصل قرآنِ کریم اور حدیث شریف، صحابہ کرام اور جمہور اہلِ علم سلف صالحین کے ارشادات کے موافق ہمارے حنفی مذہب پر فتویٰ یہی ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور رجوع حلال نہیں بلکہ حلالہ کے بغیر نکاح جدید بھی جائز نہیں کما فی اسفار المذہب المہذب۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاکرم وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ بانی ومہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال

۲۲-۵-۷۳

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اندریں مسئلہ کہ ایک عورت کو اس کا خاوند تین طلاقیں دینے کے بعد واپس نکاح میں لانا چاہتا ہے، اس کی کیا صورت ہو گی؟ اور اگر چند آدمی مل کر اس عورت کو اس کے خاوند کے پاس بھیج دیتے ہیں، میاں بیوی کے تعلقات کی بنا پر تو ان آدمیوں کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہو گا؟ اور اس حالت میں اگر دوبارہ نکاح کر لیں تو اس بارے میں کیا حکم ہو گا؟ بینوا توجروا۔

السائل:

منظور احمد شاہ چک ۱۲۱ ٹھیکواں والا

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اس کی صورت حلالہ ہے یعنی عدت پوری ہونے کے بعد کسی اور سے صحیح نکاح کرے اور اگر وہ جماع کے بعد طلاق دیدے تو اس کی عدت پوری ہونے کے بعد پہلے خاوند کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے، جو شخص بلا نکاح پہلے خاوند کے پاس بطور بیوی بھیجدیں تو وہ شخص بڑے ظالم اور فاسق اور بدکار ہیں، مستحق نار و سزاوار غضب جبار و قہار ہیں، حکومت اسلامیہ کا فرض ہے کہ ایسے لوگوں کو سخت ترین سزا دے تاکہ دوسروں کیلئے بھی عبرت ہو، بلا حلالہ دوسرا نکاح نہیں ہو سکتا، اگر کریں تو وہ بھی سخت ترین مجرم و ظالم ہیں اور سخت ترین سزا کے مستحق ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ از بصیر پور

$\frac{7}{72}$ ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ شرعیہ کے کہ زید نے اپنی بیوی کو جھگڑے کے دوران ایک وقت میں تین مرتبہ طلاق دی تفصیل یوں ہے کہ زید کی بیوی نے اسے

Marfat.com

خنزیر کہا تو اس نے پہلی طلاق دی، اس پر بھی بیوی خاموش نہ ہوئی تو اس نے دوسری مرتبہ طلاق دی، پھر بھی اس کی بیوی چپ نہ ہوئی تو زید نے تیسری طلاق دی جس کا مطلب اور آخری تھا، یہ سب کچھ بقائمی ہوش وحواس ہوا، اب زید کی بیوی رجوع چاہتی ہے، فقہ حنفی کی رُو سے اس کا کوئی حل ہے یا نہیں ؟ اور اگر ہے تو کیا ؟ براہِ کرم وضاحت فرمائیں۔

سائل : حاجی بشیر احمد بٹ مکان ۱۱۵ بیرون قاضی محلہ لاہور چھاؤنی صدر بازار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً ہرگز ہرگز حلال نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی، اس کا صرف ایک ہی حل ہے کہ وہ عورت عدت گزارنے کے بعد کسی اور شخص سے نکاح کرے اور وہ با قاعدہ ہم بستری کے بعد طلاق دے اور پھر عدت گزارنے کے بعد زید کے لئے اس کا نکاح حلال ہے، یہ حکم فقہ شریف اور حدیث شریف اور قرآنِ کریم کا ہے، قرآنِ کریم میں ہے فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومحبوبنا الاعظم وعلیٰ الہٖ واصحابہ وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۳ $\frac{5}{69}$

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ مسمی محمد یوسف ولد شادی شاہ نے چند معزز آدمیوں کے سامنے اپنی منکوحہ مسماۃ نسیم اختر دختر محمد صدیق شاہ کو یہ الفاظ کہے کہ میں نے تجھے طلاق دے دی، میری بچی مجھے واپس کر دو، میں نے تجھے طلاق دے دی اور طلاق دینے کے متعلق واضح الفاظ میں متعدد بار کہا کہ میں نے تجھے طلاق دے دی، کیا شرع کے نزدیک طلاق ہو چکی؟

السائل: محمد صدیق شاہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً طلاق ضرور واقع ہو گئی اور الفاظ "میں نے تجھے طلاق دے دی" اگر صرف دو بار کہے تو رجعی ہے یعنی خاوند عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے اور اگر تین بار کہے تو طلاق مغلظ واقع ہو گئی، یعنی دوبارہ محمد یوسف مسماۃ نسیم کے ساتھ نکاح بھی نہیں کر سکتا جبکہ حلالہ نہ ہو کما فی القرآن الکریم۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۵ صفر المظفر ۱۳۹۲ھ 10/4/72

Marfat.com

الاستفتاء

بخدمت حضرت مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کے بعد عرض ہے کہ مسمی محمد شریف ولد اکبر قوم باولی کسی وجہ سے اپنی عورت کو برائے رنج وغصہ میں آکر طلاق ثلاثہ یکبار کہہ چکا ہے اور اب اپنی ہوش وحواس کو قائم کرکے دونوں گھر آپس میں صلح کرتے ہیں اور ابھی ایک ماہ بھی نہیں گزرا کہ آیا وہ عورت اس پر حلال ہے یا نہیں، اگر حلال ہو تو کیا بات کرکے حلال کرنی چاہیے کیونکہ آپ کا فتوی ہر ایک کو منظور ہے۔ فقط

گواہ شد — چوہدری سکندر علی بقلم خود

گواہ شد — چوہدری محمد شریف بقلم خود

دونوں چوہدری کہتے ہیں کہ فتوی ضرور بضرور لکھ دیویں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی التوفیق والصواب

تین طلاق کے بعد عورت کب حلال ہوسکتی ہے، جب عدت گزار کر کسی اور کے ساتھ نکاح کرے اور وہ دوسرا خاوند ایک جماع کے بعد طلاق دے تو حسبِ دستورِ شرع دوبارہ نکاح عدت گزارنے کے بعد ہوسکتا ہے، قرآنِ کریم میں ہے فان طلقها فلا تحل له حتی تنکح زوجا غیرہ اور حدیثِ

Marfat.com

عید بھی مشہور حدیث ہے اور سب فقہائے کرام اور مشائخِ عظام نے بھی یہی فرمایا ہے کما فی الھندیۃ والھدایۃ وغیرھما من اسفار المذھب المھذب۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہ وبارک وسلم۔

(نوٹ) غصہ کوئی عذر نہیں، طلاق ہوتی ہی ناراضگی پر ہے۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۹ شوال المکرم ۱۳۹۶ھ ۹/۲۸

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ زید اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ میں بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ تجھے طلاق ثلاثہ دیتا ہوں اور اپنی زوجیت سے علیحدہ کرتا ہوں اور یہ الفاظ تحریر بھی کردیتا ہے، عدت بھی گزر چکی ہے، کیا طلاقِ ثلاثہ اس طرح مؤثر ہوجاتی ہے اور بدوں حلالہ رجوع کی کوئی صورت بمطابق شریعتِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء باقی ہے، بینوا توجروا۔

المستفتی:

حافظ محمد یوسف عفی عنہ نکاح رجسٹرار بصیر پور ضلع ساہیوال

۲۷۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

بلاشک وشبہ وریب زید کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں اور مغلظہ بن گئی ہیں، زید پر اس کی بیوی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو چکی ہے چنانچہ خود زید نے بھی تحریر طلاق میں تصریح کی ہے لہذا حلالہ کے بغیر اس عورت کے ساتھ نکاح جدید نہیں کر سکتا چہ جائیکہ صرف رجوع کرے چنانچہ ائمہ اربعہ امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے نزدیک یہ متفق علیہ ہے کہ تین طلاقوں کے بعد بلا حلالہ بیوی جائز نہیں، چنانچہ میزان شعرانی ج ۲ ص ۱۲۶ اور رحمۃ الامہ ج ۲ ص ۸۰ میں ہے والنظم من المیزان اتفقوا (الی ان قال) وکذلک جمع الطلاق الثلاث یقع اور ہمارے تمام متون وفتاوائے حنفیہ میں بھی ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۶ میں ہے فالذی یعود الی العدد ان یطلقہا ثلاثا فی طہر واحد بکلمۃ واحدۃ (الی ان قالوا) فاذا فعل ذلک وقع الطلاق بلکہ امام محرر مذہب حنفیہ امام محمد علیہ الرحمہ سے شامی ج ۲ ص ۶۲۵ میں ہے ونص محمد رحمہ اللہ تعالیٰ قال واذا طلق الرجل امرأتہ ثلاثا جمیعا فقد خالف السنۃ واثم ان دخل بہا او لم یدخل سواء بلغنا ذالک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعن علی وابن مسعود و ابن عباس وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین اور مجموعۂ قوانین اسلام جلد دوم مصنفہ مشیر قانون مطبوعہ ادارۂ تحقیقات اسلامی، راولپنڈی کے صفحہ ۳۷۰ میں ہے " جمہور

Marfat.com

فقہاء کے نزدیک طلاق بائن کبریٰ یا مغلظہ اس وقت واقع ہوتی ہے جبکہ مرد اپنی بیوی کو بیک وقت یا متفرق اوقات میں لفظ واحد یا متفرق کلمات سے تین طلاقیں دیدے اور اس کے پہلے طلاق بائن کبریٰ یا مغلظہ کا یہ حکم بیان کیا کہ ایسی طلاق مراد ہے جس کے نتیجہ میں اس عورت سے دوبارہ نکاح نہیں کرسکتا تاوقتیکہ اس کی مطلقہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح کرکے الخ"

اور یونہی اس کے ج ۲ ص ۴۹۶ میں ہے" اگر کوئی شوہر اپنی زوجہ کو بیک وقت ایک کلمہ سے طلاق دے یا متفرق کلمات سے تین مرتبہ طلاق، طلاق، طلاق کہے تو اسی وقت تین طلاق بائن (مغلظہ) واقع ہوجائیں گی اور وہ اپنی زوجہ سے رجوع نہیں کرسکے گا الّا یہ کہ وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح کرے الخ"

اور یونہی کتب حدیث شریف سنن بیہقی وغیرہا میں کئی متعدد حدیثوں میں صحابہ کرام سے تشریحاً ہے۔ بہرحال یہ مسئلہ آفتاب عالمتاب سے بھی زیادہ واضح ہے، کہ بلا حلالہ نکاح بھی نہیں کرسکتا اور خود قرآن کریم پارہ دوم سے بھی ثابت ہے' ارشاد ہوتا ہے فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علی سیدنا حبیبہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۹ھ $\frac{5}{29}$ ۴

الاستفتاء

بخدمت جناب حضرت مولانا علامہ الحاج پیر طریقت راہبر شریعت مفتی اعظم پاکستان ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب النعیمی قادری

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :- مزاج گرامی!

Marfat.com

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے غصے میں آکر اپنی بیوی کو کہا طلاق، طلاق، طلاق، اب تو مجھ پر حرام ہے، اب وہ رجوع کرنا چاہتا ہے، کیا وہ حلالہ کے بغیر نکاح کر سکتا ہے یا کہ نہیں؟ جواب سے مشکور فرمادیں۔

السائل: قاری بشیر احمد قریشی گڈی ولد مستری نور احمد صاحب
بمقام چک دھرمیوالا تحصیل دیپال پور ضلع ساہیوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الجواب
اللھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:-
اب حلالہ کے بغیر کوئی صورت نہیں، حلالہ کے بعد ہی نکاح ہو سکتا ہے۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۰-۳-۸۰

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں:
۱۔ یہ کہ میرا خاوند جب بھی میرا اس سے کسی بات پر کوئی تنازعہ ہو جائے تو مجھے بے ساختہ غیر مردوں اور عورتوں کے سامنے طلاق دینا شروع ہو جاتا ہے

Marfat.com

اور طلاق کا لفظ بیک وقت کئی کئی مرتبہ کہہ جاتا ہے جس کے گواہ بھی موجود ہیں اور پھر طلاق پر بھی صبر نہیں کرتا۔ مجھے بیک وقت ماں بہن کہنا شروع ہو جاتا ہے اور غیر مردوں اور عورتوں کی پرواہ بھی نہیں کرتا۔

۲۔ ہمارا میاں بیوی کا جب بھی کبھی کسی بات پر جھگڑا ہوتا ہے تو مجھے بات بات پر طلاق دیتا ہے اور بات بات پر ماں بہن کہتا ہے کہ تم آج سے میری ماں ہو!

۳۔ میرے خاوند کے بار بار طلاق دینے اور ماں بہن کہنے کے باوجود بھی میرا خاوند زبردستی میرے ساتھ میاں بیوی والے تعلق قائم کئے ہوئے ہے۔ اگر میں بولوں تو مجھے گھر والے تنگ کرتے ہیں۔

۴۔ کیا میرے خاوند کے بار بار طلاق دینے سے ہمارا نکاح رہ جاتا ہے کیونکہ میرا خاوند کہتا ہے کہ بیوی کو بار بار طلاق دینے اور ماں بہن کہنے سے نکاح اور مضبوط ہوتا ہے مگر لوگ بھی اس کے برعکس بتلاتے ہیں۔

۵۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں بتلا دیں کہ متذکرہ بالا الفاظ کہنے سے بیک وقت پہلے طلاق دینے سے اور ماں بہن کہنے سے ہمارا نکاح قائم رہ جاتا ہے؟ اگر ہمارا نکاح ختم ہوگیا تو کیا پہلے عدت پوری کر کے دوسرا نکاح کرنا چاہئے۔

۶۔ مذکورہ بالا سوالات میں نے خدا اور رسول کو حاضر ناظر جان کر بالکل حرف بحرف کئے ہیں اور میں نے اپنی طرف سے کوئی جھوٹ نہیں کہا ہے جس کا خدا گواہ ہے، یا وہ حضرات جنہوں نے میرے خاوند سے متذکرہ بالا سوالات کے متعلق دریافت کئے اور میرے خاوند نے ان کی موجودگی میں ہاں کی ہے کہ میں نے کئی بار اپنی بیوی کو ماں بہن کہا ہے اور کئی مرتبہ طلاق دی ہے۔

نشان انگوٹھا مسماۃ سیدن زوجہ قاسم علی ولد محرم خان دختر ابراہیم

معرفت قاری غلام رسول امام مسجد عارف والا

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر سوال صحیح ہے تو جب خاوند نے تین بار لفظِ طلاق عورت کو بیک وقت یا کئی وقتوں میں کہہ دیا تو عورت اس پر سخت حرام ہو گئی اور عدت گزار کر بھی اس خاوند سے نکاح نہیں ہو سکتا جبکہ شرعی حلالہ نہ کیا جائے۔ یہ جاہلیت کے زمانہ میں مشرکوں کا رواج تھا کہ کئی کئی بار طلاق دیتے اور رجوع کرتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا الطلاق مرتٰن کہ صرف دو طلاقوں سے رجوع ہو سکتا ہے اور تیسری مرتبہ طلاق دینے سے ہمیشہ کے لئے عورت حرام ہو جاتی ہے اور حلالہ کے ماسوا اس خاوند سے نکاح کبھی نہیں ہو سکتا، دیکھو دوسرا پارہ سورہ البقرہ آیت ۲۲۹ اور ۲۳۰ رکوع ۱۳، اور یونہی حدیثِ پاک میں آیا ہے اور اس پر ساری امت کا اجماع ہے لہٰذا بیوی والے تعلقات رکھنے حرام ہیں اور سخت ترین گناہ ہے ہاں قانونی طور پر اجازت حکومت سے حاصل کر لے تو بہتر کہ حکومت کی پکڑ سے بچے ورنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ عورت آزاد ہے، عدت گزار کر شرع کے مطابق کسی اور مرد سے نکاح کر سکتی ہے بحکم قرآنِ کریم و حدیثِ پاک اور فقہ کے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہٖ وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم ابداً ابداً۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
بانی و مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور
ضلع ساہیوال بقلم خود

۱۶ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ ۸۰/۳/۴

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین دریں صورت کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو طلاق کا نوٹس اول دیا، بعدازیں ایک ماہ کے اندر ہی دوسرا نوٹس برائے رجوع از طلاق اپنی بیوی کو بھیج دیا جن کی نقلیں ہمراہ استفتاء ہیں، دریافت طلب یہ امر ہے کہ باعتبار اس نوٹس کونسی طلاق واقع ہوگی اور رجوع ہوگیا یا دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا یا حلالہ کی ضرورت ہوگی؟ فقط

نوٹس طلاق ۷۶-۴-۱۹ کو دیا گیا، نوٹس رجوع ۷۶-۵-۱۵ کو دیا گیا۔

السائل: محمد زمان ولد محمد بخش سکنہ ۹/۶۸-R معرفت حاجی محمد ابراہیم محمد اسمٰعیل آڑھتیان غلہ منڈی ہارون آباد ضلع بہاولنگر تحریر ۷۶-۷-۹

نوٹس طلاق زیر دفعہ ۷ عائلی قانون آرڈی نینس مجریہ ۱۹۶۱ء

بنام زبیدہ بی بی دختر غلام رسول قوم ارائیں سکنہ ۶۸/۴-R تحصیل ہارون آباد ضلع بہاولنگر

منکہ محمد زمان ولد محمد بخش قوم ارائیں سکنہ ۶۸/۴-R تحصیل ہارون آباد ضلع بہاولنگر

۱- یہ کہ میری شادی عرصہ تقریباً ۵ سال قبل آپ کے ساتھ سرانجام پائی تھی، کچھ عرصہ تک اپنے درمیان تعلقات بہت اچھے رہے اور بعدازاں عرصہ تقریباً ½۲ سال سے اپنے درمیان گھریلو اختلافات پیدا ہوگئے اور باوجود برادری کی کوشش کے کوئی ایسی صورت نہ نکل سکی جس سے تعلقات خوشگوار ہوسکیں اور کوئی مزید ایسی صورت بھی نظر نہیں آئی جس سے ہمارے ازدواجی تعلقات بحال ہوسکیں اور سوائے علیحدگی کے اور کوئی صورت نہ رہی۔

۲- یہ کہ میں آج سے تمہیں طلاق اول دے کر اپنی زوجیت سے علیحدہ کرتا ہوں اور آج

Marfat.com

کے بعد تم میری بیوی نہیں ہو، تمہیں یہ آزادی ہے کہ تم جہاں چاہو اپنی من پسند شادی کر لو۔

۳۔ یہ کہ تم اپنا سامان واپس لے سکتی ہو بشرطیکہ میرے زیورات وغیرہ واپس کرو۔

العبد : محمد زمان ولد محمد بخش قوم ارائیں سکنہ چک ۶۸/۴-R

تحصیل ہارون آباد ، ۷۶-۴-۱۹

نوٹس منسوخی طلاق

بنام زبیدہ بی بی دختر غلام رسول قوم ارائیں سکنہ ۶۸/۴.R تحصیل ہارون آباد ضلع بہاولنگر

یہ کہ میں نے مؤرخہ ۷۶-۴-۱۹ کو آپ کو طلاق اول کا نوٹس دیا تھا جو کہ میں اب نوٹس ہذا واپس لے کر آپ سے رجوع کرنا چاہتا ہوں، اس امر کی اطلاع چیئرمین مصالحتی عدالت چک ۶۲/۴.R یونین کونسل ۸۵ کو بھی دے رہا ہوں۔

العبد : محمد زمان ولد محمد بخش قوم ارائیں سکنہ ۶۸/۴.R

تحصیل ہارون آباد ضلع بہاولنگر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

نوٹس اول مجریہ مؤرخہ ۷۶-۴-۱۹ دیکھا، ظاہر یہی ہے کہ ایک طلاق بائن واقع ہو گئی کیونکہ لفظ طلاق اول سے قبل اس نے لکھا ہے کہ سوائے علیحدگی کے اور کوئی صورت نہ ہے اور بعد میں لکھا ہے " دیکھا اپنی زوجیت سے علیحدہ کرتا ہوں الخ" تو روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ طلاقِ بائن دے رہا ہے لہذا یہ ایک طلاق بائن ہے، حسبِ دستورِ شرع نکاح ہو سکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں کیونکہ طلاق صرف ایک ہے، تین نہیں، کیونکہ بعد کے

Marfat.com

الفاظِ کنایہ لاحق نہیں ہونے بلکہ بائن ہونا اسی طلاقِ اول کا اظہار ہے، شامی ج ۲ ص ۶۴۹ میں ہے (قولہ لا یلحق البائن) المراد بالبائن الذی لا یلحق ھو ما کان بلفظ الکنایۃ لانہ ھو الذی لیس ظاھرا فی انشاء الطلاق۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولٰنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ من دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال

۲۶ رشوال المکرم ۱۳۹۶ھ

۲۱-۱۰-۷۶

الاستفتاء

بخدمتِ اقدس اعلیٰ حضرت عظیم البرکت جناب قبلہ نعیمی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

جناب عالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' : مزاجِ اقدس!

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرعِ متین اندریں مسئلہ کہ زید نے اپنی بیوی کو دو طلاقیں زبانی ایک ہی وقت میں دی تھیں جس کو عرصہ تقریباً ایک سال ہو چکا ہے اب زید مذکور اپنی بیوی سے دوبارہ نکاح کرنے کا خواہشمند ہے تو فرماویں اب کیا صورت ہو سکتی ہے جس سے سائل شرع محمدی کے مطابق نکاح کر سکے، فقط والسلام

سلطان محمود امام مسجد اروڑ لوالہ جاگیر

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحیم

الجواب

اللهم اجعل لی النور والصواب

ہاں یقیناً جائز ہے، قرآنِ کریم وحدیثِ پاک اور فقہ کے متفقہ حکم سے پارہ دوم کے بارہویں رکوع کی آخری آیت ۲۲۸ میں ہے و بعولتھن احق بردھن یعنی مطلقہ عورت کا طلاق دہندہ خاوند واپس کرنے کا زیادہ حق دار ہے، حسب دستورِ شرع باقاعدہ نکاح کرلیں، یہ مطلقہ ایک طلاق والی ہو یا دو والی، سب کو عام ہے، البتہ اگر تین طلاقیں ہو جائیں تو حلالہ کے بغیر جائز نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبنا الاکرم وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ از بصیر پور شریف

۲۷۰۱۱۰۷۸

الاستفتاء

السلام علیکم : بعد تسلیمات عرض ہے کہ بندہ کو مندرجہ ذیل مسئلہ میں آپ کی راہنمائی کی ضرورت ہے اور بعد التماس ہے کہ جناب والا آپ نے خداداد علم کی روشنی میں مطابق شرع فتویٰ صادر فرمائیں۔

۱۔ ایک آدمی غصہ کی حالت میں اپنی بیوی کو تین بار (یا اس سے زیادہ

Marfat.com

دفعہ) اس حالت میں طلاق دیتا ہے کہ بیوی گھر میں موجود نہیں لیکن چند اہلِ خانہ مثلاً بیوی کی ساس یا دیور موجود ہیں۔

۲۔ بیوی کو اس طلاق کے متعلق کوئی پتہ نہیں چلتا، نہ ہی خاوند بتاتا ہے، اور نہ ہی ساس یا کوئی اور فرد، بیوی دو تین ماہ گھر میں رہتی ہے اور اس دوران میاں بیوی حقوقِ انسانی بھی ادا کرتے ہیں۔

۳۔ دو تین ماہ بعد میاں بیوی کے درمیان کسی اور مسئلہ پہ اختلاف ہو جاتا ہے، بیوی ناراض ہو کر میکے چلی جاتی ہے اور اس کے والدین طلاق کی فرمائش کرتے ہیں، خاوند بیوی کو عدم موجودگی میں زبانی طلاق دے دیتا ہے حتیٰ کہ وہ دوسری شادی کر لیتا ہے۔

۴۔ ازاں بعد بیوی گھر لوٹ آئی ہے، خاوند اسے بتاتا ہے کہ میں نے تو تمہیں طلاق دے دی ہے لیکن بیوی جواب دیتی ہے کہ مجھے تو اس کا آج تک علم نہیں ہوا۔

براہِ کرم اس مسئلہ میں فتویٰ صادر فرمائیں کہ آیا طلاق ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر طلاق ہوئی ہے تو کونسی طلاق؟

العبد: محمد رفیق از رشید آباد تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر فی الواقع خاوند نے تین طلاقیں دے دی ہیں تو عورت پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی ہے جو بغیر حلالہ شرعیہ کے خاوند سے نکاح نہیں

Marfat.com

ریکنی کما فی الفتاوی الحنفیہ کلہا۔

واللہ اعلم وصلی اللہ علیہ وسلم

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۶ ۹/۸۰ ۱۶ر ذوالقعدۃ المبارکہ سنہ ۱۴۰۰ھ

الاستفتاء

علامۂ زماں بیہقیٔ دوراں شیخ الحدیث فقیہ اعظم جناب مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب نعیمی دامت برکاتہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :- مندرجہ ذیل مسائل کا حل ازحد مطلوب ہے، مہربانی فرما کر ان مسائل کو ہم پر عیاں کردیں :-

۱۔ زید کا ایک بیوہ سے ناجائز تعلق ہے، بیوہ کی پہلے خاوند کی لڑکیاں ہیں، کیا بیوہ کی لڑکی زید کے بھائیوں کے نکاح میں آسکتی ہیں اور زید کی بہنیں بیوہ کے لڑکوں کے نکاح میں آسکتی ہیں ؟

۲۔ نکاح خواں ایک نکاح پر نکاح دیدہ دانستہ پڑھتا ہے اور گواہوں کو پہلے نکاح کا علم نہیں یا گواہوں کو پہلے نکاح کا علم ہے مگر نکاح خواں کو علم نہیں، ہر دو صورتوں میں باوجود علم نکاح کے نکاح پر نکاح پڑھانا یا گواہ بننے والوں کی کیا سزا ہے ؟

۳۔ غیر مدخولہ بالغہ مطلقہ عورت بغیر حلالہ کے طلاق دہندہ کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہ ؟ زید کہتا ہے، صاحب فتاوی نور الہدیٰ نے جائز لکھا ہے لہذا بغیر حلالہ کے نکاح جائز ہے۔ بعد دعوے کے

Marfat.com

یہ کستلہے کہ میں پڑھاؤں گا، بکر اس کی سخت تردید کرتا ہے، ان دونوں میں سچا کون ہے، اگر زید جھوٹا ہے تو از روئے شریعت اس کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہئے۔

السائل : سید محمد عبد الغفار شاہ غفرلہٗ، سکنہ تھانہ ساہوکا بقلم خود

۴۔ ایک نقشہ اوقاتِ نماز انجمن حزب الاحناف لاہور کی طرف سے ہے اس میں لکھا ہوا ہے کہ تمام مقامات کے اوقات کی کمی بیشی کی مکمل معلومات ومسائل کے لئے رسالہ مبارکہ موذن الاوقات ملاحظہ فرمائیں، اس رسالہ کے بارہ میں آنجناب سے سوال ہے کہ رسالہ مذکورہ کس صاحب کی تصنیف ہے اور کہاں سے مل سکتا ہے، اوقاتِ نماز معلوم کرنے کے لئے کوئی مخصوص حساب ہو تو اس بارہ میں آگاہ فرماویں،

سائل : اللہ بخش پوشل منشر مسجد بیت الرحمن، تھانہ ساہوکا
معرفت سید محمد عبد الغفار شاہ غفرلہ سکنہ ساہوکا ،
ڈاک خانہ خاص تحصیل بورے والہ ضلع وہاڑی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

۱۔ اس بیوہ کی لڑکیاں زید کے بھائیوں کے نکاح اور یونہی زید کی بہنیں اس بیوہ کے لڑکوں کے نکاح میں آسکتی ہیں، قرآنِ کریم میں ہے واحل لکم ما وراء ذٰلکم۔

۲۔ نکاح خواں کا دیدہ دانستہ نکاح پر نکاح کرنا ایسے ناجائز نکاح کا

Marfat.com

دیدہ دانستہ گواہ بننا گناہ کبیرہ ہے۔ اگر حرام جان کر ہو اور اگر حلال جانے تو کافر ہے، باقی رہی سزا تو وہ اسلامی حکومت کا کام ہے جس کے قائم کرنے کی جدوجہد ہم کر رہے ہیں، اندریں حالات تو برادری طور پر جتنا دباؤ ڈال سکتے ہیں، ڈالیں حتیٰ کہ درست ہو جائیں اور یونہی زید اور اس بیوہ کو بھی مجبور کریں کہ بُرے تعلقات ختم کریں۔

۳۔ غیر مدخولہ بالغہ یا نابالغہ کو ایک یا دو طلاقیں آئیں تو بلا حلالہ نکاح ہو سکتا ہے، اگر تین طلاقیں ہوں تو اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ الگ الگ طلاقیں دے، ایک وقت یا اوقاتِ مختلفہ میں مثلاً کہے کہ تجھے طلاق ہے۔ تجھے طلاق ہے۔ تجھے طلاق ہے اور دوسری صورت یہ کہ ایک لفظ میں اکٹھی تین طلاقیں دے مثلاً کہے کہ تجھے تین طلاقیں دیتا ہوں تو پہلی صورت میں صرف ایک پہلی طلاق واقع ہوئی اور باقی لغو جاتی ہیں تو بلا حلالہ نکاح ہو سکتا ہے اور دوسری صورت میں تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں لہٰذا بلا حلالہ نکاح نہیں ہو سکتا کیونکہ جب تین طلاقیں پڑ جائیں تو بحکم قرآنِ کریم حلالہ کے بغیر طلاق دہندہ نکاح نہیں کر سکتا، قرآنِ کریم میں ہے فان طلقها فلا تحل له الآیۃ۔

۴۔ وہ رسالہ حضرت مولانا ظفر الدین صاحب کی تصنیف ہے اور انجمن حزب الاحناف لاہور سے ملا کرتا تھا اور اب امید ہے کہ مل جائے

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۲۲ صفر المظفر ۱۳۹۷ھ ۱۲ ؁ ۷۷

Marfat.com

تفریقِ قاضی

Marfat.com

باب تفریق القاضی

الاستفتاء

فاضلِ اجل مولانا الاکمل

السلام علیکم وعلیٰ من لدیکم : بعد ادائے سنتِ اسلام واضح رائے شریفہ باد کہ اس جگہ خیریت، حضور کی مطلوب، صورتِ احوال یہ ہے کہ ایک مسئلہ کی آپ کو تکلیف دیجاتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک بالغہ لڑکی کا نکاح کیا گیا، ایک یا دو ہفتہ خاوند کے گھر اتفاق سے رہی، بعدہ بہ سبب لڑائی اور فساد کے اپنے والد کے گھر آگئی، کچھ مدت کے بعد اس کے خاوند نے دوسری شادی کر لی۔ جب اس لڑکی کو اپنے والد کے گھر بارہ یا بارہ سال گزر چکے تو اس نے اپنے خاوند پر دعویٰ طلاق اور خرچہ لینے کا عدالت میں کیا حکم فیصلہ کا عدالت نے اس طرح سنایا کہ تو نکاح سے بَری ہے اور جس شخص سے تو چاہے بغیر طلاق کے نکاح کر سکتی ہے اور خرچہ کی ڈگری کا حکم بھی سنایا گیا اب وہ لڑکی حکمِ شرع کی طلبگار ہے، آیا وہ لڑکی بغیر طلاق لئے شرع کے حکم سے

Marfat.com

نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟
یہ مسئلہ تحریر فرما کر بندہ کو سرفراز فرمائیں کیونکہ بندہ کے پاس کتابیں موجود نہیں۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

الراقم: محمد اسماعیل از نہال مہار، بقلم خود

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الجواب
اللھم اجعل لی النور والصواب

شریعتِ غرّا نے نکاح خاوند کے قبضہ میں رکھا ہے، قرآنِ کریم کا فرمان مبین ہے او یعفوا الذی بیدہ عقدۃ النکاح اور جب خاوند کے قبضہ میں ہے تو دوسرا یہ حکم شرعاً نہیں دے سکتا کہ عورت نکاح سے بَری ہے، جہاں چاہے نکاح کرے، ایسی صورت میں شرعاً عورت کو یہ اختیار نہیں کہ دوسری جگہ نکاح کر سکے، حضرتِ رب العالمین کا ارشادِ متین روزِ روشن کی طرح موجود ہے والمحصنٰت من النساء یعنی نکاح والی عورتیں حرام ہیں تو لازم اور سخت لازم کہ بلا طلاق حاصل کیے عورتِ مذکورہ نکاح ثانی کا ارادہ نہ کرے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و نور عرشہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ،

۲۶ شعبان المعظم ۱۳۶۵ھ

المجیب مصیب
نصیر الدین بقلم خود از رکن پورہ

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اندریں کہ ہند زوجۂ عمرو کو اس کے والد نے عیسائی بنایا تاکہ نکاح عمرو سے بری ہو تو کسی حاکم برطانوی نے اسے برأت از نکاح کا حکم دیا تو اس ہند کا نکاح بکر سے کیا گیا، نکاح خوان اور گواہوں کو معلوم تھا کہ ہند کا نکاح شرعاً عمرو کے ساتھ قائم ہے صرف قانوناً فسخ قرار دیا گیا ہے، پس ہند کا پہلا نکاح باقی ہے یا نہیں اور نکاح و گواہانِ نکاحِ ثانی کا حکم کیا ہے اور بکر کا باپ امامت کرتا ہے اور بکر کے ساتھ پورے پورے تعلقات رکھتا ہے تو اس کی امامت جائز ہے یا کہ نہیں؟ بینوا ماجورین من رب العلمین۔

المستفتی: محمد رمضان از ٹھنگنی داخلی کوٹھہ تحصیل فاضلکا ضلع فیروز پور

۱۸ ر رمضان المبارک ۱۳۶۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور و الصواب

ہند کا پہلا نکاح ثابت و قائم ہے، بدستور عمرو کی بیوی ہے، بنا بر قولِ مفتیٰ بہ درالمختار و ردالمحتار میں ہے وافتی مشائخ بلخ بعدم الفرقۃ بردتہا زجرا وتیسیرا لاسیما التی تقع فی المکفر ثم تنکر قال فی النھر

Marfat.com

والافتاء بھذا اولی، فتح القدیر میں ہے وبعض مشائخ بلخ وسمرقند افتوا فی ردتھا بعدم الفرقۃ حسما لاحتیالھا علی الخلاص باکبر الکبائر وھکذا فی البحر الرائق پھر فتح القدیر باب احکام المرتدین اور رد المحتار میں ہے وقد افتی الدبوسی والصفار وبعض اھل سمرقند بعدم وقوع الفرقۃ بالردۃ ردا علیھا اور ایک قول پر نکاح فسخ تو ہوا مگر پہلے ہی کے ساتھ کیا جائے، دوسری جگہ نکاح کی اجازت نہیں۔ فتح القدیر، بحر الرائق، در المختار، رد المحتار، فتاوی عالمگیری میں ہے والنص من الفتح وعامۃ مشائخ بخارا افتوا بالفرقۃ وجبرھا علی الاسلام وعلی النکاح مع زوجھا الاول لان الحسم بذلک یحصل ولکل قاض ان یجدد النکاح بینھما بمھر یسیر ولو بدینار رضیت ام لا تعزر خمسۃ وسبعین۔ بحر الرائق، عالمگیری در المختار شامی میں ہے والنظم من الدر باب التعزیر ولا تتزوج لغیرہ یعنی ملتقط۔

بہر حال ہندہ کو نکاح ثانی کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں اور نکاح پر نکاح پڑھنے والا اور اس نکاح کے گواہ و ناکح اس نکاح کو حلال یقینی اور پہلے نکاح کو بدستور قائم سمجھ کر بلاشبہ ایسا کر رہے ہیں تو نہایت گنہگار ہیں اور ان کے نکاح ٹوٹ گئے، ازسرِ نو تائب ہو کر اپنے نکاح کریں اور اگر ایسے ہوں کہ ان کی عورتیں نہیں تو کیا نہایت ہی سخت گنہگار ہونا آسان ہے کہ جہاں ایسے مواقع میں ان لوگوں کو نکاح خواں اور گواہ بناتے ہیں اور صورتِ مسئولہ میں یہی ظاہر کہ وہ شبہہ میں ہوں گے لظاھر الاختلاف والتفوہ کما لایخفی علی خادم الفقہ تو صرف توبہ ہی کافی ہے اور اس لئے تعزیر و حدود اس دار الفتن ملکِ ہند میں متعذر ہے تو کیا بتایا جائے کہ عورت کو پچھتر کوڑے مارے جائیں اور عیائی کرانے والے تائب

Marfat.com

نہ ہوں تو قتل کئے جائیں اور ناکح اور گواہوں کو یہ یہ تعزیریں لگائی جائیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہاں یہ ضرور ظاہر کیا جاتا ہے کہ جو عیسائی بننے میں ساعی یا رضامند ہوں وہ بحکم شرع مرتد ہو جاتے ہیں، ان کے نکاح ٹوٹ جاتے ہیں، اہل اسلام ان سے میل جول، کھانا پینا۔ بیٹھنا اٹھنا، بول چال غرضیکہ تمام احوال میں پورا پورا بائیکاٹ کریں جب تک تائب نہ ہوں، شرح عقائد نسفی وبحر الرائق میں ہے والنظم من البحر ویکفر بتلقین کلمة الکفر لیتکلم بها ولو علی وجه اللعب وبامره امرأة بالارتداد لتبین من زوجها وبالافتاء بذلك وان لم تکفر المرأة بناء علی ان الرضا بکفر غیره کفر، قرآن کریم میں ہے لیحملوا اوزارهم کاملة یوم القیمة ومن اوزار الذین یضلونهم بغیر علم الا ساء ما یزرون۔ اور بکر کے باپ کی امامت جائز نہیں، ہاں اگر خالص دل سے توبہ کرے اور اپنے لڑکے۔ سے ہند مذکورہ کو جدا کرائے یا بکر نہ مانے تو اس سے تعلقات منقطع کرے تو جائز ہے۔

واللہ تعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالی علی سیدنا ومولانا محمد وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

محترم المقام ذوالعزة والاحتشام سراپا تقدس واحترام سلمہ اللہ الی یوم القیام قبلہ فقیہ اعظم حضرت علامہ الحاج مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی قادری دامت فیوضکم العالیہ

Marfat.com

نیاز مندانہ سلام و محبت مسنون : مزاج شریف ۔ خیریت مطلوب معروض آنکہ چند مسائل دریافت طلب ہیں لہٰذا براہِ کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں جوابات سے سرفراز فرمائیں ۔ عین نوازش ہوگی ۔ سوالات درج ذیل ہیں :۔

۱۔ : بالغہ کنواری اغوا شدہ کا نکاح جو کہ مغوی کے ساتھ ورثا اور وکلاء کی عدم موجودگی میں ہوا، عند الشرع جائز اور صحیح ہے یا نہیں ؟

۲۔ : اگر مذکورہ نکاح صحیح ہے تو مغوی اگر کسی بھی صورت میں کسی وقت بھی اغوا شدہ کو طلاق نہ دے تو عدالتی قانونی طلاق نامہ پر عقدِ ثانی کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

۳۔ : جس امام پر زانی ہونے کا شک ہو اپنی آنکھوں سے عند الشرع جرائم میں سے کوئی بھی جرم دیکھا نہ گیا ہو اور نہ ہی کوئی گواہ ہو، صرف شاہد پر شک ہو، اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں ؟

۴۔ : مذکور امام عائد کردہ الزامات سے بریت کے سلسلہ میں تین دفعہ حلفاً صفائی دے اور سننے والے محض پیپلز پارٹی کو ووٹ کی انکاری وغیرہ کے ذاتی عنادات کی بنا پر نماز نہ پڑھیں اور مطمئن نہ ہوں اور برملا یوں کہیں کہ یہ امام اگر سات دفعہ باوضو مسجد میں سر پہ قرآن اٹھائے اور اپنے معصوم ہونے کا ثبوت دے تو ہمیں اعتبار ہی نہیں حالانکہ امام اہل سنت کے مرکزی ادارے کا سند اور محقق عالم ہو اور درویش ہو) کہنے سننے والے مذکورہ افراد عند الشرع مومن و مسلم ہیں یا نہیں ؟ کاش کہ سیدی وسندی استاذی المکرم سید السادات علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ اور واجب الاحترام مولانا صوفی محمد نصر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ زندہ ہوتے تو ان سے بھی یہ مسائل دریافت کرتے مگر صد افسوس کہ وہ دارِ فانی سے کوچ کرتے ہوئے ہمیں ہمیشہ کے لئے داغِ مفارقت دے گئے، قبلہ! یہ

Marfat.com

وہ علم کے سمندر رکھتے جس سے ہر پیاسے نے بقدر ظرف پیا، رضا بالقضا اللہ تعالےٰ، رضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ، ان کے چلے جانے سے علم کا بحران پیدا ہو گیا ہے۔

مولا کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولا کریم رب العزت صدقہ اپنے حبیب کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کی پاک تربتوں پر اپنی خاص رحمت کے ہزاروں لاکھوں کروڑوں پھول نچھاور فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ فقط والسلام

السائل: خادم العلماء دعاجو ابوالرضا محمد بشیر چشتی نظامی فخری حجروی

حال مقیم گنج آرمی سٹڈ فارم پروین آباد تحصیل دیپالپور ضلع ساہیوال

(نوٹ) یہاں کے چند افراد جو ہر دینی دنیاوی جائز و ناجائز مسائل کے جوابات اپنی ہی مرضی کے مطابق چاہتے ہیں اس سلسلہ میں اور کچھ آپ کی وجہ سے سابقہ الیکشن سے لے کر آج تک میرے در پئے آزار ہیں کہ کسی طرح اسکو یہاں سے نکالا جائے، چونکہ بھٹو نہیں رہا، اس کو ہم بھی یہاں نہیں رہنے دیں گے لیکن بحمدہ تعالےٰ آپ حضرات کی دعاؤں کے صدقے ڈٹا ہوا ہوں اور منیجر صاحب کرنل سجاول خاں آرمی سٹڈ فارم اور فیلڈ سٹاپ کا پورا پورا تعاون حاصل ہے، آپ اپنی رائے دیں کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے اور مذکورہ چند افراد کا آپ بھی خیال رکھیں، ایک طرف آپ کی مخالفت کرتے ہیں اور دوسری طرف آپ سے مسائل کے جوابات طلب کرتے ہیں، یہ حیران کن چیز ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

مسئلہ بالغہ کنواری اغوا شدہ کا نکاح ورثا اور وکلاء کی عدم موجودگی میں اغوا کنندہ

Marfat.com

کے ساتھ لڑکی کی رضا سے ہو تو اگر اغوا کنندہ اس کا ہم کفو ہے اور مہر مثل مقرر کیا۔
اور لڑکی کے ورثاء کی اجازت ہو حالانکہ وہ اپنے گھروں میں ہی ہیں تو جائز اور
صحیح ہے کما فی عامۃ المتون اور اگر ہم کفو نہیں تو مختار فی الفتوی یہ ہے
کہ نکاح ناجائز ہے اور صحیح نہیں، فتاوی عالمگیری ج ۲ ص ۱۳ میں ہے و
روی الحسن عن ابی حنیفۃ ان النکاح لا ینعقد وبہ اخذ
کثیر من مشائخنا کذا فی المحیط والمختار فی زماننا للفتوی
روایۃ الحسن، تنویر الابصار اور اس کی شرح در المختار میں ہے (ویفتی)
فی غیر الکفو (بعدم جوازہ اصلا) وھو المختار للفتوی
(لفساد الزمان)، اور یہی فتاوی رضویہ کتاب النکاح ج ۵ حصہ دوم کے
صفحہ ۶۹ میں ہے۔

۲ نکاح مذکور کی صحت کے وقت عدالتی قانونی حاصل کردہ طلاق میں کئی صورتیں
ہو سکتی ہیں، بعض میں اس طلاق پر نکاح ثانی کر سکتے ہیں اور بعض میں نہیں،
واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳ جس امام پر زانی ہونے کا شک ہو اور کسی نے اپنی آنکھ سے کوئی جرم بھی
نہیں دیکھا، صرف شنید پر شک ہے، ایسی تہمت لگانی حرام ہے اور اللہ تعالیٰ
کا فیصلہ ہے کہ ایسی تہمت لگانے والے جھوٹے اور فاسق ہیں، ان کو حدِ قذف
کے اسّی اسّی کوڑے لگائے جائیں، قرآنِ کریم پارہ ۱۸ رکوع ۸ آیۃ ۱۳
میں ہے لولا جاءو علیہ باربعۃ شھداء فاذ لم یأتوا بالشھداء
فاولئک عند اللہ ھم الکذبون ۝ نیز رکوع، آیت ۴ میں ہے
ثم لم یأتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ
ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا واولئک ھم الفسقون۔ پہلی آیت کا
ترجمہ یہ ہے "اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے کہ جب گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے

Marfat.com

نزدیک جھوٹے ہیں،، دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے "پھر چار گواہ نہ لائیں تو انہیں اسّی کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی بھی نہ مانو اور وہی فاسق ہیں" اور یونہی تمام کتب شرعیہ معتبرہ میں ہے، تو نماز بلاشک وشبہہ جائز ہے۔

۴ جب ثابت ہوچکا کہ امام مذکور پر ایسے الزامات غلط ہیں اور الزام لگانیوالے جھوٹے اور فاسق ہیں تو امام کو قسم اٹھانے کی ضرورت ہی نہ تھی مگر جب تین دفعہ حلفیہ صفائی بھی دے دی تو ذاتی عناوات کی وجہ سے مطمئن نہ ہونا بالکل غلط ہے اور برملا یوں کہنا کہ اگر امام سات دفعہ باوضو مسجد میں سر پہ قرآنِ پاک اٹھائے اور اپنے معصوم ہونے کا ثبوت دے تو ہمیں اطمینان نہیں، ایسا کہنا غلط در غلط ہے اور پیپلز پارٹی کو ووٹ کی انکاری وغیرہ کے ذاتی عناوات بالکل حرام ہیں، پیپلز پارٹی والوں کا کام ہی یہی ہے کہ کسی شریف پر کیچڑ اچھالتی رہے یہ بالکل لغو اور بیہودہ ہے، اگر وہ لوگ قرآنِ کریم کے مذکورہ بالا احکام کا انکار کریں اور نہ مانیں تو وہ مسلم ومومن نہیں، ایمانداروں پر لازم ہے کہ ایسے بیہودہ لوگوں کی بیہودہ گوئی پر کان نہ دھریں، یہ حکم بکثرت آیات واحادیث سے ثابت ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۶ ذوالقعدہ ۱۳۹۸ھ ۸/۱۰/۷۸

Marfat.com

ظہار

Marfat.com

باب الظہار

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں کہ زید نے اپنی زوجہ کو عند الغضب بلانیت کہا کہ "تو میری ماں میری بہن" آیا یہ ظہار ہے یا طلاقِ رجعی یا بائن کنایۃً یا صراحۃً باعتبارِ عرف یا محض لغو ہے اور اگر نیت طلاق یا ظہار ہے تو معتبر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا ماجورین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

یہ کلام مطلقاً لغو و باطل ہے، نہ ظہار بن سکے نہ طلاق، انتفاءِ ظہار کی تصریح صریح فتح القدیر، بحر الرائق، ردالمحتار، فتاویٰ عالمگیری میں ہے والنظم من

Marfat.com

الهندية لو قال لها انت امی لایکون مظاهرا و ینبغی
ان یکون مکروها و مثله ان یقول یا ابنتی و یا اختی و نحوہ
فتح القدیر میں اسے حدیث سنن ابو داؤد سے مستفاد و ثابت فرمایا حیث قال لکن
الحدیث المذکورا فادکونہ لیس ظہارا حیث لم یبین فیہ
حکما سوی الکراھۃ والنہی عنہ وقررہ الشافعی علیہ الرحمۃ
و ذکر نحوہ ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ فی بحرہ و سیأتی من
العبارات ما یفید اصل المسئلۃ ان شاء اللہ تعالیٰ
انعدام طلاق کنایہ یوں کہ کنایہ طلاق وہ لفظ ہے جو محتمل طلاق اور غیر طلاق کا ہو کما
صرحوا بہ فی اسفار الفقہیۃ اور یہ محتمل طلاق نہیں کہ طلاق موقوف علی النکاح
اور یہ منافی نکاح ہے۔ تنقیح و توضیح و تلویح میں ہے واللفظ من الاخیر
واما التحریم الثابت بہذہ بنتی اعنی التحریم الذی ھو
من لوازم البنتیۃ فھو مناف لملک النکاح فالزوج لا یملک
اثباتہ اذ لیس لہ تبدیل محل الحل وانما یملک التحریم
القاطع للحل الثابت بالنکاح و ھو لیس من لوازم ھذا الکلام
بل من منافیاتہ فلا یصح استعارتہ لہ والحاصل ان
التحریم الذی فی وسعہ لا یصلح اللفظ لہ والذی یصلح اللفظ
لہ لیس فی وسعہ فلا یصح منہ اثبات التحریم بہذا اللفظ
ومثلہ فی المنار و نور الانوار و فیہ تصریح فیلغوا الکلام
فتاوی فقیہ النفس امام فخر الدین قاضی خان علیہ الرحمۃ ص ۲۲۶ میں ہے
ولو قال لامرأتہ ان فعلت کذا فانت امی و نوی بہ التحریم
فھو باطل ولا یلزمہ شیئ ولا فرق بین التنجیز والتعلیق
منہا حیث صیغۃ الطلاق۔

Marfat.com

طلاق صریح یوں نہیں کہ یہ مجاز ہوتا ہے یا حقیقۃ کما صرح الاصولیون والفقہاء علیہم الرحمۃ وفی ھٰذا کلا ھما متعذران کما عرفت مما سبق واسمع الاٰن نصا۔ تنقیح وتوضیح میں تعبیرًا وتقریرًا ہے مسئلہ قد یتعذر المعنی الحقیقی والمجازی معا کقولہ لامرأتہ وھی اکبر منہ سنا ومعروفۃ النسب ھٰذہ بنتی الخ ومثلہ فی المنار ونور الانوار فالحکم ما مر ولا فرق بین النیۃ وعدمہ لان النصوص شاملۃ لکل واحد منھما ھٰذا،

فان قیل ان ھٰذہ الکلمۃ یفہم العوام منھا ویعتقدون تحریما اذا قال قائل لزوجتہ وغلب استعمالھا فیہ فی عرفھم ھٰذا احد الصریح ولذا عدوا الکلمۃ "انت علی حرام" منہ باعتبار العرف وقد نص المتقدمون علی انھا من الکنایات والمعنی العرفی ایضا معنی حقیقی معتبر عند اھل الاصول قال فی التنقیح والتوضیح (وان استعمل فیما وضع لہ) یشمل الوضع اللغوی والشرعی والعرفی والاصطلاحی (فاللفظ حقیقۃ) قال فی التلویح فالمعتبر فی الحقیقۃ ھو الوضع لشیئ من الاوضاع المذکورۃ الخ۔

واما ما مر من ان ھٰذہ الکلمۃ متعذرۃ الحقیقۃ والمجاز فباعتبار حقیقتھما اللغویۃ کما ینص علیہ کلامھم وبالجملۃ فلا اقل من ان تعد مرتجلا وھو ایضا حقیقۃ قال فی التوضیح فاستعمال اللفظ فی غیر ما وضع لہ لا لعلاقۃ یکون وضعا جدیدا فالمرتجل حقیقۃ فی المعنی الثانی بسبب الوضع الثانی وفی التلویح لان الاستعمال الصحیح فی الغیر بلا علاقۃ وضع جدید

Marfat.com

فيكون اللفظ مستعملا فيما وضع له فيكون حقيقة فينبغي ان
يقع بها طلاق بائن كما هو تحقيق الشامي في الحرام او رجعي كما
قال غيره وهذا باعتبار العرف بلا احتياج الى النية وباعتبار
الارتجال بائن هو بالنية۔

اقول لا سبيل الى الارتجال لان العلاقة باعتبار بادئ الرأي
ثابتة وان كانت في نفس الامر منتفية وهو مطمح انظارهم
الكاسرة القاهرة ولذا قال الامام قاضي خان رحمه الله فهو
باطل لا يلزمه شيئ مطلقا ولم يقيده بعدم الارتجال والمطلق
يجري على اطلاقه واقتصروا في الفتح والبحر والدر وحاشية
الشامي والهندية على الكراهة اثبتوا في ما عدا السد والهندية
الاقتصار من حديث سنن ابي داؤد وصرح الشامي عليه الرحمة
في اوائل الظهار ايضا ببطلانه واما ما ذكرت من العرف
فالظاهر ان هذا ليس بعرف مستقل صحيح اغلوطة
نعرض من جهلهم بحكم الشرع المطهر فتبقى اذهانهم الى
ما سمعوه من حكم الظهار مجملة غاية الاجمال والى الامر
مثلا محرمة فاذا قال لزوجته انت امي فحرمت جهلا
محضا منهم كما استفتاني اهل قرية في شاة ذبحوها
نقال كافر ذبحوا خنزيرا فكفوا عن الاكل وقالوا ايجوز اكلها
ام لا ونظائر هذه كثيرة ومن لم يعرف عرف اهل زمانه فهو جاهل
وايضا فتنة فتوى الجاهلين المتوسمين بالافتاء من ان اطعموا
المساكين افتراء على الله القهار واجتراء على شرعه عالي المنار
فمما يحملهم على اعتقادهم الكاسد وفهمهم الفاسد ويأبى الله

Marfat.com

الا ان يتم نوره ولو كره الكفرون فلا اثر لهذا فى التحريم لان مرجعه الى ما لا يحرم فيه اصلاً

والله ورسوله اعلم وعلمه مما اتم واحكم جل جلاله ربى وصلى الله تعالى على حبى وآله واصحابه وابنه الغوث الاعظم وبارك ومجد وكرم وفخم وعظم وسلم۔

حرره الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ الحنفی القادری النعیمی نوراللہ ربہ وقوبہ۔

۴ محرم ۱۳۶۰ھ فرید پور جاگیر

(۱) ما افتی به المفتی العلام فهو صحیح وحق والحق احق ان یتبع ومن ادعی الخلاف فعلیه البیان بالتبیان۔

خویدم العلماء فقیر فتح محمد حبیبوی، حال پیل خلصانہ ریاست بہاولپور

(۲) الجواب صحیح

عبدالقادر حبیبوی

(۳) اصاب من اجاب ولله دره

بندہ جلال دین جیون شاہی

۴- الجواب صحیح لاریب فیه۔

الراجی الی رحمۃ ربہ البر، خادم العلماء محمد اکبر محمود پوری

۵- الجواب صحیح وخلافه خرط القتاد۔

محمد یار بیر خانوی بقلم خود

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ زید نے اپنی زوجہ سے بحالتِ بخار پانی مانگا، زوجہ کے انکار کرنے پر زید نے پکارا "ماں میری مینوں پانی دے"، کیا زید کا نکاح ٹوٹ گیا یا کیا زید کو کفارہ ادا کرنا پڑے گا؟ فقط

السائل : محمد اسماعیل فانی پاکپتن

۳۱.۱۲.۵۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ مذکورہ واقعیہ اور صحیحہ ہے تو نہ نکاح فاسد ہوا اور نہ ہی کفارہ پڑتا ہے البتہ یہ مکروہ تحریمہ ہے لہذا اگر حالتِ ہوش میں کہا ہے تو توبہ واستغفار کرے ورنہ کچھ نہیں، فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۱۲۶ میں ہے لو قال لها انت امی لا یکون مظاهرا وینبغی ان یکون مکروها۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی الحنفی القادری غفرلہ

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دینِ شرع متین اندریں صورت۔ میں نے اپنی عورت سے لڑتے ہوئے غصے میں آکر کہہ دیا کہ تم میری ماں بہن ہے اور تو میرے اوپر حرام ہے اسی وقت میرے گھر سے نکل جاؤ، تمہیں گھر میں نہیں رہنے دونگا۔ یہ الفاظ میں نے غصے میں آکر کہہ دیا ہے لیکن میرا اسے طلاق دینے کا ارادہ نہ تھا اور نہ ہی میں اس پہ قبل ازیں تا وقت غصہ قبل بد زن تھا اور نہ ہی میری بیوی نے کبھی بے فرمانی کی تھی، میری عورت حاملہ بھی ہے، اب میں ہوش وحواس میں آکر علمائے دین ومحدثین ومتقدمین شرع سے معروض ہوں کہ کیا میری عورت میں اپنے گھر رکھ سکتا ہوں یا وہ مجھ پر کس وجہ سے جائز ہو سکتی ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

غصہ اور حمل مانعِ طلاق نہیں، یہ عوام کا محض خیالِ خام ہے۔ عورت کو ماں بہن کہنا مکروہ ہے، توبہ کرے، مگر اس سے نکاح کو نقصان نہیں ہوتا اور نہ ہی ظہار بنتا ہے، شامی ج ۲ ص ۹۴۷ میں ہے وفی انت امی لا یکون مظاھرا الیٰ ان قال ومثلہ ان یقول یا بنتی او یا اختی، البتہ حرام کہنے سے ایک طلاق بائن ہو گئی، شامی ج ۲ ص ۶۳۸ میں ہے وسیأتی وقوع البائن بہ بلا نیۃ الخ

Marfat.com

باقی الفاظ بلا نیت نقصان نہیں دیتے اور یہاں تو نیت بھی اثر نہیں کرے گی، شامی ج ۲ ص ۶۴۵ ولا یلحقه البائن اور جب ایک طلاق بائن پڑ گئی تو نئے سرے سے نکاح باقاعدہ کر کے بیوی بنا سکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
۱۴ محرم الحرام ۱۳۷۳ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں، زید نے اپنی بیوی کو بحالتِ غصہ ماں بہن کہا ہے اور کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے اور تجھے طلاق ہے، کیا کفارہ ظہار ادا کر دے تو نکاح بحال ہو سکتا ہے یا بغیر حلالہ کے نکاح ہو سکتا ہے یا حلالہ کی شرط عائد کی جائے یا طلاق رجعی تصور ہو گی؟ بینوا توجروا۔

السائل: محمد بشیر سکنہ چک ۲۸۹/ای-بی ڈاکخانہ گگو منڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ماں بہن کہنا بلا تشبیہ ظہار نہیں بنتا بلکہ لغو ہے تو کفارہ نہیں پڑتا کما ف

Marfat.com

الھندیۃ وغیرھا اور "تو مجھ پر حرام ہے" طلاقِ بائن اور "تجھے طلاق ہے" دوسری طلاق ہے لہذا حلالہ نہیں پڑتا اور نکاح جدید ہوسکتا ہے اور چونکہ زید ہی طلاق دہندہ اور صاحبِ عدت ہے یعنی عدت اس کے حق کے لئے ہے لہذا یہ عدت کے اندر ہی نکاح کرسکتا ہے اور اگر کسی اور شخص سے نکاح کرے تو عدت پوری کرنے کے بعد ہی ہوسکتا ہے کما فی کتب المذھب المھذب الحنفیۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاکرم وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۳۰ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ

۱۶ ۷/۶۹

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ ایک آدمی اپنی بیوی کو غصہ میں آکر انگلی سے تین لکیریں کھینچ کر ایک دفعہ کہتا ہے کہ تو میری ماں بہن ہے، عورت حاملہ ہے اور اس کے بال بچے بھی ہیں، سنہارلیوالہ کے نزدیک خشک بیاس چل رہی ہے اس کے بندوات میں پندرہ روز سے کام کررہا تھا اچانک ہی بیوی وخاوند میں لڑائی جھگڑا ہوگیا جس کی وجہ سے اس نے ایسا کیا، اب اس کے متعلق کیا کیا جائے؟

سائل:۔ نور محمد بقلم خود

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللهم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ مسئولہ صحیح و درست ہے تو کچھ بھی نہیں محض لغو اور باطل ہے، نہ صرف لکیروں سے طلاق بنتی ہے اور نہ ہی ماں بہن کہنے سے البتہ شرعاً ماں بہن کہنا گناہ ہے لہذا توبہ واستغفار کافی ہے وذا مصرح فی اسفار المذہب المہذب۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ البصیر فوری

۲۵ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۶۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی شادی عرصہ ڈھائی سال سے زید کے ساتھ ہوئی تھی، ہندہ دیندار نمازی اور باپردہ لڑکی تھی مگر زید کے ہاں پردہ کا انتظام نہیں تھا، وہ ہندہ کو گھاس زمین سے کھرچنے کے لئے باہر بھیج دیتے، ہندہ کی نمازیں بھی فوت ہونے لگیں اور تلاوت بھی چھوٹ گئی، بارہ بجے گھاس لاکر پہنچے پھر اسی قدم واپس گھاس کے لئے بھیج دیتے۔ بیچاری گھبرا گئی اور

Marfat.com

والد کی طرف بھاگ کر پہنچنے کی کوشش کی مگر پھر اسٹیشن پر گاؤں کے لوگوں نے اس کو دیکھ لیا اور پکڑ کر پھر اس کو انہی کے گھر پر پہنچا دیا، پھر اس کو مارنے اور زدوکوب کرنے پر سب گھر کے آدمی تیار ہو گئے حتیٰ کہ سب نے مارا، پھر بھاگی مگر دو میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں کا آدمی پہنچا اور پھر پکڑ کر واپس لے گیا اور انہی کے گھر پر جا چھوڑی، پھر اسکو مارا، تکلیفیں دیں، زید کو غصہ بہت آگیا، ایک دن ہندہ نے اس کے سامنے روٹی رکھی مگر ذرا دور سے کیونکہ مار سے ڈرتی تھی، اس نے کہا بس اب تو میری ماں اور ہمشیرہ ہے، میں تجھ کو نہیں رکھتا، میری طرف سے بالکل جواب ہے، تو میرے قابل نہیں رہی ہے اور نہ ہی تجھ سے میری کوئی غرض ہے، جا چلی جا، اپنا بکس سر پر اٹھا اور چلتی بن، میرا اور تیرا گزر مشکل ہے۔

زید نے فوراً ہندہ کے والد کو بھی خط بے رنگ لکھ دیا کہ اپنی پیاری بیٹی کو لیجاؤ ہمارا اس سے کوئی غرض اور واسطہ نہیں رہا، آکر لے جاؤ ورنہ اس کو گاڑی پر بٹھا دینگے خواہ آپ کے پاس پہنچے یا نہ پہنچے، تاکید، بار بار تاکید ہے۔

اس کا خط پڑھتے ہی ہندہ کا والد وہاں پہنچا، لڑکی کی بری حالت تھی، لوگوں کو جمع کیا پوچھا، سب نے کہا کہ واقعی اس نے مارا پیٹا بھی اور ماں ہمشیرہ کہہ کر اور یہ کہہ کر کہ یہ میرے قابل نہیں رہی ہے، میری طرف سے جواب ہے، اپنی نوکری پر چلا گیا کیا اس صورت سے طلاق پڑ گئی یا کہ نہیں؟ کیونکہ اس نے غصہ اور سخت غصہ کی حالت میں یہ کہا ہے اور کہا کہ آئندہ تو میری ماں اور ہمشیرہ ہے اور جاتے ہوئے پھر ایک خط سخت ہندہ کے والد کو لکھا کہ آکر ہندہ کو لے جاؤ یہ میرے قابل نہیں رہی ہے اور میری طرف سے جواب ہے، اس کو ہرگز میں نہیں رکھوں گا اور نہ ہی اس کے ساتھ میرا کوئی غرض واسطہ ہے۔ عند الشرع اس صورت میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

مستفتی :- مولانا قاری سخی محمد صاحب پیاسی خطیب لکڑ منڈی اوکاڑہ

۱۱۔۸۔۵۸

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ سوال صحیح اور واقعی ہے تو از روئے قواعدِ مذہبِ مہذبِ حنفی ہندہ پر طلاق بائن واقع ہو گئی" بس اب تو میری ماں اور ہمشیرہ ہے" عوام الناس جب اپنی بیوی کو کہتے ہیں تو طلاق بائن کے ارادہ سے کہتے ہیں، بنا بریں علیہ یہ لفظ صریح طلاق کا بن چکا ہے، تنویر الابصار، در المختار، رد المحتار ج ۲ ص ۵۹۰ میں ہے صریحہ مالم یستعمل الا فیہ ولو بالفارسیۃ، شامی علیہ الرحمہ نے فرمایا ای غالبا نیز رد المحتار ج ۲ ص ۴ ۵۹ میں ہے وانما کان ما ذکرہ صریحا لانہ صار فاشیا فی العرف فی استعمالہ فی الطلاق لا یعرفون من صیغ الطلاق غیرہ ولا یحلف بہ الا الرجال وقد مر ان الصریح ما غلب فی العرف استعمالہ فی الطلاق بحیث لا یستعمل عرفا الا فیہ من ای لغۃ کانت وھذا فی عرف زماننا کذلک فوجب اعتبارہ صریحا کما افتی المتأخرون فی انت علی حرام بانہ طلاق بائن للعرف بلا نیۃ مع ان المنصوص علیہ عند المتقدمین توقفہ علی النیۃ (الی ان قال) الحق الوقوع بہ فی ھذا الزمان لاشتہارہ فی معنی التطلیق فیجب الرجوع الیہ والتعویل علیہ عملا بالاحتیاط فی امر الفروج۔ اور ج ۲ ص ۷۶۱ میں فرمایا والفتویٰ علی العرف الحادث لان کلام کل عاقد وحالف ونحوہ یحمل علیٰ عرفہ وان خالف ظاھر الروایۃ کما قالوا من ان الحاکم والمفتی لیس لہ ان

Marfat.com

يحكم او يفتى بظاهر الرواية و يترك العرف فكان الصواب ما قاله شمس الائمة، اور قرآنِ کریم میں ہے و أمر بالعرف اور باقی خط کشیدہ کلمات میں بھی کنایاتِ طلاق ہیں اور غصہ منافیٔ طلاق نہیں بلکہ بہت سے کنایات میں نیتِ طلاق کی دلالت بنتا ہے کما صرح به فی کتب المذهب کافة، طلاق ہوتی ہی ناراضگی میں ہے، پھر زید کے وہ سخت ترین ظلم جو ظلمات بعضها فوق بعض کے مصداق ہیں، متقاضیٔ طلاق ہیں، قرآنِ کریم میں ہے فامساك بمعروف او تسريح باحسان۔

واللّٰه تعالٰی اعلم و علمه جل مجده اتم و احكم و صلى اللّٰه تعالٰی علٰی حبيبه و اٰله و اصحٰبه و بارك و سلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ،

۲۶ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ

Marfat.com

عدّت

Marfat.com

باب العدّة

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ خاوند نے مراہقہ کو بعد مجامعت کے طلاق دی، آیا اس صورت میں عدت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

بلاشک وشبہ وریب عدت واقع ہوگی اور وہ تین ماہ ہے کما فی القرآن الکریم اور اگر ان تین ماہ پورے ہونے سے پہلے حیض آگیا تو تین

Marfat.com

حیض پورے کرنے ضروری ہیں کہ ذوات الحیض کی عدت تین حیض ہے کما فی القرآن الکریم واسفار الفقہ المطہر۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

سائل زبانی مظہر کہ غیر بالغہ کا نکاح کیا گیا اور بلوغ سے پہلے ہی دخول و خلوت سے قبل طلاق دی گئی تو آیا اس مطلقہ کا نکاح بلا عدت ہو سکتا ہے؟

سائل: امیر امیرانی از بھونڈی ریاست بہاولپور

۱۴؍جمادی الاخریٰ ۱۳۷۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر سوال درست ہے تو بلاشک وشبہ وریب بلا عدت نکاح جائز ہے کہ ایسی مطلقہ پر عدت نہیں ہے، قرآنِ کریم کے بائیسویں پارے کے تیسرے رکوع میں ہے ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ

Marfat.com

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ
وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

ایک مطلقہ کم از چالیس برس عمر والی کا حیض دس سال سے بند ہے،
اب اس کی عدت کیا حیضوں سے ہے یا ماہوں سے؟

(حضرت مولانا) جلال الدین صاحب، اجیون شاہی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

مذہب حنفی میں مفتی بہ یہ ہے کہ اس کی عدت حیضوں سے ہی ہے
حتیٰ کہ سن ایاس کو پہنچے، ہندیہ ج ۲ ص ۱۳۴ میں ہے لو رأت ثلثۃ
دم ثم انقطع فعدتہا بالحیض وان طال الی ان ایست کذا
فی العتابیۃ اور سن ایاس پچپن ہے، ہندیہ ج ۱ ص ۱۹ میں ہے الایاس
مقدر بخمس وخمسین سنۃ وھو المختار کذا فی
الخلاصۃ الخ ابنہ شرح الوہبانیہ سے در المختار شامی ج ۲ ص ۸۲۸ اور
بحر الرائق ج ۴ ص ۱۳۱ میں شرح المنظومہ سے ہے والنظم من البحر

Marfat.com

لان ابسط ان عدۃ الممتد طہرہا تنقضی بتسعۃ اشہر کما فی الذخیرۃ معزیا الیٰ حیض منہاج الشریعۃ ونقل مثلہ عن ابن عمر قال وھٰذہ المسئلۃ یجب حفظہا لانہا کثیرۃ الوقوع وذکر الزاھدی وقد کان بعض اصحابنا یفتون بقول مالک فی ھٰذہ المسئلۃ للضرورۃ خصوصا الامام والدی۔ *شامی ج ۲ ص ۸۲۸، بحر الرائق ج ۴ ص ۱۳۰، ۱۳۱* میں ہے والنظم من البحر ومن الغریب ما فی البزازیۃ قال العلامۃ والفتویٰ فی زماننا علیٰ قول مالک فی عدۃ الآیسۃ *مگر بحر الرائق* اور *در المختار* میں ہے مخالف لجمیع الروایات فلا یفتی بہ نعم لو قضی مالکی بہ نفذ، *پھر شامی نے فرمایا* قلت لکن ھٰذا ظاھر اذا امکن قضاء مالکی بہ او تحکیمہ اما فی بلاد لا یوجد فیہا مالکی یحکم بہ فالضرورۃ متحققۃ وکان ھٰذا وجہ ما مر عن البزازیۃ والفصولین فلا یرد قولہ فی النہر انہ لا داعی الی الافتاء بقول نعتقد انہ خطأ یحتمل الصواب مع امکان الترافع الی مالکی یحکم بہ آہ تامل ولہٰذا قال الزاھدی وقد کان بعض اصحابنا یفتون بقول مالک فی ھٰذہ المسئلۃ للضرورۃ آہ ثم رأیت ما بحثتہ بعینہ ذکرہ محشی مسکین عن السید الحموی وسیأتی نظیر ھٰذہ المسئلۃ فی زوجۃ المفقود حیث قیل انہ یفتی بقول مالک انہا تعتد عدۃ الوفاۃ بعد مضی اربع سنین۔

بہر حال مذہب وہی ہے اور ضرورتِ شدیدہ کے وقت یہ بھی فرمایا گیا ہے جو اوپر مذکور ہوا، یہ فتویٰ نہیں دیا جا رہا مگر ضرورتِ شدیدہ کے وقت اس پہ

Marfat.com

کوئی عمل کرے تو امید کہ گنہگار نہ ہو گا کہ فتاوی خیریہ ج ا ص ۶۱ میں ہے لاشك انہ اذا قضی مالکی المذہب فی ممتدۃ الطہر بانقضاء العدۃ بتسعۃ اشہر ینفذ ولا یجوز نقضہ لانہ لم یخالف الکتب ولا السنۃ المشہورۃ ولا الاجماع۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
۱۴ جمادی الاخریٰ ۷۷ھ
بوقت ۱۰ بجے بعد نماز عشاء

الاستفتاء

بخدمت جناب حضرت قبلہ فقیہ اعظم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :-

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک عورت اپنے خاوند سے ناراض ہو کر لڑ کر اپنے میکے آگئی، عرصہ تقریباً چار ماہ والد کے گھر رہی، اس عرصہ میں کسی غیر محرم مرد کے ساتھ اس عورت کے ناجائز تعلقات ہوئے، آخر اس مرد کے ساتھ چلی گئی، اس کے والدین اور سسرال گھر ہی تلاش کرتے رہے، تقریباً دو ماہ کے بعد ہاتھ آئی تو اس کے خاوند نے تنگ آکر معاوضہ لے کر طلاق دے دی، جو آدمی عورت کو لے گیا تھا، اس آدمی نے کچھ رقم دے کر طلاق لی، جو طلاق رقم بھر کر

Marfat.com

لی جائے، اس کی عدت کتنی اور کب نکاح جائز ہوگا؟ بینوا توجروا۔

السائل: آپ کا تابعدار محمد باقر نوشاہی القادری
چک نمبر 239/E.B تحصیل بوریوالہ ضلع وہاڑی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

یہ جوان عورت یعنی جس کو حیض آتا ہو، اس کی عدت قرآن کریم کے حکم سے حیض ہے اور جس کو حمل ہو اس کی عدت بچہ پیدا ہونا ہے و المطلقت یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء (البقرۃ دوسرا پارہ آیت ۲۲۸ اور سورۃ الطلاق پ۲۸ آیت ۴ میں واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن ہے اور فتاوی عالمگیری میں بھی یونہی ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ کسی خریدار سے پیسے لیکر طلاق دے یا یونہی دے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ بانی ومہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور ضلع ساہیوال

۳ شوال المکرم ۱۴۰۰ھ

۱۵-۸-۸۰

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں صورت کہ ہندہ بالغہ غیر حاملہ کو اس کے زوج نے تین طلاقیں دیں، اب وہ کتنی مدت کے بعد کسی دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔

سائل: شیخ محمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

بعد از وقوعِ طلاق اول تین حیض پورے ہو جائیں تو نکاح کر سکتی ہے اگرچہ صرف ساٹھ دن میں ہی پورے ہو جائیں، تین ماہ وغیرہ دوسری عدتیں اور صورتوں میں ہے، قرآنِ کریم میں ہے والمطلقت یتربصن بانفسہن ثلثۃ قروء، فتاوی عالمگیری ج۲ ص ۴۳ امیں ہے وھی حرۃ ممن تحیض نعدتھا ثلثۃ اقراء، نیز ج۲ ص ۱۱۱ میں ہے ولا تصدق فی اقل من ستین یوما۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ الحنفی القادری النعیمی نصرہ ربہ القوی

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ ایک جوان عورت کا جوان مرد کے ساتھ نکاح ہوا اور ہم بستری یا خلوتِ صحیحہ کے بعد چھوڑ کر چلی آئی اور دوسرے مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات بنا کر رہنا شروع کر دیا تو اس نے روپیہ دے کر طلاق حاصل کی اور اس کے گھر آباد ہوگئی اور اس عورت کو حمل بھی نہیں، کیا اس عورت پر عدت ہے؟

المستفتی: مولوی محمد یار صاحب امام مسجد چک ۵۷/ ۱۵۷ EB تحصیل وہاڑی ضلع ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰهم اجعل لی النور والصواب

ہر مدخول بہا مطلقہ پر عدت لازم ہے اور غیر حاملہ جسے حیض آتا ہے اس کی عدت بعد از طلاق تین حیض پورے کرنے ہیں، قرآنِ کریم میں ہے والمطلقٰت یتربصن بانفسهن ثلٰثة قروء اور یہی حکم تمام کتبِ مستندہ معتبرہ مذہبِ مہذبِ حنفیہ میں ہے، یہ مسئلہ چمکتے آفتاب سے بھی زیادہ واضح ہے اور قرآنِ کریم کے صاف صاف حکم مذکور لکھنے کے بعد کسی اور حوالہ کی کیا ضرورت؟ تمہارے کہنے پر صرف ایک حوالہ لکھا جاتا ہے، فتاویٰ عالمگیر ج ۲ ص ۱۳۴ میں ہے، اذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا او رجعیا او ثلاثا وقعت

Marfat.com

الفرقة بينهما بغير طلاق وهی حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة اقراء
واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم
لہٰذا قبل از انقضاءِ عدت نکاح کرنا حرام ہے اور ایسا نکاح شرعاً نکاح نہیں عورت
بدستورِ سابق اس مرد پر حرام ہی ہے، باقی جو بلا وجہ شرعی مسئلہ بتانے پر ناراض ہو
وہ سخت گنہگار ہے۔ حضرتِ رب العالمین جل وعلا اپنے بندوں کا نگہبان ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ
تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
۱۰ شعبان المعظم ۱۳۷۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ مسماۃ صفیاں
دختر جلا کو مؤرخہ ۲۵/۱/۵۸ کو تین طلاقیں دی گئیں حالانکہ اس کو حمل نہیں اور
نہ ہی اس کا بچہ پیدا ہوا ہے اور بعد از طلاق تین حیض پورے ہو چکے ہیں تو کیا
اس کا نکاح کسی اور خاوند سے شرعاً جائز ہے؟ اور عدت گزر گئی یا نہیں؟
بینوا توجروا۔

مستفتی:
مسمی رانجھا ساکن جھوک خوشال ۴۲/۵ تحصیل دیپالپور
۱/۵/۵۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

جوان عورت جسے حمل نہ ہو اس کی عدت تین حیض میں قرآن کریم میں ہے والمطلقت یتربصن بانفسہن ثلثۃ قروء، فتاوی عالمگیری میں ہے فعدتہا ثلاثۃ اقراء اور تین حیض ساٹھ دنوں میں پورے ہو سکتے ہیں، فتاوی عالمگیری میں ہے قال ابوحنیفۃ لاتصدق فی اقل من ستین یوما اذا کانت حرۃ ممن تحیض، مسماۃ حنیفاں کی طلاق کو آج ۵ جنوری ۱۹۵۹ء بہتر دن ہو چکے ہیں تو تین حیض پورے ہونے کا دعوی معتبر اور عدت گزر چکی ہے لہذا کسی اور مسلمان سے نکاح جائز ہے۔

واللہ تعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالی علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ مسماۃ رحمت بی بی کو مؤرخہ ۲۰ ۴/۶۱ کو اس کے خاوند غلام حسین نے تین طلاقیں دے کر فارغ کر دیا اور طلاق کے بعد اسے تین حیض مکمل آچکے ہیں، تو کیا اس کا نکاح کسی اور شخص سے حسب دستور شرع

Marfat.com

شریف جائز ہے۔ بینوا توجروا۔

السائل: چراغ محمد از کانی پور تحصیل دیپالپور ضلع ساہیوال

۶۱ / ۶ / ۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ سوال صحیح اور واقعی ہے تو نکاح جائز ہے کہ عدت تین حیضوں سے پوری ہو جاتی ہے، قرآنِ کریم میں ہے والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء اور آج حسبِ بیانِ سائل طلاق کو اٹھتر دن ہو چکے ہیں، اٹھتر دن میں تین حیض بخوبی آ سکتے ہیں لہذا نکاح ہو سکتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحٰبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

از بوریوال ۶۳-۴-۲۰

بخدمت جناب مولانا مولوی صاحب دام اقبالہ

السلام علیکم: مزاج شریف!

Marfat.com

معروض آنکہ پیشتر بھی حاملِ رقعہ بھیجا گیا تھا مگر نہ معلوم ہمیں کوئی یقین والی بات نہیں ملی، حاملِ رقعہ نے عرصہ تین سال سے محمد دین ولد کریم قوم موچی کو اپنی لڑکی کی شادی کر دی تھی جو آجتک آباد نہیں ہوئی، وجہ یہ ہے کہ محمد دین اپنے برادروں کے ساتھ رہ کر خوش تھا اور وہ لڑکی کو تنگ کرتے تھے، اس لئے دونوں گھر آپس میں خوش نہ تھے، آخر دونوں گھر آپس میں طلاق دینے اور لینے پر رضامند ہو گئے جس میں خاوند مذکور نے یونین کونسل ۱۹۷ چیئرمین میاں محمد یار صاحب کو درخواست دے دی کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہوں۔

دونوں فریقوں سے روبرو پنچایت دریافت کیا گیا تو دونوں نے بخوشی کہا، محمد دین نے کہا میں طلاق دینا چاہتا ہوں اور مسماۃ شریفاں نے کہا کہ میں طلاق لیتی ہوں جس میں دو تاریخیں میاں محمد یار صاحب نے دیں، پھر مزید تسلی کے لئے پوچھا گیا لیکن محمد دین اور شریفاں دونوں فریقوں نے یہی ظاہر کیا کہ ہم طلاق دینے اور لینے کو تیار ہیں جس میں دو تاریخیں بھی کونسل نے دی ہیں اور دو دفعہ طلاق بھی ہو چکی ہے، لڑکی کے والد نے بعوض اپنی لڑکی، محمد دین سے مبلغ -/۶۰۰ روپیہ لیا ہوا تھا وہ بھی پنچایت نے محمد دین کو واپس دلوا دیا ہے، اب کسی وجہ سے تیسری طلاق سے انکاری ہے۔

حالات پیشِ خدمت ہیں، شریعت کے مطابق سوچ کر جو فیصلہ ہو وہ تحریر کر دیں۔ ان وجوہات کے تحت طلاق بائن ہے یا کہ رجعی؟ فقط والسلام

الراقم: میاں شیخ محمد نمبردار، موضع بوملیوال (دستخط)

نوٹ: سائل حاملِ رقعہ زبانی مظہر کہ لڑکی مطلقہ کی عدت تین حیض پہلی طلاق کے بعد پورے ہو چکے ہیں اور اس مدت میں طلاق دہندہ محمد دین نے رجوع بھی نہیں کیا اور یہ بھی تسلیم کیا کہ لڑکی بعد از نکاح حسبِ دستور خاوند کے گھر گئی۔

السائل: غلام قادر قوم موچی سکنہ بوملیوال ضلع منٹگمری

نشان انگوٹھا ۲۱.۵.۰۹۳

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ سوال صحیح اور واقعی یہی ہے کہ مسمی محمد دین نے اپنی بیوی کو باقاعدہ دو دفعہ طلاق دے دی ہے اور پھر رجوع بھی نہیں کیا اور لڑکی مطلقہ کی عدت بعد از طلاق تین حیض سے پوری ہو چکی ہے تو اس لڑکی پر محمد دین کا اب کوئی حق نہ رہا، شرعاً طلاق ہونے کے لئے یہ شرط ہرگز نہیں کہ تین طلاقیں پوری دے تو طلاق بنے ورنہ نہ بنے بلکہ صرف ایک مرتبہ طلاق دینے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے بلکہ یہی احسن الطلاق ہے، فتاویٰ عالمگیر ج۱ ص ۳۴۸ میں ہے فالاحسن ان یطلق امرأتہ واحدۃ رجعیۃ فی طہر لم یجامعہا فیہ ثم یترکہا حتی تنقضی عدتہا الخ اور محمد دین جب دو طلاقیں دے چکا ہے تو پھر کیا شبہ رہ گیا؟ اور یہ دونوں طلاقیں رجعی ہیں، قرآنِ کریم میں ہے کہ وہ طلاق جس کے بعد رجوع کا حق رہتا ہے، دو مرتبہ ہے، دوسرے پارے میں ہے الطلاق مرتٰن، ہاں طلاقِ رجعی میں طلاق دہندہ کو رجوع کا اختیار عدت کے اندر اندر ہوتا ہے اور نہ کرے تو عدت گزرنے پر یہ حق فوت ہو جاتا ہے اور عورت بالکل آزاد ہو جاتی ہے، قرآنِ کریم میں سابقہ کلمات پر مرتب فرمایا فامساک بمعروف او تسریح باحسان۔

رہا وہ مبلغ -/۶۰۰ روپیہ جو لڑکی کے والد نے اپنی لڑکی کے عوض محمد دین سے لیا ہوا تھا تو شرعاً وہ روپیہ رشوت تھا جس کا واپس کرنا لڑکی کے والدین پر ضروری تھا طلاق دیتا یا نہ دیتا، لہذا اس کا واپس دلانا طلاق پر اثر انداز نہیں ہو سکتا اور طلاق کا عوض

فتاویٰ نوریہ جلد سوم

Marfat.com

نہیں بن سکتا، تنویر الابصار، در المختار، رد المحتار ج ۲ ص ۵۰۳ میں ہے والنظم من التنویر والدر اخذ اهل المرأة شيئا عند التسليم فللزوج ان يسترده لانه رشوة۔ شامی میں فتاوی بزازیہ سے ہے وكذا لو ابى ان يزوجها فللزوج الاسترداد قائما او هالكا لانه رشوة۔
الحاصل صحتِ سوال کی صورت میں مسمی محمد دین کا اس لڑکی پر حقِ زوجیت ختم ہوچکا ہے اور لڑکی کو حق پہنچتا ہے کہ حسبِ دستورِ شرعِ مطہر جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
۲۹ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین کہ حاملہ مطلقہ کا چھ ماہ کا حمل ضائع ہوگیا ہے تو اس عورت کی عدت پوری ہوگئی ہے اور وہ نکاح کرسکتی ہے؟ بینوا توجروا۔

سائل: ولی محمد قوم بھوڑ، سکنہ چک بنواز خان ۱۲ رجب المرجب ۱۳۶۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الجواب
اللھم اجعل لی النور والصواب

صورتِ مذکورہ میں بلاشبہ نکاح کرنا جائز ہے، قرآن کریم میں ہے واولات

Marfat.com

الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۲ رجب المرجب ۱۳۶۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو طلاق سہ دیں، عدت گزرنے سے پہلے عورت کو زانی کا حمل ہوا، کیا یہ عورت عدت دنوں کی گزارے یا وضعِ حمل کی گزارے، کتنی عدت کے بعد نکاح کرے؟ بینوا توجروا۔

العبد

ولی محمد وگھا ذات موچی

نشان انگوٹھا گھا

نمبر $\frac{11}{9}$ ۳۴ ضلع شیخوپورہ

نشان انگوٹھا ولی محمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

چونکہ وہ عورت حاملہ ہوگئی لہٰذا عدت وضعِ حمل سے پوری ہوجائے گی، قرآن

Marfat.com

کریم میں ہے واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن بدائع صنائع
ج ۳ ص ۲۰۱، عالمگیر ج ۲ ص ۱۳۵، شامی ج ۲ ص ۸۳۱، بحر الرائق ج ۴ ص ۱۴۲ میں
ہے والنظم من البحر وان حبلت معتدة عن ثلاث فعدتھا
بالوضع اور دونوں سے جوان عورت کی عدت نہیں ہوتی، حمل نہ ہو تو عدتِ طلاق
تین حیضوں سے پوری ہوگی کما نص علیہ فی القرآن الکریم۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وسلم

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۱۶ ذی القعدۃ المبارکہ سنہ ۷۳ھ

الاستفتاء

سائل مظہر کہ غیر بالغہ کا نکاح کیا گیا اور اب بالغہ ہونے کے بعد شوہر نے
طلاق دے دی اور اس دوران میں دخول یا خلوت نہیں ہوئی تو آیا اس مطلقہ کا
نکاح بلا عدت ابھی ہو سکتا ہے؟
سائل: غلام محمد بقلم خود از حویلی لکھا ۳۰ ربیع الثانی سنہ ۷۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر سوال درست ہے تو بلاشک وشبہ ابھی نکاح جائز ہے کہ ایسی مطلقہ

Marfat.com

پر عدت نہیں قرآنِ کریم کے بائیسویں پارے کے تیسرے رکوع میں ہے ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک مطلقہ جس کے ساتھ خاوند نے ہمبستری نہیں کی اور نہ ہی کسی مکان میں اکیلے ہوئے، آیا اس کو عدت پڑتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ایسی عورت پر کوئی عدت نہیں کما فی القرآن الکریم وسائر الکتب الفقہیۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ و اصحابہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید نے اپنی لڑکی کا نکاح بکر کے ساتھ کردیا اور تاریخ رخصتی مقرر کردی۔ دریں اثناء زید کے چند رشتہ داروں نے بکر کو مجبور کیا کہ وہ اپنی لڑکی کو رخصت نہ کرے اور اپنی لڑکی کی طلاق حاصل کرے لیکن زید کے دادا نے طلاق دینے سے انکار کردیا، انکار طلاق کے بعد زید نے اپنی لڑکی اپنے بھتیجے کے گھر ناجائز طور پر بٹھادی، کچھ مدت گزر جانے کے بعد عورت مذکورہ کو طلاق ہوگیا، طلاق کے وقت عورت مذکورہ زید کے بھتیجا سے حاملہ ہے، اندریں صورت جبکہ عورت مذکورہ بکر سے غیر مدخول ہے، اس کی عدت کیا ہے؟ اور بلا انقضائے عدت زانی جس سے وہ حاملہ ہے، نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا ما جورین من رب العٰلمین۔

المستفتی: لال خاں ولد خیسا نمبردار، بوریوالہ ضلع ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً وہ حمل بکر کا ہی ہے، حدیث پاک میں ہے الولد للفراش و للعاھر الحجر اور آیت پاک واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن اپنے اطلاق سے تمام حمل والی عورتوں کو شامل ہے اگرچہ حمل زنا کا ہی ہو، بحر الرائق ج ۴ ص ۱۳۵، فتاوی عالمگیری ج ۲ ص ۱۳۵ میں ہے

Marfat.com

والنظر من البحر وفی البدائع وقد تنقضی العدۃ بوضع الحمل من الزنا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

ذیل کے مسئلہ کا استفتاء فتاویٰ نوریہ کے قلمی نسخہ میں درج نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

میاں بیوی نکاح کے بعد ایک دوسرے کے نزدیک نہ ہوں اور ہمبستری نہ کریں یا اکیلے مکان میں نہ ہوں اور طلاق ہو جائے تو عورت پر کوئی عدت نہیں، پس فوراً نکاح ہو سکتا ہے، دیکھو قرآن کریم پ ۲۲ ع ۳ آیت ۴۹۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۱/۱۷/۶۲

Marfat.com

الاستفتاء

نقل طلاقنامہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و عظام اس مسئلہ کے بارے میں، ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق ان لفظوں میں دی، وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی کو شرعی و قانونی طور پر طلاق دیتا ہوں اور اس کو اپنی زوجیت سے آزاد کرتا ہوں، اب میرا اس کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں، اب یہ شخص دوبارہ اپنی اسی بیوی مطلقہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور اس کی عدت بھی ختم ہو چکی ہے، یہ کون سی طلاق واقع ہو گی؟ کیا دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے؟ فتویٰ درکار ہے۔

السائل: منور علی خاں از بورے والہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ایک طلاق بائن واقع ہو چکی اور چاہیں تو نکاح ہو سکتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ بقلمہ از دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال

۱۰ صفر الخیر ۱۳۸۷ھ ۲ ۶۷/۵

Marfat.com

الاستفتاء

محافظِ شریعت مجسمہ طریقت منبع معرفت جناب حضرت مولانا محمد نور اللہ صاحب نعیمی دامت برکاتہم العالیہ

مؤدبانہ گذارش ہے کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو دو طلاق ان کے گھر یعنی سُسر بذریعہ منی آرڈر بھیج دیتے اور ان کو مل گئے، اب وہ برادری اور دوست وغیرہ کے سمجھانے سے سمجھ گیا ہے کہ میرا نکاح کر دو، آپ سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ جو شریعت کا اصول ہو، تحریر کریں۔

دعاگو: محمد امین وارے کا ڈوٹو، سکنہ اعلیٰ صوبہ سنگھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر صرف دو طلاقیں ہی لکھی ہیں اور عورت پہلے خاوند کے گھر آباد رہی ہے، جیسے سائل نے زبانی بیان کیا ہے تو خاوند عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے، نئے نکاح کی کوئی ضرورت نہیں اور عدت پوری ہو گئی ہے تو نیا نکاح ہو سکتا ہے مگر ہر دو نوں صورتوں میں اگر تیسری طلاق خواہ کب ہی دے، عورت ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی اور پھر با قاعدہ حلالہ کے بغیر نکاح بھی نہیں ہو سکے گا، جوان عورت کی عدت حمل ہو تو بچہ ہونے پر پوری ہوتی ہے ورنہ تین حیض پورے آنے سے عدت ختم ہوتی ہے

Marfat.com

جیسے کہ قرآن کریم اور حدیث شریف اور فقہ حنفی سے واضح ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ و
صحبہ و بارک وسلم۔

مہتمم دار العلوم ہذا الفقیر محمد نور اللہ نعیمی غفر لہ از بصیر پور
۱۳ ذی القعدۃ المبارکہ ۱۳۸۶ھ ۱۹۶۹ء

الاستفتاء

مسمی محبت علی ولد محمد نواز سکنہ متو دالہ تحصیل دیپال پور ضلع ساہیوال نے باہوش وحواس خمسہ اپنی بیوی مسماۃ سکینہ بی بی دختر مانگو سکنہ جسو کے گوردتہ تحصیل دیپالپور ضلع ساہیوال کو عرصہ قریباً پونے تین سال قبل روبرو گواہان حاشیہ حق مہر ادا کرنے کے بعد ایک طلاق دے دی ہے، اس عرصہ سے آج تک علیحدہ علیحدہ رہ رہے ہیں، آیا دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں؟

سائل: مانگو ولد سوداگر کمبوہ ساکن جسو کے گوردتہ ۷.۴.۷۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الجواب
اللھم اجعل لی النور والصواب

ایک طلاق کے بعد جب عدت گزر جائے تو نکاح بلاشک وشبہ جائز ہے
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فلا تعضلوھن

Marfat.com

ان ينكحن ازواجهن اذا تراضوا بينهم بالمعروف پارہ ۲ رکوع ۱۴،

اور یہ نہی طلاق بائن ہو تو عدت کے اندر ہی جائز ہے اور طلاقِ رجعی میں تو نکاح کی ضرورت ہی نہیں، ویسے ہی رجوع ہو سکتا ہے، الحاصل اگر صورتِ سوال صحیح ہے تو بلاشبہ نکاح جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ از بصیرپور

۶ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ ۷۶-۴-۷

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں:

۱- یہ کہ ایک آدمی نے اپنی عورت کو عرصہ دو سال سے بائن طلاق بذریعہ رجسٹری بھجوادی لیکن اب اس عورت نے عدالت فیملی کورٹ میں دعویٰ نان ونفقہ کیا ہوا ہے اور طلاق ہذا کو بے معنی وبے بنیاد ظاہر کر کے نان ونفقہ وصول کرنا چاہتی ہے لہٰذا بروئے شرع محمدی اس عورت کے لئے کیا جزا وسزا ہے۔

۲- یہ کہ اس عورت کی گواہی دینے والے گویا کہ جھوٹی گواہی دینے والے کی سزا کیا ہے؟

۳- ایسی بے دین عورت سے دیگر مسلمانوں کو اس کے ساتھ کیسے برتنا چاہیے؟ لہٰذا اس کا جواب مدلل دے کر ممنون فرمائیں، مہربانی ہوگی۔

سائل: غلام قادر ولد میاں رکن دین سکنہ بھبٹہ ملے عارفوالہ

ضلع ساہیوال ۲۶.۸.۷۷

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر سوال صحیح ہے تو اس عورت پر طلاق بائن واقع ہو چکی ہے اور نکاح سے نکل چکی ہے اور عدت بھی غالباً پوری ہو چکی ہو گی تو اب اس کا دعویٰ یا مطالبہ نان و نفقہ بے معنیٰ اور بے بنیاد ہے، اس عورت کو گناہ سے توبہ کرنی چاہیے اور عدت پوری ہونے پر حسبِ دستورِ شرع نکاح کر لینا چاہیے اور یونہی جھوٹی گواہی دینے والے بھی توبہ کریں اور ایسی بے دین عورت سے دور رہنا چاہیے اور اسے ہدایت کرنا چاہیے، قرآنِ پاک مرد کو الذی بیدہ عقدۃ النکاح فرماتا ہے لہذا مرد طلاق دے سکتا ہے اور یونہی حدیث شریف میں ہے الطلاق لمن اخذ بالساق لہذا وہ طلاق جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعظم وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

فی عاشر رمضان المبارک سنۃ الف وثلاث مائۃ وسبع وتسعین

۲۶ ۸/۷۷

Marfat.com

ذبْح

Marfat.com

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ
الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ
وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ
وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ

ـــــــ المائدة

حرام کیے گئے ہیں تم پر مُردار، خون، سوّر کا گوشت اور جس پر ذبح کے وقت غیر خُدا کا نام پکارا جائے اور جو گلا گھونٹنے سے مرا ہو اور (لکڑی وغیرہ کی) چوٹ سے مرا ہوا، اُوپر سے نیچے گر کر مرا ہوا، جو سینگ لگنے سے مرا اور جسے کھایا کسی درندے نے مگر جسے تم نے (اللہ کے نام پر) ذبح کر لیا۔

Marfat.com

اِذَا ذَبَحْتُمْ
فَاَحْسِنُوا الذِّبْحَ — الحدیث

جب تُم ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کیا کرو۔

Marfat.com

تعارف کتاب الذبائح

اللہ رب العزت جل جلالہ و عم نوالہ، حکیم مطلق ہے اس نے جو احکام بندوں کو دیئے ہیں انہیں ان کی حکمت سمجھ میں آئے یا نہ، وہ بہرحال ان کے لئے مفید اور مصلحت پر مبنی ہیں۔ ایسے ہی احکامات میں سے جانوروں کے گوشت کا معاملہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ان جانوروں کا گوشت حلال کیا ہے جو انسانی صحت کے لئے مفید ہے اور جو جانور انسانی صحت کے لئے مضر ہیں ان کا گوشت حرام کردیا ہے۔ اسی طرح اگر حلال جانور طبعی موت مرجائے تو خون رگوں اور شریانوں میں جم جاتا ہے جس سے جسم میں فاسد مادہ پیدا ہوجانے کے باعث وہ مضر صحت ہوجاتا ہے لہٰذا ہمیں جانوروں کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ رگوں کا سارا خون بہہ کر گوشت صاف اور تمام مضر صحت اثرات سے پاک ہوجائے۔ پھر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ عبادات اور دیگر معاملات کی طرح ذبح کا بھی ایک باقاعدہ شرعی نظام وضع کردیا گیا تاکہ ذبح کے عمل میں بھی دنیا بھر کے مسلمانوں کے درمیان وحدت عمل اور اتحاد و یگانگت کا رنگ پیدا ہوجائے اور وہ جہاں کہیں رہتے ہوں ایک ہی مخصوص طریقے سے جانوروں کو ذبح کریں۔

ذبائح جمع ہے ذبیحہ کی۔۔۔ اور ذبیحہ ایسے جانور کو کہتے ہیں جسے شرعی طریقے کے مطابق ذبح کیا گیا ہو۔

کتاب الذبائح فقہی کتب کی ترتیب کے مطابق دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ابتدائی استفتاءات

Marfat.com

میں ذبح کے متعلق مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں جبکہ اس کے بعد کے فتووں میں حلال و حرام جانوروں کا ذکر ہے۔

مچھلی اور ٹڈی کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں۔ ان کے سوا باقی تمام جانور ذبح کئے جائیں البتہ اونٹ کو نحر کرنا مسنون ہے۔

حلق کے آخری حصے میں نیزہ وغیرہ جھونک کر رگیں کاٹ دینے کو نحر کہتے ہیں جبکہ ذبح یہ ہے کہ گردن کو اس کی ابتدا سے لے کر سینے کی ابتدا تک کسی جگہ سے اس طرح کاٹا جائے کہ یہ چاروں رگیں کٹ جائیں۔

۱۔ حلقوم: یہ وہ رگ ہے جس میں سے سانس آتی ہے۔ اسے نرخرہ بھی کہتے ہیں۔

۲۔ مری: جس سے خوراک نیچے اترتی ہے۔

۳،۴۔ ودجین: حلقوم اور مری کے دونوں طرف ایک ایک رگ ہے جنہیں شہ رگ بھی کہتے ہیں۔ ان دونوں رگوں میں خون گردش کرتا ہے۔

ان چار رگوں میں سے تین کا کٹ جانا ضروری ہے اس سے کم رگیں کٹیں تو جانور حلال نہ ہوگا۔ البتہ غیر پالتو جنگلی جانوروں کے شکار میں یہ رعایت رکھی گئی ہے کہ اسے تکبیر پڑھ کر تیر چلانے یا نیزہ وغیرہ کوئی دھاردار آلہ جھونک دینے سے زخمی کر دیا جائے تو وہ حلال ہو جاتا ہے۔ اسی طرح پالتو جانور اگر بے قابو ہو کر بھاگ جائے تو وہ بھی جنگلی جانور کے حکم میں ہے اور چونکہ اس کی گردن پر چھری پھیرنا ممکن نہیں رہا لہٰذا اس کے جسم کے کسی حصے کو زخمی کر دینا کافی ہے۔ اور اس صورت کو فقہی اصطلاح میں ذبح اضطراری کا نام دیا گیا ہے۔

ذبح سے جانور حلال ہونے کے لئے درج ذیل شرائط کا لحاظ ضروری ہے:

(الف) ذبح کرنے والا سمجھدار ہو، مجنون اور بے سمجھ بچے کا ذبیحہ درست نہیں۔

(ب) ذبح کرنے والا مسلمان ہو۔ (البتہ بعض شرائط سے کتابی کا ذبیحہ بھی درست ہے)

(ج) اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا جائے۔ اسی طرح ذبح اضطراری میں شکار یا بھاگ جانے والے پالتو جانور پر تیر یا دھاردار آلہ پھینکتے وقت بھی تکبیر کہنی ضروری ہے۔

(د) جس جانور کو ذبح کیا جائے وہ بوقت ذبح زندہ ہو، یعنی چھری پھرنے کے بعد خون نکلے یا جانور میں حرکت پیدا ہو۔

Marfat.com

حلال و حرام جانوروں کی پہچان کے بارے میں کوئی قاعدہ کلیہ تو نہیں تاہم درج ذیل اکثری' استقرائی قاعدہ ذہن نشین کر لینے سے کافی حد تک وضاحت ہو جاتی ہے:

جانور دو قسم کے ہیں:

۱- دریائی ۲- خشکی

مچھلی کے بغیر تمام دریائی جانور مکروہ و حرام ہیں۔ نیز وہ مچھلی جو خود بخود پانی کی سطح پر الٹ گئی ہو نا جائز ہے۔

خشکی والے جانور بھی دو قسم کے ہیں۔

پرندے اور درندے--- پرندے پھر دو قسم میں: خون والے' بلا خون---

ایسے پرندے جن میں خون بالکل نہ ہو یا دم مسفوح (بہنے والا خون) نہ ہو ماسوائے ٹڈی کے سب حرام و مکروہ ہیں جیسے مچھر' مکھی' بھڑ وغیرہ۔

ایسے پرندے جن میں دم سائل ہو اور پنجے سے شکار کرنے والے یا موذی اور حرام خور ہوں جیسے باز' چیل' کوا وغیرہ سب کے سب حرام ہیں' باقی حلال۔

واضح رہے کہ طوطا اگرچہ پنجے سے پکڑ کر کھاتا ہے مگر شکار نہیں کرتا لہٰذا حرمت کے اس حکم سے خارج ہے۔

درندے یعنی زمینی جانور دو قسم کے ہیں: خون والے' بے خون۔

وہ تمام جانور جن میں دم مسفوح نہیں' حرام ہیں جیسے حشرات الارض بچھو' سانپ' کیڑے' مکوڑے وغیرہ۔

ایسے تمام جانور جن میں بہنے والا خون ہو ان میں سے درندے یعنی کیلے سے شکار کرنے والے جانور مثلاً شیر' چیتا' کتا وغیرہ حرام ہیں' ان کے علاوہ سب حلال ہیں۔ (اونٹ اگرچہ کیلے والا جانور ہے مگر وہ شکار نہیں کرتا' لہٰذا اس حکم حرمت میں داخل نہیں)

بھیمتہ الانعام یعنی بے زبان مویشی جن کی حرمت شریعت میں وارد نہیں ہوئی سب حلال ہیں مثلاً اونٹ' گائے' بھیڑ' بکری وغیرہ۔

پرندوں کے بارے میں ایک استقرائی اکثری قاعدہ یہ بھی ہے کہ جن کی چونچ مڑی ہوئی ہے'

Marfat.com

طوطے کے سوا سب حرام ہیں جیسے باز وغیرہ۔ اور جن کی چونچ سیدھی ہے وہ کوے کے بغیر سب کے سب حلال ہیں جیسے کبوتر' فاختہ' گیری' لالی' تلیر وغیرہ۔

کتاب الذبائح میں اکیس استفتاء ات ہیں۔ جن میں کوا حرام ہونے کے موضوع پر ایک تحقیقی رسالہ "حرمت زاغ" بھی شامل ہے۔

(مرتب)

---○○---

Marfat.com

کتاب لذبائح

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دینِ متین اس صورت میں کہ ایک عورت نے رات کے وقت بیمار لیلے کو ذبح کیا اور وہ عورت قسمیہ کہتی ہے کہ اس وقت وہ لیلا زندہ تھا، ہاتھ اور پاؤں مارتا تھا اور تین مرتبہ تکبیر پڑھ کر ذبح کیا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اُسنے مرے ہوئے کو ذبح کیا مگر گواہ نہیں یہ صرف زبانی کہنا ہے، ہمیں اس عورت کی قسم کی بناپر تسلی ہے کہ اس نے زندہ ہی کو ذبح کیا اور عورت کا ذبح کیا ہوا کھانا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

المستفتیان والسائلان از منچریاں

دستخط
پیر طالب علی صاحب

انگوٹھہ نذر محمد قصاب

جمال دین قصاب

غلام حسین قصاب

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ سوال صحیح اور درست یہی ہے جو سائلان مندرجہ بالا نے بیان کی تو خواہ مخواہ بلا علم یہ تہمت لگائی کہ مرے ہوئے کو ذبح کیا، محض غلط ہے، قرآن کریم اور حدیث شریف میں سخت ممانعت آئی ہے، باقی رہا یہ مسئلہ کہ عورت کا ذبح جائز ہے یا نہیں تو حدیث شریف میں یہ مسئلہ صاف موجود ہے کہ جائز ہے، مشکوٰۃ ص ۳۵۷ میں ہے عن کعب بن مالك انہ کان لہ غنم ترعی بسلع فابصرت جاریۃ لنا بشاۃ من غنمنا موتا نکسرت حجرا فذبحتہا بہ فسال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامرہ باکلہا رواہ البخاری، اور ایسے ہی مذہب مبارک حنفیہ میں مصرح کما فی الشامی والھدایۃ وغیرھا من الاسفار، البتہ ذبح کے لئے سمجھدار ہونا ضروری جیسے کتبِ فقہ میں تفصیل سے مذکور ہے اور آئندہ کے لئے سخت احتیاط کی تاکید کی ہے اور نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہ کی پابندی کا عہد لیا اور گذشتہ سے توبہ کروائی اور ایسے ہی عورت سے بھی توبہ کروائی جائے اور عہد لیا جائے کہ سائلان نے زبانی ان کی خامی ذکر کی ہے — یہ بھی ہدایت کر دی ہے کہ صدقہ و خیرات بھی کر دے کہ بعض حقوق کی ادائیگی ہوجائے

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

Marfat.com

الاستفتاء

مکرم محترم قبلہ مولوی نور اللہ صاحب دام ظلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :۔

خاکسار کو ایک فتویٰ کی ضرورت ہے، واپسی فتویٰ لکھ کر بھیجیں، مشکور ہونگا

واقعہ یہ ہے :۔

(۱) ایک خاتون نے ایک لیلی جو کہ قضائے الٰہی سے رات کو مرچکی تھی (گو یا حرام ہوگئی تھی) اس خاتون نے اس کی گردن کاٹ کر باہر پھینک دی، اب ایک اور آدمی گذرا اور اس آدمی نے اس عورت سے وہ لاش مبلغ تین روپے میں خریدنے کا مطالبہ کیا (اس وقت وہ عورت مردہ لیلی کی کھال اتار رہی تھی) آخر قصہ مختصر اس آدمی نے اس عورت سے تین روپے میں وہ مردہ لاش یعنی حرام گوشت مول لے لیا، یہ آدمی راستے میں حرام گوشت لئے جارہا تھا، راستے میں ایک اور آدمی ملا جس نے کہ دریافت کیا کہ میاں یہ آپ کتنے کی خرید کر لئے جارہے ہو؟ اس نے جواب دیا تین روپے میں تو پھر اس آدمی نے پوچھا کہ آیا یہ حلال ہے یا حرام، اس نے کہا کہ میں فلاں عورت سے خرید کر لایا ہوں، اس عورت نے مجھے حلال کہہ کر بیچی ہے، اس آدمی نے اگلے گاؤں جاکر گوشت فروخت کردیا جو کئی اشخاص نے مول لے کر کھالیا جو آدمی راستے میں ملا تھا اس نے شام کے وقت فروخت کرنے والی عورت سے پوچھا کہ تم نے یہ گوشت تین روپے میں بمع کھال کیوں سستا بیچا (حلال) اب عورت نے جواب دیا کہ بھائی وہ حرام تھا، اس بات کا ۵/۶ دن بعد خریدنے والے نے واویلا کیا کہ جو آدمی مجھے خرید کر کے جانے وقت راستے میں ملا جس نے مجھے پوچھا کہ کتنے کی خریدی ہے؟ میں نے کہا کہ تین روپے میں، اس نے کہا کہ حرام ہے یا حلال؟

Marfat.com

تو میں نے کہا کہ حلال ہے، میں نے تو حلال سمجھ کر خریدی تھی اس لئے اس کا گوشت فروخت کر دیا، اس خریداری کے وقت سوائے خریدنے والے اور بیچنے والی عورت کے کوئی اور گواہ موجود نہ تھا جس سے واقعات کا پتہ چلے۔

اب عورت بیان کرتی ہے کہ اس نے حرام کہہ کر ۳/۰۰ روپے میں دیدی مرد خریدنے والا کہتا ہے کہ اس عورت نے مجھے حلال کہہ کر فروخت کی ہے اور کہا ہے کہ اس کے سر پر کیڑے پڑ گئے تھے، جب مرنے لگی تو اسے ذبح کیا گیا ہے خریدار نے جب دھڑ کے ساتھ سری کا مطالبہ کیا کہ اس کا سر بھی دے دو، خاتون نے کہا کہ اس پر کیڑے تھے اس لئے پھینک دیا ہے (وہ کھانے کے قابل نہ تھا) خاتون کے خاوند سے خریدار نے دریافت کیا کہ تمہاری عورت نے مجھے حرام لیلی دے دی ہے خاوند نے جواب دیا کہ میں گھر موجود نہ تھا، مجھے صحیح علم نہیں، اگر حرام ہوتی تو وہ خود کھال کیوں اتارتی؟ ایسے حالات میں خریداری کے وقت کا کوئی گواہ موجود نہیں، اب عورت بیان کرتی ہے کہ اس نے حرام کہہ کر بیچی ہے، خریدار کہتا ہے کہ اس عورت نے حلال کہہ کر مجھے فروخت کی ہے۔

آپ فتویٰ تحریر کریں کہ ایسے حالات میں عورت گنہگار ہے یا مرد؟ اور وہ کیسی سزا کا مستحق ہے؟ ان کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیئے؟ اب جن لوگوں نے گوشت مول لے کر کھایا، ان بیچاروں کو تو کوئی علم نہ تھا کہ گوشت حرام تھا اس لئے وہ کھا گئے، اب ان گوشت کھانے والوں کے متعلق بھی تحریر کریں۔

آپ مفصل فتوے لکھ بھیجیں کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ یہ تمام باتیں مجمع عام میں میرے ڈیرہ میں ہوئیں جو کہ اوپر بیان کی گئی ہیں۔

از طرف:

سردار محمد صدیق چیئرمین شاہ یکہ تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری

۹ ۶۶

Marfat.com

استدراک

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے سائل کے نام درج ذیل گرامی نامہ تحریر فرما کر حقائق و واقعات کی مزید وضاحت طلب فرمائی۔

۷۸۶
۹۲

محترم المقام جناب سردار محمد صدیق صاحب چیئرمین شاہ پیجہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : مزاج گرامی !

مسجد کے متعلق فتوےٰ لکھ دیا ہے مگر دوسرا معاملہ ذرا پیچیدہ ہے لہذا ذیل کے استفسارات کا جواب دیں تو کچھ لکھا جا سکتا ہے :۔

۱۔ اس لیلی کی عمر کیا تھی ؟
۲۔ موٹی تھی یا دبلی ؟
۳۔ اس قسم کے گوشت کا وہاں کیا نرخ ہے ؟
۴۔ خریدنے والے آدمی نے فروخت کنندہ خاتون کے سامنے ہی کھال اتار کر گوشت بنایا یا گھر لیجا کر ؟
۵۔ ایسی کھال کی قیمت وہاں کیا ہے ؟
۶۔ تیسرے آدمی نے اتری ہوئی کھال اور بنا ہوا گوشت دیکھا اور سوال کیا یا کھال سمیت لیلی تھی ؟
۷۔ اگر گوشت دیکھا تھا اور فروخت کنندہ عورت نے حرام بتایا تو اس شخص نے فوراً کیوں نہ اظہار کیا ؟

آپ اسی کاغذ پر سوالات کے سامنے یا نیچے واضح جواب دیں مگر عورت ضرور مجرم ہے کیونکہ حرام جانور کو حرام کہہ کر فروخت کرنا بھی حرام ہے البتہ اگر حلال کہہ کر فروخت کیا تو یہ دہرا جرم ہوگا۔ والسلام

دعا گو : ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۹-۹-۶۶

Marfat.com

۷۸۶
۹۲

آپ کے سوالات کا جواب حسبِ ذیل ہے :-

۱- لیلی کی عمر تقریباً ۶ ماہ، وزن تقریباً ۸ سیر۔

۲- قدرے کمزور تھی۔

۳- گوشت کا بھاؤ تین روپے فی سیر ہے۔

۴- سر جسم سے علیحدہ تھا اور باقی کھال بمعہ جسم خریدار اپنے گاؤں۔ لے گیا، اپنے گاؤں میں جا کر کھال اتاری اور گوشت فروخت کیا۔

۵- اس قسم کی کھال کی قیمت تقریباً سات روپے ہے۔

۶- کھال سمیت لیلی تھی مگر سر نہیں تھا۔

۷- تیسرا آدمی دن کے دس بجے اپنے مویشی چرانے باہر جا رہا تھا، راستہ میں خریدار سائیکل پر سوار پیچھے لیلی باندھی ہوئی ملا، لیلی بمعہ کھال تھی، تیسرے آدمی نے دریافت کیا کہ یہ کتنے کی خریدی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تین روپے کی خریدی ہے، اور فلاں عورت سے خریدی ہے، فروخت کنندہ عورت تیسرے آدمی کی قریبی رشتہ دار ہے، تیسرا آدمی گوشت فروخت کرنے کا کام کرتا ہے، خریدار مذکور کو بھی تیسرا آدمی کھالیں وغیرہ فروخت کرتا رہتا ہے، تیسرا آدمی جب گھر واپس آیا یعنی مغرب کے وقت تو تیسرا آدمی فروخت کنندہ خاتون کے گھر گیا اور اس سے دریافت کیا کہ یہ لیلی تین روپے کو کیوں فروخت کی؟ اس نے کہا کہ حرام تھی، تیسرے آدمی نے کسی سے ذکر نہیں کیا کہ یہ لیلی حرام تھی۔

تابعدار :

محمد صدیق بقلم خود، شاہ بیجہ

۱۰ / ۹ / ۶۶

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً وہ عورت اور خریدار مرد اور تیسرا آدمی تینوں گنہ گار ہیں، عورت کا گناہ یہ ہے کہ اس نے حرام لیلی فروخت کی اور خریدار کا گناہ یہ ہے کہ اس نے حرام لیلی خریدی اور پھر حرام گوشت خریداروں کو کئی مرتبہ فروخت کیا، جتنے خریداروں نے اس سے یہ حرام گوشت خریدا اتنی ہی تعداد میں اس کے گناہوں میں اضافہ ہوتا گیا اور یہ ایسے سنگین گناہ ہیں کہ ایک ایک گناہ کی سزا ہی بہت زیادہ ہے کیونکہ اس نے دیدہ دانستہ حرام گوشت مسلمانوں کو حلال اور خوردنی بنا کر دیا حالانکہ حرام کو حلال کہنا کفر ہے تو واضح ہوا کہ وہ خریدار مرد سب سے زیادہ سخت گنہگار ہے اور تیسرے آدمی کا یہ گناہ ہے کہ جب اسے حرام کا پتہ چلا تو لوگوں کو یا کسی ذمہ دار کو اطلاع دیتا، رہا خریدار کا یہ دعوٰی کہ اس فروخت کنندہ خاتون نے حلال بنا کر فروخت کیا، یہ بظاہر بالکل غلط ہے کیونکہ آپ کی تحریر کے مطابق اس لیلی کا گوشت اور پوست تقریباً ۳۱ روپے کے بنتے ہیں تو اتنی قیمت کی لیلی تین روپے میں فروخت کرنی واضح کر رہی ہے کہ اس عورت نے حلال نہیں بنایا ہوگا اور یونہی خریدار بھی اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ اتنی سستی حلال نہیں ہو سکتی خصوصاً جبکہ اس کا پیشہ ہی یہی ہے لہذا وہ خریدار سب سے زیادہ سخت سزا کا مستحق دنیا میں ہے اور آخرت میں اس کے لئے جہنم کی سخت سزائیں تیار ہیں جبکہ تائب ہو کر نہ مرا ہے

اب تک چونکہ پاکستان میں اسلامی قوانین جاری نہیں ہوئے لہذا ہم پوری سزا نہیں دے سکتے بنا بریں آپ اپنے اختیارات کی رو سے جتنی سخت سے سخت

Marfat.com

سزا اسے دے سکتے ہیں، دینی اور اخلاقی دباؤ سے اسے مجبور کیا جائے کہ صحیح معنوں میں توبہ کرے اور اہلِ اسلام سے گڑگڑا کر معافی طلب کرے اور اس عورت اور نیسرے مرد کو بھی توبہ کرائی جائے اور سخت تنبیہ کی جائے کہ آئندہ ایسی بری حرکت نہ کریں، بلکہ عورت تو سزا کی بھی مستحق ہے جو خریدار کی سزا سے گناہ کے مطابق کم ہونی چاہئے، باقی عوام اہلِ اسلام جو بھول کر حرام کھا بیٹھے ہیں تو وہ کسی سزا کے مستحق نہیں مگر ان لوگوں کو دوسرے مسلمانوں کی طرح احتیاط سے گوشت خریدنا ضروری ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعظم وآلہ وسلم

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ ۱۶-۹-۶۶

الاستفتاء

بخدمت جناب مولوی محمد نور اللہ صاحب

السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ جناب کی طرف ایک شخص کو روانہ کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے کتا[1] ذبح کرنے کے واسطے کسی غیر شخص کو بلا کر ذبح کر دیا ہے ذبح کرنیوالا ایک نماز فجر کی پڑھتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ چار[2] پانچ کی نماز پڑھتا ہے اس نے ذبح کیا ہے اور جو مسلمان ہیں انہوں نے کہا ہے کہ کھانا ٹھیک نہیں، اگر جائز نہیں، پیر شاہ محمد نے ذبح کیا ہے۔

المستفتی: مولوی غلام حسن نشان انگوٹھہ سر گیلن پتی دار
۲۹ رجب المرجب ۱۳۷۶ھ

---

[1] سائل نے یونہی لکھا ہے۔ (مرتب)

Marfat.com

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الجواب

اللهم اجعل لی النور و الصواب

پیر شاہ محمد اب خود میرے پاس آتے ہیں، حاجی غلام رسول صاحب، منشی محمد بشیر صاحب اور محمد سرور وغیرہ کے روبرو کہا اور تسلی سے کہا کہ میں اہل السنۃ اور حنفی مذہب ہوں اور صحابہ کرام اور ازواج مبارکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہوں اور پیار کرتا ہوں البتہ پہلے مجلس شیعہ میں چلا جاتا تھا اب ہرگز ہرگز نہیں جاؤنگا اور شرع ظاہر ہے تو اندریں حالات اس کتا کا کھانا جائز ہے، وہ حلفیہ بیان کرتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۹ رجب المرجب ۱۳۷۶ھ

الاستفتاء

از چاہ عاشق خاں

۵ - ۵ - ۷۱

جناب واجب الاحترام حضرت مولانا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ: اما بعد

Marfat.com

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ ایک جانور بوجہ بیماری قریب المرگ ہے، اس کا مالک اسے ذبح کرنے کے لئے تیار ہے لیکن وہ جانور بالکل ساقط ہوگیا اور کوئی حرکت نہیں کرتا، چند منٹ بعد اس جانور نے دوبارہ حرکت شروع کی تو مالک نے اسے فوراً ذبح کردیا۔ ذبح کرنے کے بعد وہ جانور حرکت تو نہیں کرتا لیکن اس کا خون پھوارے کی طرح نکلتا ہے، آپ سے استدعا ہے کہ از روئے شریعت مسئلہ مذکور کے متعلق بتائیں کہ مذکور جانور حلال ہے یا حرام احقر ازحد ممنون ہوگا۔

فقط والسلام

احقر العباد محمد شریف امام مسجد چاہ عاشق خاں داخلی چک قدرت اللہ ڈاکخانہ چک بیدی تحصیل پاکپتن شریف ضلع ساہیوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ایسی صورت میں اگر خون اس طرح نکلے جیسے زندہ جانور کے ذبح کرنے کے وقت نکلتا ہے تو حلال ہے، در المختار کے متن و شرح میں ہے (ذبح شاۃ مریضۃ (فتحرکت او خرج الدم حلت) شامی میں ہے ای کما یخرج من الحی الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ بانی دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال بقلم خود

۱۴ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ

۱۰-۵-۷۱

Marfat.com

الاستفتاء

(کرسٹین سینڈ)

گرامی القدر حضرت مولانا نور اللہ صاحب

السلام علیکم ، مزاجِ گرامی ! خیریت بخیریت ۔

ہم یہاں تقریباً چار ہزار کے قریب پاکستانی ہیں، خاص کر گوشت کے معاملہ میں ہمیں یہاں گوناگوں مشکلات کا سامنا ہے کیونکہ یہاں پہ حلال وحرام کی تمیز نہیں یہاں کی تقریباً ۱۰۰٪ آبادی سوٴر کا گوشت کھاتی ہے اس لئے ہمیں خاص طور پہ محتاط رہنا پڑتا ہے، پہلے تو ہم صرف مچھلی پہ گزارہ کرتے تھے لیکن اب تقریباً چار ماہ پہلے اوسلو (صدر مقام) (OSLO) میں ایک دکان پاکستانیوں نے کھولی ہے جس میں حلال گوشت کا انتظام ہے لیکن یہ حلال گوشت اس طرز پر ہے کہ انکو اجازت نہیں ہے کہ جانور کو باہوش حلال کریں بلکہ یہاں کے رواج کے مطابق اس کے سر پہ لوہے کا ہتھوڑا جو کہ اوپر رسی کے ذریعے لٹک رہا ہوتا ہے، جانور کو عین وسط میں کھڑا کر دیا جاتا ہے اور رسی کھول دی جاتی ہے اور وہ ہتھوڑا اچانک جانور کے سر پر آلگتا ہے جس سے وہ بے ہوش ہو جاتا ہے، اس کے بعد اس کو حلال کرنے کی اجازت دیتے ہیں، وہاں اوسلو میں کوئی مولوی صاحب ہیں، انہوں نے فتویٰ دیا ہے کہ مجبوری کی حالت میں جائز ہے لیکن یہاں ایک صاحب ہیں، انہوں نے کہا ہے کہ یہ جائز نہیں، اب ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جائے، اوسلو (صدر مقام) یہاں سے ۳۲۷ کلو میٹر ہے، میں ان صاحب کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا جنہوں نے اس کو مجبوری کی حالت میں جائز قرار دیا ہے، آپ براہِ کرم اس معاملہ میں ہمیں صحیح

Marfat.com

جائز اور ناجائز سے مطلع فرمائیں، فقط والسلام۔

ناچیز قادر بخش QADIR BUKHSH
HOLBBRG GATA 41
4600 KRISTIAN SAND 5
NORWAY

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر وہ جانور بیہوش ہو جانے کے بعد زندہ رہ جاتا ہو اور زندگی میں ہی شریعت کے مطابق ذبح کیا جاتا ہو تو اس کا گوشت حلال ہے اور کھانا بلاشبہ جائز ہے اور اگر ذبح کرنے سے پہلے ہی مرگیا تو ذبح کرنے پر حلال نہیں ہو سکتا، یہ مسئلہ قرآنِ کریم میں صراحۃً موجود ہے، دیکھئے پارہ ششم سورۃ المائدہ شریف کی تیسری آیت میں ہے والمنخنقة والموقوذة والمتردية والنطيحة وما اكل السبع الاما ذكيتم یعنی حرام جانوروں میں یہ بھی داخل ہیں المنخنقة یعنی وہ جانور جو گلا گھوٹنے سے مرے اور الموقوذہ یعنی وہ جو بے دھار کی چیز سے مارا ہو الاما ذکیتم مگر جنہیں تم ذبح کرلو، تو اس طریقہ سے بیہوش کیا ہوا جانور الموقوذہ ہے اور شرعاً ذبح کی شرط ہے کہ جانور زندہ ہو۔

بہر حال یہ مسئلہ بڑا واضح اور صاف ہے اور ہمارے مشائخ کرام نے بھی نہایت صاف طور پر بیان فرمایا ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۲۷ میں ہے المتردية والمنخنقة والموقوذة والشاة المريضة والنطيحة ومشقوقة

Marfat.com

البطن اذا ذبحت (الیٰ ان قالوا) تحل بالذبح سواء عاش اولایعیش عند ابی حنیفۃ وھو الصحیح وعلیہ الفتویٰ کذا فی محیط السرخسی اور یونہی شامی ج ۵ ص ۲۶۹ اور ج ۵ ص ۲۱۶ میں ہے اور یونہی فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۱۴۷ میں کافی سے بھی ہے اور معتبر کتب شرعیہ فقہیہ میں بھی یونہی ہے۔

باقی رہا وہاں دوسرے صاحب کا یہ کہنا یہ جائز نہیں تو اس کا مطلب ظاہر ہے کہ جانور کو ہتھوڑا مار کر بیہوش کرنے کے متعلق ہے کہ یہ جائز نہیں اور پہلے مولوی صاحب کا یہ فتویٰ کہ مجبوری کی حالت میں جائز ہے، ان کا بھی یہی مطلب ہے کہ جب حکومت کا قانون ہے تو ہمیں مجبوراً یوں کرنا پڑتا ہے۔ بہرحال اس گوشت کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں جبکہ حلال قسم کے جانور کو بیہوش ہونے کے بعد زندگی میں ہی ذبح کیا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وعلیٰ الہ و اصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۹ رجب المرجب ۱۳۹۷ھ 17.7.77

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں :-

سوال (۱) : ذبح فوق العقدہ کے بارے میں بہت جھگڑا ہے، اس میں مفتی بہ قول معہ ادلہ تحریر فرما کر ثواب حاصل کریں۔

(۲) کوا حلال ہے یا کہ حرام؟ واضح طور پہ تحریر فرما دیں۔

Marfat.com

(۴) طوطا حلال ہے یا کہ حرام ؟

السائل : نعمت اللہ بمقام فتح پور ڈاک خانہ خاص تحصیل لیہ ضلع مظفر گڑھ

بمعرفت مولوی محمد اسحاق صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

(۱) اگر تین رگیں ان چار سے کٹ جائیں جن کا ذبح میں کٹنا ہوتا ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں، یہ علامہ شامی وغیرہ نے قولِ فیصل کے رنگ میں لکھا ہے لہذا ذبیحہ ماہر کو دکھا کر عمل کیا جائے یا مشاہدہ پر عمل ہو، شامی ج ۵ ص ۲۵۷ میں ہے اقول والتحریر للمقام ان یقال ان کان بالذبح فوق العقدۃ حصل قطع ثلاثۃ من العروق فالحق ما قالہ شراح الھدایۃ تبعا للرستغفنی (ای الحل) والا فالحق خلافہ اذلم یوجد شرط الحل باتفاق اھل المذھب ویظھر ذلک بالمشاھدۃ اوسوال اھل الخبرۃ فاغتنم ھذا المقال ودع عنک الجدال انتھی واقرہ الغلامۃ الرافعی فی التحریر المختار۔

(۲) : مکروہ تحریمی ہے، تفصیل کے لئے فقیر کا رسالہ "حرمتِ زاغ"[1] دیکھیں جو دفتر انجمن حزب الرحمٰن شعبہ تبلیغ دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور سے دو آنہ میں ملتا ہے، بیس نئے پیسے کے ٹکٹ ارسال کر کے منگوا سکتے ہیں (مع ڈاک خرچ)۔

---

[1] یہ رسالہ اسی کتاب میں شامل کر دیا ہے۔ (مرتب)

Marfat.com

۳ : ہاں حلال ہے کما فی المیزان الشعرانی ج ۲ ص ۶۲ و رحمۃ الامۃ ج ۱ ص ۱۷۱ علیٰ حاشیۃ المیزان ، فتاویٰ برہنہ ج ۲ ص ۵۲ احلال جانوروں کے بیان میں ہے وہمچنیں طوطی و علیہ الفتویٰ ، اور یہی قواعد و تصریحاتِ کتبِ مذہب کا تقاضا ہے والتفصیل فی الفتاوی النوریۃ (قلمی مسودہ) ج ۱ ص ۱۶۰ و ۱۶۱ - [1]

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ واصحابہ وبارک وسلم -

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۱۲ ر شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ 6.12.65

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین شرع مبین اس مسئلہ میں کہ ایک بلی نے ایک مرغی کو سر سے پکڑ کر مضروب کر دیا ، مالک مسمی احمد یار نے بلی سے مرغی کو چھین کر مسمی گامنہ کے حوالے کی جو اس وقت وہاں موجود تھا اور خود چھری تلاش کرنے کے لئے اندر دوڑا ، مسمی گامنہ بھی مرغی کو لے کر اندر پہنچا ، جب احمد یار چھری تلاش کر کے مرغی کے پاس پہنچا تو مرغی حرکت کرنے سے بند ہو چکی تھی اور گامنہ اسے زمین پر پھینک چکا تھا ، گامنہ نے کہا کہ مرغی مر چکی ہے - احمد یار نے کہا نہیں ابھی نہیں مری اور چھری مرغی کی گردن پر چلادی ، خون بغیر حرکت کئے تقریباً

[1] یہ تمام فتوے اسی باب میں شامل کر دیے گئے ہیں - (مرتب)

Marfat.com

چھٹانک ڈیڑھ چھٹانک کے برابر بہہ گیا، خون کا رنگ تقریباً سرخی اور سیاہی کے بین بین تھا، اس کے علاوہ مرغی نے کوئی حرکت نہیں کی، صرف ایک چیز ظاہر ہوئی مرغی نے بیٹ یعنی (پاخانہ) باحرکت نکالی، کیا بیٹ کا نکلنا آثارِ زندگی میں شامل ہے، مندرجہ بالا حالات کے ماتحت مرغی حلال ہے یا حرام؟

۲۔ یہی مرغی چند مسلمانوں کے منع کرنے کے باوجود مالک احمد یار نے پکا کر کھائی مرغی حرام ہے تو کھانیوالے کے لئے شرعاً کیا تعزیر ہے؟ جواب مع حوالہ کتب شرعیہ آیاتِ قرآنی وحدیث پاک عربی عبارات باترجمہ ہونا چاہیئے؟ بینوا و توجروا۔

العارض: عبدالمجید، مدرس پرائمری سکول سیٹھیا نوالہ سنٹر نواں کوٹ تحصیل لیہ ضلع مظفر گڑھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

۱۔ ظاہر سوال یہ ہے کہ بلی نے مرغی کو سر سے پکڑا اور گردن کو نہیں پکڑا اور رگیں نہیں کاٹیں، اگر یہ صورت ہے اور خون تیزی سے زندہ کی طرح نکلا تو حلال ہے اور اگر تیزی اور دھار سے نہیں نکلا تو زندگی کی دلیل نہیں، شامی ج ۵ ص ۲۶۹، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۷۳ میں ہے والنظم من الشامی قال فی البزازیۃ وفی شرح الطحاوی خروج الدم لا یدل علی الحیٰوۃ الا اذا کان یخرج کما یخرج من الحی عند الامام وھو ظاھر الروایۃ اور پاخانہ کا نکلنا استرخائے موت سے بھی ہو سکتا ہے لہٰذا اگر بلی نے سر نہیں کاٹا اور شہ رگ بھی نہیں کاٹی اور خون تیزی اور دھار سے نکلا جیسے زندہ ذبح کرنے سے نکلتا

Marfat.com

ہے تو حلال ہے ورنہ مشکل ہے۔

۲۔ اگر مالک نے حرام شدہ مرغی کھالی تو کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا، سزا کا مستحق ہے جو حاکمِ شرع مناسب طریق پر لگا سکتا ہے۔ آپ لوگ اپنے اخلاق اور دباؤ سے اسے مجبور کر سکتے ہیں کہ غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے توبہ کرے قرآنِ کریم میں ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیۃ اور حدیث پاک میں ہے من رأی منکم منکرا فلیغیرہ الحدیث رواہ مسلم۔[1]

مجھے ترجموں کے لکھنے کی فرصت نہیں، مسئلہ لکھ دیا ہے اور زیادہ سمجھنا ہو تو یہاں تشریف لائیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعلیٰ وعلیٰ آلہ واصحابہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ بقلم خود

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۴ھ ۶/۶/۷۴

الاستفتاء

میں مسمی ارشاد مسیح اچانک یوسف مستری کی دکان پر گیا۔ وہاں ایک بکری بیمار قریب المرگ تھی اور کوئی بھی ذبح کرنے والا نہیں تھا۔ اہلِ خانہ میں سے ماسوائے ایک عورت کے کوئی بھی نہ تھا۔ عورت کے مجبور کرنے پر میں نے اپنے مذہب کے مطابق یہ الفاظ پڑھے اور ذبح کیا "باپ بیٹے روح القدس کے نام پر آمین۔

---

[1] صحیح مسلم جلد اول ص۵۱

Marfat.com

خداوند کے نام پر میں نے اس کو ذبح کیا" ارشاد مسیح۔

کیا یہ بکری حلال ہے یا حرام؟

السائل: محمد باغ علی نوری، محمد حسین ۹/۸/۱۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

یہ بکری حلال نہیں ہوئی بلکہ حرام ہے، کیونکہ مسلمان کی ذبح نہیں کی ہوئی بلکہ مرتد کی ذبح کی ہوئی ہے۔ اگر اصل کتابی بھی یوں ذبح کرے تو حرام ہے ۔ وہ باپ بیٹے روح القدس کا نام لے کر ذبح کرتا ہے جو حرام ہے، فتاوی عالمگیری ص ۳، منہا ان یکون مسلما او کتابیا اور یہ جو انگریزوں کے وقت اسلام چھوڑ کر عیسائی بنے، مرتد ہیں، کتابی نہیں کما صرح بہ علمائنا الکرام اور اگر کتابی بھی ہو مگر یہ الفاظ کہہ کے ذبح کرے تو وہ درست نہیں۔ فتاوی عالمگیری اسی صفحہ میں ہے اذا سمی المسیح علیہ السلام وحدہ او سمی اللہ سبحانہ وسمی المسیح لا تؤکل ذبیحتہ نیز اسی صفحہ میں ہے منہا تجرید اسم اللہ تعالی عن غیرہ وان کان اسم النبی علیہ السلام۔ بہرحال ان کفریہ الفاظ سے ذبح کی ہوئی حلال نہیں ہو سکتی۔ اگر وہ عورت خود ذبح کرتی اللہ کے نام پر تو جائز ہو جاتی کما فی البخاری وغیرہ۔

واللہ تعالی اعلم وصلی اللہ تعالی علی حبیبہ

Marfat.com

سیدنا محمد و اٰلہ و صحبہ و بارک وسلم

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی غفرلہ

۸ر ذیقعدۃ المبارکہ ۱۳۸۰ھ - ۹/۸ ۱۹

الاستفتاء

بخدمت اقدس قبلہ وکعبہ سیدی وسندی شیخ المشائخ غوثی وغیاثی جناب فقیہ اعظم دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کے بعد مؤدبانہ عرض یہ ہے:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام ان مسائل میں:

۱- شیعہ بدمذہب رافضی کا ذبح کیا ہوا جانور جائز ہے یا نہیں اور اس کی دعوت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

۲- ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس کے ورثاء میں ایک لڑکی اور تین لڑکے اور چار حقیقی بھائی ہیں۔ ترکہ از روئے شرع کس طرح تقسیم کیا جائے۔

۳- غلام فرید نے اپنے دس مربع زمین محمد رمضان کے پاس دس ہزار روپے کے عوض رکھی، اس شرط پر کہ جب دس ہزار روپے دے گا وہ اپنی زمین چھڑا لے گا۔ اس عرصہ میں جو زمین سے آمدنی ہوگی وہ محمد رمضان کی ہوگی۔ کیا یہ صورت شرعاً جائز ہے؟

۴- زید اعتکاف کی حالت میں حقہ نوشی کے لیے مسجد سے باہر گیا، کیا اس کا اعتکاف ٹوٹا یا نہیں؟ مولوی رشید احمد اپنے فتاویٰ میں لکھتا ہے کہ معتکف باہر جا کر حقہ پی سکتا ہے

Marfat.com

۵۔ بکر نے روزہ کی حالت میں عمداً حقہ نوشی کی، کیا اس پر قضا ہے یا کفارہ؟
مولوی عبدالحی اپنے فتاوی میں لکھتا ہے صرف قضا ہے کفارہ نہیں۔
مہربانی فرما کر ان سوالات کا جواب قرآن و حدیث و فقہ حنفی کی روشنی
میں دیں۔ آپ کا غلام سائل: الفقیر الحقیر سید محمد عبدالغفار شاہ
تھانہ ساہو کا، تحصیل بورے والا۔ مورخہ ۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

۱۔ جب زید بدمذہب ہے، رافضی ہے تو دریافت کرنے کی کیا ضرورت؟
ایسے شخص سے ایمان ہی مجبور کرتا ہے کہ پرہیز کی جائے اور رافضی تبرائی ہوتے
ہیں جو کفر کی حد تک پہنچتے ہیں تو ایسے لوگوں کا ذبیحہ مردار ہے، حرام ہے۔ کما
فی جمیع کتب الفقہ الحنفی من القرآن الکریم والاحادیث
الشریفۃ واللہ اعلم۔
۲۔ اگر صرف یہی وارث ہیں تو شرعاً لڑکی کا ایک حصہ اور تین لڑکوں کے حصے
ہیں۔ یعنی کل مال کے سات حصے بنائے جائیں، ان میں سے ایک لڑکی کا اور دو دو
ہر ایک لڑکے کے صورتہ ھکذا

ایک شخص مسئلہ از (۷) مع التصحیح

میت

لڑکی	لڑکا	لڑکا	لڑکا	چار حقیقی بھائی
۱/۷	۲/۷	۲/۷	۲/۷	X X

چاروں بھائی محروم ہیں کہ اولاد ان سے قریب ترین عصبہ ہے کذا

Marfat.com

فی الفقہ الحنفی والحدیث والقرآن الکریم واللہ اعلم۔

۳۔ یہ صورت ناجائز ہے کہ یہ قرض منافع کے ساتھ ہے جو ربو کی طرح ہے کل قرض جر منفعتہ فہو ربو بڑی مشہور حدیث ہے وذا ظاہر جدا واللہ اعلم۔

۴۔ معتکف جب مسجد سے باہر چلا گیا تو اعتکاف حضرت امام اعظم کے نزدیک فاسد ہو گیا جبکہ مخصوص شرعی عذر سے نہ ہو تو اور شرعی عذروں میں حقہ نوشی نہیں ہے۔ رہا رشید احمد تو وہ وہابی دیوبندی ہے جس کے نزدیک کوا کھانا بھی ثواب ہے۔ ایسے کا کہنا کوئی شرعی دلیل نہیں۔ بڑی باتیں بنانے سے کچھ نہیں بنتا۔ کسی کتاب مستند میں ہے تو بتائیں عجیب بات ہے۔ خود ہی مفتی بنتے ہیں اور قرآن و حدیث سے جواب مانگتے ہیں مگر رشید احمد کے قول کو سند بناتے ہیں۔ کوئی ہو، جب بلا دلیل شرعی بات کرے اس کا اعتبار نہیں۔ چنانچہ فتاوی رشیدیہ میں کوا کھانا ثواب لکھا، کوئی اور دلیل نہیں فقط رشید احمد لکھا ہے۔

سب کتب فقہ حنفی میں عذر لکھے ہیں۔ وہ دیکھ لیں۔ واللہ اعلم۔

۵۔ اس پر قضا اور کفارہ لازم ہے۔ طحطاوی ج ۱ ص ۴۵۰ میں ہے لا یبعد لزوم الکفارۃ للنفع والتداوی وکذا الدخان الحادث شربہ وابتدع بہذا الزمان۔ شامی ج ۲ ص ۱۳۴ میں حضرت شیخ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ سے ہے ویلزمہ التکفیر لوظن نافعا۔ کذا دافعا شہوات بطن فقررا۔ مولانا عبدالحی کا بلا دلیل لکھنا بھی کوئی دلیل نہیں بلکہ وہ سراج منیر کا حوالہ دیتے ہیں جس میں "لا یتغذی بہ عادۃ" لکھا ہے۔ حالانکہ حقہ بھی عادۃ پیا جاتا ہے تو اس دلیل کا تقاضا بھی ہے کہ کفارہ پڑے۔

Marfat.com

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علی حبیبہ
وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
المہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال
۲ صفر المظفر ۱۴۰۱ھ ۸۰-۱۲-۱۱

الاستفتاء

بخدمت جناب محترم مرشدی واستاذی جناب فقیہ اعظم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ؛ معروض بار بعد ازیں صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک بھینس گبھن یعنی حاملہ بقضائے الٰہی قریب المرگ ہوگئی، مالک نے ذبح کردی اور اس بھینس مذکورہ کا گوشت و پوست بانٹ دیا، بعد ازیں ایک مولوی صاحب نے یہ فرمایا کہ اس بھینس کا گوشت حرام ہے کیونکہ اس کے پیٹ سے بچہ مرا ہوا نکلا ہے، یہ بالکل حرام ہے۔ اس مسئلہ میں بہت جھگڑا ہوگیا ہے۔ آپ جناب پوری پوری تشفی فرماکر مطمئن کردیں، نہبت نوازش ہوگی۔

آپ کا خادم : بندہ فضل الحق بقلم خود چک جعفر علی شاہ ۲۸ ۷/۱

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر مالک مسلمان ہے اور اس نے بھینس زندہ کو ذبح کیا ہے اللہ تعالیٰ کے

Marfat.com

نام پر تو وہ حلال ہے، قرآنِ کریم میں واضح فرمان ہے فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ ان کنتم بآیٰتہ مؤمنین پ ۸ ع ۱ آیت ۱۱۸ یعنی اگر اللہ تعالےٰ کی آیتیں مانتے ہو تو کھاؤ ان جانوروں سے جو اللہ کے نام پر ذبح کیے گئے، اور اگلی آیت میں ہے وما لکم الا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ وقد فصل لکم ما حرم علیکم الاٰیۃ یعنی تمہیں کیا ہوا کہ اس جانور سے نہ کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہوا اور یونہی بکثرت حدیثیں ہیں اور کتبِ فقہ میں حلال لکھا ہے، فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۲۷ میں ہے واذا علمت حیوٰتہا یقیناً وقت الذبح اکلت بکل حال یعنی جب جانور مریض کی زندگانی یقیناً معلوم ہو ذبح کے وقت تو وہ ہر حال میں حلال ہے، کھایا جائے، تو واضح ہوا کہ اس مولوی صاحب سے غلطی ہوگئی ہے، اصل مسئلہ یہ ہے کہ حاملہ جانور کو ذبح کیا جائے اور اس کے پیٹ سے مرا ہوا بچہ نکلے تو وہ بچہ حرام ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کے نام پر چھری چلی نہیں تو یہ اور مسئلہ ہے نہ کہ ماں حرام ہوگئی۔ اس مولوی صاحب سے مطالبہ کریں کہ دلیل لاؤ، حرام کہنا سخت گناہ ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ واصحٰبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۹۸ھ ۲۸/۲/۷۸

الاستفتاء

مجترم جناب مفتی صاحب

السلام علیکم، مزاج گرامی! حسب الحکم حضرت قاضی صاحب مدظلہ العالی ایک

Marfat.com

مسئلہ حاضر خدمت ہے، امید ہے کہ جلدی جواب سے نوازیں گے۔
مرغیاں ذبح کرکے پر اتارنے کے لئے سخت گرم پانی میں ڈالتے ہیں، انتڑیاں
وغیرہ سب اس کے پیٹ میں ہی ہوتی ہیں۔ کیا اس سے مرغی مکروہ ہو جاتی ہے؟ اسکو
کھایا جائے یا نہیں، تفصیل کے ساتھ جلد ہی تحریر فرما دیں نیز صحت کے متعلق بھی تحریر فرمائیں۔

فقط والسلام

حبیب الرحمن قریشی از جہلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللہم اجعل لی الثبوت والصواب

بعض صورتوں میں پاک تو بلا کراہت جائز اور بعض میں پلید تو ناجائز ہے
دار العلوم کا اجلاس دستار بندی کل صبح شروع ہو رہا ہے، مہمان آرہے ہیں لہذا تفصیل
خود حضرت قاضی صاحب[1] مدظلہم کتب مندرجہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔
فتح القدیر ج ا ص ۱۸۶، غنیۃ المستملی ص ۲۰۵، بحر الرائق ج ا ص ۲۳۹، مراقی الفلاح
اور حاشیہ طحطاویہ ص ۹۲، در المختار اور حاشیہ شامیہ ج ا ص ۳۰۹، حاشیہ طحطاویہ
ج ا ص ۱۶۳ نیز حاشیہ طحطاویہ ج ا ص ۱۶۴ کا ارشاد فالاولی قبل وضعہا
فی الماء المسخن ان یخرج ما فی جوفہا و یغسل محل الذبح
مما علیہ من دم مسفوح تجمد بھی قابل غور ہے اور مفید۔

واللہ تعالی اعلم وصلی اللہ تعالی علی حبیبہ الاکرم
وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حضرت قاضی صاحب قبلہ سے بعد از سلام محبت و نیاز معروض کہ صحت

---

[1] حضرت علامہ قاضی غلام محمود ہزاروی علیہ الرحمہ جو ان دنوں جہلم میں قیام پذیر تھے۔ (مرتب)

Marfat.com

بفضلہ وکرمہ تعالیٰ بہت اچھی ہے البتہ اجلاس دستاربندی کی وجہ سے فرصت اور کم ہوگئی ہے۔ بیرونِ ملک مبارک کام کا دورہ مبارک ہو۔

فتاویٰ نوریہ چونکہ غیر مطبوع اور صرف ایک ایک نسخہ ہی ہے لہذا باہر بھیجنا مشکل ہے، امید کہ معذور تصور فرمائیں گے۔ رقعہ مرسلہ جوابی لفافہ دفتر دار العلوم میں محفوظ ہے، ضرورت کے وقت انشاء اللہ تعالیٰ استعمال ہوگا، ہاں ابھی خیال آیا کہ چونکہ آپ بیرونِ ملک تشریف لیجا رہے ہیں اور واپسی کی تاریخ معلوم نہیں لہذا واپس بھیج رہا ہوں۔

والسلام مع الاکرام

دعاگو :

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۱ شعبان المکرم ۱۳۹۱ھ ۳۰-۱۰-۷۱

الاستفتاء

میں نے آج ہی سنا ہے کہ انڈا عورت نہیں توڑ سکتی اور آدمی انڈہ توڑتے وقت تکبیر نہ پڑھے تو وہ کھانا جائز نہیں یہ کہاں تک درست ہے تکلیف کا شکریہ!

جہاں خان اسٹیشن ماسٹر از اسٹیشن بصیر پور ۲۸ ۸/۶۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : یہ محض جہلاء کا افتراء ہے کہ انڈے کر جانور

Marfat.com

کا حکم دیتے ہوئے تکبیر اور وہ بھی مرد کی زبان سے ضروری تصور کرتے ہیں پھر خود ہی اسکا خلاف بھی کرتے ہیں ورنہ دھار دار آلہ اور رگوں کا کاٹنا بھی شرط کرتے، انڈا عقلاً عرفاً شرعاً بے جان شے ہے، قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے تخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی (پارہ سوم) اس بے جان سے انڈا مع غیر مراد ہے اور بے جان کے لئے ذبح نہیں، تو تکبیر ضروری نہ ہی اور یہ بھی افترار جہال ہے کہ عورت کا ذبح جائز نہیں، کتب فقہیہ اور حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی حدیث شریف سے ثابت ہے اور ثابت بھی نہایت نمایاں طور پر ہے کہ عورت ایماندار باقاعدہ ذبح کرے تو جائز ہے، صحیح بخاری شریف ج ۲ ص ۸۲۷ وغیرہ میں بھی کافی حدیثیں موجود ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
۲۲ شوال المکرم ۱۳۶۷ھ

Marfat.com

حلال و حرام جانور

Marfat.com

باب ما یحلّ اکله و ما لا یحلّ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اندریں کہ زید امام مسجد نے طوطا کو حلال سمجھتے ہوئے کھایا، اب گاؤں والے کہتے ہیں، چونکہ طوطا حرام ہے لہٰذا زید کی امامت جائز نہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ طوطا پنجے سے کھاتا ہے اور جو پنجے سے کھائے وہ حرام ہے اور دوسری دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ ہم نے حلال سنا ہی نہیں، تو کیا طوطا واقعی حرام ہے اور زید کی امامت جائز نہیں۔ بینوا توجروا۔

سائل: ولی محمد از مریکیے ضلع منٹگمری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

قواعد و ضوابطِ شریعتِ غرا کی رُو سے طوطا حلال ہے کہ ایک پرندہ جس میں بہنے والا خون ہو اس کی حرمت ان دو چیزوں سے ثابت ہوتی ہے جنگل سے شکار کرنا یا مردار خور ہونا، فتاویٰ عالمگیری ص ۵۷ ج۴ مالہ دم سائل کے بیان میں ہے و کل ذی

مخلب من الطیر، نیز اسی میں ہے وکل ذی مخلب من الطیر و ما اکل الجیف وبہ ناخذ ونحوہ فی الخانیۃ ص ٢٥٢ ج ٣ والدر المختار ورد المحتار للشامی ص ٢٦٥، ٢٦٦ ج ٥ وتکملۃ البحر ج ٨ ص ١٧١، ١٧٣ ورمز الحقائق ص ٣٤٦ وھو المفھوم من المتون الموضوعۃ لنقل المذاھب کالکنز وغیرہ، عنایہ شرح ہدایہ ج ٨ ص ٤١٩ میں ہے واصل ذلک ان کل ما یاکل الجیف فلحمہ نبت من الحرام فیکون خبیثا عادۃ بلکہ ائمہ ثلاثہ امام اعظم، امام شافعی، امام احمد علیہم الرحمہ کا مجمع علیہ مذہب یہی ہے میزان شعرانی ج ٢ ص ٦١، رحمۃ الامہ ج ١ ص ١٧١ میں ہے والنظم من ذی الرحمۃ واتفق الائمۃ الثلاثۃ ابوحنیفۃ والشافعی واحمد علی تحریم ذی مخلب من الطیر یعد وبہ علی غیرہ کالعقاب والصقر والبازی والشاھین وکذا ما لا مخلب لہ الا انہ یاکل الجیف کالنسر الخ اور طوطا نہ چنگل سے شکار کرتا ہے اور نہ مردار خور ہے لہذا حلال ہے، عوام کا کہنا کہ پرندہ پنجہ سے کھانے والا حرام ہے محض غلط ہے، وہ بیچارے ذی مخلب کا معنی نہیں سمجھتے، ذی مخلب کا معنی ہے مخلب والا اور مخلب اس دھاردار ناخن کا نام ہے جس کے ساتھ جانور شکار کرتا ہے صراح ص ٢٧، منتھی الارب ج ١ ص ٣٤٨، منتخب اللغات علی الغیاث ص ٤٨٣ غیاث اللغات ص ٤٥٨ میں ہے والنظم من الغیاث مخلب بکسر میم وسکون خائے معجمہ وفتح لام وبائے موحدہ چنگال مرغ شکاری الخ

ہمارے فقہائے کرام شکر اللہ تعالیٰ مساعیہم الجمیلہ نے ایسے بہترین انداز سے مسائل شرعیہ کا بیان فرمایا کہ بفضلہ تعالیٰ ادنیٰ فہم مستقیم والا بھی نہیں بہک سکتا، ذو مخلب کی تفسیر در المختار وقرۃ الشامی ج ٥ ص ٢٦٥، خلاصۃ الفتاوی ج ٤ ص ٣٠٢ میں ہے والنظم من الدر یصید بمخلبہ ونحوہ فی مجمع البحار ج ١ ص ٣٦٣ - رمز الحقائق ص ٣٤٦، تکملۃ البحر ج ٨ ص ١٧١ میں ہے والمراد

Marfat.com

بذی مخلب ما لہ مخلب ھو سلاح لہ و نحوہ فی المغرب ج ا ص ۱۶۳ شرح الوقایہ ج ۴ ص ۳۳۵، فتاوی قاضیخان ج ۴ ص ۱۵۷، مبسوط امام سرخسی ج ۱۱ ص ۲۲۰ ہے فی النظم من الشرح ذوالمخلب طائر یختطف بالمخلب اور مبسوط ج ۱۱ ص ۲۲۵، کفایہ ص ۱۸۴، عنایہ ۱۸۴ میں ہے والمراد بالمختطف ما یختطف بمخلبہ من الھواء کالبازی والعقاب والشاھین، رمز الحقائق ص ۳۴۶، تکملۃ البحر ج ۸ ص ۱۷۱، ہدایہ ج ۴ ص ۳۷۲، شامی ج ۵ ص ۲۶۵ میں ہے والنظم من الرمز ان المراد بذی مخلب ھو سباع الطیر و مثلہ فی دستور العلماء ج ۳ ص ۲۳۱ اور سبع کی تعریف ہدایہ ج ۴ ص ۳۷۳، دستور العلماء ج ۲ ص ۲۳۲، شامی ج ۵ ص ۲۶۵ میں ہے والنظم من الھدایۃ والسبع کل مختطف منتھب جارح قاتل عادۃ۔ فتاوی قاضیخان ج ۴ ص ۵۱۷، فتاوی عالمگیر ج ۴ ص ۵۷ و النظم للامام والطیر الذی لیس لہ مخلب کالدجاج والحمام الخ۔

پس ظاہر کہ مرغی، کبوتر وغیرہ کا پنجہ ضرور ہے مگر اس سے شکار نہیں کرتے لہذا ذی مخلب نہ ہوئے اور اگر عموم المجاز سے مخلب کا معنی پنجہ لیا جائے تب بھی مدعا ثابت کہ مشائخ کرام نے تفسیرات مذکورہ سے مقید فرما دیا اور ہدایہ ج ۴ ص ۳۷۳ کفایہ ج ۸ ص ۱۸۴، تکملۃ البحر ج ۸ ص ۱۷۱، رمز الحقائق ص ۳۴۶، دستور العلماء ج ۳ ص ۲۳۲ میں ہے والنظم من الرمز و التکملۃ المراد بذی مخلب ھو سباع الطیر لا کل ما لہ مخلب۔

رہا ان عوام کا حلال نہ سننا تو یہ کوئی دلیل نہیں، ان بیچاروں نے تو بہت سے فرائض کا نام نہیں سنا ہوا، تو کیا وہ فرائض فرائض نہ ہونگے اور ہم نے تو بہت سے عوام سے سنا ہے کہ طوطا حلال ہے، عام عوام کی رسائی ”انواع مولانا بارک اللہ

لعلہ کما سیاتی انہ المشھور عن الائمۃ الثلاثۃ ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

تک ہے اور اس میں حلال لکھا ہے۔

فتاوی عالمگیر ج۴ ص ۵، حلال جانوروں کے بیان میں ہے الحمام اور ردالمختار ص ۲۶۵، کفایہ ج۸ ص۴۱ میں ہے کالحمامۃ اور عربی میں حمام و حمامہ کبوتر اور ہر طوق دار پرندے کو کہتے ہیں۔ منتخب اللغات مع الغیاث ص ۱۳۴، غیاث اللغات بحوالہ منتخب اللغات و کنز و کشف و شروح نصاب و بحر الجواہر، زبدۃ الفوائد ص ۱۷۷ و ۱۷۸، منتہی الارب ج۱ ص ۴۴۹، صراح ص ۴۶۶ میں ہے والنظم من الغیاث حمامہ بفتح کبوتر و قمری و فاختہ و ہر مرغ طوق دار" اور طوطا بھی طوق دار ہے، تو حلال ہوا، فتاوی برہنہ ج۲ ص ۱۵۲ میں حلال جانوروں کے بیان میں ہے وہمچنیں ہر طوق دار کما فی خزانۃ المفتیین بلکہ صریح طوطے کی تصریح بھی اسی صفحہ میں ہے" وہمچنیں طوطی و علیہ الفتوی، بلکہ ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ کے ساتھ ائمہ اربعہ سے حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل علیہما الرحمہ بھی متفق ہیں بلکہ ایک قول میں امام شافعی بھی متفق ہیں، میزان شعرانی ج۲ ص ۶۲، رحمۃ الامہ ج۱ ص ۱۷۱ میں ہے والنظم من المیزان من ذلک قول الائمۃ الثلاثۃ فی المشہور عنہم انہ لا کراہۃ فیما نہی عن قتلہ کالخطاف (الی ان قال) والببغاء کما فی الغیاث والصراح ومنتہی الارب و منتخب اللغات والطاوس مع قول الامام الشافعی فی اصح القولین انہ حرام ای والقول الآخر انہ حلال وکذا عد فی کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ الببغاء فی الطیور الحلال فی ج۲ ص ۲ عند الائمۃ الثلاثۃ، اور جب طوطا حلال ہے تو زید بیچارے کا کیا جرم کہ اسے امامت سے روکا جائے۔

واللہ تعالی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم وصلی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۶۸ھ ۹ اپریل ۲۳ء

ذلک کذلک وانا مصدق لذلک

الفقیر زبیر احمد غفرلہ اللہ الاحد

ھٰذا الجواب عین الصواب والمجیب بفضل اللہ مصیب و مثاب۔

ابوالضیاء محمد باقر النوری القادری الاشرفی

مدرس دارالعلوم ہذا

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین دریں مسئلہ آیا طوطا حلال ہے یا حرام؟ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

طوطا حلال ہے، قرآن کریم میں ہے خلق لکم ما فی الارض جمیعا اور یہی احادیث شریفہ اور قواعد و ضوابط شرعیہ سے ثابت ہے اور پھر اس کی

Marfat.com

صاف صاف تصریح ہے میزانِ شعرانی ج ۲ ص ۶۲ اور رحمۃ الامہ ج ا ص ۱۷۱
میں ہے والببغاء یعنی طوطا حلال ہے، فتاوٰی برہنہ ج ۲ ص ۱۵۲ میں ہے
" وہمچنیں طوطا و علیہ الفتوٰی"۔
واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و محبوبنا الاعظم و علٰی آلہٖ
واصحابہٖ و بارک وسلم۔
حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ ۱۴ صفر المظفر ۱۳۸۹ھ ۳۰.۵.۶۹

الاستفتاء

بخدمت جناب قبلہ وکعبہ حضرت مولانا فقیہ اعظم مدظلکم
بعد از آداب عرض ہے، مزاج شریف!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ! یہاں موضع کھجور والا میں دو آدمیوں کے درمیان طوطا کے متعلق جھگڑا ہے، ایک شخص کہتا ہے کہ طوطا ذبح کرکے کھانا حرام ہے لیکن دوسرا شخص دعوٰی کرتا ہے کہ طوطا کھانا حلال ہے، از راہِ کرم نوازی اس مسئلہ سے مطلع فرمائیں، مہربانی ہوگی، تحریری جواب لکھ بھیجیں۔
محمد شریف بقلم خود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

جناب سردار صاحب زید لطفہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:- مزاج گرامی!

Marfat.com

طوطا شرعاً حلال ہے، فتاویٰ برہنہ وغیرہ میں اس کی تصریح ہے اور قواعدِ مذہبیہ سے بھی یہی ثابت ہے، پنجہ سے شکار کرنے والا پرندہ حلال نہیں مگر طوطا شکار نہیں کرتا اور حلال ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الانور وآلہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ از بصیرپور

۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۱ھ ۸/۱۸

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ طوطا حلال ہے یا حرام؟

سائل: شیخ غلام محی الدین از منڈی بصیرپور ۴/۶/۶۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

طوطا، قواعد وضوابطِ شریعتِ پاک کے رو سے بلاشبہ حلال ہے اور حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بکثرت دیگر ائمہ کرام کے نزدیک بھی حلال ہے، میزانِ شعرانی ج ۲ ص ۶۲، رحمۃ الامہ ج ۱ ص ۱۷۱ میں ہے والنظم من المیزان

Marfat.com

من ذٰلك قول الائمة الثلاثة فی المشهور عنهم انہ لا کراھة فیما نھی عن قتلہ کالخطاف (الی ان قال) والببغاء[1]۔ فتاوٰی برہنہ ج ۲ ص ۱۵۲ میں ہے" وہمچنیں طوطی وعلیہ الفتوٰی" بلکہ فقہ کی مشہور پنجابی کتاب" انواع بارک اللہ" کے ص ۳۸۵ میں بھی جائز لکھا ہے اور یہ بڑا مشہور مسئلہ ہے کہ طوطا حلال ہے، اس میں کوئی شک وشبہہ نہیں۔ یہ مختصر جواب ہے اور پوری تفصیل فتاوٰی نوریہ میں ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ وآلہٖ واصحابہ وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

۳۰-۶-۶۴

[1] طوطا ۱۲ غیاث وغیرہ منہ

Marfat.com

حُرمتِ زاغ

مسمٰی بہ اسمِ تاریخی

الجواب لایحل کباب الغراب

۱ ۳ ھ ۸ ۱

Marfat.com

تعارف

کوا ایک موذی اور خبیث جانور ہے۔ جس کا کھانا حرام ہے احادیث مبارکہ سے یہی ثابت ہے اور اسی پر امت کا عمل ہے۔۔۔۔ مگر بعض لوگوں نے نہ صرف اسے حلال کہا بلکہ اس کا گوشت کھانا باعث ثواب قرار دیا۔

قیام پاکستان کے بعد جب مفتی محمد شفیع صاحب اور احتشام الحق تھانوی صاحب نے کوے کی حلت کے بارے میں فتویٰ صادر کیا تو کراچی سے آمدہ ایک استفتاء کے جواب میں حضرت فقیہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے ۱۳۸۱ھ میں ایک رسالہ تحریر فرمایا جس کے دو تاریخی نام **الجواب لا یحل کباب الغراب** اور "باب غراب الجقع" تجویز فرمائے۔ یہ رسالہ جمعیت عالیہ اسلامیہ لاہور کی جانب سے ۱۳۸۱ھ میں "حرمت زاغ" کے نام سے شائع ہو کر ملک کے طول و عرض میں پھیلا اور بنظر استحسان دیکھا گیا۔

یہ مسئلہ دوبارہ اس وقت موضوع بحث بنا جب دیوبند مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے جمعیت علماء اسلام ہزاروی گروپ کے چند علماء نے کوا حلال ہونے کا فتویٰ دیا اور اس کا عملی ثبوت پیش کرتے ہوئے کوے کی دعوت سے لطف اندوز بھی ہوئے (تفصیل کے لئے ۷/ اگست ۱۹۷۸ء کا روزنامہ نوائے وقت لاہور ملاحظہ ہو۔)

Marfat.com

اس موقع پر مسئلے کی شرعی نوعیت سے آگاہی کے لئے ہم نے انجمن حزب الرحمٰن شعبہ تبلیغ دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور کے ماہانہ جریدے "نور الحبیب" میں اشاعت کا ارادہ کیا تو حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے ہماری درخواست پر اس میں قابل قدر اضافہ فرمایا جو شوال ۱۳۹۶ھ / اکتوبر ۱۹۷۶ء کے "نور الحبیب" میں تاریخ اشاعت کی مناسبت سے "کوا کا خبث و فسق" (۱۳۹۶) کے عنوان سے شائع ہوا۔ یہاں یہی اضافہ شدہ فتویٰ شامل کیا جا رہا ہے۔

(مرتب)

---OO---

Marfat.com

حُرمتِ زاغ

الاستفتاء

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں ؟

۱ : ہمارے علاقہ میں چند لوگوں نے کوا کھالیا ہے، ان کے متعلق کیا حکم ہے؟

۲ : کوا کھانا جائز ہے یا ناجائز ہے ؟

نوٹ : سائل نے استفتاء سے الگ ایک اور چٹھی میں لکھا کہ مولانا احتشام الحق صاحب اور مولانا محمد شفیع صاحب نے بھی شہری کوے کو عقعق بنایا ہے اور جائز بتایا ہے ۔

نوٹ : سائل کی چٹھی سے واضح کہ یہ سوال اس کوے سے متعلق ہے جو ہمارے ملک میں بکثرت پایا جاتا ہے اور کائیں کائیں کرتا ہے ۔

مرسلہ : جناب محمد معین الدین صاحب ، کراچی ۱ا

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذی ارسل حبیبه رسولا یحل للمؤمنین الطیبات ویحرم علیهم الخبائث المستخبثت فالخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثت والطیبات للطیبین والطیبون للطیبات یأمر بقتل الفواسق و منها الغراب فاجتنبه الائمة والاصحاب ای اجتناب وعاب الاکلة المسلمون اشد معاب صلی الله تعالی علیه وعلی الہ الاطهار واصحابه خیر اصحاب وبارك وسلم ملهم جواب وتحری صواب اما بعد فالجواب

بسم الله الرحمن الرحيم
الجواب
اللهم اجعل لی النور والصواب

۱: توبہ واستغفار کریں اور آئندہ کسی ایک آدھ مفتی کے بھروسے میں آکر کسی ایسی چیز کو جسے عام مسلمان ناجائز جانتے ہوں، جائز نہ سمجھیں۔

۲- اس کوے کا کھانا جائز نہیں کیونکہ یہ خبیث ہے حالانکہ ہمارے ہادی برحق حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی یہ خصوصی خداداد شان ہے کہ خبیث چیزوں کو حرام کرنے والے ہیں، قرآن کریم میں ہے و یحرم علیهم الخبائث پ۹ ع ۹ سورۃ الاعراف - یہ ایسی نص جلیل ہے جس سے بالاجماع سب خبیث چیزوں کی حرمت ثابت ہوتی ہے، شامی ص ۲۰۶ ج ۵ میں ہے قال فی معراج الدرایة اجمع

Marfat.com

العلماء على ان المستخبثات حرام بالنص وهو قوله تعالیٰ و یحرم علیهم الخبائث، اور اس کوّے کا خبیث ہونا، حضور پُر نور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصوصی صریح ارشادِ پاک سے ثابت ہے جس کو ائمہ حدیث نے اپنے پُراعتماد اسنادوں سے بیان فرمایا ہے۔ اتنی حدیث کی مستند کتابوں میں یہ حدیث ہے کہ تمام کا ذکر باعثِ تطویل ہے لہٰذا صحیح مسلم کی صرف ایک ہی حدیث پر اکتفار ہے۔ صحیح مسلم شریف ص ۳۸۱ ج ۱ میں صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ حضور پُر نور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خمس فواسق یقتلن فی الحل والحرم الحیۃ والغراب الابقع الحدیث" یعنی پانچ جانور فاسق[1] (خبیث، گندے) ہیں جو حل اور حرم میں مارے جاتے ہیں، سانپ اور غرابِ ابقع الخ، سننِ بیہقی ص ۳۱۷ ج ۹ میں ہے کہ حضرتِ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا انی لاعجب ممن یاکل الغراب وقد اذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قتلہ للمحرم وسماہ فاسقا واللہ ما ھو من الطیبٰت یعنی بلا شک میں ضرور تعجب کرتی ہوں ایسے شخص سے جو کوّا کھائے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم (حج کا احرام باندھنے والا جو شکار نہیں کرسکتا) کو اس کے مارنے کی اجازت دی ہے، اس کا نام فاسق (ناپاک) رکھا ہے، اللہ کی قسم وہ طیبات (پاکیزہ وحلال چیزوں) سے نہیں" نیز بیہقی کے اسی صفحہ اور ابنِ ماجہ ص ۲۴۱ میں حضرتِ

---

[1] اس فسق سے مراد ان جانوروں کا خبیث اور زیادہ ضرر دینے والا ہونا مراد ہے چنانچہ لغتِ حدیث کی نہایت معتمد کتاب نہایہ ج ۳ ص ۲۲۶ میں ہے لخبثھن اور مجمع البحار ص ۸۷ ج ۳ میں ہے اور بحر الرائق ص ۳۳ ج ۳ میں ہے ومعنی الفسق فیہ (الحدیث) خبثھن وکثرۃ الضرر، تیسیر القاری شرح البخاری ص ۱۵۵ ج ۲ میں ہے فاسق غراب ازاں ست کہ کاوش سے کند لشت مجروح دواب را" یعنی کوّے کا فاسق ہونا یوں ہے کہ چوپائیوں کی زخمی پیٹھوں کو کریدتا رہتا ہے ۱۲ منہ غفرلہٗ

Marfat.com

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے من یأکل الغراب وقد سماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسقا واللہ ماھو من الطیبٰت" یعنی کوّا کون کھا سکتا ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام فاسق رکھا ہے؟ اللہ کی قسم وہ طیبات سے نہیں"۔ اور یہ مضمون بیہقی کے اسی صفحہ میں حضرت عروہ بن زبیر (جو جلیل القدر تابعی مجتہد، حضرت ابوبکر صدیق کے نواسے اور ام المؤمنین کے بھانجے اور شاگرد ہیں رضی اللہ عنہم) سے ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ کوّا طیبات سے ہے؟ تو فرمایا کیف یکون من الطیبٰت وقد سماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفاسق یعنی کوّا طیبات سے کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فاسق قرار دیا ہے، اور یونہی سنن بیہقی ص ۳۱۶ ج ۹، ابن ماجہ ص ۲۴۱ میں حضرت امام قاسم (جو حضرت ابوبکر صدیق کے پوتے اور حضرت صدیقہ کی پاک گود میں تربیت پانیوالے، جوان کے اور دوسرے صحابہ کرام کے شاگرد رشید تابعی جلیل القدر مدینہ منورہ کے سات مشہور ائمہ میں سے ایک ممتاز فرد ہیں (رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین) سے بہ الفاظ متقاربہ ہے کہ ایک شخص نے ان سے سوال کیا ایؤکل الغراب تو فرمایا ومن یاکل الغراب بعد قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسق شلبی علی الزیلعی ص ۲۹۵ ج ۵ میں ہے قال القدوری فی شرحہ والاصل فی تحریم الغراب الابقع والغداف ماروی ہشام بن عروۃ عن ابیہ انہ سأل عن اکل الغراب فقال من یاکل ذلک بعد ان سماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسقا یعنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم خمس من الفواسق یقتلن فی الحل والحرم۔" اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام قدوری نے غراب ابقع کی تحریم کا اصل یہ قرار دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فاسق فرمایا ہے لہذا ہمارے فقہائے کرام نے بھی اس کوّے کو خبیث و مستخبث قرار دیا ہے، مبسوط ص ۲۲۵ ج ۱۱، فتاوی عالمگیری ص ۷۵، ج ۴ میں ہے الغراب الابقع مستخبث طبعا

Marfat.com

حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۸۰ ج ۲، ص ۱۸۲ ج ۲ میں بھی بڑی تفصیل سے ہے، ص ۱۸۰ میں فرمایا و منہا الحیوانات المجبولۃ علی ایذاء الناس و الاختطاف منہم و انتہاز الفرص للاغارۃ علیہم و قبول الہام الشیاطین فی ذلک کالغراب الخ یعنی حرام جانوروں سے وہ جانور بھی ہیں جن کی فطرت ہی لوگوں کو ستانا اور ان سے چیزیں اچک لیجانا اور ان کے ہر لوٹنے کے مواقع تاڑنا اور اس بارہ میں شیطانوں کے مشورے اور وسوسے قبول کرنا ہے جیسے کوا، ص ۱۸۲ میں فرمایا وسمی بعضہا فاسقا فلا یجوز تناولہ ویکرہ ما یاکل الجیف و النجاسۃ و کل ما یستخبثہ العرب لقولہ تعالیٰ ویحرم علیہم الخبٰئث یعنی بعض کا نام فاسق رکھا تو ان کا کھانا جائز نہیں اور مکروہ ہیں وہ جانور جو مردار اور گندگی کھاتے ہیں اور وہ جانور جن کو عرب گندا جانتے ہیں کیونکہ کلام الٰہی میں ہے ویحرم علیہم الخبائث اور عینی علی الکنز ص ۳۴۶، در المختار ص ۶۸۲، در المنتقیٰ ص ۵۱۳ ج ۲ میں ہے ملحق بالخبائث اور اسی خبثِ طبعی کی بنا پر بلا ستائے ستاتا رہتا ہے۔ مبسوط ص ۹۲ ج ۴، ہدایہ ص ۲۶۲ ج ۱ وغیرہما میں ہے انہ یبتدئ بالاذیٰ کہ بے شک یہ کوا ستانے میں پہل کرتا ہے۔ زیلعی علی الکنز ص ۲۹۵ ج ۵ میں ہے فصار کسباع الطیر کہ یہ کوا اپنی مردار خوری کے سبب درندہ پرندوں کی طرح بن گیا ہے، اور فقہائے کرام نے یہ بھی تصریح فرما دی ہے کہ یہ کوا مردار کھایا کرتا ہے اور پاک چیز بھی کھایا کرتا ہے۔ مبسوط ص ۹۲ ج ۴، ہدایہ ص ۲۶۲ ج ۱ میں ہے یاکل الجیف ویخلط مظاہر حق ص ۳۹۴ ج ۲ میں ہے وہ کوا سیاہ و سفید ہے کہ اکثر مردار، نجاست کھاتا ہے بلکہ عینی شرح البخاری ص ۸۲ ج ۵، زیلعی علی الکنز ص ۶۶ ج ۲ میں ہے لا یبتدئ بالاذیٰ الا الغراب الابقع کہ کوؤں کے تمام اقسام میں سے بلا ستائے غرابِ ابقع کے علاوہ کوئی اور کوا نہیں ستاتا۔

Marfat.com

نووی شرح مسلم ص ۳۸۱ ج ۱ میں ہے فی ظہرہ و بطنہ بیاض اور اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۷۷،۳ میں ہے" در پشت و شکم وے سفید باشد" یعنی اس کے پیٹ اور پشت پر سفیدی ہوتی ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے پیٹ اور پیٹھ پر سیاہی ہوتی ہے۔ عینی علی البخاری ص ۸۰ ج ۵ میں ہے الذی فی بطنہ وظہرہ سواد۔

ان تصریحات سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ اس کے پیٹ اور پیٹھ میں سفیدی ہوتی اور سیاہی بھی ہوتی ہے، شرارتی ہے، ستانے کے بغیر ستا تا رہتا ہے خصوصاً زخمی پشت جانوروں کو اور مرغی وغیرہ کے چھوٹے بچے شکار کیا کرتا ہے حالانکہ یہ صفتیں عقعق میں نہیں پائی جاتیں بلکہ عقعق کو عرفاً غراب (کوّا) کہا ہی نہیں جاتا اور عقعق کی آواز عین اور قاف کے مشابہ ہے۔ ہدایہ ص ۲۶۲ ج ۱، غنیہ ذوی الاحکام ص ۲۵۱ ج ۱ میں ہے انہ لایسمی غرابا، زیلعی ص ۲۶ ج ۲ میں ہے لا یسمی غرابا عرفا اور طحطاوی علی الدر ص ۵۳۲ ج ۱ اور شامی ص ۲۹۸ ج ۵ و شامی ص ۳۰ ج ۲ میں ہے و یعقعق بصوت یشبہ العین و القاف، غایۃ الاوطار ص ۷۷ ا ج ۴ میں ہے، اس کی آواز میں عین اور قاف معلوم ہوتا ہے۔ قاموس اور تاج العروس ص ۱۸ ج ۷ میں ہے یشبہ صوتہ العین و القاف اذا صات و یسمی لسان العرب ص ۲۶۰ ج ۱۰ میں ہے وصوتہ العقعقۃ، منتہی الارب میں ہے، آواز ش عین وقاف است، نیز شامی ص ۳۰۰ ج ۲، طحطاوی ص ۵۳۲ ج ۱ میں ہے طائر ابیض فیہ سواد و بیاض یعنی عقعق سفید پرندہ ہے جس میں سیاہی اور سفیدی ہوتی ہے۔ اس سے واضح ہو رہا ہے کہ اس پر سفیدی غالب ہوتی ہے اس لئے ابیض کہا، نیز ہدایہ ص ۲۶۲ ج ۱، زیلعی ص ۲۶ ج ۲ میں ہے لایبتدی بالاذی، مبسوط ص ۹۲ ج ۲ میں غالباً کا اضافہ فرمایا جو موضح مراد ہے یعنی عقعق کو ستایا نہ جائے تو کسی انسان یا جانور کو عموماً ستاتا نہیں تو روز روشن کی طرح واضح ہوا

Marfat.com

کہ یہ کوا جو ہمارے ملک میں بکثرت پایا جاتا ہے اور کائیں کائیں کرتا رہتا ہے، عقعق نہیں کیونکہ عقعق بلا ستائے ستاتا نہیں اور اس کی عادت ہی ستانا ہے اور عقعق شرارتی نہیں اور یہ سخت شرارتی ہے، عقعق پر سفیدی غالب ہوتی ہے اور اس پر سیاہی غالب، اس کی آواز کائیں کائیں ہے اور اس کی آواز عین اور قاف کے مشابہ ہے، اس کو کوا کہا جاتا ہے اور عقعق کو کوا نہیں کہا جاتا تو اس وشمس کی طرح نمایاں ہوا کہ یہ عقعق نہیں بلکہ غرابِ ابقع ہے جو بحکمِ حدیث شریف فاسق ہے اور فقہائے کرام نے بھی اس کے فسق اور خبث کو نہایت وضاحت سے بیان فرمایا ہے لہٰذا اس کا کھانا جائز نہیں۔

سب سے پہلے اس کے کھانے کے جواز اور ثواب ہونے کا فتویٰ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے دیا جس پر امام اہلِ سنت والجماعت اعلیحضرت رضی اللہ عنہ نے بکثرت سوالات گنگوہی صاحب کے نام بصیغۂ رجسٹری ارسال کیے اور گنگوہی صاحب وصولی سے انکاری ہوئے تو اہلِ سنت والجماعت نے وہ سوالات چھپوا کر شائع کیے جو ۱۳۲۰ھ سے آج تک لاجواب ہیں، جن کا نام "دفع زیغ زاغ" اور تاریخی نام "رامی زاغیاں" ہے۔

بہرحال جائز بنانے کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ وہ اس کو عقعق بنا کر کھانے لگے حالانکہ یہ عقعق نہیں اور شاید یوں بھی اشتباہ لگا ہو کہ بعض کتبِ فقہ میں ہے انما یکرہ من الطیر ما لا یاکل الا الجیف کہ پرندوں میں سے وہی مکروہ ہیں جو صرف مردار ہی کھاتے ہیں اور چونکہ یہ کوا صرف مردار ہی نہیں کھاتا بلکہ دانہ اور حلال گوشت بھی کھایا کرتا ہے تو شاید اس عبارتِ مذکورہ کی بنا پر اس کوّے کو حلال وطیب سمجھنے لگے حالانکہ یہ قاعدہ سب پرندوں کے لئے نہیں بلکہ صرف ان پرندوں کے لئے ہے جو ملحق بالخبائث نہیں اور اگر عام ہی مانا جائے تو لازم کہ یہ صاحبان شکرہ، باز، شاہین، چیل، گدھ وغیرہ کو بھی حلال بنادیں، یہ بھی ایسے پرندے ہیں کہ حلال گوشت بھی کھالیا کرتے

Marfat.com

ہیں خصوصاً ایسی صورت میں کہ ان کو پنجرہ میں بند کرکے حلال گوشت ہی کھلایا جائے حالانکہ یہ پرندے کبھی حلال نہیں ہوسکتے" تو صاف صاف ثابت ہوا کہ یہ حکم عام نہیں بلکہ اس عبارت میں "الطیر" کا لام لامِ عہدِ خارجی ہے اور مراد وہ پرندے ہیں جنکی حرمت شرعًا ثابت نہیں، چنانچہ فقہائے کرام نے اس قاعدہ کی کالدجاج (جیسے مرغیاں) فرماکر وضاحت کردی کہ جیسے مرغی کبھی کبھی نجاست کھانے کے باوجود بھی حلال ہی رہتی ہے یونہی یہ پرندے بھی اور جو مرغی صرف نجاست ہی کھانے لگے یا بکثرت کھائے کہ گوشت میں بدبو پیدا ہوجائے تو ایسی مرغی جسے فقہائے کرام "جلّالہ" فرماتے ہیں مکروہ ہوجاتی ہے تو یونہی یہ پرندے بھی جب صرف مردار ہی مردار کھائیں، ان میں بدبو پیدا ہوجاتی ہے اور مکروہ ہوجاتے ہیں اور جس طرح مرغی جلّالہ کو بند کرکے پاک خوراک دی جائے اور بدبو زائل ہوجائے تو کراہت زائل ہوجاتی ہے یونہی دوسرے حلال پرندوں کی کراہت بھی زائل ہوجاتی ہے اور جب حرام پرندوں میں یوں ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا کہ پاک خوراک سے اگرچہ عمر بھر کھائیں، حلال ہوجائیں تو ثابت ہوا کہ یہ قاعدہ عام نہیں، سب پرندوں اور سب کووں کو شامل نہیں، ان صاحبان سے پہلے قہستانی[1] بیچارے کو بھی یہی اشتباہ لگا کہ جامع الرموز میں لکھ بیٹھے لوا کل کل من الثلاثۃ الجیف والحب جمیعا حل ولم یکرہ یعنی اگر غرابِ ابقع وغیرہ سب کوّے مردار اور دانا اکٹھا کھائیں تو بلا کراہت حلال ہوجاتے ہیں۔

یہ صاحبان بھی اگر اسی اشتباہ میں ہیں تو قہستانی کی طرح کھل کر یہ فتویٰ کیوں نہیں دیتے کہ غرابِ ابقع چیل گدھ وغیرہ سب پرندے اصل میں حلال ہیں، کھانا چاہیں تو دانہ اور پاک گوشت کھلا کر ذبح کرکے کھاسکتے ہیں، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم اور ایک یہ اشتباہ

---

[1] یہ بیچارے سخت غیر معتمد ہیں، ان کے کسی ایسے قول کا کوئی اعتبار نہیں کما حررہ الشامی فی ردالمحتار والرسائل الثلاثین وغیرہ وغیرہ فی غیرھا ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

بھی ہو سکتا ہے کہ کتاب الذبائح میں بعض شراح نے لکھ دیا کہ غراب تین قسم ہے، ایک قسم وہ کوا ہے جو صرف مردار کھاتا ہے اور وہ نہ کھایا جائے، دوسرا قسم وہ کوا ہے جو صرف دانہ کھاتا ہے تو وہ کھایا جائے اور ایک قسم وہ ہے جو مردار اور دانہ دونوں کھاتا ہے اور وہ بھی حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک کھایا جاتا ہے اور وہ قسم عقعق ہی ہے، اس لئے کہ وہ مرغی کی طرح ہے۔ زیلعی ص ۲۹۵ ج ۵ میں ہے والغراب ثلثۃ انواع نوع یاکل الجیف فحسب فانہ لا یؤکل ونوع یاکل الحب فقط فانہ یؤکل ونوع یخلط بینھما وھوا یضا یوکل عند ابی حنیفۃ وھو العقعق لانہ کالدجاج، تو وہ حضرات اس حصر وھو العقعق سے شاید یہ سمجھ بیٹھے کہ ہر وہ کوا جو مردار اور دانہ کھاتا ہے، عقعق ہے اور حلال ہے، بنائً علیہ اس کوے کو بھی عقعق سمجھ بیٹھے حالانکہ وہ عقعق ہرگز ہرگز نہیں بلکہ غرابِ البقع ہے۔ ان حضرات نے وھو العقعق تو دیکھ لیا مگر یہ نہ دیکھا کہ والغراب ثلاثۃ انواع میں حصر نہیں اور نہ ہی یخلط بینھما میں حصر ہے بلکہ یہاں تو مردار اور دانہ دونوں کھانے والے کوے کا صرف ایک نوع بیان کیا گیا ہے جس کا نام عقعق ہے اور خوردنی ہے مگر دوسرے نوع کا یہاں ذکر نہیں جو غرابِ البقع ہے اور خوردنی نہیں جس کا ذکر کتاب الذبائح سے کتاب الحج میں گزر چکا چنانچہ زیلعی ص ۶۶ ج ۲ میں ہے والمراد بالابقع الذی یاکل الجیف ویخلط اور مبسوط ص ۹۲ ج ۴ وہدایہ ص ۲۶۲ ج ۱، الجوہرۃ النیرہ ص ۲۱۵ ج ۱ میں ہے والنظم من الھدایۃ المراد بالغراب الذی یاکل الجیف ویخلط لانہ یبتدئ بالاذی اما العقعق فغیر مستثنی لانہ لا یسمی غرابا ولا یبتدئ بالاذی۔

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ عقعق کے علاوہ بھی ایک ایسا کوا ہے جو

Marfat.com

مردار اور دانہ کھایا کرتا ہے اور خبیث ہے، خود یہی حضرات غراب ابقع کے ذکر کے بعد اما الخ فرما کر واضح کر رہے ہیں کہ غراب البقع عقعق کے علاوہ ہے اور عقعق نہیں، ہاں ان بعض شراح کی اس تقسیم مذکور میں ایسے کوے کے متعلق بظاہر یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ وہ عقعق ہی ہے تو معلوم ہوا کہ یہ تاویل جو بیان کی گئی ہے، ضروری ہے تاکہ کلام شراح متون کے مخالف نہ ہو بلکہ خود بعض شراح ہی کا یہ کلام اپنے اس کلام (جو کتاب الحج میں ہے) کے مخالف نہ ہو، متون میں تو اس کے خلاف کا قطعاً ذکر ہی نہیں بلکہ کووں کے الگ الگ نام واحکام مذکور ہیں چنانچہ ان جانوروں میں جو خوردنی نہیں، غراب البقع کا ذکر لفظ غراب البقع کے ساتھ ہی ہے جو اپنے اطلاق سے اپنے تمام افراد کو شامل ہے عام ازیں کہ وہ صرف مردار خور ہی ہوں یا مردار کے ساتھ دانہ بھی ملاتے ہوں البتہ بعض متون میں غراب البقع کے بیان میں ہے الذی یاکل الجیف مگر اس سے صرف مردار خور ہی مراد لینا درست نہیں کہ اس میں کوئی کلمہ حصر نہیں جو مفید صراحت ہو لہذا غراب ابقع کے وہ افراد جو مردار اور دانہ دونوں کھاتے ہوں، ان پر بھی یاکل الجیف صادق ہے تو وہ بھی خوردنی نہیں ہوں گے چنانچہ الجوہرۃ النیرہ ص ۲۷۹ ج ۲ میں قدوری کے قول ولا یوکل الابقع الذی یاکل الجیف کی شرح میں فرمایا وکذا کل غراب یخلط الجیف والحب لا یوکل، اور قبل ازیں روز روشن کی طرح ثابت ہو چکا کہ وہ بھی بحکم حدیث صحیح اور آیت پاک خوردنی نہیں، ان کے خبث کے اظہار کے لئے مردار خوری کا ذکر کیا گیا ہے اور چونکہ وہ خوردنی نہیں لہذا دانہ کی ملاوٹ کا کوئی اعتبار نہیں کہ حرام جانور دانہ کھانے سے حلال نہیں ہو سکتا، خنزیر وغیرہ کافی حرام جانور ہیں جو دانہ وغیرہ پاک چیزیں بھی کھاتے ہیں، اس پاک کھانے سے وہ حلال نہیں ہو سکتے بنا بریں علیہ اس ملاوٹ دانہ کے ذکر میں کوئی فائدہ نہ تھا لہذا یاکل الجیف پر ہی اکتفا کیا گیا بخلاف عقعق کے کہ وہ خوردنی ہے تو اس کا

Marfat.com

کوئی غرد بھی جو صرف مردار ہی کھاتا ہو کہ گوشت میں بدبو پیدا ہو جائے تو جلّالہ (نجاست خور) کی طرح خوردنی نہیں رہے گا لہذا اس کے بیان میں دانہ ملانے کا ذکر بھی ہوا کہ اس ملاوٹ کی صورت میں گوشت بدبودار نہیں ہوگا جس طرح کہ اکثر مرغیاں پلید خوراک کے ساتھ دانہ بھی کھاتی ہیں اور ان کا گوشت بدبودار نہیں ہوتا لہذا زیلعی وغیرہ میں (فانہ کالدجاجۃ کہ وہ مرغیوں کی طرح ہے) فرما کر وضاحت فرما دی۔ بہر حال متون سے روزِ روشن کی طرح یہ ثابت ہے کہ غرابِ البقع دانے کی ملاوٹ کی صورت میں بھی خوردنی نہیں تو اس تقسیم بعض شراح کی یہ تاویل مذکور اگر تسلیم نہ کی جائے تو وہ خود اپنے ہی بیان کتاب الحج کے ساتھ تعارض کی وجہ سے ساقط الاعتبار بنے گی اور حکمِ متون اپنی جگہ قائم رہے گا، دوسرے بالفرض اگر کلامِ شراح متعارض نہ بھی ہوتا تب بھی متون کے مقابلہ میں قابلِ اعتبار نہیں کہ متون چونکہ بیانِ مذہب کے لئے موضوع ہیں لہذا شروح سے مقدم ہیں۔ شامی ص ۶۶ ج ا میں ہے ان ما فی المتون مقدم علی ما فی الشروح، خصوصاً یہاں تو اس حکمِ متون کی تائید حدیث صحیح مشہور و مسند و مرفوع سے ہو رہی ہے جس کا ذکر مسلم شریف سے سن چکے اور ہمارے امام اعظم کے ساتھ اس کی تحریم میں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل وغیرہما بھی متفق ہیں چنانچہ میزانِ شعرانی ص ۶۱ ج ۲، رحمۃ الامۃ ص ۱۷۱ ج ا میں ہے والنظم منہا اتفق الائمۃ الثلاثۃ ابو حنیفۃ والشافعی واحمد علی تحریم کل ذی مخلب (الی ان قال) والغراب الابقع۔

الحاصل یہ کہ یہ کوا خبیث ہے اور بحکمِ آیت و حدیث اس کا کھانا جائز نہیں جلیل القدر صحابہ اور تابعین تعجب کرتے ہیں کہ ایسے گندے پرندے کو کون کھا سکتا ہے۔ ائمہ و مشائخ کرام کے نزدیک بھی خوردنی نہیں تو عاقل کا کام نہیں کہ کسی مشفقہ کے ایسے متفکہانہ کلام سے جو محتمل اور ماؤل ہو، دھوکا کھائے یا کسی نااہل کے کلام کو دلیل بنائے اور ایسے گندے اور موذی جانور کو منہ لگاتے ہوئے نہ شرمائے۔

Marfat.com

تعجب کہ دیوبندی حضرات کے نزدیک اس گندے پرندے کا کھانا صرف جائز ہی نہیں بلکہ باعثِ ثواب ہے چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۰ ج ۲ میں ہے :-

(سوال)

مسئلہ : جس جگہ زاغ معروفہ کو حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کوا کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا یا نہ ثواب ہوگا نہ عذاب؟

الجواب

ثواب ہوگا۔ فقط

رشید احمد

افسوس کہ اس کے کھانے کا عدمِ جواز تو قرآنِ کریم، حدیث اور صحابہ کرام وائمہ قدیم و حدیث کے بکثرت اقوال اور فتووں سے ثابت ہے مگر جواز کی دلیل فقط رشید احمد ہے، تو آنکھیں بند کر کے کوّے کے کباب اور شوربے سے لطف اندوز ہورہے ہیں حالانکہ انصاف کا تقاضا یقیناً یہ ہے کہ انسان اس کے نزدیک ہی نہ جائے چنانچہ دیوبندیوں میں سے جو محتاط ہیں وہ عدمِ جواز کے قائل ہیں، چنانچہ ان کے مشہور استاذِ کبیر مولوی ابوسعید غلام مصطفٰے سندھی قاسمی اپنے حاشیۂ قدوری مطبوعہ اصح المطابع کراچی کے ص ۲۲۰ میں لکھتے ہیں :

اعلم ان الغراب الذی یقال لہ کوا فی الھندیۃ و "کال" فی السندیۃ فنص علی حرمتہ رأس المحققین المخدوم محمد ھاشم السندی التتوی فی رسالۃ فاکھۃ البستان۔

اور ان کے نہایت ہی بلند پایہ مسلم محقق مولوی محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی۔ فیض الباری شرح صحیح بخاری کے ج ۴ ص ۳۱۳ میں فاسق جانوروں کے بیان میں کہتے ہیں :-

وھو عندی قید اتفاقی فان الغراب من الموذیات شرعا کیف کان۔

Marfat.com

بہرحال ماہِ نیم ماہ اور مہرِ نیمروز سے بھی زیادہ واضح ہوا کہ اس کوے کا کھانا جائز نہیں اور یہ حقیقت تو ہر عقلمند پر واضح ہے کہ ناجائز کام کرنے پر ثواب نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ کلما قرن سوال وحررجواب۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین شرع مبین دریں مسئلہ کہ مسمّی زید نے بکر کو کہا کہ بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا خاتونِ جنت نے بوجہ ایامِ ماہواری اپنی چادر جو کہ خون آلود تھی، رکھی تھوڑی دیر کے بعد جب اٹھائی تو خرگوش بھاگ نکلا، یہ خرگوش بی بی صاحبہ کے حیض کے خون سے پیدا ہوا، ازیں وجہ ہم اہلِ تشیع اسے حرام سمجھتے ہیں، بکر نے کہا کہ میں اپنے علمائے کرام اہلِ سنت سے دریافت کرونگا، یونہی تسلیم نہیں کرسکتا، پھر بکر جو کہ اہلسنت و الجماعت کا آدمی ہے، نے اٹھ کر دوسرے آدمی کو کہا، پھر دوسرے نے زید سے تین بار دریافت کیا کہ کیا تو نے ایسے الفاظ کہے ہیں؟ زید نے کہا ہاں کہے ہیں، تین بار تکرار کیا کہ اس اثنا میں تین گواہ بھی موجود تھے اور خود زید بھی اپنی زبان سے اقرار کرتا ہے، کیا ایسے آدمی کے لئے جو بتول بی بی پر یہ داغ لگائے کوئی تعزیر ہے یا نہ؟ اگر ہے تو کیا؟ بینوا توجروا۔

۲۔ اکرم کا مکان تیار ہو رہا تھا، راج اور مزدور کام کر رہے تھے، اسلم نے آکر کہا کہ اکرم کبھی کسی کی روٹی کا خرچ برداشت نہیں کرتا تھا، آج موقعہ دیا ہے، اکرم نے ہنس کر جواب دیا کہ اللہ ذوالجلال کا کرم ہے، رمضان شریف ہے، اب بھی ایک وقت کا کھلانا

Marfat.com

ہوں، اسلم نے جگر کلکہ کہا تیری لڑکی سے بدفعلی کروں اور ......[۵] ۔ اکرم نے بھاگ کر اسلم کے منہ پر ہاتھ دیا اور کہا کہ اے جاہل! یہ کیا کہا! چند گواہ بھی موجود ہیں، موافق شریعت کے حکم سے سرفراز فرمائیں۔

کاتب الحروف: لاشئ عبد المجید مدرس پرائمری سکول سیٹھا نوالہ سنٹر لوان کوٹ
ڈاک خانہ چوبارہ تحصیل لیہ ضلع مظفر گڑھ،
برادرِ خورد حاجی رشید احمد صاحب اوورسیر محکمہ انہار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

خرگوش شرعاً حلال ہے، رب العالمین جل وعلا نے فرمایا خلق لکم ما فی الارض جمیعا یعنی تمہارے نفع کے لئے پیدا کیا ان سب چیزوں کو جو زمین میں ہیں اور چونکہ خرگوش بھی ارضی جانور ہے تو جائز ہوا کیونکہ اس آیت سے تمام ان چیزوں کا حلال ہونا ثابت ہے، جن کی ممانعت قرآن کریم یا حدیث شریف میں نہیں آئی، پھر حدیث شریف میں ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خرگوش کا گوشت قبول فرمایا، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۱ تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ حلال ہے۔

رہا مسمی زید شیعہ کا وہ چادر والا افترا کہ خرگوش خون سے پیدا ہوا ہے، یہ محض بے اصل اور بیہودہ بات ہے، آخر اس عقلمند کو یہ معلوم نہیں کہ بھیڑ بکری دنبہ وغیرہ جانور

---

[۵] یہاں اس خبیث نے وہی گالی (خاکش بدہن المحبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شانِ ارفع واعلیٰ میں بکی معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) قلم وہ لکھ نہیں سکتا، اس لئے جگہ چھوڑ دی ہے ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

مادۂ منویہ سے پیدا ہوتے ہیں اور مادۂ منویہ خون سے پیدا ہوتا ہے تو زید کے خیال سے تمام جانور ہی حرام ہونے چاہئیں۔

ہمارا اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام اہل بیت پاک ہیں اور جس چیز کو ان سے نسبت ہو جائے وہ ہمارے لئے تبرک ہے، پھر خون کی نسبت کرنا اور ایسے انداز سے بیان کرنا ادب کے خلاف ہے بلکہ بعض حضرات کے نزدیک تو حضرت طیبہ طاہرہ زہرا اس خون سے مبرا تھیں، افسوس کہ یہ لوگ محبت کے بلند بانگ دعووں کے باوجود محبت اور ادب کے خلاف حرکتیں کرتے ہیں، ایسے مفتری کذاب پر یقیناً تعزیر عائد ہوتی ہے جو واقعات کے مطابق حاکم شرع کی تجویز یا صوابدید پر موقوف ہے پھر اسلم کا بگڑنا اور بچنا بدترین شرارت اور کفر وارتداد ہے جس میں کسی مسلمان کو قطعاً کوئی شک وشبہ نہیں، جو ایسے بدگو کے کفر یا عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے شفا شریف ج ۲ ص ۱۸۶ میں ہے واجتمعت الامۃ علی قتل متنقصہ من المسلمین وسابہ قال اللہ تعالیٰ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لھم عذابا مھینا وقال اللہ تعالیٰ والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم، پھر اسی کے ص ۱۹۰ اور درر غرر ج ۱ ص ۳۰۰، فتاویٰ خیریہ ج ۱ ص ۱۰۳، درالمختار اور شامی ج ۳ ص ۴۰ میں ہے اجمع المسلمون علی ان شاتمہ کافر وحکمہ القتل ومن شك فی عذابہ وکفرہ کفر۔

ان سب عبارات کا حاصل یہ ہے کہ شہنشاہ کون ومکاں حبیب رب رحمٰن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک میں نازیبا الفاظ اور گالی بکنے والا انسان تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے اور کافر بھی ایسا سخت کہ جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہو جاتا ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ حاکم اسلام اسے قتل کردے، یہ سزا اسلامی حکومت کا فرض ہے، عوام الناس کا کام نہیں، البتہ اپنا پورا پورا اثر ورسوخ

Marfat.com

اور آئینی ذرائع سے ایسے شخص کو مجبور کر کے تائب بنانا اور اصلاح کرنا ہر ایک مسلمان کا حق ہے اور ایمان کا تقاضا ہے نیز یہ بھی حق ہے کہ حکومت کو متوجہ کیا جائے کہ ایسے بدخواہان ملک وملت کے لئے شرعی سزائیں لگائے اور پاکستان کے پاک وجود کو ایسے گندے اور ناپسند عناصر سے پاک فرمائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۴ شوال المکرم ۱۳۸۳ھ ۲۸/۲/۶۴

الاستفتاء

السلام علیکم کے بعد عرض یہ ہے کہ ایک آدمی نے سانڈہ پکڑا تھا، وہ آدمی امام مسجد ہے، ایک آدمی کہتا ہے یہ سانڈہ ورتنا حرام ہے، وہ آدمی حلال کہتا ہے اور یہ حلال ہے یا کہ حرام ہے، اس کو ورتنے یا کہ نہ؟

موضع ابدال کے

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم اجعل لی النور والصواب

سانڈہ حرام ہے، شامی میں ہے کالفارۃ والوزغۃ ج۵ ص ۲۶۵، تو ورتنے (استعمال کرنے) سے پرہیز کریں الا بشروط معلومۃ۔

Marfat.com

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ دارالعلوم ہذا

۴ ربیع الاول شریف

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید عرصہ سے بیمار ہے، حکیم صاحب نے ایسی دوائی تجویز کی جس میں کُتے کا گوشت پڑتا ہے، زید کُتہ لے کر امام مسجد کے پاس دوائی کے لئے ذبح کرانے گیا، امام مسجد نے تکبیر پڑھ کر ذبح کر دیا۔ لوگ امام پر اعتراض کرتے ہیں کہ کُتہ حرام ہے، اس پر کیوں تکبیر پڑھی؟ امام صاحب کہتے ہیں کُتہ آبی جانور ہے اور آبی جانور پاک ہوتا ہے اور بوقت ضرورت دوائی میں استعمال ہوسکتا ہے اور ضرورت مند بیمار کے سوا دوسروں کے لئے حلال نہیں اور حرام ہے، اس کا شرعی حکم بیان کریں، بینوا توجروا۔

السائل: رجب علی سیرا حصہ دار موضع کھگہ مہر شاہ

نشان انگوٹھہ سائل ۵ شوال المکرم ۱۳۷۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً واقعی وہ جانور جو خالص آبی ہیں، پاک ہیں، پانی میں مر جائیں تو پانی پلید

Marfat.com

نہیں ہوتا مگر مچھلی کے سوا سب حرام ہیں، ان کا کھانا جائز نہیں، یہ سمجھنا کہ ہر پاک چیز حلال ہے، غلط ہے، سم الفار پاک ہے مگر کھانا حلال نہیں، ہاں بیمار کے لئے شرعاً اس صورت میں اجازت ہے جب مسلمان، شرع کا پابند، بڑا حاذق اور ماہر حکیم یا ڈاکٹر کہے کہ اس کے سوا اس مرض کا کوئی علاج نہیں، اگر زید اس شرط مذکور کے ساتھ استعمال کرے تو کر سکتا ہے

مگر کسی نیم حکیم یا نیم ڈاکٹر یا بے عمل حکیم کے بتانے سے حلال نہیں، یہ خیال رہے کہ لوگ بے پرواہی سے کسی غیر شرع بلکہ عیسائی وغیرہ کافر ڈاکٹروں کے کہنے یا نیم حکیم ٹوٹکے بازوں کے پیچھے پڑ کر حرام چیزیں کھانا شروع کر دیتے ہیں، یہ ہرگز ہرگز جائز نہیں،

بہرحال بشرطِ مذکور کے ساتھ زہر بھی استعمال کر سکتا ہے اور بعد تکبیر کے ساتھ ذبح بھی کر سکتے ہیں کہ جان، جان پیدا کرنے والے کے نام پر بآسانی نکلے، یہ جانور بھی اسکی مخلوق اور اس کی تسبیح پڑھنے والے ہیں، شرعاً حرج نہیں، جو منع بتائے، دلیل لائے اور سند دکھلائے، اگر ذبح نہ کریں جھٹکے کے طور پر ڈنڈا وغیرہ مار کر اور تکلیفیں دے کر ہلاک کریں تو کیا مسلمان پسند کریں گے؟ ہرگز نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی القادری غفرلہٗ

۵ شوال المکرم ۱۳۷۷ھ

Marfat.com

قربانی

Marfat.com

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ

——— الکوثر

پس آپ نماز پڑھیں اپنے ربّ کے لیے اور قُربانی دیں

Marfat.com

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذِهِ الْاَضَاحِيْ؟
قَالَ سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ

الحدیث

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیک وسلم) یہ قربانیاں کیا ہیں ؟ - آپ نے ارشاد فرمایا یہ تمہارے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کی سنّت ہیں۔

Marfat.com

تعارف

مخصوص جانور کو مخصوص ایام میں متعلقہ شرائط کے ساتھ بہ نیت تقرب ذبح کرنے کو شریعت میں اضحیہ یا قربانی کہتے ہیں-----

قربانی سنت ابراہیمی ہے' جسے اسلام میں باقی رکھا گیا ہے----- قربانی میں اصل چیز جذبہ' ایثار اور تقویٰ وپرہیزگاری ہے----- قرآن مجید میں صاف صاف فرمادیا گیا:

لَن يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا وَ لَا دِمَاؤُهَا وَ لٰكِن يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنكُم-----

(الحج: ۳۷)

"اللہ تعالیٰ کو تمہارے گوشت' پوست اور خون کی ضرورت نہیں بلکہ اس کی بارگاہ میں تو تمہارے تقویٰ وپرہیزگاری کی قدر ہے"

قربانی ہر ایسے آزاد' مقیم اور صاحب نصاب مسلمان پر واجب ہے جو رہائش' لباس اور ضروریات زندگی سے زائد ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر مالیت رکھتا ہو اور اس پر سال گزرنا ضروری نہیں بلکہ قربانی کے ایام میں صاحب نصاب ہو جانے سے قربانی واجب قرار پائے گی-----

صاحب نصاب نہ ہونے کے باوجود اگر کوئی شخص قربانی کے لئے جانور خریدے تو اس پر قربانی لازم ہو جائے گی-----اسی طرح نذر مان لینے سے بھی قربانی واجب ہو جاتی ہے-----اگرچہ نذر ماننے والا فقیر ہی کیوں نہ ہو-----

قربانی کے جانوروں میں سے اونٹ پانچ سال----- گائے' بھینس دو سال-----

Marfat.com

اور ----- بکرا' چھترا ایک سال سے کم عمر نہ ہو ----- دنبہ بشرطیکہ فربہ ہو' چھ ماہ کا بھی جائز ہے ----- ان جانوروں کی ہر جنس کے نر و مادہ کی قربانی کی جاسکتی ہے ----- افضل یہ ہے کہ قربانی کا جانور خوبصورت' فربہ اور بے عیب ہو ----- معمولی عیب ہو تو قربانی ہو جائے گی ----- اس سلسلے میں فقہائے کرام نے یہ نکتہ بیان فرمایا ہے کہ ایسا عیب جو منفعت کو بالکل زائل کر دے یا جمال و زیبائی کو یکسر ختم کر دے' قربانی سے مانع ہے -----

صاحب نصاب کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر سال قربانی کرے ----- ہمارے آقا و مولیٰ حضور ﷺ کا یہی طریقہ مبارکہ تھا ----- حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں :

اقام رسول اللہ ﷺ بالمدینۃ عشر سنین یضحی -----

(ترمذی)

"رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں دس سال قربانی کرتے رہے"

قربانی (اضحیہ) کے لئے تین ایام مخصوص ہیں :

دس' گیارہ اور بارہ ذوالحجۃ المبارکہ ----- قربانی کے دنوں میں قربانی کرنا ہی لازم ہے' کوئی دوسری چیز اس کا متبادل نہیں ہو سکتی -----

احکام شرعیہ سراسر حکمت پر مبنی ہیں ----- قربانی کا نفسیاتی اثر یہ ہے کہ اس سے انسان کے دل میں حرارت ایمانی پیدا ہوتی ہے اور راہ خدا میں اپنی عزیز سے عزیز متاع لٹا دینے کا جذبہ اجاگر ہوتا ہے -----

کتاب الاضحیہ کے آخر میں "باب العقیقہ" کے عنوان سے عقیقہ کے مسائل بھی شامل کر دیئے گئے ہیں' اس طرح مجموعی طور پر کتاب الاضحیہ میں چوبیس استفتاءات شامل ہیں -----

(مرتب)

-----☆☆☆-----

Marfat.com

كتاب الاضحيّة

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں کہ سال سے کم عمر بھیڑ یا مینڈھا قربانی کے قابل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

السائل: مختار احمد از ٹھٹھہ سید علی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

متون وشروح وفتاوٰی فقہ حنفیہ میں مصرح کہ سال سے کم عمر ضأن کا جذع جو جسیم ہونے کی وجہ سے سال بھر والوں میں مل جائے، جائز ہے اور ضأن کا اطلاق

Marfat.com

جنس بھیڑ اور دنبہ دونوں پر آتا ہے مگر در المختار ج ۵ ص ۲۸۱ اور شرح الوقایہ ص ۳۳
مع چلپی مجتبائی میں ہے والنظم للصدر والضان ماله الیة یعنی ضان
سے مراد وہ ضان ہے جس کی چکی ہوتی ہے، تو ثابت ہوا کہ وہ حکم جواز خاص دنبہ
میں ہے، بھیڑ اور مینڈھے میں نہیں، منحۃ الخالق علی البحر الرائق ج ۸ ص ۲۳۵، شامی
ج ۱ ص ۲۹۷ میں ہے اذا صرح بعض الائمة بقيد لم يرد عن
غيره منهم تصريح بخلاف يجب ان يعتبر، شامی ج ۲ ص ۱۰۶
ان الاخذ بالاحتياط فی باب العبادات واجب اور یہ پر ظاہر کہ احتیاط
اس میں ہے کہ بھیڑ اور مینڈھا سال سے کم عمر قربانی نہ کیا جائے کہ خروج عن العہدہ متیقن ہو۔
فاللہ تعالی اعلم و علمہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالی علی
حبیبہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

سائل نے زبانی سوال کیا کہ چھترا ششماہہ قربانی بن سکتا ہے اور ایک مولوی صاحب
کا فتویٰ جواز بھی پیش کیا۔ (اور وہ یہ ہے)

سوال

دنبہ اور مینڈھا یعنی چھترا خواہ مذکر ہو یا مؤنث، یہ ہر دو اصناف چھ ماہ کے قربانی
جائز ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب

دنبہ اور مینڈھا ہر دو چھ ماہ کے قربانی کرنے جائز ہیں، اسمیں حنفی مذہب کے

Marfat.com

رُو سے کسی قسم کا اختلاف نہیں، حوالہ صح الجذع من الضأن الجذع شاۃ لہا ستۃ اشہر (ترجمہ) درست ہے قربانی کرنی بھیڑوں سے جذع کی اور جذع کی تفسیر خود صاحب شرح وقایہ نے کی ہے، چھ ماہ کی عمر کا جائز ہے۔

عبدالرحمٰن عفی عنہ مستند دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

حسب تصریحات فتاویٰ وشروح ومتون معتبرۂ مذہب مہذب حنفیہ ثنی سے کم عمر جانور قربانی کے قابل نہیں، ماسوا ضأن کے کہ اس کا جذعہ بھی جائز ہے بشرطِ فربہی خاصہ مگر جذع کی تفسیر میں اختلاف ہے، محدثین اور اہلِ لغت کے نزدیک سال سے پہلے جذع نہیں ہوسکتا کما بین فی فتح الباری والعینی شرح البخاری وغیرھما من اسفار الشروح واللغات المعتبرۃ اور ہمارے احناف کے نزدیک مختلف اقوال ہیں کما بین الشامی وغیرہ اور ضان کا اطلاق گو بھیڑ پر بھی ہوسکتا ہے مگر اس ضان مستثنیٰ کو فقہائے کرام نے مخصوص و مقید فرمایا تو یہ بھیڑ کو شامل نہ ہوگا چنانچہ شرح الوقایہ ج ۴ ص ۳۳۷ منح سے شامی ج ۵ ص ۲۸۱ طحطاوی علی الدر ج ۴ ص ۱۶۴، منح ومفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام سے، فتاویٰ مولانا عبدالحی ج ۲ ص ۳۱۷، تکملہ سلطان الفقہ ص ۱۴۱ میں شامی اور غایۃ الاوطار سے ہے والنظم من شرح الوقایۃ والضأن ما تکون لہ الیۃ یعنی ضان سے مراد وہ ہے جس کی چکی ہوتی ہے تو بھیڑ چھترا کا استثناء نہ ہوا کہ ان کی چکی نہیں ہوتی، تو اگر جذع کی تفسیر احناف پر اعتبار ہے تو ضان مستثنیٰ کا معنی بھی احناف ہی سے دریافت

Marfat.com

کریں ورنہ اہلِ لغت و محدثین تو جذع سال سے کم عمر کو نہیں کہتے۔
نہایت تعجب ہے کہ مولانا صاحب نے جذع کی ایک تفسیر تو شرح الوقایہ سے نقل کی اور اس کے بالکل ساتھ ملی ہوئی تفسیر الضائن کی چھوڑ دی، یہ تغافل یا تکاسل یا تساہل وہ بھی عند الافتاء کب جائز ہو سکتا ہے، پھر اس پر دعویٰ عدمِ اختلاف جو وسعتِ نظر پر مبنی موجبِ ازدیادِ تعجب ہے اور ایسے ہی شاۃ کا ترجمہ بھیڑ بھی محض ایجاد فی اللغۃ ہی ہے، الحاصل احتیاط و تحقیق یہ ہے کہ بھیڑ یا چھترا سال سے کم عمر کا قربانی نہ کیا جائے ومن ادعی لخلاف فعلیہ البیان بالبرھان۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وعلی آلہ وبارک وسلم

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۳۰ ذوالقعدہ ۱۳۷۰ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کا کیا حکم ہے دنبہ عمر کتنی کا ہوئے اور بھیڑ کی عمر کیا ہوئے اور بکری کی عمر کتنی ہوئے (جواب دو اجر ملے گا)

مولوی غلام صابر بقلم خود سکنہ بھلیرون

ذوالحجہ ۱۳۷۰ھ 19.9.51

(نوٹ) سائل نے اس سوال کے متعلق سید محمود احمد شاہ صاحب خطیب دیپالپوری کا فتویٰ جواز بھیڑ شش ماہہ بشرط اختلاط بلا حوالہ خاصہ بھی پیش کیا اور زبانی بھی بیان کیا کہ بھیڑ اور چھترا شش ماہہ کے متعلق جھگڑا ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی الثبو والصواب

بکری بھیڑ دنبہ قربانی کے لئے سال یا سال سے زیادہ عمر کے چاہیئے البتہ دنبہ کا بچہ جو بوجہ فربہی سال والوں میں مختلط ہو جائے اور چھ ماہ یا زیادہ کا (علی اختلاف الاقوال) کا ہو تو جائز ہے، بعض احباب زماں بھیڑ اور چھترے کے متعلق بھی یہی سمجھ گئے مگر انہیں غور کرنا چاہیئے کہ گو لفظِ ضأن از روئے لغت بھیڑ دنبہ دونوں پر بولا جاتا ہے مگر اس مسئلہ میں ہمارے حضرات احناف نے لفظِ الضأن معرف بلام العہد سے تعبیر فرمایا ہے کما فی عامۃ المعتبرات، بلکہ یہ بھی تصریح فرما دی کہ یہ معرف و معہودہ ضأن ہے جس کی چکلی ہوتی ہے، شامی علی الدر ج ۵ ص ۲۸۱، طحطاوی علی الدر ج ۴ ص ۱۶۴، شرح الوقایہ ج ۴ ص ۳۳۷ منح اور مفاتیح الجنان سے مولانا عبد الحی مرحوم کے فتاویٰ ج ۲ ص ۱۳۷ میں ہے الضأن ماتکون لہ الیۃ اور یہ بھی قابلِ غور ہے کہ ضأن جذع از روئے لغت وہ ہے جو پورے سال کا ہو چکا ہو، عنایہ علی الہدایہ ج ۸ ص ۴۳۵، شامی علی الدر ج ۵ ص ۲۸۱ میں ہے فی اللغۃ ماتمت لہ سنۃ، بلکہ صراح ص ۳۰۸، منتہی الارب ج ۱ ص ۱۵۲ وغیرہا میں ہے والنظم من الصراح آنچہ بسال دوم درآمدہ باشد از گوسپند ومثلہ فی المغرب ج ۱ ص ۸۰، والکفایۃ علی الہدایۃ ج ۸ ص ۴۳۵ اور یہی جمہور کا قول ہے۔ فتح الباری علی البخاری ج ۱۰ ص ۴، عینی علی البخاری ج ۱۰ ص ۶۱ میں ہے من الضأن مااکمل السنۃ وھو قول الجمہور البتہ ہمارے اور بعض دیگر حضرات کے نزدیک جذع سال سے کم ہوتا ہے مگر کتنا کم؟ اس میں متعدد قول چھ ماہ سے

Marfat.com

دس ماہ تک ہیں کما بسطہ الشامی وغیرہ تو اگر مسئلہ معہودہ میں غیر مقلد حضرات ضأن کے متعلق ہمارے حضرات احناف کی قید لام عہد اور رسالہ البینہ کا اعتبار نہ کرتے ہوئے دنبہ اور بھیڑ دونوں کا حکم ایک ہی سمجھیں تو جذع کا معنیٰ بھی وہی لیں جو لغوی اور جمہور کا قول ہے یعنی سال بھر کا تو اس صورت میں بھی ہمارا مدعٰی احناف ثابت ہے کہ بھیڑ اور بھیڑ ا سال کا چاہیئے اور یہ جائز نہیں کہ ضأن کے متعلق تو ہمارے حضرات کی قید نہ مانیں اور جذع کے متعلق مانیں کہ یہ تلفیق اور بعید از تحقیق ہے ومن ادعی الخلاف فعلیہ البیان بالبراهین والانصاف۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۸ ر ذی الحجۃ المبارکہ سنہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں:

۱۔ قربانی کا جانور بکری اور بھیڑ اور دنبہ چکی والا تینوں کے لیے عند الحنفیہ شکر اللہ سعیہم ایک سال کا ہونا ضروری ہے یا کہ ان تینوں سے کسی کا سال سے کم ہونا بھی کافی ہے، اگر سال سے کم ہونا کافی ہے، تو کیا بھیڑ مسئلہ قربانی میں بکری کے حکم میں داخل ہوگی یا کہ دنبہ کے حکم میں۔

۲۔ ریڈیو کا اعلان جبکہ حکومت اسلامیہ کی طرف سے کرایا جائے تو کیا رؤیت ہلال میں یہ اعلان معتبر ہوگا یا نہیں؟

Marfat.com

۳- اگر امام لاؤڈ سپیکر کا مائیکروفون سامنے رکھ کر قرأت پڑھے اور تکبیر و تسمیع وغیرہ اسی میں ادا کرے تو کیا مقتدیوں کی نماز اقتدا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

السائل: محمد عبد العزیز غفرلہ خادم مدرسہ عربیہ احیاء العلوم عظیم آباد بورے والہ
ضلع ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

۱۔ بکری، بھیڑ، دنبہ قربانی کے لئے سال یا سال سے زیادہ عمر کے چاہیے مگر دنبہ کا وہ بچہ جو بوجہ فربہی سال والوں میں مل جائے اور ہو بھی چھ ماہ یا زیادہ کا علی اختلاف الاقوال تو جائز ہے اور چونکہ از روئے لغت کلمہ ضأن دنبہ، بھیڑ دونوں پر بولا جاتا ہے لہذا بعض احباب عموم سمجھ گئے حالانکہ ہمارے مشائخ احناف شکر اللہ سعیہم الجمیلہ اس مسئلہ کو الضأن معرف بلام العہد سے تعبیر فرمایا ہے کما فی عامۃ المعتبرات بلکہ نص فرمادی کہ اس معرف و معہود سے مراد وہ ضأن ہے جس کی چکی ہوتی ہے، شامی علی الدر ج ۵ ص ۲۸۱، طحطاوی علی الدر ج ۴ ص ۱۶۴، شرح الوقایہ ج ۴ ص ۳۳۷، منح اور مفاتیح سے فتاویٰ عبدالحی ج ۲ ص ۱۷۰ میں ہے ما تکون لہ الیۃ بلکہ جامع ضأن لغت میں وہ ہے جو پورے سال کا ہو چکا ہو، عنایہ علی الہدایہ ج ۸ ص ۴۳۵؎ شامی علی الدر ج ۵ ص ۲۸۱ میں ہے فی اللغۃ ما تمت لہ سنۃ بلکہ صراح ص ۳۰۸، منتہی الارب ج ۱ ص ۲۵۱ میں ہے والنظم من الصراح آنچہ بہ سال دوم در آمدہ

؎ کما بسطہ الشامی وغیرہ ۱۲ منہ

Marfat.com

باشد از گوسپند و مثلہ فی المغرب ج ۱ ص ۷۸ والکفایۃ علی الھدایۃ ج ۸ ص ۴۳۵ اور وہی ہمارے علماء و جمہور فقہاء کا قول ہے۔ فتح الباری علی البخاری ج ۱۰ ص ۴، عینی علی البخاری طبع قدیم ج ۱۰ ص ۱۶۱ اور طبع جدید ج ۲۱ ص ۱۴۶ میں ہے من الضأن ما اکمل السنۃ وھو قول الجمھور تو مسئلہ معہودہ میں اگر ہمارے احناف[للعہ] کی قیدِ لامِ عہد اور نصِ ما لہ السنۃ کا اعتبار نہیں تو جذع کی تفسیر بھی وہی مانیں جو لغت اور جمہور کے نزدیک ہے یعنی سال بھر کا ہو ورنہ تلفیق بعید از تحقیق کا ارتکاب مستحسن نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وسلم۔

۲ ہاں معتبر ہے جبکہ یہ معلوم ہو کہ بقاعدۂ ثبوت شرعی کے بعد اعلان کیا جاتا ہے، فتاویٰ عالمگیر ج ۴ ص ۸۶ میں ہے خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان او فاسقا، شامی علیہ الرحمہ نے توپوں کے فائر معتبر مانتے ہوئے فرمایا وان کان ضاربہ فاسقا ج ۲ ص ۱۴۵۔ علمائے کرام نے علاماتِ ظاہرہ کا اعتبار بلکہ موجب عمل قرار دیا، منحۃ الخالق ج ۲ ص ۲۷۰، ردالمحتار ج ۲ ص ۱۲۵ میں ہے لانہ علامۃ ظاھرۃ تفید غلبۃ الظن وغلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل اور غائبین عن المصر کے حق میں بالخصوص بھی اعتبار فرمایا جبکہ سن لیں منحۃ الخالق کے اسی صفحہ میں ہے والظاھر وجوب العمل بھا علی من سمعھا ممن کان غائبا عن المصر کاھل القری ونحوھا کما یجب العمل بھا علی اھل المصر الذین لم یروا الحاکم قبل شھادۃ الشھود اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت وجماعت نے بھی اسے قابلِ اعتبار و اعتماد قرار دیا، رسالہ طرق اثبات الہلال ص ۲۲ میں ہے "حاکمِ شرع کے حضور

[للعہ] یہ لفظ غیر مقلدین کے اختلاف کے لحاظ سے ہیں ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

شہادتیں گزرنا اس کا ان پر حکم نافذ کرنا ہر شخص کہاں دیکھتا سنتا ہے بحکم حاکم اسلام اعلان کے لیے ایسی ہی کوئی علامت معہودہ معروفہ قائم کی جاتی ہے جیسے توپوں کے فائر یا ڈھنڈورا وغیرہ یہ تعمیم تو نہایت ہی مفید ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ قدرے تفصیل سے فقیر کا فتویٰ رضوان میں شائع ہو چکا ہے من شاء فلیطالع ولینصف ولا یتعسف فان المتعسف لا یفیدہ شیئ مفید۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ واٰلہ و اصحابہ وبارک وسلم۔

واللہ تعالیٰ اعلم ؎۳

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۱۴؍ ذی القعدۃ المبارکہ ۱۳۸۱ھ

الاستفتاء

مخدومی و محترمی حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ:۔ خیریت مابین نیک مطلوب!

یہاں بین العلماء نزاع واقع ہے کہ بھیڑ کا چھ ماہ کا بچہ قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بہار شریعت ص ۳۹ میں جائز کیا ہے اور زیور بہشتی میں پہلے جائز لکھ کر دوسرے دیدشتی میں مشکوک قرار دیا، ردالمحتار میں فرمایا الجذعۃ من الضأن وھو مالہ الیۃ، برائے کرم واپسی ڈاک تحقیق انیق فرما کر مشکور فرمائیں، ہمارے ائمہ کرام متقدمین اور ظاہر الروایت میں سے اگر کوئی تشریح ہے، لغت میں اور

؎۳ اس وقت اس مسئلہ کی تحقیق نہیں ہوئی تھی لہذا یہ جواب دیا گیا بعدازاں پوری تحقیق ہوئی تو جواز کا مفصل رسالہ "مکبر الصوت" شائع ہوا اور وہی حق ہے ۱۲ منہ غفرلہ (یہ رسالہ فتاویٰ نوریہ حصہ اول میں شامل کر دیا گیا ہے) (مرتب)

Marfat.com

فقہ احناف میں کوئی فرق ہو، عالمگیری میں ہے یجوز الجذعۃ من الضأن خاصۃ، رد المحتار میں ہے کہ لا یجوز الجذعۃ من المعز وغیرہ، اس "وغیرہ" سے کیا مراد ہے، بھیڑ شاۃ معز اور ضأن میں سے کس میں شامل ہے اور بھیڑ جذعہ میں چکی دار دنبہ مخصوص ہے یا کیسے ہے؟

عجلت میں ٹکٹ میسر نہ ہوئے لہذا تکلیف نظر انداز فرماتے ہوئے پہلی ڈاک میں جواب ارسال فرمائیں، والسلام۔ جملہ احباب کو السلام علیکم۔

محمد علم الدین مکان ۹ نزدیک ڈاکخانہ اوکاڑہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

مکرمی ومحترمی حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: -عافیتِ دارین مطلوب!

آج جناب کا مرسلہ عنایت نامہ موصول ہوا، جواباً معروض کہ بھیڑ کم از کم ایک سال کی ہونی چاہئے کہ گو لفظِ ضأن از روئے لغت بھیڑ اور دنبہ دونوں پر بولا جاتا ہے مگر ظاہر یہی ہے کہ مسئلہ معہودہ میں دنبہ ہی مراد ہے کہ کتبِ معتبرہ فقہیہ میں مصرح ہے کہ اس سے مراد وہ ہے جس کی چکی ہوتی ہے، شرح وقایہ ج ۴ ص ۳۳۸، طحطاوی علی الدر ج ۴ ص ۱۶۴، شامی علی الدر ج ۵ ص ۲۸۱ میں ہے مالہ الیۃ مولانا عبدالحی لکھنوی علیہ الرحمہ نے اپنے فتاویٰ ج ۲ ص ۳۱۷ میں منح اور مفاتیح الجنان سے نقل فرماتے ہوئے اسی پر اعتماد فرمایا اور جن اصحابِ متون وشروح وفتاویٰ نے کوئی قید نہیں لگائی وہ بھی الضأن معرف بلام العہد ذکر فرما رہے ہیں کہ لامِ عہد

Marfat.com

کا اشارہ تعیین کردے بلکہ لفظِ جذع کی تفسیر میں ہمارے حضرات کے اقوال مختلف ہیں اور دوسرے جمہور فقہاء اور ارباب لغت کے نزدیک تو جذع ضان سال سے کم ہو سکتا ہی نہیں، عنایہ علی الہدایہ، کفایہ علی الہدایہ ج۸ص ۴۳۵، شامی علی الدر ج۵ ص ۲۸۱، مغرب ج ۱ص ۸۷، صراح ص ۳۰۸، منتہی الارب ج۱ ص ۱۵۲، میں ہے والنظر للشامی فی اللغۃ ما تمت لہ سنۃ. فتح الباری شرح البخاری ج۱۰ ص ۴، عینی شرح البخاری ج۱۰ ص ۱۶ میں ہے ما اکمل السنۃ وھو قول الجمھور اور اس تفسیر سے ہی مدعیٰ واضح ہے کہ اس کی بنا پر تو دنبہ بھی سال ہی کا ضروری ہے اور اگر جذع کی تفسیر ہمارے فقہائے کرام سے لیں اور الضان کے لام عہد اور قید مالہ الیۃ (جس کی ہمارے حضرات نے تصریح فرمائی) کا اعتبار نہ کریں بلکہ لغت پر اعتماد کریں تو یہ تلفیق بعید از تحقیق ہے مگر مسئلہ میں زیادہ الجھنا بھی نہیں چاہئے کہ ایک ایسا فروعی مسئلہ ہے جس میں ہمارے علمائے عصر کا اختلاف آ رہا ہے ولکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات گو احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ بالاتفاق بریٔ الذمہ ہو جائے کم از کم سال کا ہو کہ اس کے جواز پر سب متفق ہیں ولا اعتبار لمن خالف من غیر نامم قلتھم۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ بصیر پور

الاستفتاء

مکرمی مولوی محمد نور اللہ صاحب دام اقبالہ

السلام علیکم: مؤدبانہ التماس ہے کہ مندرجہ ذیل مسئلہ کا فتویٰ بھیجدیں، آپ کے

Marfat.com

پاس پہلے بھی دو عدد لفافے اسی مندرجہ ذیل مسئلہ پر ارسال کر چکے ہیں لیکن جواب سے محروم رہ گئے، دوبارہ نوازش نامہ ارسال ہے، وہ مسئلہ یہ ہے کہ بھیڑ یا لیلا چھ ماہ کا کیوں نہیں جائز؟ اس جگہ ہمارے چک میں چھ مہینے کا جائز کرتے ہیں مہربانی کرکے اس کا فتویٰ بھیجدیں، فتویٰ باحوالہ واضح کرکے اور پورا صحیح صحیح لکھ کر بھیجدیں تاکہ ہم ان کو سمجھا سکیں۔

جواب جلد از جلد مطلوب ہیں، قربانی نزدیک ہے (فقط والسلام)

السائل: حافظ علی محمد، امام مسجد چک نمبر ۷/۱-ایل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

حدیث شریف صحیح مسلم وغیرہ واکثر کتب فقہیہ میں مصرح ہے کہ جذع من الضأن جائز ہے، یعنی ضأن کا جذع جائز ہے اور لغت عرب میں ضأن دنبے اور بھیڑ دونوں کو کہا جاتا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ اس ضأن سے مراد کیا ہے تو شرح الوقایہ ج ۴ ص ۳۳۸، طحطاوی علی الدر ج ۴ ص ۱۶۴، شامی علی الدر ج ۵ ص ۲۸۱ میں ہے مالہ الیۃ یعنی اس ضان سے مراد وہ ہے جس کی چکلی ہوتی ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی علیہ الرحمہ نے بھی اپنے فتاویٰ ج ۲ ص ۲۱۷ میں منح اور مفاتیح الجنان سے بھی نقل فرماتے ہوئے اس پر اعتماد کیا، بنا بریں یہ مسئلہ واضح ہو گیا اور ظاہر یہ ہے کہ الضأن کے لام عہد کا اشارہ بھی اسی طرف ہے، اب جذع کے معنی پر بھی غور کرنا چاہیئے تو اس میں ہمارے حضرات احناف کے بھی کئی قول ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ششماہہ کو کہا جاتا ہے حالانکہ لغت عرب میں جذع ضأن کا اطلاق سال

Marfat.com

والے سے کم پر ہو ہی نہیں سکتا، عنایہ علی الہدایہ ج ۸ ص ۴۳۵، کفایہ علی الہدایہ ص ۴۳۵، شامی ج ۵ ص ۲۸۱، صراح ص ۳۰۸، منتہی الارب ج ۱ ص ۱۵۲ میں ہے والنظم للشامی فی اللغۃ ماتمت لہ سنۃ، فتح الباری شرح البخاری ج ۱۰ ص ۴، عینی علی البخاری ج ۱۰ ص ۱۶ میں ہے ما اکمل السنۃ وھو قول الجمہور تو اگر جذع کا معنی شش ماہہ لیا جائے جو ہمارے فقہائے کرام کے کئی اقوال سے ایک قول ہے تو الضأن کا معنی بھی ویسا ہی لینا مناسب ہے جو فقہائے احناف نے ہی متعین فرمایا ہے یعنی دنبہ کہ چکلی والا وہی ہوتا ہے اور اگر الضأن کا معنی عام لیا جائے کہ لغت میں بھیڑ اور دنبہ دونوں پر بولا جاتا ہے تو جذع کا معنی بھی لغت کا ہی لینا چاہیئے یعنی سال بھر کا اور یہ نامناسب ہے کہ ایک ہی مسئلہ میں فقہائے کرام کی ایک بات مان لی جائے اور دوسری کا انکار کیا جائے کہ یہ تلفیق ہے اور بعید از تحقیق ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

یکم ذوالحجہ ۸۴ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مؤدبانہ التماس ہے کہ چھ ماہ کا چھترا (یعنی لیلہ بھیڑ کا) قربانی کے لئے جائز ہے یا کہ نہیں؟ ثبوت مع کتب حدیث دینا ہوگا یا فقہ کے مطابق، چھترا اور دنبہ میں فرق ہے یا کہ نہیں؟ یا یہ ایک ہی نسل میں سے ہیں؟

Marfat.com

بہت جلدی جواب فرمائیں، نہایت ہی ضروری تاکید ہے، آپ کی عین نوازش ہوگی،
زیادہ آداب نیاز۔ السائل: الحقیر الفقیر خاکسار علی محمد نوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اس کا جواب بھی پچھلا جواب ہے مگر یہ اس سے زائد ہے تو ثابت ہوا کہ وہ ششماہہ ضأن جس کی قربانی جائز ہے، دنبہ کا بچہ ہے اور بھیڑ بکری کا بچہ کم از کم سال بھر کا چاہیئے، شامی ج۵ ص۲۸۱ میں ہے قید لانہ لا یجوز الجذع من المعز وغیرہ بلا خلاف کمافی المبسوط، درالمختار میں ہے وحول من الشاۃ والمعز۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

ومن ادعی الخلاف فعلیہ البیان، اور ایسے فروعی مسائل میں زیادہ الجھنا بھی مناسب نہیں وھو الھادی۔

محررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ قربانی کے لئے چھترے کی کتنی عمر چاہیئے؟ بعض لوگ ششماہہ کا جائز کہتے ہیں، بینوا توجروا۔
سائل: محبوب عالم صاحب لوسن پوری

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

سال یا سال سے بڑا ہونا ضروری ہے کہ ثنی ہونا شرط ہے کما فی عامۃ معتبرات المذہب اور استثنائے جذعہ ضأن دنبہ کے ساتھ خاص ہے، شرح الوقایہ ج ۴ ص ۳۳۸ اور منح سے شامی ج ۵ ص ۲۸۱، طحطاوی علی الدر ج ۴ ص ۱۶۴ نیز منح و مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام سے فتاویٰ عبدالحی ج ۲ ص ۳۱۷، مجموعۃ الفتاویٰ علی ہامش الخلاصہ ج ۴ ص ۳۱۷ میں بالفاظِ متقارب ہے ھو ماله الیۃ، کہ یہ ضأن جو شسماہہ جائز ہے وہ ہے جس کی چکلی ہوتی ہے، شامی میں مزید افادہ فرمایا قید بہ لانہ لا یجوز الجذع من المعز وغیرہ بلاخلاف کما فی المبسوط قہستانی، یعنی یہ قید اس لئے لگائی کہ کسی اور قسم کا جذع بلا اختلاف جائز نہیں تو جب جوازِ جذعہ (یعنی ششماہہ) چکلی والے کے ساتھ خاص ہوا تو چھترا ششماہہ جائز نہیں کہ دوسرے قسم سے ہے چکلی والا نہیں، اور چونکہ عربی میں چھترے کو بھی ضأن کہہ لیتے ہیں لہٰذا بعض احباب کو اشتباہ ہوگیا اور دونوں کو جائز کہہ دیا حالانکہ ذرا تدبر و غور سے دیکھتے تو تصریحات مندرجہ بالا سے حق واضح ہو جاتا، یہ تو نہایت نامناسب ہے کہ جذع کا معنیٰ تو وہ لیا جو فقہائے کرام احناف نے بیان فرمایا اور ضأن اپنی طرف سے مطلق ہی رکھا بعض کتاب کا ماننا اور بعض کا نہ ماننا بُرا ہے، اگر ضأن مطلق ہی رکھنا تھا تو جذع کا معنیٰ بھی وہی کرتے جو جمہور نے کیا کہ پورے سال کا ہو تب بھی حق واضح تھا بلکہ بعض صحابہ کرام کے نزدیک تو اب مطلقاً جائز نہیں ویدل

Marfat.com

عليه ظواهر احاديث رواها مسلم وغيرہ اور بعض حضرات کے نزدیک مقيد بالضرورة ہے كما يدل عليه حديث جابر مرفوعا عند مسلم وغيرہ كذا فى فتح البارى وغيرہ، تو ایسے اختلافات کے ہوتے ہوئے احتیاط ضروری خصوصًا ان حضرات کے نزدیک جو عمل بالحدیث کے مدعی ہیں۔

الحاصل چھترا ایک سال کا ضرور ہو۔

والله تعالىٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم وصلى الله تعالىٰ على حبيبه واٰله وصحبه وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور الله النعیمی غفرلہٗ

۲۱ ماہ رمضان المبارک ۱۳۶۹ھ

ذٰلك كذٰلك انا مصدق بذٰلك

المذنب ابو الرضا محمد حسن علی عفی عنہ

☆ جواب منجانب حضرت مولانا نصیر الدین صاحب نمبر دار رکن پورہ

(نقل مطابق اصل)

"چھترا کی عمر ایک سال ہونی چاہیئے اور دنبہ کی عمر چھ ماہ ہے، اس سے کم عمر کی قربانی جائز نہیں ہے اور جو عام رواج ہے کہ قربانی میں چھترا چھ ماہ کا جائز، یہ غلط ہے، صرف دنبہ شششماہہ جائز ہے، نہ چھترا کیونکہ کہا ہے صاحب تنویر الابصار و در المختار نے ويصح الجذع ذو ستة اشهر من الضأن قال صاحب الطحطاوى الضأن ماله الية یعنی جس کے واسطے چکی ہو، اور چھترے کی چکی نہیں ہوتی جلد الرابع مطبوعہ مصر ص ۱۶۴۔"

نصیر الدین بقلم خود از رکن پورہ

Marfat.com

الاستفتاء

بخدمت جناب قبلہ وکعبہ سیدی جناب عالی قبلہ گاہ حضرت فقیہ اعظم پاکستان مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :- مزاج شریف!

خلاصہ آنکہ جزع من الضأن کے متعلق عرض ہے کہ آپ کا فتوٰی اس بارے میں کیا ہے، قبل ازیں شنید تھی آپکے فتوٰی بعدم جواز کی بغیر الیۃ بہارِ شریعت میں درالمختار کے حوالے سے بندہ نے جائز دیکھا ہے، الیہ کی شرط نہیں پس بندہ نے خود مندرجہ ذیل کتب میں الیہ کی شرط نہیں دیکھی لہذا مجھے شبہ ہوا کہ میرا مغالطہ نہ ہو، قدوری، کنز الدقائق، ہدایہ، شامی، عالمگیری، فتاوٰی قاضی خاں، فتاوٰی سراجیہ (غیاث اللغات میں ضأن کا معنٰی میش ہے) ان تمام کتابوں میں الیۃ کی شرط نہیں اور کئی علماء کرام جواز کے قائل ہیں البتہ فتاوٰی عبدالحی میں منح الغفار شرح تنویر الابصار شرعۃ الاسلام، مفاتیح الجنان کے حوالے سے والضأن مالہ الیۃ ہے، حدیث شریف میں تو کوئی الیہ کی شرط نہیں الا الجذع من الضأن اور ضأن کا معنی لغت میں میش ہے اور میش لغت میں بھیڑ ہی کو کہتے ہیں، یہ تو بندہ کی رائے ہے واللہ اعلم بالصواب۔

فتاوٰی عبدالحی میں فقہاء کا اصطلاحی معنٰی تحریر ہے جو مذکور ہوا، بدائع صنائع اور مبسوط میں نہیں مل سکی، جواب جلد ارسال فرمائیں تاکہ یہ مسئلہ غلط مشہور نہ ہو جائے تاحال تو ہم مانعین سے ہیں حالانکہ ظاہر کتب مستند سے کوئی شرط مذکور مستفاد نہیں۔

سعید احمد فضلی فاضلی ٹھوی بدیرم

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

فرزندِ عزیز مولانا صاحبزادہ فضلی صاحب فضلہ اللہ بالتحقیق الانیق

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ :-

مولانا صاحب! تحقیق یہ ہے کہ اس جذع من الضأن سے عند الفقہاء
مَا لَہٗ اِلیۃٌ مراد ہے، رہا آپ کی تحقیق تو یہ بچپن ہی ہے کیونکہ شرح الوقایہ جلد چہارم ص ۳۳۷
اور درر الحکام شرح الغرر ج ۱ ص ۲۶۹، شامی ج ۵ ص ۲۸۱، طحطاوی علی الدر ج ۴
ص ۱۶۴، غایۃ الاوطار ج ۴ ص ۱۸۶ اردو ترجمہ در المختار میں ہے مالہ الیۃ اور
شامی و طحطاوی نے حوالہ منح الغفار کا دیا ہے جو تنویر الابصار کی شرح خود مصنف علیہ الرحمہ
نے کی ہے جو در المختار کا متن ہے حالانکہ در المختار میں صرف الضأن ہی ہے تو آپ نے
در المختار کا کیوں ذکر کیا جبکہ الضأن بھیڑ اور دنبہ دونوں پر ہی بولا جاتا ہے تو الضأن
کے لام عہد خارجی کا کیوں نہ خیال کیا حالانکہ سب فقہاء الضأن معرف باللام ہی لکھ رہے
ہیں، بلکہ مبسوط ج ۱۲ ص ۱۰، بدائع الصنائع ج ۵ ص ۷۰، عالمگیری ج ۵ ص ۲۹۷ میں
من الضأن خاصۃ ہے تو آپ عام کیوں کر رہے ہیں، در المختار شرح ہے
تنویر الابصار کی اور تنویر الابصار کے مصنف علیہ الرحمہ نے اس کی شرح منح الغفار میں
فرمایا مالہ الیۃ تو اگر در مختار کے مصنف کو یہ پسند نہ تھا بلکہ حکم عام تھا تو رد فرما دیتے
تو معلوم ہوا کہ ان کی نظر میں بھی صحیح ہے کہ یہ حکم مَا لَہٗ اِلیۃٌ کا ہے، اب اسکی دلیل
کہ یہ منح الغفار میں ہے، یہ کہ علامہ شامی علیہ الرحمہ ج ۵ ص ۲۸۱ اور علامہ طحطاوی علیہ الرحمہ
ج ۴ ص ۱۶۴، حاشیہ در المختار میں حوالہ منح سے لکھتے ہیں مَا لَہٗ اِلیۃٌ اور خود آپ نے

Marfat.com

فتاویٰ عبدالحی کا حوالہ بھی دیا ہے اور یونہی درالحکام کے ج ا ص ۲۶۹ اور شرح وقایہ ج ۴ ص ۳۳۷ میں یہ تصریح کی ہے مَالَہٗ اِلْیَۃٌ، مگر آپ کو نظر نہیں آیا تو یہ صرف آپ کی کمزوری ہے، مسئلہ پر اثر نہیں پڑتا۔

پھر یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ جذع کی عمر شش ماہ صرف فقہائے کرام نے لکھی ہے باقی جمہور اور اہل لغت تو وہ کہتے ہیں کہ جذع من الضأن سال بھر کا ہوتا ہے چنانچہ شامی ج ۵ ص ۲۸۱، طحطاوی ج ۴ ص ۱۶۴، عنایہ علی الھدایہ ج ۸ ص ۴۲۵، کفایہ علی الھدایہ ج ۸ ص ۴۳۵، عینی علی الھدایہ ج ۴ ص ۱۸۴ والنظم للشامی ل۹ نہ فی اللغۃ ما تمت لہ سنۃ، نہایہ اور عینی شرح البخاری ج ۲۱ ص ۱۴۶ میں ہے من الضأن ما اکمل السنۃ وھو قول الجمھور اور یونہی فتح الباری ج ۱۰ ص ۴۔ تو اگر جذع من الضأن کی تفسیر میں مَالَہٗ اِلْیَۃٌ پسند نہیں تو جذع من الضان کی تفسیر میں فقہاء کرام کی تفسیر کا کیوں اعتبار کرتے ہیں؟ یہ بھی اہل لغت اور جمہور کی تفسیر مانیں کہ سال کا ہو، تو یہ ہمارے فقہاء کرام کے نزدیک بالاتفاق درست ہے اور تلفیق ہرگز نہ کریں کہ بعید از تحقیق ہے اور یہ بھی سوچیں کہ اگر صرف لغت کے لحاظ سے ضأن عام مراد لے کر چھترا کہیں تو قربانی بالاتفاق ادا نہ ہوگی جبکہ چھترا کی عمر سال نہ ہو تو شک میں ہرگز نہ پڑیں، انواع بارک اللہ ص ۳۸۵ میں خوب فرمایا ہے

بھیڈ قیاس دنبے نے کردے اکثر عالم بھائی
بعضے شرط کرن یک سالہ احوط ایہا بھائی

بلکہ صراح میں ہے آنچہ بسال دوم درآمدہ باشد، اور یونہی منتہی الارب میں ہے، پھر آپکا یہ جبروتی حکم کہ میش بھیڑ ہی کو کہتے ہیں، کہاں تک صحیح ہے؟ منجد ضاد میں ہے الضأن خلاف الماعز من الغنم اور یونہی سورۃ انعام کے واخر میں من الضان ہے، وہاں تفسیریں دیکھو، ذوات الصوف ہو گا یعنی ضأن اُون والے جانور کو کہتے ہیں اور یہ تو

Marfat.com

آپ کو معلوم ہی ہو گا کہ دنبہ[سه] کی بھی اون ہوتی ہے جو اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے اور یہ مسئلہ فتاوی نوریہ قلمی جلد دوم[للعه] میں ص ۴۰، ص ۸۲، ۸۳، ۱۰۵، ۱۱۱ تا ۱۱۲، ۲۰۹، ۲۱۰ میں بالتفصیل ہے، آپ کئی سال یہاں رہے اور اتنا بڑا مغالطہ،

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۵ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۹۹ھ ۶ 11/79

الاستفتاء

جس جانور کی پیدائشی دُم نہ ہو، قربانی کے لئے اس کے جواز و عدم جواز کے بارہ میں کوئی جزئیہ حضور کے پیشِ نظر ہو تو تحریر فرمائیں، فقیر نے موجودہ کتب میں کافی تتبع تلاش کی ہے مگر کہیں نہیں پایا ہے۔

وانا العبد الضعیف ابوالبیان غلام علی غفرلہٗ خادم الطلبہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ جامع مسجد ستلج کاٹن ملز، اوکاڑہ

سه غیاث اللغات میں صوف کے متعلق ہے: موئے دنبہ و میش ۱۲ منہ غفرلہٗ

للعه یہ تمام فتوے اسی جلد میں شامل کر دیے گئے ہیں۔ (مرتب)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

پیدائشی دم نہ ہونا ہمارے امام الائمہ علیہ الرحمہ کے نزدیک مانع نہیں ہے،
شامی ج ۵ ص ۲۸۳ میں ہے ذکر فی الاصل عن ابی حنیفۃ انہ یجوز
خانیہ اور قاضی خاں علیہ الرحمہ ج ۴ ص ۳۴۸، میں فرماتے ہیں والشاۃ اذا لم یکن لہا
اذن ولا ذنب خلقۃ یجوز قال محمد لا یکون ھذا ولو کان
لا یجوز وذکر فی الاصل عن ابی حنیفۃ انہ یجوز اور قاضی خاں
علیہ الرحمہ کا تقدیم یجوز دلیل ترجیح واختیار ہے کہ خطبہ میں تصریح فرما چکے ہیں وقدمت
ما ھو الاظھر وافتتحت بما ھو الاشھر ولا یخفی ما فی حصر
الاظھریۃ والاشھریۃ من التقویۃ وکلمۃ الشاۃ فی موضوع
المسئلۃ لیست بقید بل علی دأب المشائخ فی سرد المسائل
وذا ظاھر جدا علی خادم کلماتہم الطیبۃ طرا:
واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ
وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی قادری حنفی بصیرپوری ۲ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۷۳ھ

الاستفتاء

از طرف حافظ شاہ محمد

جناب مولانا نور اللہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:۔

Marfat.com

گزارش ہے آنجناب سے ایک مسئلہ ذبح قربانی بابت فتویٰ طلب ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ایک بچھڑا ہے جس کو مالک نے خصّی کیا ہوا ہے اور اس کی انڈیں لیعنی خائے چیرا چیر کر بدن سے علیحدہ کر کے پھینک دیئے گئے، اب آپ سے امر طلب یہ ہے کہ وہ بچھڑا اب قربانی کے لائق ہے یا نہیں؟ معہ حوالہ کتب جواب سے مشکور فرمائیں۔

یعنی کئی علماء کرام سے پوچھا ہے، سب علماء کرام اس مسئلہ قربانی کو جائز قرار دیتے ہیں مگر اسلام کی ساتویں کتاب میں مولانا مولوی غلام قادر بھیروی ایسی قربانی کو بالتشریح ناجائز یعنی منع فرماتے ہیں کیونکہ خلئے بدن سے علیحدہ کیے گئے ہیں، اس واسطے ناجائز ہے، آپ مہربانی فرماکر پوری پوری تشفی مع حوالہ کتب کے تحریر فرماکر ثوابِ دارین حاصل کریں، فقط

میرا پتہ یہ ہے:

ریاست بہاولپور ضلع بہاولنگر ڈاک خانہ فقیر والی چک ۱۳۷ ون ایل پاس حافظ شاہ محمد امام مسجد کو ملے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ایسا بچھڑا جو سوال میں مذکور ہے، قربانی کے لائق ہے، کنز الدقائق لاہوری ص ۳۴۸، شرح الوقایہ ج ۴ ص ۳۳۷، ہدایہ ج ۴ ص ۱۴۶، در المختار مع الشامی ج ۵ ص ۲۸۲، مبسوط ج ۱۲ ص ۱۱، فتاویٰ خیریہ ج ۲ ص ۱۷۶، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۱۳، فتاویٰ عالمگیر ج ۴ ص ۸۰ والنظم من الخلاصۃ والمذکور منہا

Marfat.com

افضل اذا کان خصیا، یعنی بھیڑ بکری سے نر بہتر ہے جبکہ خصی ہو کیونکہ خصی کا گوشت بہتر ہوتا ہے۔ مبسوط میں ہے وکان ابراھیم یقول ما یزاد فی لحمہ بالخصاء انفع للمساکین مما یفوت بالانثیین اذ لا منفعۃ للفقراء فی ذلک اور ایسے ہی اور معتبرات میں بھی ہے اور لغتِ عرب میں خصی کہتے ہی اسے ہیں جس کے خلئے نکالے گئے ہوں، منتہی الارب ج ا ص ۳۲۳ میں ہے: مخصی خایہ کشیدہ (ص) خصاء خصائر بالکسر والمد خصی کرد اور اینز اسی میں ہے: خصی کغنی خایہ کشیدہ، صراح ص ۴۷ د میں ہے: خصاء بالکسر والمد خایہ کشیدن (ع ذ ک) خصی لغۃ منہ، دستور العلماء ج ۲ ص ۸۳ میں ہے من کانت لہ آلۃ قائمۃ ونزعت خصیاہ، حاشیہ شرح الوقایہ چلپی میں ہے ھو الذی اخرجت خصیاہ، عینی شرح کنز الدقائق میں ہے المخصی منزوع الخصیتین اور یہ تو بہت ظاہر کہ خایہ کھلنے کے کام تو آتا نہیں پھر ان کا نکال دینا یا مل دینا ایک ہی معنی میں ہے علامہ عینی فرماتے ہیں الموجوء الذی یلوی عروق الخصیۃ فیصیر کالخصی مبسوط سے سن چکے اذ لا منفعۃ الخ

واللہ ورسولہ اعلم جل جلالہ تعالیٰ وصلی علی محبوبہ الاعلیٰ والہ وصحبہ التقی۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۷ ذوالحجۃ المبارکہ ۶۵ھ

الاستفتاء

جناب حافظ محمد سعید صاحب سکھر زادت عنایاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ: مزاجِ گرامی!

Marfat.com

آپ کی طرف سے مسمی محمد حسین تیلی نے دریافت کیا کہ ایسی گائے جس کے تین تھنوں سے دودھ آتا ہے اور ایک تھن سے دودھ نہیں آتا اور مقدار میں بھی چھوٹا ہے، پیدائشی ایسا ہے، کٹا ہوا نہیں اور کوئی بیماری بھی نہیں تو کیا ایسی گائے کی قربانی ہو سکتی ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ایسی گائے کی قربانی شرعاً جائز ہے، خلاصۃ الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۲۱ میں ہے والتی لا ینزل لھا اللبن غیر علۃ اور شامی ج ۵ ص ۲۸۳ میں ہے وذکر فیھا جواز التی لا ینزل لھا اللبن من غیر علۃ، نیز فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۸۰، ۸۱ میں ہے ومن الابل والبقر اذا انقطع اللبن من ضرعیھما بعد ازاں فرمایا کل عیب یزیل المنفعۃ علی الکمال او الجمال علی الکمال یمنع الاضحیۃ ومالا یکون بھذہ الصفۃ لا یمنع تو ثابت ہوا کہ وہ گائے جائز ہے البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ مستحب یہ ہے کہ کوئی ایسا چھوٹا عیب بھی نہ ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۰/۳/۹۷

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ ایسی گائے بکری جس کا سینگ مینگ تک ٹوٹ گیا یا مینگ بھی قدرے ٹوٹ گیا تو کیا وہ قربانی بن سکتی ہے؟ کہا جاتا ہے کہ جائز نہیں کیونکہ بعض کتبِ فقہیہ میں ہے کہ سینگ مشاش تک ٹوٹ جائے تو جائز نہیں اور مشاش کا معنے سینگ ہے کما فی لسان العرب وتاج العروس۔

نوٹ: مینگ سینگ کا وہ اندرونی حصہ ہے جس پر سینگ غلاف کی طرح ہوتا ہے۔ بینوا توجروا۔

السائل: محمد اجمل مدرس دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور
مؤرخہ ۹ ذو الحجۃ المبارکہ ۱۳۹۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی التوفیق والصواب

مینگ بایں معنٰی سینگ ہی ہے جس کو عربی میں قرنِ داخل یعنی اندرونی سینگ اور اس کا غلاف بیرونی سینگ ہے جسے قرنِ خارج کہا جاتا ہے، لسان العرب ج ۷ ص ۱۵۵ اور ج ۱۲ ص ۴۸۵، قاموس اور اس کی شرح تاج العروس ج ۹ ص ۲۹، فقہ اللغۃ ص ۷۵ میں بالفاظِ متقاربہ ہے والنظم من اللسان القصماء المکسورۃ

Marfat.com

القرن الخارج والعضباء المكسورة القرن الداخل، صحاح ج ۱ ص ۱۸۳ اور لسان العرب ج ۱ ص ۶۰۹۔ قاموس اور تاج العروس ج ۱ ص ۳۸۷، مغرب ج ۲ ص ۴۷ میں ہے العضباء الشاة المكسورة القرن الداخل۔ ان عبارات سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہوا کہ مینگ بھی سینگ ہی ہے اور سینگ کے متعلق علی الاطلاق کتبِ معتمدۂ مذہبِ مہذب ظاہر الروایۃ وغیرہا میں ہے کہ پیدائشی بے سینگ یا ٹوٹے ہوئے سینگ والا جانور جائز ہے، کافی، مبسوط السرخسی اور شرح ج ۱۲ ص ۱۱ اور کافی ہی سے فتاویٰ عالمگیر ج ۴ ص ۸۰، بدائع صنائع ج ۵ ص ۷۶، فتاویٰ امام قاضی خان ص ۷۴۹، ہدایہ ج ۴ ص ۴۳۲ میں بالفاظِ متقاربہ ہے والنظم من الھندیۃ ویجوز بالجماء التی لا قرن لہا وکذا مکسورۃ القرن کذا فی الکافی حالانکہ کافی ظاہر الروایۃ کا مجموعۂ معتمدہ ہے اور مبسوط اس کی وہ بلند پایہ شرح ہے کہ اسی پر فتویٰ دینا اور اعتماد کرنا چاہیے اور اس کے خلاف پر عمل نہ ہو، شامی ج ۱ ص ۶۴ میں ہے واعلم ان من کتب مسائل الاصول کتاب الکافی للحاکم الشہید وھو کتاب معتمد فی نقل المذہب شرحہ جماعۃ من المشائخ منہم الامام شمس الائمۃ السرخسی وھو المشہور بمبسوط السرخسی لا یعمل بما یخالفہ ولا یرکن الا علیہ ولا یفتی ولا یعول الا علیہ، اور بدائع، خانیہ، ہدایہ اور ہندیہ کا علو شان بھی نہاں نہیں، تو اس وشمس کی طرح واضح ہوا کہ ایسی گائے بکری قربانی بن سکتی ہے، بلکہ مشائخ عظام نے تو یہ تصریح بھی فرمادی کہ پیدائشی بے سینگ کی بہ نسبت ٹوٹے سینگ والا جانور بطریقِ اولیٰ جائز ہے۔ تبیین الحقائق ج ۶ ص ۵، عینی علی الکنز ص ۳۴۸، مجمع الانہر ج ۲ ص ۵۱۹، طحطاوی علی الدر ج ۴ ص ۱۶۴ میں ہے والنظم منہ بل ھو اولیٰ منہ۔ یعنی جماء جائز ہے تو شکستہ شاخ بطریقِ اولیٰ جائز ہے کہ

سہ ویمکن ان یکون المراد من الکافی الذی فی الھندیۃ کافی النسفی وھو ایضا کتاب معتمد ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

اس میں سینگ کا کچھ تو نشان ہوتا ہے، بعض فقہائے کرام نے اس کی تعلیل و توجیہ میں یہ فرمایا کہ قربانی کا مقصود اصلی یعنی گوشت سینگ سے متعلق نہیں تو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ مبسوط، ہدایہ، عینی، طحطاوی کے انہی صفحات میں ہے

والنظم من المبسوط فلان ما فات منها غير مقصود لان الاضحية من الابل افضل ولا قرن له۔ اور ایسے جانور کی قربانی کا مبنٰی وہ فتوائے مبارکہ ہے جسے حضور باب العلم مولائے مشکل کشا کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے صادر فرمایا تو صحیح اسنادوں سے بلاشک وشبہہ وریب ثابت ہے کہ سینگ کا ٹوٹنا نقصان نہیں دیتا اور اس میں کوئی ڈر نہیں، سنن الترمذی بالتصحیح ج۱ص۲۸۵،۱۹۴، مستدرک مع التصحیح وتقریر الذہبی ج۴ص ۲۲۵ میں ہے والنظم من الترمذی کہ سائل کے سوال فمكسورة القرن کے جواب میں حضور والا نے ارشاد فرمایا لا بأس امرنا او امرنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان نستشرف العينين والاذنين اور شرح معانی الآثار ج۲ص ۲۹۷، سنن دارمی ج۲ص۴، مستدرک ج۴ ص ۲۲۵ مع تصحیح الحاكم وتقرير الذهبی ہے والنظم من الطحاوی اتى رجل عليا رضى الله عنه فسأله عن مكسورة القرن فقال لا يضرك قال عرجاء۔ قال اذا بلغت المنسك امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نستشرف العين والاذن۔ بدائع صنائع میں فرمایا لما روى ان سيدنا عليا رضى الله عنه سئل عن القرن فقال لا يضرك امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم الحديث، اور بدائع میں دوسری روایت میں لا يضرك کے عوض لا ضير ہے اور یونہی حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بھی یہی ارشاد ہے مسند امام احمد بن حنبل ج۴ص ۲۸۴، شرح معانی الآثار ج۲ص ۲۹۶ سنن نسائی ج۲ص ۲۰۲، دارمی ج۲ص۴، مستدرک ج۱ص ۴۶۸ میں بالفاظ متقاربہ ہے قلت للبراء فانى اكره ان يكون فى السن نقص وفى الاذن

Marfat.com

نقص وفی القرن نقص قال فما کرهت فدعه ولا تحرمه علی احد قال الحاکم ولهذا الحدیث شواهد کثیرة متفرقة باسانید صحیحة وقال الذهبی صحیح وله شواهد، اور ایسے ہی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے بھی جواز مروی ہے۔ مبسوط سرخسی میں فرمایا وقد روی فی ذلك عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور یہ صرف ہمارے ہی نزدیک نہیں بلکہ حضرت امام شافعی جمہور ائمہ و علماء اسلام کا یہی مذہب ہے کہ ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔ حضرت امام محی الدین نووی علیہ الرحمہ شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۵۵ میں فرماتے ہیں جوزہ الشافعی وابوحنیفة والجمهور سواء کان یدمی ام لا اور یونہی عون المعبود شرح ابوداؤد ج ۳ ص ۵۵ میں ہے ذهب ابوحنیفة والشافعی والجمهور الی انها تجزیٔ التضحیة بمکسورة القرن مطلقا اور حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کا بھی یہی مذہب ہے البتہ اگر خون جاری ہو تو چونکہ خون کا جاری ہونا ان کے نزدیک مرض ہے اور مریض کی قربانی جائز نہیں، لہذا جائز نہیں اور فرماتے ہیں کہ خون بند ہو جائے تو جائز ہے، مذہب مالکیہ کا معتمد ترین اور قدیم ترین فتاوی المدونة الکبری ج ۲ ص ۲ میں ہے قلت ارأیت ان کانت مکسورة القرن هل تجزیٔ فی الهدایا والضحایا فی قول مالك قال مالك نعم ان کانت لا تدمی قلت ما معنی قوله ان کانت لا تدمی ارأیت ان کانت مکسورة القرن فندبا ذلك وانقطع الدم وجف ایصح هذا ام لا فی قول مالك قال نعم اذا برأت انما ذلك فی ما اذا کانت تدمی بحدثان ذلك قلت لما کرهه مالك اذا کانت تدمی قال لانه

Marfat.com

مرضا من الامراض۔ (حـ)

ان سب نصوصِ حدیثیہ و فقہیہ وغیرہا میں قرن مطلق ہے، جو خارج و داخل دونوں قرنوں کو شامل ہے والاطلاق حجۃ کالنص، پھر ان سب نصوص میں مکسورۃ القرن ہے یا ایک میں لفظِ نقص بھی آیا ہے مگر قصماء یا عضباء نہیں آیا جس کا صریح مفاد یہ ہے کہ یہ حکم صرف قرنِ خارج یا صرف قرنِ داخل سے خاص نہیں ورنہ قصماء یا عضباء سے تعبیر کرتے وذا امما لا یخفی۔ پھر مشائخ عظام کا مسئلہ جماء کو اصل اور مسئلہ مکسورۃ القرن کو اسی پر بنا فرمانا بھی دلیلِ عموم ہے کہ جماء دونوں قرنوں سے خالی ہے اور تعلیل مبسوط ہدایہ وغیرہا کا بھی یہی تصریحی مفاد ہے کیوں کہ قرنِ خارج کی طرح قرنِ داخل بھی خوردنی نہیں اور یونہی اونٹ دونوں قرنوں سے عاری ہے حالانکہ اس کی قربانی افضل ہے۔ پھر حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کا فتوائے مبارکہ میں لاباس اور لابض فرما کر متصل ہی یہ فرمانا امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نستشرف العین والاذن بھی عموم کی دلیلِ اول ہے اور چھٹی دلیل یہ کہ علامہ نووی علیہ الرحمہ نے مذہب جمہور کے بیان میں یدمی اور لا یدمی فرمایا حالانکہ جریانِ خون قرنِ داخل کے انکسار سے ہی ہو سکتا ہے اور ساتویں دلیل عموم یہ کہ فقہاء کرام نے یہ تصریح بھی فرمائی ہے کہ یہ جواز تب ہے کہ انکسار دماغ تک نہ پہنچے ورنہ جائز نہیں، فتاوٰی بزازیہ علی ہامش الہندیۃ المصریہ ج ۶ ص ۲۹۳ میں ہے والتی لا قرن

حـ لا یقتل ما بین لانہ" و "مرضا" لضعف الوقتین والتصاقہا فان "لانہ" فی اخر صـ۲ و "مرضا" فی اول صـ۳ والفاصل ما بینہما کلمۃ "صاء" او "عدۃ" او ما بمعنی احدھما واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ

عـہ عینی علی الہدایہ ج ۴ ص ۱۸۲ طبع نولکشور میں ہے وقال مالک ان کان قرنہ یدمی کثیر الم یجزہ لان بالادماء تصیر کالمریضۃ ۱۲ ابو الخیر النعیمی غفرلہ ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۹۲ھ، یکم مئی ۱۹۷۲ء یوم الاثنین المبارک

Marfat.com

لها من الاول يجوز فان انقطع او انكسر يجوز الا اذا بلغ الدماغ خلاصۃ الفتاوی ج ۴ ص ۳۲۰، کتاب الفقہ ج ۱ ص ۵۹۵، فتاوی برہنہ ج ۱ ص ۳۵۳، جامع الرموز ص ۴۵۶، شامی ج ۵ ص ۲۸۲ میں ہے ان بلغ الکسر المخ لا یجوز، لسان العرب ج ۳ ص ۵۲، قاموس اور اس کی شرح تاج العروس ج ۲ ص ۲۷۷، منجد ص ۳۵۰ میں ہے والنظم من اللسان المخ الدماغ حالانکہ روز روشن کی طرح واضح ہے کہ قرنِ داخل نصف سے زائد بھی کٹ جائے تب بھی کتاؤ دماغ تک نہیں پہنچتا البتہ اگر جڑ سے اکھڑ جائے چونکہ جڑ اور کھوپڑی کی اوپر کی ہڈی کا خلقۃً اتصال ہے لہذا یہ کتاؤ دماغ تک پہنچ سکتا ہے جو حقیقۃً انقلاع القرن یا استیصال القرن ہے اور ایسے جانور کو مستاصلہ کہا جاتا ہے جس کی ممانعت ایسی حدیث مرفوع و مسند میں آئی جس کی تصحیح حاکم نے فرمائی قررہ الذہبی نصا و سکت علیہ ابوداؤد و معلوم ان سکوتہ دلیل الرضا ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱ مستدرک ج ۴ ص ۲۲۵ میں ہے والنظم لابی داؤد انما نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المصفرۃ والمستاصلۃ (الی ان قال) والمستاصلۃ التی یستاصل قرنہا من اصلہ اور ہر صورت میں عدمِ جواز اس لئے نہیں کہ قرنِ داخل ٹوٹ گیا ہے بلکہ اس لئے کہ اس کے اکھڑنے سے کھوپڑی ٹوٹ گئی اور جانور بیمار ہو گیا جس کی بیماری بیّن ہے یا اس لئے کہ شدتِ درد سے دبلا ہو جائے گا تو حارج فی المقصود بن جائیگا اور پر ظاہر کہ یہی صورت انقلاع مراد ہے اس عبارت سے جو بدائع ج ۵ ص ۷۶ اور اسی سے ہندیہ ج ۴ ص ۸۰، شامی ج ۵ ص ۲۸۲ میں ہے ان بلغ الکسر المشاش لا یجزئ سیتضح ان شاء اللہ تعالیٰ اور آٹھویں دلیل یہ کہ قرنِ داخل ٹوٹے ہوئے جانور کے متعلق کتبِ حدیث میں ایک ایسی حدیث مرفوع مروی ہے جس کے راوی حضرتِ مولائے مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم

Marfat.com

ہیں اور اس حدیث سے عدمِ جواز ثابت ہوتا ہے جو شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۹۷، سنن ترمذی ج ا ص ۱۹۴، نسائی ج ۲ ص ۲۰۳، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲، ابن ماجہ ص ۲۳۴، مستدرک ج ا ص ۴۶۸، سنن ترمذی ج ا ص ۱۹۴ میں ہے جس کی تصحیح وتحسین ترمذی نے فرمائی والکلمات عن الاول قال سمعت علیا رضی اللہ عنہ یقول نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن عضباء القرن والاذن حالانکہ عضباء القرن کا تعلق قرنِ داخل سے ہی ہے کما مر عن اللسان والقاموس وتاج العروس وفقہ اللغات والمغرب تو اگر مکسورۃ القرن کا جواز قرنِ خارج کے ساتھ ہی خاص ہوتا تو ہمارے ائمہ ومشائخ بلکہ جمہور علماء وفقہاء مکسورۃ القرن الخارج فرماتے مگر یوں نہیں کہا بلکہ اس حدیث کی ہی تاویل وغیرہ کرتے ہیں چنانچہ مرقات ج ۳ ص ۳۱۰ میں اسی حدیث کی شرح میں حضرتِ ملا علی قاری فرماتے ہیں فیکون النہی تنزیہا اور یہ تو مبرہن ومبین ہی ہے کہ نہی تنزیہی سے کراہتِ تنزیہیہ ہی ثابت ہوتی ہے جو جواز کے مخالف نہیں بلکہ افادۂ جواز کرتی ہے اور[۱] یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس حدیث سے مراد وہی استیصال القرن والی صورت ہے یعنی بالکل جڑ ہی سے نکل جائے حتی کہ دماغ نظر آنے لگے چنانچہ ابوداؤد کی شرح عون المعبود ج ۳ ص ۵۵ میں اسی حدیث کی شرح میں ہے قال فی البحر ان اعضب القرن المنہی عنہ ھو الذی کسر قرنہ او عضب من اصلہ حتی یری الدماغ لا دون ذلک فیکرہ[۲] فقط اور امام طحاوی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ حدیث ہے ہی منسوخ ورنہ حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم جو اس حدیث کے راوی ہیں اس کے خلاف مکسورۃ القرن کا فتوے ہرگز نہ دیتے۔ شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۹۸ میں ہے

---

[۱] ای تنزیہا کما فی آخر الجواب ۱۲ منہ غفر لہ

Marfat.com

فان قال قائل فانت لا تكره عضباء القرن و فی حدیث جری بن کلیب عن علی رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم النہی عنہا قیل لہ انما ترکنا ذلک لان علیا رضی اللہ عنہ لم یر بذلک باسا فیما قد روینا عنہ فی حدیث حجیۃ بن عدی فعلمنا بذلک ان علیا رضی اللہ عنہ لم یقل بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلاف ما قد سمعہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا بعد ثبوت نسخ ذلک عندہ“

تو واضح ہوا کہ مکسورۃ القرن میں قرن عام ہے داخل وخارج دونوں کو شامل ہے ورنہ کوئی سوال ہی نہ پڑتا بلکہ اس حدیث کا حکم قرنِ داخل کے ساتھ ہی مختص ہوتا اور مکسورۃ القرن کا جواز قرنِ خارج سے ہی خاص ہوتا تو تاویل وغیرہ کی ضرورت نہ پڑتی۔ رہا سائل کا لسان العرب اور تاج العروس کے حوالہ سے مشاش کا معنی قرنِ داخل کہنا تو وہ معتبر نہیں کیونکہ جن کتبِ فقہیہ میں مشاش کا ذکر آیا ہے ان میں وہیں متصل ہی مشاش کا وہ معنی بیان کیا ہے جو لسان العرب وغیرہ کتبِ لغت وغیرہا میں بھی مذکور ہے تو وہی معتبر ہے۔ بدائع، ہندیہ، شامی میں ہے ان یبلغ المشاش لا یجوز وھی رؤس العظام، مجمع البحار ج ۳ ص ۳۰۲ اور نہایہ، در النثیر ج ۴ ص ۱۰۲ میں ہے والنظم من الدر المشاش رؤس العظام کالمرفقین والکتفین والرکبتین، نیز مجمع ونہایہ میں دوسرا قول بھی بیان کیا ہے کہ رؤس العظام اللینۃ التی یمکن مضغہا لسان العرب ج ۶ ص ۳۴۷ اور تاج العروس ج ۴ ص ۳۵۱ میں مادہ مشش میں یہ دونوں معنی بیان کئے اور ساتھ ہی اور بھی کئی معانی بیان کئے مگر قرنِ داخل کا ذکر ہرگز نہ کیا، اس کا ذکر تو صرف مادہ عضب میں یعنی عضباء میں تبعاً ہے، بہرحال معتبر وہی معنی ہے جو خود فقہائے کرام نے بیان فرمایا کہ صاحب

Marfat.com

البیت ادری بما فیہ اور پھر فقہائے کرام کا معنی لسان وتاج والے بر محل ذکر کررہے ہیں تو اس کے خلاف کا اعتبار کیسے ہو اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ مشاش مشاشہ کی جمع ہے تو مشاشہ کا معنی راس العظم بنا مگر حیوانات ضحایا کے قرون جمع ہے لہذا المشاش فرمایا تو رؤس العظام سے تفسیر کی، اب دیکھنا یہ ہے کہ رؤس العظم سے مراد یہاں کونسا حصہ ہے تو ظاہر ہے قرنِ داخل کا بالائی حصہ مراد نہیں ہوسکتا کیونکہ روزِ روشن کی طرح واضح ہوچکا کہ قرنِ داخل کا انکسار مانع نہیں تو اس کی صرف بالائی طرف کا انکسار کیسے مانع بن سکتا ہے اور وہ کلّا رقیقین والملتقین والمرکبتین بھی نہیں اور نہ ہی ایسا نرم کہ چبانے اور کھانے کے قابل ہو لہذا وہ مراد نہیں البتہ قرنِ داخل کا حصۂ زیریں یعنی اس کی جڑ جو سَر کی کھوپڑی میں ہی پیوست ہے، مراد ہوسکتا ہے کہ وہ بھی رأس معنی طرف ہے اور وہی جڑ کھوپڑی کے لئے بمنزلہ رأس ہے کیونکہ کھوپڑی کا وہ حصہ جو قرن کے ساتھ مشترک ہے دائرہ نما خلا ہوتا ہے، کھوپڑی کی ہڈی ہر طرف سے وہیں آکر ختم ہوجاتی ہے اور اس کا ٹوٹنا سَر کی ہڈی کا ٹوٹنا ہے جس سے انکسار دماغ و مخ تک پہنچ جاتا ہے اور وہی صورت پیدا ہوجاتی ہے جس کا ذکر عون المعبود سے گزرا اور اس کا مانع ہونا بھی اس لئے نہیں کہ یہ وہ انکسار القرن ہے بلکہ اس لئے کہ یہ انقلاع القرن ہے اور انجراح الرأس ہے جو ایسا مرض ہے کہ مہلک بن سکتا ہے اور دردِ شدید کے باعث مقصود کو بھی نقصان پہنچاتا ہے تو فقہائے کرام کی وہ مختلف عبارات جن میں بلوغ الی المخ والدماغ

سے جیسے کہ محاورات میں کہا جاتا ہے یا رأس یعنی اصل ہے کما فی قولہ تعالٰی فلکم رؤس اموالکم، وفی البحرالمحیط ج ۲ ص ۳۳۹ رؤس الاموال اصولہا وکذا فی الجلالین ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

اور المشائخ کا ذکر ہے، سب متفقہ[سے] المعنی بن گئیں اور مکسورۃ القرن کا عموم وشمول بھی برقرار رہا بلکہ بلوغ الی المخ وغیرہ فرمانا ہی اس عموم کو ظاہر کر رہا ہے کیونکہ بلوغ الی المخ وغیرہ کی صورت میں کسر القرن مانع نہیں کہ وہ مرض مہلک یا نقصان دہ مقصود نہیں بلکہ مانع جواز انقلاع القرن یا انجراح الرأس ہے جو کسر القرن پر موقوف نہیں بلکہ صحیح وسالم پورے قرن کا قلع بھی یہ صورت پیدا کر دیتا ہے تو ماہ نیم ماہ دو نیم فرزند کی طرح نمایاں ہوا کہ کسر القرن مانع جواز نہیں اگرچہ قرن داخل سے ہی متعلق ہو البتہ اس میں شک نہیں کہ کسر القرن ایک عیب یسیر (چھوٹا) ضرور ہے تو جس طرح اس قسم کے دوسرے چھوٹے عیبوں سے مبرا ہونا مستحب ہے اسی طرح اس سے بری ہونا بھی مستحب ہے شامی ج ۵ ص ۲۸۲ میں ہے واعلم ان الکل لایخلو عن عیب والمستحب ان یکون سلیما عن العیوب الظاھرۃ فما جوز ھھنا جوز مع الکراھۃ[للعہ]، ص ۲۸۴ میں فرمایا لانہ خلاف المستحب ھذا ما استفید من نصوص اسفار المذھب المھذب واللہ اعلم فان کان حقا فمن اللہ العلیم الحکیم الھادی المنان وان کان خطأ فمنی ومن الشیطٰن ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم وصلی اللہ تعالٰی وسلم علی سیدنا ومولانا محمد و

سے بفضلہ تعالٰی اس فتوٰی کے پورے تین ماہ بعد ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۹۲ھ صبح آٹھ بجے مدرسہ نعمانیہ لاہور کے کتب خانہ سے عینی علی الہدایہ میں نہایت ہی واضح نص حضرت محرر المذہب امام محمد علیہ الرحمہ سے مل گئی وہو ہذا: وقال محمد فی الاصل لو کسر بعض قرنها او جمیعها اجزأت، عینی علی الہدایہ ج ۴ ص ۱۸۲ طبع نولکشور والاصل ھو الاصل فاغتنم ھذا ۱۲ منہ غفرلہٗ ۱۵ ربیع الاول شریف ۹۲ھ

للعہ ای التنزیھیۃ فانھا ھی خلاف الاولٰی وخلاف المستحب کما حقق وبین فی محلہ ۱۲ منہ غفرلہٗ

Marfat.com

آلہ و اصحابہ و علماء امتہ اجمعین۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ خادم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف
شب ۱۴ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۹۱ھ ۳۰/۱/۷۲

الجواب حق صحیح و صواب
والمفتی المحقق مصیب و مصاب والحق احق ان یتبع

قال بفمہ ورقمہ بقلمہ الاحقر محمد اکبر غفرلہ البر
خادم دار الافتاء مفتاح العلوم بہاولنگر

۲۳ ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ

الاستفتاء

حضرت قبلہ محترم مولانا صاحب مدظلہم

السلام علیکم : کیا فرماتے ہیں مولانائے دین بیچ اس مسئلہ کے :۔
ایک گائے جس کا سینگ دائیں جانب کا دوسرے سینگ سے مقابلۃً پون انچ تقریباً چھوٹا ہے یعنی کسی لڑائی میں مویشی کے ساتھ اس کی ٹوپی بھر گئی تھی نیز اس گائے کے تقریباً دو ماہ کے حاملہ کا بھی شبہ ہے، کیا اس کی قربانی بروئے شریعت جائز ہے جوابی آگاہی بخشیں۔ والسلام

تابعدار : مطلوب احمد صدیقی، بی۔ ایس، النک برجی ۱/۲۷

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ایسی گائے کی قربانی شرعاً جائز ہے کیونکہ سینگ کا ہونا ہی شرط نہیں تو جھڑنے سے کیا حرج ہے البتہ اگر جڑ سے نکل جائے تو عیب ہے نیز شبہے کا تو اعتبار ہی نہیں، اگر واقعی حاملہ ہے تو قربانی اس کی بھی جائز ہے۔ شریعت میں یہ شرط ہرگز نہیں کہ حاملہ نہ ہو، فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۰۰ میں ہے ویجوز الجماء وکذا مکسورۃ القرن کذا فی الکافی نیز اسی میں ہے الغنم والابل والبقر الخ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۵ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۸۶ھ ۱۷-۳-۶۷

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بیل جس کی رانوں کا چمڑہ جلا تھا لیکن اب اس کی جلد اچھی ہو چکی ہے، فقط سفید سفید نشانات موجود ہیں، اس کا کلّہا کا نشان موجود ہے، اس پر بھی بال اُگے ہوئے

Marfat.com

ہیں، بیل کی عمر جوان ہے، خوب موٹا تازہ ہے، دیکھنے میں قد آور خوبصورت بھی لگتا ہے
کیا یہ بیل قربانی کے لئے جائز ہے؟

السائل
مولوی غلام مرتضےٰ امام مسجد ہیڈ جہانگیر
۲۰۔۱۰۔۷۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الجواب
اللھم اجعل لی النور والصواب

بصورتِ صحتِ سوال وہ بیل شرعًا یقینًا قربانی کے قابل ہے کہ یہ چیزیں مانع نہیں کما فی اسفار المذہب المھذب الحنفی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی غفرلہ

۶ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۹۴ھ

الاستفتاء

محترم مولوی نور اللہ صاحب دام اقبالہ

السلام علیکم کے بعد واضح ہو کہ خیریت طرفین مدام نیک مطلوب ہے، صورتِ احوال یہ ہے کہ علمائے دین اس مسئلہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں کہ دو شخصوں نے ایک بھینسا

Marfat.com

اپنی گرہ سے ۷۰ روپے میں خریدا اور دس بارہ روز اپنے گھر رکھا پھر انہوں نے قربانی کے لئے ستر روپے میں فروخت کیا اور دو بکھرے اپنے رکھے، یہ مسئلہ درست ہے یا کہ نہیں؟ اور اس کے بعد ان کو مجبور کیا گیا، یا تو منافع نہ لو اور یا اپنے بکھرے نہ رکھو۔ جب ان کو مجبور کیا گیا تھا اس وقت آٹھ دن گزر چکے تھے اور وہ علیحدہ کئے گئے تھے اور ان کی جگہ دو اور سیری شامل کئے گئے اور جن کو مجبور کیا گیا تھا انہوں نے دوسری جگہ کہیں بکھرے لے لئے اس مسئلہ کا مکمل تشریح سے فیصلہ لکھیں۔ حاملِ رقعہ ہذا مولوی محمد دین نے زبانی بیان کیا ہے کہ وہ دو شخص تجارت پیشہ ہیں اور وہ بھینسا بھی فروخت کرنے کے لئے ہی خریدا تھا اور جب انہیں مجبور کیا گیا تو بھینسے کے حصہ چھوڑ کر گئے ہیں دو حصے پا لے جو ایک سو چالیس کی بنتے اور آخر وہ دو حصے بھینسے کے رضا سے چھوڑ دیئے۔ فقط والسلام

السائل: وزیر علی شاہ، چک لبنت پودہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً وہ بھینسا تجارت کا ستر روپے کا خریدا ہوا ستر روپے میں فروخت کرنا جائز ہے اور اپنے حصے بھی رکھ سکتے ہیں، قرآنِ کریم میں ہے احل اللّٰہ البیع، نیز ارشاد ہے الا ان تکون تجارۃ عن تراض اور مجبور کرنے والوں نے غلطی کی ہے، انہیں ایسا کرنا جائز نہیں تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مجبور کرنے کے بعد وہ دو شخص اگر اپنی رضا سے حصے چھوڑ گئے ہیں تو سب کی قربانی جائز ہے

Marfat.com

اور اگر محض زبردستی کی اور بالکل راضی نہ تھے، دھکیل کر نکالے گئے تو جائز نہیں، وہی قرآن کریم کا حکم الا ان تکون تجارۃ عن تراض اور رضا سے نکلے تو دوسرے حصے پہلے حصوں سے چونکہ قیمت میں زائد ہیں تو ان کے حق میں بھی کوئی حرج نہیں، مبسوط ج ۱۲ ص ۱۳ میں ہے واذا اشتری اضحیۃ ثم باعہا فاشتری مثلہا فلا باس بذلک۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۸ ر ذی الحجۃ المبارکہ ۷۴ ھ

الاستفتاء

السلام علیکم: اس مسئلہ کے متعلق علمائے دین کیا ارشاد فرماتے ہیں، ایک شخص مثلاً زید نے قربانی کے لئے ایک گائے بلغ ۹۵ روپے کی خرید کی ہے جس کو تقریباً بیس یوم ہو گئے ہیں، اسی یوم سے زید نے عمر کے ساتھ یہ معاہدہ کیا ہے کہ دس تاریخ ذی الحجۃ تک اس گائے کو اپنے مال مویشی میں رکھو اور ہر طرح کی حفاظت رکھو اور اس کو اپنے مال کے ساتھ چارہ بھی ڈالو تو آپ کو دو روپے دئے جائیں گے، زید کی شرط عمر نے منظور کر لی، اب زید اپنے حصہ دار برائے قربانی مقرر کر رہا ہے اور ہر ایک حصہ دار سے مبلغ ۱۶ روپے لے رہا ہے، اگر زید سے پوچھا جائے کہ اس طرح جائز ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں نے منا طی حویلی سے خرید کی ہے، اس سفر خرچ پر میرا اپنا کرایہ وغیرہ اور گائے کا خرچ اس رقم میں ہے، اب

Marfat.com

صرف جواب یہ درکار ہے کہ آیا وہ زید رقم لے سکتا ہے یا نہیں خود بھی حصہ دار بنتا
ہے مثلاً ، اصل رقم : ۹۵ روپے
پرورش گائے : ۲ روپے کل میزان خرچ : ۸ — ۹۷ روپے
اب جو رقم وصول
مزدور جس نے گلے کو پہنچایا : ۸ آنے کر رہا ہے : — ۱۱۲ روپے
بمعہ اپنی پتی کے زائد رقم : ۸ — ۱۴ روپے

اس کی وجہ یہ ہے کہ جس شخص سے گلے خریدی گئی ہے اس نے ذمہ اٹھایا تھا کہ میں آپ کو گائے بصیر پور پہنچا دونگا، کیا یہ قربانی اس طرح پر جائز ہے یا نہیں؟ جواب کے مشکور رہوں گے، جواب بھی ثبوت کے ساتھ ہو۔

نور محمد حصہ دار روڑی بقلم خود

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

قرآن کریم کا ارشاد ہے احل اللہ البیع اللہ تعالیٰ نے بیع حلال فرمائی ہے اور دوسرا ارشاد ہے الا ان تکون تجارۃ عن تراض کہ تجارت ایک دوسرے کی رضامندی سے ہو تو اگر زید نے وہ گائے نیتِ نفع سے خریدی ہے تو خریدنا بھی جائز اور دوبارہ فروخت کرنا بھی جائز جس قیمت پر لینے والے راضی ہو جائیں حسب ارشادِ قرآن کریم اور اگر گھر کی گائے ہو تو ہر ایک ہی کا نفع اٹھانا اور اپنا حصہ مفت رکھنا جائز مانا جاتا ہے مگر طرزِ سوال کی بنا پر لازم کہ وہ بھی جائز نہ ٹھہرے اور زید مذکور فی السوال نے خود مجھے بیان کیا تھا اول الامر کہ

Marfat.com

میں نے نفع کی غرض سے تجارۃً خریدی ہے اور سائل نے جو فہرستِ مصارف تیار کی ہے اس میں زید کے قیمتی وقت کو نظر انداز ہی کیا گیا ہے حالانکہ زید طبیب ہے، اس کے وقت کی قیمت بھی مصارف میں شامل کر کے حساب کریں، حقیقت روشن ہو جائے گی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۵، ذی الحجۃ المبارکہ ۶۵ھ

الاستفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قربانی کی کھالیں امام مسجد کو اس حالت میں دے سکتے ہیں جبکہ قلت آمدنی کی وجہ سے گزر اوقات انتہائی عسیر اور افلاس کا خطرہ ہو، چونکہ دیہات کی اکثر مساجد میں بغیر تنخواہ کے امام مسجد کو مقرر کیا جاتا ہے، سالانہ کچھ غلہ بمشکل بسرِ اوقات ملتا ہے، لغایا ضروریات پوری نہیں ہو سکتیں، اندیشہ ہے کہ سخت مفلسی کی حالت میں امام کو سخت ذلت اور مصیبت میں گرفتار ہونا پڑے گا لہذا فقہِ حنفی کے مطابق تفصیلاً جواب دیں، عین نوازش ہوگی۔ بینوا توجروا۔

سائل: حافظ محمد ایوب امام مسجد چک ۱۰ آٹی ارائیاں
ڈاک خانہ خاص تحصیل وضلع شیخوپورہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ہاں جائز ہے جبکہ بطور امداد و خیرات ہو یا ہدیہ و تحفہ کی صورت میں ہو یعنی بطور تنخواہ نہ ہو، چام اور گوشت کا ایک ہی حکم ہے تو جس طرح قربانی کا گوشت فقیر اور غنی دونوں کو دے سکتا ہے یونہی چام بھی دے سکتا ہے اور محنت و مزدوری میں گوشت اور چام دونوں جائز نہیں، فتاوی عالمگیری ج ۴ ص ۸۲، تکملۃ البحر ج ۸ ص ۱۷۸ وغیرہا کتب مذہب حنفی میں صاف صاف لکھا ہے والعم بمنزلۃ الجلد نیز فتاوی عالمگیری ج ۴ ص ۸۱ میں ہے ویھب منہا ما شاء[1] للغنی والفقیر، فتاوی عالمگیر ج ۴ ص ۸۲، تنویر الابصار در المختار، رد المحتار شامی ج ۵ ص ۲۸۷ وغیرہا میں ہے والنظم من الھندیۃ ولا ان یعطی اجر الجزار والذابح منہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال

بقلم خود

۲۸ ذو القعدۃ المبارکہ ۱۳۹۱ھ

$\frac{1}{۲}$ ۱۶

---

[1] وکلمۃ ما للعموم والضمیر منہا یرجع الی الاضحیۃ فتشمل الجلد ایضاً ۱۲ منہ

Marfat.com

الاستفتاء

جناب الحاج حضرت مولانا نوراللہ صاحب بصیرپور شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں:

کیا قربانی کی کھالیں امام مسجد کو امداد کے طور پر دی جاسکتی ہیں جو کہ تنخواہ کے طور پر نہیں؟

مولوی عبدالخالق ساکن بیروالی تحصیل دیپالپور ۳۰/۹/۷۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ہاں بطور امداد دینا بلاشبہ جائز ہے، قرآن کریم میں ہے وتعاونوا علی البر والتقوی کہ نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ امام مسجد کی خدمت بلاتنخواہ کرنا ہے جو نیکی ہے تو اس کی امداد میں کوئی حرج نہیں جبکہ قربانی کا گوشت پوست غنی اور فقیر دونوں کو دینا جائز ہے تو مسجد کی خدمت معاذاللہ کوئی شرعی عیب نہیں کہ جو چیز عام مسلمانوں کے لئے جائز ہے وہ امام و خادم مسجد کے لئے ناجائز ہوجائے، فتاوی عالمگیر ج۴ ص۸۱، طحطاوی علی الدر ج۴ ص۱۶۶ میں ہے ویھب منھا ماشاء للغنی والفقیر۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا

Marfat.com

محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۵ شوال المکرم ۱۳۹۶ھ ۳۰/۹/۷۶

الاستفتاء

بخدمت جناب قبلہ مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :۔ سلام مسنون، مزاج شریف خیریت وعافیت۔ عرض یہ ہے کہ میں خیریت سے ہوں اور آپ کی خیریت خداوند کریم سے نیک مطلوب ہوں اور عرض یہ ہے کہ ایک مسئلہ دریافت ہے، اگر ریڈیو پر تلاوت قرآن کریم ہو رہی ہے تو سجدہ تلاوت فرض ہے یا نہیں؟

اور قربانی کی کھالیں صدقہ زکوٰۃ وغیرہ مسجد پر لگانا جائز ہے یا نہیں؟

داڑھی منڈے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

اگر کوئی نمازی نہ ہو امامت کے لئے داڑھی منڈا نماز پڑھا سکتا ہے؟

بینوا توجروا

احقر محمد جمیل الرحمٰن سعیدی غفرلہ قادری رضوی ۱/۱۱/۷۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی التوفیق والصواب

۱۔ ریڈیو سے سنی گئی اگر بولنے والے کی اصل کلام ہی ہوتی ہے تو سننے والے

Marfat.com

پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے اور اگر اصل کلام نہیں بلکہ اس بولنے والے کی کلام کا عکس ہوتا ہے جس کو صدا کہتے ہیں تو واجب نہیں ہوتا مگر احتیاط اسی میں ہے کہ سجدہ کر لیا جائے، سجدہ بہر حال جائز ہے۔

۲۔ قربانی کی کھال مسجد پر جائز ہے مگر زکوٰۃ جائز نہیں کما صرح بہ مشائخنا علیہم الرحمۃ فی کتب المذہب المہذب الحنفیۃ کافیۃ۔

۳۔ داڑھی منڈانے والے کو امام بنانا مکروہ تحریمہ ہے کما فی الغنیۃ وغیرھا البتہ اگر سارے ہی ڈاڑھی منڈانے والے ہوں تو امید کہ گنجائش ہو گی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعظم وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ بانی و مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال

۷ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۹۸ھ ۸/۱۱/۷۸

Marfat.com

عقیقہ

Marfat.com

مع الغلام عقیقة فاهریقوا عنه دما

——— الحدیث

بچے کے ساتھ عقیقہ ہے لہٰذا تم اس کی طرف سے خون بہاؤ۔

Marfat.com

تعارف

بچہ پیدا ہونے پر بطور شکرانہ جو جانور ذبح کیا جائے اسے "نسیکہ" اور عرف عام میں "عقیقہ" کہا جاتا ہے۔ عقیقہ "عق" سے مشتق ہے جس کا معنی ہے علیحدہ کرنا اور کاٹنا --- پھر نومولود بچے کے سر کے بالوں کو عقیقہ کہا جاتا ہے کیونکہ انہیں مونڈ کر سر سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ اسی لئے اس موقع پر ذبح کئے جانے والے جانور کو بھی عقیقہ کہتے ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں عقیقہ کے جانور کے خون سے بچے کا سر آلودہ کر دیا جاتا تھا۔ اسلام نے جاہلیت کی یہ رسم ختم کر دی اور جانور ذبح کرنے کو برقرار رکھا جیسا کہ سنن ابو داؤد کے "باب فی العقیقہ" میں حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے مستفاد ہے۔

عقیقہ ایک مباح و مستحب فعل ہے جسے وجوب قربانی کے حکم کے باوجود باقی رکھا گیا۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسوں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ وجوب قربانی کے بعد کیا کیونکہ قربانی ہجرت کے ابتدائی سال مشروع ہوئی اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عقیقہ تین ہجری اور چار ہجری میں کیا گیا۔

مذاہب اربعہ کے جمہور فقہاء کا عقیقہ کے جواز و استحباب پر اجماع ہے۔

بعض لوگ یہ تاثر دیتے ہیں کہ عقیقہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں مگر یہ تاثر مبنی بر حقیقت نہیں۔ مشہور حنفی عالم اور محدث علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمہ (م ۸۵۵) فرماتے ہیں کہ امام اعظم علیہ الرحمتہ کی طرف عقیقہ کو خلاف شرع کہنے کی نسبت محض افتراء اور بہتان ہے --- آپ نے عقیقہ کی مطلقاً نفی نہیں بلکہ اس کے سنت موکدہ ہونے کی نفی فرمائی ہے۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۲۱، ص ۸۳)

Marfat.com

عقیقہ میں لڑکے اور لڑکی کے لئے ایک ایک بکرا یا بعض روایات کے مطابق لڑکے کے لئے دو بکرے ذبح کئے جائیں۔ قربانی کی گائے وغیرہ بڑے جانور میں عقیقہ کا حصہ بھی رکھا جاسکتا ہے۔ عقیقہ کے جانور کے لئے بھی انہی شرائط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے جو قربانی کے جانور کے لئے مخصوص ہیں۔

عقیقہ میں اصل یہ ہے کہ ساتویں دن کیا جائے یا ساتویں کا لحاظ رکھتے ہوئے چودہویں، اکیسویں یا اٹھائیسویں دن کرلیا جائے۔۔۔ ورنہ جب چاہیں کیا جاسکتا ہے۔

باب العقیقہ میں چار استفتاءات شامل ہیں۔۔۔۔۔

(مرتب)

—○○—

Marfat.com

بابُ العقیقۃ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس میں کہ عقیقہ میں کس عمر کی گائے ذبح کرسکتے ہیں اور اگر کھانے کے لئے گائے خریدی جائے اور اس میں عقیقہ کے لئے حصہ مقرر کیا جائے اور ذبح کی جائے تو یہ عقیقہ ہوسکتا ہے یا سالم گائے کرنی چاہیئے؟ بینوا ماجورین من رب العٰلمین۔

سید شاہ از ٹبی ساہیوالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

کم ازکم دوسال کی گائے عقیقہ کے لئے صالح ہے کہ اس میں وہ جانور کفایت کرسکتا ہے جو قربانی میں جائز ہو تو عقیقہ کے لئے کم ازکم گائے کا ساتواں حصہ ضروری ہے اور حصہ داروں سے کسی کی نیت عبادت کے سوا گوشت کھانے وغیرہ کی نہ ہو تو یہ بھی معلوم ہوا کہ سالم گائے کا ذبح کرنا ضروری نہیں شامی ج ۵

Marfat.com

ص ۲۸۵ میں ہے و شمل ما لو كانت القربة واجبة على الكل او البعض اتفقت جهاتها او لا كاضحية و احصار و جزاء صيد و حلق و متعة و قران خلافا لزفر لان المقصود من الكل القربة و كذا لو اراد بعضهم العقيقة عن ولد قد ولد له من قبل لان ذلك جهة التقرب بالشكر على نعمة الولد ذكره محمد رحمه الله تعالى۔ ہاں اگر سالم گائے کی جائے تو جائز و مستحب تر ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالٰی علی المحبوب و بارک و سلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی الحنفی القادری الفرید پوری
نورہ اللہ ربہ و قواہ

۲۰ رجب المرجب ۱۳۶۱ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندریں کہ عقیقہ ساتویں دن نہ ہوا تو بعد میں کرنا جائز ہے یا نہیں ایک صاحب کہتے ہیں کہ منع ہے بینوا ماجورین من رب العلمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور و الصواب

جواز مقابل منع بلاشبہہ ہر حال میں ثابت ہے، حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مع الغلام عقیقۃ

Marfat.com

فاهريقوا عنه دما واميطوا عنه الاذى (ترجمہ) لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے پس بہاؤ اس کی طرف سے خون اور دور کرو اس سے تکلیف رواہ الائمۃ البخاری والترمذی وابن ماجۃ وعند النسائی نحوہ، پس اس حدیث شریف میں مطلقاً خون بہانے کا استحبابی امر ہے بلا قیدِ سابع" اس قسم کی احادیثِ مطلقہ بکثرت ہیں اور بعض احادیث میں جو قیدِ سابع موجود ہے وہ استحباباً فی الاستحباب ہے، پس اگر ایک استحباب فوت ہو جائے یعنی سابع گزر جائے تو دوسرا کیوں ترک کیا جائے، علامہ شامی علیہ الرحمہ نے عقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں فرمایا ہے وفی فصول العلامی المسمی بالکراھیۃ والاستحسان فی الفصل ٣٦ ویعق عنہ فی الیوم السابع من الولادۃ الی ان قال وقد عق عن نفسہ علیہ السلام بعد ما بعث نبیا یعنی ساتویں دن عقیقہ کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد مبعوث ہونے کے عقیقہ فرمایا وفی شرح العباب للعلامۃ ابن حجر الشافعی وھو کتاب معتبر عندھم ووقتھا بعد تمام الولادۃ الی البلوغ فلا یجزی قبلھا وذبحھا فی الیوم السابع یسن الی ان قال ولیسن ان یعق عن نفسہ من بلغ ولم یعق عنہ یعنی وقت عقیقہ پورے پیدا ہونے سے لے کر بالغ ہونے تک ہے پس پورے پیدا ہونے سے پہلے ناجائز اور ساتویں دن ذبح کرنا سنت ہے اور جو بالغ ہوا اور اس کا عقیقہ نہ ہوا ہو تو مسنون ہے کہ خود کرے، شرح التحفہ میں ہے وقد عق النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بعد ما بعث نبیا کہ ضرور عقیقہ کیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے بعد مبعوث ہونے کے، نیز احادیثِ طیبہ اسی طرف ناظر کہ سابع مستحب مستقل ہے کما یدل علیہ مع الغلام فی الحدیث السابق عن البخاری والترمذی وابن ماجۃ وفی حدیث النسائی عن ام کرز علی الغلام وعلی الجاریۃ، بلکہ وہ حدیث جس میں ذکر سابع ہے

Marfat.com

اسی سے بھی یہ مستفاد ہے وھو ھذا کل غلام رھین بعقیقتہ یذبح عنہ یوم سابعہ ویحلق رأسہ ویسمی رواہ البخاری عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وابن ماجۃ ونحوہ یعنی ہر لڑکا گروی رکھا گیا ہے بدلے اپنے عقیقے کے، ذبح کیا جائے دن ساتویں اس کے اور مونڈا جائے سر اسکا اور نام رکھا جائے تو کیا وقت گزرنے کے بعد اسے گروی ہی رہنے دیا جائے اور ایسے ہی اگر ساتویں دن سر نہ مونڈا جائے یا نام نہ رکھا جائے تو کیا تمام عمر سر منڈانا اور نام رکھنا منع ہو جائے گا؟ فتبین الامر وللہ الامر اور اگر بالفرض یوم سابع کے بعد استحباب بوجہ عقیقہ ہونے کے شبہ ہے تو عدم استحباب سے نفیِ جواز و اباحت سمجھنا سراسر بے خبری ہے کہ انعدامِ جواز و اباحت کے لئے دلیلِ خاص کی ضرورت ہے ورنہ قاعدہ فقہیہ مستنبطہ از احادیث و آیاتِ طیبہ یہ ہے کہ اصل اشیاء اباحت ہے یعنی جب تک دلیل کراہت و حرمت نہ ملے مکروہ و حرام نہیں کہہ سکتے، قرآنِ کریم میں ہے عفا اللہ عنہا، ترمذی شریف میں ہے وما سکت عنہ فھو مما عفی عنہ ونحوہ عند ابن ماجۃ ونص علی ھذا الشامی علیہ فی رد المحتار وغیرہ فی الاسفار اور جب اباحت ثابت ہوئی تو منع زائل لتنافیھما بلکہ نیت صالح سے عبادت بن جائے گا کہ حدیثِ صحیح میں ہے انما الاعمال بالنیات شامی میں ہے علی انہ وان قلنا انھا مباحۃ لکن بقصد الشکر تصیر قربۃ فان النیۃ تصیر العادات عبادات والمباحات طاعات (ترجمہ) علاوہ اس کے اگر ہم کہیں کہ عقیقہ مباح ہے مگر بقصد شکر عبادت ہو جائے گا اس لئے کہ نیت عادتوں کو عبادت اور مباحوں کو طاعت بنا دیتی ہے، ہاں بحکم ان اللہ وتر یحب الوتر ساتویں کا لحاظ کیا جائے کہ چودھویں یا اکیسویں دن یا ساتویں مہینے مثلاً کیا جائے تو استحباب در استحباب اس لحاظ سے ثابت ہو جائے گا ورنہ نفسِ استحباب تو حاصل

ہی ہے پس مانع پر لازم ہے کہ دلیل منع آیات واحادیث واقوالِ ائمہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرے ورنہ تحریم حلال کے وبال سے ڈرے، قرآنِ کریم کا ارشاد ہے ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھٰذا حلال وھٰذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون متاع قلیل ولھم عذاب الیم۔

واللہ ورسولہ اعلم وعلمہما اتم واحکم جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی الحنفی القادری نورہ اللہ ربہ وقوبہ علی کل غبی وغوی
۱۸ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ

الاستفتاء

مکرمی مشفقی مولانا مولوی نور اللہ صاحب دام اشفاقکم الطافکم

السلام علیکم: معروض کہ عقیقہ کے متعلق لڑکے کے لئے دو بکرے اور لڑکی کیلئے ایک بکرا بزرگانِ عظام وعلماءِ کرام سے اور کتب معتبر میں سے اسی طرح دیکھا سنا گیا ہے، یہ عام مشہور مسئلہ ہے، چونکہ کسی صاحب نے آپ کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا ہے آپ نے ایک بکرا کا لڑکے کے لئے جواز فرمایا ہے، اس لئے ملتمس ہوں کہ اگر ایک عدد بکرا لڑکے کے لئے جائز ہے تو واپسی کارڈ میں بمع حوالہ تحریر فرماویں۔

آپ کا دعاگو: محمد فاضل خطیب جامع مسجد حویلی

۱۶/۳/۴۶

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

محبی اخی فی الدین مولوی محمد فاضل صاحب دام بالتمکین

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :- آپ کا مرسلہ استفتاء موصول ہوا جواباً مرقوم، فقیر نے لڑکے کے لئے ایک بکرا وما فی معناہ ضرور جائز کہا ہے سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۳۶، سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۹۹ و ج ۹ ص ۳۰۲ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، حضور پُر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرتِ امام حسن اور حسین سے عقیقہ میں ایک ایک دنبہ یا مینڈھا ذبح فرمایا، ایسے ہی بیہقی ج ۹ ص ۲۹۹ میں حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے اور ج ۹ ص ۳۰۴ میں حضرتِ علی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ سے حضرتِ حسن کے متعلق ہے و لفظہ عن الحسن بشاۃ، فتاوٰی عالمگیری ج ۴ ص ۱۱۵، شامی ج ۵ ص ۲۹۳ میں عقیقہ کی تعریف یوں ہے والنظم من رد المحتار وھی شاۃ تصلح للاضحیۃ تذبح للذکر والانثی۔

والمولیٰ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علی حبیبہ والہ وصحبہ وسلم۔

بواپسی ڈاک اطلاع دیں، آپ نے کتبِ معتبرہ میں سے کس کس کتاب میں یہ دیکھا کہ لڑکے کے عقیقے میں ایک بکرا جائز نہیں اور علماءِ کرام و بزرگانِ عظام جو درحقیقت بہت بلند پایہ معتمد علیہم حضرات کا عنوان ہے، ان میں کون کون صاحب اس عدمِ جواز کے قائل ہیں، دلائل تحریر فرمادیں، والسلام

منتظر الجواب الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۳ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ

Marfat.com

الاستفتاء

۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ عقیقہ میں ایک گائے تین لڑکوں اور ایک لڑکی کے لئے کفایت کرسکتی ہے یا کہ نہیں اور قربانی کی گائے میں عقیقہ والا شامل ہوسکتا ہے یا نہیں؟

۲۔ یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ قطب ستارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نورِ مبارک رہا ہے اس لئے اس طرف پاؤں نہیں کرنے چاہیئے اور اس سمت کا بہت زیادہ ادب کرنا چاہیئے، کیا یہ صحیح ہے یا کہ غلط العوام میں ہے بینوا توجروا۔

فقط والسلام مع الاکرام

السائل: غلام مرتضیٰ نوری خطیب چک ۲۲۳/ E.B تحصیل پاکپتن ضلع منٹگمری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

۱۔ ہاں تین لڑکوں اور ایک لڑکی کے عقیقے ایک گائے سے ہوسکتے ہیں اس لئے کہ عقیقہ قربانی کی طرح ہے، فتاویٰ عقود الدریہ ج ۲ ص ۲۳۳ میں ہے اراقۃ دم شرعاً کالاضحیۃ نیز اسی میں ہے وحکمھا کاحکام الاضحیۃ یعنی عقیقہ کے حکم قربانی کے حکموں کی طرح ہیں اور جبکہ قربانی میں

Marfat.com

گلئے کا ساتواں حصہ جائز ہے تو یہاں بھی جائز ہوگا اور عقیقہ میں ایک لڑکے کے لئے ایک بکری یا گائے کا ساتواں حصہ جائز ہے اور بہتر یہ ہے کہ ایک لڑکے کے عقیقہ میں دو بکریاں یا گلئے کے دو حصے چاہیئے تو اس حساب سے بھی کافی ہے کہ تین لڑکوں کے چھ حصے بنے اور ایک لڑکی کا ایک حصہ، اسی عقود الدریہ کے ج ۲ ص ۲۳۲ میں ہے ولو ذبح عن الغلام شاتين وعن الجارية شاة جاز لان النبي صلى الله عليه وسلم عق عن الحسن والحسين كبشا كبشا اور قربانی کرنے والے کے ساتھ عقیقہ کرنے والا شامل ہو سکتا ہے، شامی ج ۵ ص ۲۸۵ فتاوی عالمگیری ج ۴ ص ۸۴ میں ہے والنظم من الهندية وكذلك ان اراد بعضهم العقيقة عن ولد ولد له من قبل كذا ذكره محمد رحمة الله عليه۔

۲۔ یہ عوام ہی کا خیال ہے، کسی آیت پاک یا قابل اعتماد حدیث شریف میں ہرگز ہرگز ثابت نہیں۔

والله تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبه و آله وصحبه و بارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۸ جمادی الثانیہ ۸۵ھ ۱۴/۱۰/۶۵

Marfat.com

تعزیر

Marfat.com

بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ

وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰئِكَ

هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (الحجرات)

کتنا ہی برا نام ہے ایمان کے بعد فاسق کہلانا اور جو لوگ (اس روش سے)
باز نہیں آئیں گے تو وہی ظلم کرنے والے ہیں۔

Marfat.com

مَنْ رَّاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ
فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ
فَبِقَلْبِہٖ وَذٰالِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ

——— الحدیث

تُم میں سے جو کوئی بُرا کام دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدلائے اور اگر یہ طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے روکے اور اگر یہ طاقت بھی نہ ہو تو اپنے دل کے ساتھ (بدلنے کی خواہش رکھے) اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے

Marfat.com

تعارف

تعزیر کا اصل عزر ہے ـــــ یہ زجر و توبیخ اور تادیب کے معنی میں مستعمل ہے۔ شرعاً تعزیر ایسی سزا کو کہتے ہیں جو کسی گناہ پر بغرض تادیب دی جائے اور شارع علیہ السلام نے اس کی کوئی حد معین نہیں فرمائی۔ اور جن جرائم کی سزا شریعت میں متعین کردی گئی ہے اور ان میں کمی بیشی ممکن نہیں' انہیں حدود کہتے ہیں۔ یہ سات جرائم کی سزا ہے۔

۱۔ قتل ۲۔ ارتداد ۳۔ ڈاکہ ۴۔ چوری ۵۔ زنا ۶۔ قذف (تہمت لگانا) ۷۔ شراب نوشی۔

تعزیر میں سزا قاضی کی صوابدید پر موقوف ہے۔ بعض اوقات صرف ڈانٹ ڈپٹ یا گوشمالی کافی ہوتی ہے جب کہ بعض صورتوں میں قید و بند یا کوڑوں کی سزا دینی پڑے گی۔

آج کے دور میں جرائم کی نت نئی شکلیں سامنے آرہی ہیں۔ معاشرے کے ناسور شرپسند عناصر انتہائی قبیح' گھناؤنی اور شرمناک حرکات کا ارتکاب کرکے امن و سکون کو تہہ و بالا کردیتے ہیں۔ ان کے سدباب کے لئے سخت سے سخت سزا کی ضرورت ہے جرائم کی روک تھام' مجرموں کی رسوائی اور انہیں مرقع عبرت بنانے کے لئے قاضی (شرعی جج) اپنی صوابدید پر کوئی بھی مناسب طریقہ بروئے کار لاسکتا ہے اور اس کے لئے تعزیر کا دائرہ وسیع ہے۔

تعزیر کا اختیار صرف حاکم اسلام یا قاضی ہی کو نہیں بلکہ بعض مخصوص صورتوں میں شوہر' بیوی کو۔ ماں' باپ' اپنی اولاد کو اور استاد' شاگرد کو تعزیر کرسکتا ہے۔

تعزیر کی متعدد صورتیں ہیں' جو شخص کسی مسلمان کو کسی طرح ایذا دے۔ مثلاً اسے گالی

Marfat.com

دے یا اسے فاسق، فاجر، خبیث، لوطی، شراب خور، خائن، چور، حرام زادہ وغیرہ کہہ کر پکارے اور فی الواقع وہ شخص ایسا نہ ہو تو کہنے والے کو تعزیر لگائی جائے گی۔ ایسے ہی کسی چوپائے کے ساتھ برا کام کیا یا سربازار کسی کی پگڑی اچھالی تو مستحق تعزیر ہو گا۔

کتاب التعزیر میں آٹھ استفتاءات شامل ہیں۔

(مرتب)

---00---

Marfat.com

کتاب التعزیر

الاستفتاء

حضرت مولٰنا مولوی محمد نوراللہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، عرض یہ ہے کہ آج مورخہ ۵۹-۱۱-۴ مسمّٰی جلال ولد ماچھیا قوم مرانہ ساکن ۲۸/۴ ایل بھانہ شاہ بھور تحصیل اوکاڑہ نے چار پہر پانی کے لالچ پر کتے کے ساتھ ایک ہی برتن میں کتے کی طرح زبان کے ساتھ پانی پیا ہے، آپ کی طرف عریضہ ارسال ہے کہ آپ باشریعت اس کا فیصلہ تحریر کریں، نوازش ہوگی۔

پرسندگان: باشندگان چک ۲۸/۴ ایل

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اس شخص نے ایک حقیر لالچ میں آکر نہایت بے حیائی کا ثبوت دیا ہے اس پر تعزیر عائد ہوتی ہے، شامی ج ۳ ص ۲۰۱ میں ہے الحاصل وجوبہ بلاجماع الامۃ لکل مرتکب معصیۃ لیس فیہا حد مقدر الخ اور تعزیر میں کوئی خاص سزا مقرر نہیں بلکہ حاکم شرع مجرم وجرم کی نوعیت کے لحاظ سے جو سزا مناسب سمجھے دے سکتا ہے اگرچہ نہایت سخت ہو، یہ معاملہ حاکم شرع کے سپرد ہے، درالمختار اور اس کے متن میں ہے (و) التعزیر لیس فیہ تقدیر بل ھو مفوض الی رأی القاضی) وعلیہ مشائخنا (زیلعی) اور چک والوں پر بھی لازم کہ دائرۂ قانونِ وقت کے اندر رہتے ہوئے، اپنا اثر ورسوخ پورا پورا استعمال کرتے ہوئے اس مجرم کو مجبور بنا دیں کہ صدقِ دل سے توبہ کرے اور آئندہ وہ یا کوئی اور ایسی بے حیائی کا اعادہ نہ کر سکے کہ حدیثِ پاک میں ہے من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ و اصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور

۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ :

مسمی محمد صدیق عرف سیتا نے ایک منکوحہ عورت مسماۃ سرداراں بی بی کو اپنے ہاں ناجائز تعلقات کی بنا پر لبا یا، ایک سال بعد مسماۃ سرداراں بی بی کی لڑکی حشمت بی بی جو اس عورت کے پہلے خاوند سے تھی۔ محمد صدیق نے اس سے عقد کر لیا، عقد کرنے کے بعد بھی مسماۃ سرداراں بی بی سے ناجائز تعلقات استوار رکھے، جب سرداراں بی بی کو پتہ چلا کہ محمد صدیق نے میری لڑکی حشمت بی بی سے خفیہ طور پر نکاح کر رکھا ہے تو سرداراں بی بی مارے شرم کے فرار ہو گئی، ایسے شخص کے ساتھ از روئے شرع کھانا پینا یا رہنا سہنا، اس کا مسجد میں آکر شریف لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے، تفصیل کے ساتھ جواب سے مشرف فرمائیں

السائلون : میاں شرف دین، الف دین، شیر دین، محمد رفیق

منڈی حاصلپور ضلع بہاولپور زاہری دواخانہ۔

مولانا احمد یار صاحب، یہ فتویٰ جمعرات کو لکھوا کر یا لکھ کر ساتھ لے کر آویں، ضروری تاکید ہے، اختلاف بہت پڑ چکا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً کسی کی منکوحہ عورت کا دوسرے سے نکاح شرعی بھی نہیں ہو سکتا تو اس منکوحہ سرداراں بی بی کو مسمی سیتا کا ناجائز تعلقات سے گھر آباد رکھنا اور

Marfat.com

لبسا نا محض حرام تھا اور سرداراں کی کوئی لڑکی یا پوتی اس کے لئے حلال نہ رہی تو حشمت بی بی کا نکاح کرنا حرام اور فریب کے علاوہ کچھ بھی نہیں، پھر پتہ چلنے پر سرداراں کا مارے شرم کے فرار ہونا بھی فریب ہے، اگر اسے شرم تھی تو حرامکاری کیوں کرتی رہی۔

بہر حال سرداراں بی بی اور سیتا دونوں بے شرم حرام کار ہیں، قرآنِ کریم میں ہے والمحصنٰت من النساء اور مذہب مہذب حنفی کے تمام فتاوٰی و متون و شروح و حواشی میں منکوحۂ غیر کی حرمت اور مزنیہ کی لڑکی وغیرہا کی حرمت کی روزِ روشن سے زیادہ روشن نصوص و تصریحات گونج رہی ہیں چنانچہ فتاوٰی عالمگیر ج ۲ ص ۲ میں ہے القسم السادس المحرمات التی یتعلق بھا حق الغیر الخ اور ص ۴ میں ہے القسم الثانی المحرمات بالصھریۃ (الیٰ ان قالوا) فمن زنی بامرأۃ حرمت علیہ امھا وان علت وابنتھا وان سفلت الخ ہدایہ، فتح القدیر ج ۲ ص ۳۶۵ میں ہے والنظم من الھدایۃ ومن زنی بامرأۃ حرمت علیہ امھا وبنتھا الخ تنویر الابصار، درالمختار اور ردالمحتار شامی کے ج ۲ ص ۳۸۱ وغیرہا صفحات میں بھی ہے وبنتھا ولو من زنی الخ۔

بہر حال یہ مسئلہ بالکل بے غبار ہے کہ مسمی سیتا حرام کار علانیہ فاسق اور فاجر ہے، اہلِ اسلام پر لازم کہ اس کے ساتھ میل جول نشست و برخاست نہ رکھیں، صحیح مسلم شریف ج ۱ ص ۵۰ میں ہے، حضرتِ ابوسعید رضی اللہ عنہ سے ہے، سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذٰلک اضعف الایمان یعنی حضور پُر نور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی بُرا کام دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے اور اگر یہ طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے بدل دے اور اگر یہ طاقت بھی نہ ہو تو اپنے دل کے ساتھ اور یہ گھٹیا درجہ ایمان ہے کہ اس کے بعد ایمان کا کوئی حصہ نہیں تو میل جول ایسے علانیہ ظالم و فاجر کے ساتھ کس طرح جائز ہو سکتا ہے اور اس مسئلہ کے بارے میں قرآنِ کریم کی آیاتِ مبارکہ اور احادیثِ شریفہ اور اقوالِ اولیاء و مشائخِ عظام روزِ روشن سے زیادہ واضح طور پر ثابت ہے، البتہ مسجد میں نماز پڑھنے سے نہ روکا جائے، قرآنِ کریم پارہ اول میں ہے و من اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ اور سیدنا ذی النورین عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ان بدکار باغیوں فاسقوں فاجروں کے متعلق ہے جنہوں نے ہزارہا سخت ظلموں کا ارتکاب کیا تھا، فرمایا الصلوٰۃ احسن مایعمل الناس فاذا احسن الناس فاحسن معھم واذا اساءوا فاجتنب اساءتھم (صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۶ یعنی نماز انسان کے بہترین کاموں میں سے ہے تو جب لوگ اچھا کام کریں تو ان کے ساتھ اچھا کام کرو اور جب بُرا کریں تو ان کی برائی سے بچو لہذا نماز سے نہ روکا جائے۔

واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ الاعظم وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ بقلمہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی

Marfat.com

نے مسجد کا لاؤڈ سپیکر اتار کر عیسائیوں کو تقریر کے لئے دے دیا، اب چند آدمی اس بات پر مُصر ہیں کہ یہ سپیکر اب مسجد میں استعمال نہیں ہونا چاہئے، بعض کہتے ہیں کہ سپیکر استعمال کیا جا سکتا ہے جنہوں نے سپیکر اتار کر دیا ہے، انہیں جُرمانہ ہونا چاہئے، حل طلب امر یہ ہے کہ جرمانہ کتنا ہونا چاہئے جبکہ لاؤڈ سپیکر اتارنے والے نے نصِ صریح کی خلاف ورزی کی ہے و من اظلم ممن منع مجرم کا جرم اشد ہے۔ بینوا توجروا۔

(مسئول علیہ مالدار ہے)

سائل: بشیر احمد نمبردار موضع فتحپوری تحصیل فیروزوالا نزد مریدکے (شیخوپورہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

واقعی اس شخص نے ظلم کیا ہے لہٰذا با اثر افراد اس شخص کو سمجھائیں کہ خیرات اور صدقہ کے طور پر مسکینوں کو کچھ کھلا پلا دے اور مسجد کی بھی کچھ خدمت کرے ویسے جرمانہ کے طور پر مشکل ہے کہ ھذا کان فی اول الاسلام ثم نسخ کما فی الدر والشامی، واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علیہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ از بصیر پور شریف ضلع ساہیوال

۱۹ ؍ ۸ ؍

Marfat.com

الاستفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرمی جناب حضرت مولانا علامہ الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: ۔ ہمیں ایک فتویٰ کی سخت ضرورت درپیش ہے لہذا فتویٰ عنایت فرما کر شکریہ کا موقع بخشیں۔

واقعہ یہ ہے کہ ایک گاؤں کی مسجد کے امام صاحب کے بھائی بھتجے جن کا انتقال قریب چار سال ہوئے، ہو چکا ہے، مرحوم کی بیوہ اور بچی مرحوم کے بعد اپنے والدین کے گھر چلے گئے ہیں، امام صاحب مذکور نے ہر چند کوشش کی کہ بیوہ ہمارے گھر آ جائے تاکہ بیوہ کا نکاح ثانی اپنے چھوٹے بھائی سے کر دیا جائے مگر اس پر نہ تو بیوہ رضامند ہوئی اور نہ اس کے والدین وغیرہ راضی ہوئے اب اس بیوہ کے عزیز بیوہ کا نکاحِ ثانی اس کی مرضی سے کہیں اور کرنا چاہتے ہیں اور تاریخ بھی مقرر کر دی گئی ہے لہٰذا امامِ مذکور نے یہ فریب کیا کہ اس بیوہ کا فرضی نکاح نامہ مکمل کر لیا ہے اور اپنے بھائی سے جھوٹا نکاح ہونا دکھایا ہے جبکہ وہ بیوہ ان کے گھر چار سال سے آئی ہی نہیں اور دو اَن پڑھ آدمیوں کے انگوٹھے بطور گواہ لگوا لئے ہیں اور مجسٹریٹ کی عدالت میں استغاثہ دائر کر دیا ہے جس سے بیوہ کا نکاح ہونے میں رکاوٹ ڈال دی گئی ہے اور یہ راز ہر آدمی پر عیاں ہو گیا ہے، دھوکہ، فریب، جھوٹ ظاہر ہو گیا ہے اور چند آدمیوں نے امام سے جب یہ کہا کہ آپ امام مسجد ہیں، آپ کو ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیے تھی تو انہوں نے جواب دیا کہ میرا نجی معاملہ ہے، اپنے فائدہ کے لئے جھوٹ بھی جائز ہے وہ

Marfat.com

اپنا حق سمجھتے ہیں اور اس دھوکہ کو جائز قرار دیتے ہیں، مہربانی سے آپ فتویٰ صادر کریں کہ ان کے پیچھے ہماری نماز جائز ہے یا نہیں اور شریعت ایسے فریبی پر کیا حد لگاتی ہے کیونکہ کافی آدمی ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ہیں، اس لئے یہ مسئلہ نہایت ضروری حل طلب ہوگیا ہے۔ فقط

خیر اندیش : راؤ جمیل الرحمن خاں، چک ۱۵/۲-ایل تحصیل اوکاڑہ ضلع ساہیوال ۱۹۷۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر یہ سوال صحیح اور واقعی ہے تو وہ امام فاسق و فاجر ہے، اسکو امام بنانا جائز نہیں، وہ اس پاک منصب کے ہرگز ہرگز لائق و قابل نہیں، اس کی اقتدار میں نماز مکروہ تحریمی ہے کما فی شرح المنیۃ للحلبی و الشامیۃ لہٰذا اسکو امام بنانا جائز نہیں اور نہ اس کے پیچھے نماز جائز ہے، شرعاً وہ مجرم ہے، اس کی تعزیر لگائی جائے جو حاکمِ شرعی کا کام ہے، آپ کا صرف یہی کام ہے کہ اس کو الگ کردیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہٖ و اصحابہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ از دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال ۲۶ شوال المکرم ۱۳۹۴ھ

۲۱

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک چودہ سالہ لڑکے نے رات کو ۹ بجے شیردار گائے کے ساتھ بدفعلی کی جس کو ایک ۱۸ سالہ نوجوان نے دیکھ لیا، ملزم کے باپ سے قسم مانگی گئی مگر اس نے انکار کر دیا کہ میں اپنے لڑکے کی قسم بوجہ اس کی کم سنی کے نہیں دیتا ہوں اس لئے ملزم تو مفرور ہو گیا، اب گائے اور بچھڑے کے متعلق تفصیل سے علیحدہ علیحدہ حکم دیا جاوے کیونکہ بچھڑا دودھ پی رہا ہے، جواب سے مشکور فرمائیں۔

تحریر: حکیم عبدالحکیم ڈولہ ساکن ڈولووال تحصیل دیپال پور ضلع ساہیوال بقلم خود

۵/۸/۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً یہ فعلِ بد ثابت نہیں کیونکہ شرع میں دو مردوں کی گواہی ہوتی ہے ایک کی گواہی معتبر نہیں، قرآن کریم میں ہے واستشھدوا شھیدین من رجالکم (الیٰ ان قال جل وعلا) ممن ترضون من الشھداء اور یہ حکم حدیث شریف کا بھی ہے پھر سائلین ۱۔ گلزار محمد صاحب ڈولہ ۲۔ محمد شعبان صاحب ڈولہ ۳۔ محمد حسین صاحب ڈولہ از ڈولووال ضلع ساہیوال

Marfat.com

نے بالاتفاق بیان کیا کہ وہ گواہ کبھی نماز پڑھتا اور کبھی نہیں پڑھتا تو وہ محض ممنت سرضنون سے نہیں لہذا وہ گواہ بے ہی نہیں اور لڑکے کے باپ کا قسم سے انکار کرنا بھی جرم نہیں بنتا یہ جاہلوں کا خیال ہے لہذا وہ گائے بدستور سابق ہے دودھ بینا بھی جائز ہے اور رکھنا بھی جائز ہے اور بچھڑے کا بھی کوئی حرج نہیں اور وہ لڑکا بھی بری ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۵-۶-۷۸

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو کو تالاب میں بھینس کا دُم پکڑے ہوئے آدھ جسم برہنہ دیکھا تو زید نے اپنے ساتھی سے کہا کہ دیکھو یہ عمرو کیا کر رہا ہے؟ اس کے بعد عمرو سے پوچھا گیا کہ تو نے یہ فعل کیا ہے؟ عمرو نے صاف انکار کر دیا اور صاف انکار کر رہا ہے زید نے تمام قریہ میں عمرو پر عمداً قذف پھیلا دیا کہ عمرو نے بھینس کے ساتھ بدفعلی کی ہے اور یہ تمام واقعہ امام مسجد قریہ ہذا کے پاس ذکر کیا عمرو کے گھر والوں کو جب اس معاملہ کا پتہ چلا تو زید کو پنچایت میں بلایا گیا، پنچایت نے جب زید سے بیان لئے، زید نے کہا میں نے غلطی سے یہ تمام واقعہ قذف قریہ میں پھیلا دیا ہے، اس کے بعد زید کا آخری بیان ہے کہ مجھے یقین نہیں

Marfat.com

ہے، میں نے محض مذاق کے طور پر یہ اتہام لگایا ہے کہ قاذف پر شرعی لحاظ سے حد لگ سکتی ہے، برائے مہربانی کتب معتبرہ سے تحریر فرمائیں۔

سائل : حافظ محمد ادریس چک ۲۸۹ ای بی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

زید نے نہایت بڑے جرم کا ارتکاب کیا، اپنے مسلمان بھائی پر بہتان باندھا اس کا دل دکھایا، قرآن کریم میں ہے والذین یؤذون المؤمنین و المؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا پ۲۲ تو اس پر تعزیر واجب ہے، فتاوٰی عالمگیر ج۲ ص ۲۳۰ میں ہے ان کل من ارتکب منکرا او اذی مسلما بغیر حق بقولہ او بفعلہ یجب التعزیر اور حدِ قذف اس پر لازم نہیں کیونکہ قذف اس پر لازم ہے جب زنا کی تہمت لگائے، فتاوٰی عالمگیر ج۲ ص ۲۳۳ میں ہے القذف فی الشرع الرمی بالزنا اور تعزیر کا معنٰی یہ ہے کہ مجرم کو ادب سکھانے اور گناہ سے باز رہنے کے لئے ایسی سزا دینی جو مفید ہو کما فی الھندیۃ وغیرھا، اس میں کوئی حد مقرر نہیں بلکہ حاکمِ شرع جتنی سزا مناسب سمجھے، دے سکتا ہے، فتاوٰی عالمگیر ج۲ ص ۲۳۶ میں ہے فالتعزیر مفوض الی الامام۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۳۰-۷-۶۳

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک نوجوان آدمی ایک شیردار بھینس بیٹھی ہوئی کے ساتھ حرام کاری کرتا ہوا پکڑا گیا، اس کے لئے کیا سزا ہونی چاہئے از روئے شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم مفصل تحریر فرمائیں۔

السائل: عبدالحکیم ددولہ ممبر یونین کونسل پپلی پہاڑ ۱۹۹ ساکن دولووال تحصیل دیپالپور

۹۲/۱۱/۲۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر یہ فعلِ شنیع شرعاً ثابت ہو جائے بایں طور کہ وہ پکڑنے والے مسلمان نمازی اور نیک، عاقل، بالغ کم از کم دو مرد ہوں یا ملزم بلا جبر و اکراہ اقرار کرے تو اس شخص پر تعزیر عائد ہوتی ہے، جو سزائے موت کی صورت میں بھی ہو سکتی ہے مگر یہ ہمارے دائرۂ اختیار سے باہر ہے تو اسے اپنے اختیارات کے لحاظ سے زدوکوب وغیرہ سے ایسی سزا دیں کہ آئندہ وہ اور اس جیسے دوسرے لوگ اس گندے کام سے رک جائیں، رہی وہ بھینس تو ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ ایسے جانور کو ذبح کر دینا چاہئے اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ایسے جانور

Marfat.com

سے نفع اٹھانا زندہ ہو یا مردہ، مکروہ ہے اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اگر وہ جانور کسی دوسرے کا ہو تو وہ قیمت وصول کر کے بدکاری کرنے والے کے ذمہ لگا دے کہ ذبح کیا جائے، درالمختار میں ہے یعنی روتذبح ثم تحرق ویکرہ الانتفاع بہا حیۃ او میتۃ، شامی میں ہے فان کانت الدابۃ لغیر الواطئ یطالب صاحبہا ان یدفعہا الیہ بالقیمۃ ثم تذبح ھکذا قالوا ولا یعرف ذلک الاسماعا فیحمل علیہ، (زیلعی و نہر)

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفر لہ

۲-۱۲-۶۲

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی تقریباً ۱۵ یا ۱۶ سال کا نے ایک گائے کے ساتھ وطی کی اور وطی کا اقرار اس طرح سے ہوا کہ میں نے اپنا ذکر گائے کے فرج میں داخل کیا اور دو دفعہ حرکت کی لیکن منی انزال کچھ نہیں ہوا، یہ اقرار اس کا چار گواہوں کے روبرو ہے اور ایک شاہد موقع کے کی شہادت ہے جو کہ میں نے یہ دیکھا ہے کہ فاعل نے ذکر گائے کے فرج میں داخل کیا اور دو مرتبہ حرکت کی تو میں نے پیچھے سے لاٹھی لگائی تو وہ گر پڑا اور اس کے آلہ اور گائے کے فرج پر منی وغیرہ کچھ نہیں دیکھی تو

Marfat.com

اس مسئلہ میں گائے کا کیا حکم ہے؟ اس کا چھوڑنا اور دودھ پینا جائز ہے
یا اس کو ذبح کیا جائے؟ اور فاعل پر شرعاً کیا تعزیر ہے؟ بینوا توجروا۔
المستفتی: عبدالواحد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الجواب
اللھم اجعل لی النور والصواب

صورتِ مذکورہ میں فاعل کو جوتوں سے خوب زدوکوب کیا جائے اور گائے کو ذبح کر کے جلادیا جائے اور اگر گائے کا مالک اور ہو تو فاعل اسکی قیمت بھی مالک کو ادا کرے، درالمختار میں ہے ولا یحد بوطئ بھیمۃ بل یعزر وتذبح ثم تحرق ویکرہ الانتفاع بھا حیۃ ومیتۃ انتھی ویفتی بہ للسیاسۃ وتنفیر الخبثاء۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور
۱۵ شعبان المعظم ۱۳۶۷ھ

Marfat.com

حظر واباحت

Marfat.com

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ

——— الحج

اور اللہ نے تُم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔

Marfat.com

اَلدِّیْنُ یُسْرٌ

—— الحدیث

دین آسان ہے

Marfat.com

تعارف

حظر کا معنی ہے بچنا' پرہیز کرنا----- یعنی یہ کام ممنوع ہے' لہذا اس سے بچنا چاہیے اور اباحت کا معنی ہے جائز و مباح----- یعنی اس کے چھوڑنے یا کرنے پر ثواب ہے نہ عذاب----- البتہ اگر کوئی بھی جائز و مباح کام نیت صالحہ سے کیا جائے تو عبادت بن جاتا ہے' جس پر حسب نیت اجر و ثواب ملتا ہے-----

فقہاء کرام اس کتاب میں ایسے امور کا تذکرہ کرتے ہیں جو شریعت مطہرہ میں مباح' مکروہ یا ممنوع ہیں-----

"کتاب الحظر والاباحۃ" میں چھبیس استفتاءات شامل کیے جا رہے ہیں----- جن میں بعض مسائل وہ ہیں جو ہمیشہ سے علماء کے ہاں موضوع بحث چلے آرہے ہیں' مثلاً اولیائے کرام کے مزارات پر مقابر و قبہ جات کی تعمیر----- میلاد پاک----- گیارہویں شریف----- بزرگان دین کے عرس----- طعام پر فاتحہ و ختم پڑھنا----- ایصال ثواب----- قرآن خوانی----- کھڑے ہو کر سلام پڑھنا----- اور----- اذان کے ساتھ درود و سلام وغیرہ-----

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے معتدل' معقول' افراط و تفریط سے پاک اور مدلل انداز میں ان مسائل کی شرعی حیثیت بیان کی ہے نیز داڑھی کی مقدار----- لبوں کے بال نوچنے----- اور----- قرآن کریم کے بوسیدہ نسخوں کی تدفین وغیرہ مسائل پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی

Marfat.com

یہ "کتاب الحظر والاباحۃ" میں بعض ایسے فتوے بھی شامل ہیں جو دورِ حاضر کے پیچیدہ مسائل سے متعلق ہیں' جن کا حل قرآن و سنت کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے' مثلاً :

جاں بلب مریضوں کو خون دینا-----

انگریزی اور ہومیوپیتھی ادویات کا استعمال-----

عورتوں کو تعلیم کتابت-----اور-----

ہوائی جہاز میں نماز وغیرہ-----

علاوہ ازیں بہت سے مسائل جدیدہ کا ذکر فتاویٰ نوریہ کی باقی جلدوں میں حسب موقع آگیا ہے' مثلاً نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال-----ریل گاڑی میں نماز-----گھڑی کی چین-----رؤیت ہلال-----روزہ کی حالت میں انجکشن-----بلغاریہ' ڈنمارک وغیرہ (ایسے مقامات جہاں بعض اوقات صرف ڈیڑھ' دو گھنٹے کی رات ہوتی ہے) میں نماز' روزے کے مسائل-----حج کے لئے تصویر-----اور-----دو متحد الجسم عورتوں کے نکاح کا حکم وغیرہ-----

(مرتب)

-----☆☆☆-----

Marfat.com

کتاب الحظر والاباحۃ

الاستفتاء

(نوٹ: سوالِ ذیل گمنام سائل کا ہے، تاریخ بھی نہیں لکھی، سوال کے ساتھ جوابی لفافہ پر یہ پتہ ہے: دفتر رضائے مصطفٰے، چوک دار السلام گوجرانوالہ۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ رضائے مصطفٰے اخبار کے متعلقین میں سے کسی صاحب کا سوال ہے۔

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اِس مسئلہ میں کہ زید کا یہ قول ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ مولانا امام احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد فتوے وقتی تھے جس بناء پر آپ نے حرمت و کراہت کا فتوےٰ دیا تھا۔ وہ بنیاد اور وجہ اب اِس زمانہ میں نہیں رہی اِس لئے حرمت و کراہت کی بجائے جواز و اباحت کا فتویٰ دیا جائیگا اِس سلسلہ میں انہوں نے انگریزی لباس، پتلون، ٹائی، ہیٹ وغیرہ اور فاسقانہ وضع کے کپڑے، لڑکیوں کی کتابت اور گھڑی کے لوہے، پیتل وغیرہ دھات کے چین کا خاص طور پر ذکر کیا ہے کہ اگرچہ اعلیٰ حضرت نے انگریزی لباس کو حرام، لوہے پیتل وغیرہ کے چین کو ناجائز

Marfat.com

اور ان کے ساتھ نماز کو مکروہ تحریمی فرمایا ہے اور لڑکیوں کو لکھنا سکھانے کی ممانعت بیان کی ہے مگر چونکہ اب ہمارے زمانے میں اس کی کیفیت بدل گئی ہے اور ان چیزوں کا عام رواج ہوگیا ہے، اس لئے عموم بلوٰی کی وجہ سے اب انگریزی لباس و فاسقانہ وضع کے کپڑوں کا استعمال، لڑکیوں کو لکھنا سکھانا اور لوہے پیتل وغیرہ کا چین پہننا جائز و مباح ہوگیا ہے لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

1. کیا زید مذکور کا یہ قول صحیح ہے اور آج کل کے کسی عالم کو مجدّدِ وقت کے محققانہ شرعی فتاوٰی میں ترمیم و تنسیخ کا حق حاصل ہے؟
2. کیا واقعی رواج عام ہوجانے کے باعث انگریزی و فاسقانہ لباس، لوہے، پیتل کا چین اور لڑکیوں کو لکھنا سکھانا اور سکولوں کالجوں میں پڑھانا جائز ہوگیا ہے۔
3. کیا عموم بلوٰی کی کوئی شرائط و حدود ہیں یا ہر شخص اپنی منشا و مفاد کے مطابق کسی جائز غلط چیز کا رواج دیکھ کر اسے جائز و مباح قرار دے سکتا ہے؟ کیا اس طرح امن اللہ جانے اور دین میں آزاد خیالی پھیلنے کا خطرہ نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ہاں مجدّد وقت کی ایسی ہدایات و تصریحات (جو کتاب و سنت سے مستنبط ہیں) کی روشنی میں یوں ہوسکتا ہے بلکہ عملاً خود مجدّدِ وقت ہی اس کا سبق بھی دے چکے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ خالصاً لوجہ اللہ تعالٰے ہو۔

تعجب ہے کہ خود مستفتی صاحب کو روز روشن کی طرح معلوم ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ کے محققانہ اقوال و فتاوائے شرعیہ کی موجودگی میں حضرات صاحبین وغیرہما

Marfat.com

اجلّہ تلامذہ بلکہ متاخرین کے بھی بکثرت ایسے اقوال و فتاوٰے ہیں جو ان کے خلاف ہیں، جن کی بِنا قولِ صوری و ضروری وغیرہ اصولِ ستّہ پر ہے جس کی تفصیل فتاوٰے رضویہ ج ۱ ص ۳۸۵ وغیرہا ہیں۔ ہے بلکہ یہ بھی اظہر من الشمس ہے کہ خود ہمارے مجدّدِ برحق کے صدہا نہیں بلکہ ہزارہا تطفلات ہیں جو صرف متاخرین نہیں بلکہ متقدمین حضرات فقیہ النفس امام قاضی خان وغیرہ کے اقوال و فتاوٰے شرعیہ پر ہیں جن میں اصولِ ستّہ کے علاوہ سبقتِ قلم وغیرہ کی صریح نسبتیں بھی مذکور ہیں۔

اور یہ بھی نہاں نہیں کہ ہمارے مذہبِ مہذب میں مجددین حضرات معصوم نہیں تو تطفلات کا دروازہ اب کیوں بند ہوگیا؟ کیا کسی مجدد کی ہی کوئی تصریح ہے یا کم از کم اتنی ہی تصریح ہو کہ اصولِ ستّہ کا زمانہ اب گزرگیا لہٰذا الکبیر کا فقیر بننا فرضِ عین ہوگیا۔ کیا تازہ حوادثات و نوازل کے متعلق احکامِ شرعی موجود نہیں کہ ہم بالکل صم بکم بن جائیں اور عملاً اغیار کے ان کافرانہ مزعومات کی تصدیق کریں کہ معاذ اللہ اسلام فرسودہ مذہب ہے۔ اس میں روز مرہ ضروریاتِ زندگی کے جدید ترین ہزارہا تقاضوں کا کوئی حل ہی نہیں، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اِسی ایک جواب سے نمبر۲ اور نمبر۳ کے جواب بھی واضح ہیں البتہ یہ حقیقت بھی اظہر من الشمس ہے کہ کسی جائز اور غلط چیز کو اپنے مفاد و منشا سے جائز و مباح کہنا ہرگز ہرگز جائز نہیں مگر شرعاً اجازت ہو تو عدمِ جواز کی رٹ لگانا بھی جائز نہیں، غرضیکہ ضد اور نفس پرستی سے بچنا نہایت ہی ضروری ہے۔

کیا ہی اچھا ہو کہ ہمارے ذمہ دار علمائِ کرام محض اللہ کے لئے نفسانیت سے بلند و بالا سر جوڑ کر بیٹھیں اور ایسے جزئیات کے فیصلے کریں، مثلاً یہ کہ وہ لباس جو کفار یا فجار کا شعار ہونے کے باعث ناجائز تھا، کیا اب بھی شعار ہے تو ناجائز ہے یا اب شعار نہیں رہا تو جائز ہے مگر بظاہر یہ توقع تمنا کے حدود طے نہیں کر سکتی اور یہی انتشار آزادخیالی کا باعث بن رہا ہے فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

میری مخلصانہ رائے ہے کہ زید نے اپنے دعاوی پر جو دلائل دیتے ہیں ان میں غور کی

Marfat.com

ضرورت ہے فاعتبروا یا اولی الابصار

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا ومولانا

محمد وآلہ واصحابہ مجتہدی امتہ ومجددیہا وبارک وسلم۔

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

۲۰-۶-۷۲

Marfat.com

عورتوں کیلئے تعلیمِ کتابتؒ کے جواز پر تحقیقی رسالہ

الاقتاء

فی جواز

تعلیم الکتابۃ للنساء

Marfat.com

الافتاء فی جوازِ تعلیمِ الکتابۃ للنّسآء

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ عورتوں کو تعلیمِ کتابت جائز ہے یا کہ نہیں؟ کہا جاتا ہے کہ حدیثِ شریف میں ممانعت آئی ہے۔

بینوا ماجورین من رب العلمین

السائل: محمد عبد الرحمٰن نوری

مدرس دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اُولِی الْعِزَّةِ وَالْعَظْمَةِ [1]

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب [2]

علمِ کتابت دوسرے آلی علموں کی طرح نہایت ہی عظیم الشان اور خادم کتاب وسنّت علم ہے، دین اور دنیا کے مفادات اور ضروریات اس سے وابستہ ہیں تو اس علم کی تعلیم بھی دوسرے علوم کی طرح جائز و مستحسن بلکہ ضروری ہے جس کا ثبوت ان تمام آیات و احادیثِ مبارکہ متکاثرہ سے واضح ہے جن سے ہر علم نافع کی تعلیم کا جواز اَمس وشمس کی طرح ثابت ہے بلکہ بالخصوص علمِ کتابت علی الاطلاق بھی ثابت و مستفاد ہے، قرآن کریم میں ہے:

اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ [3]

(ترجمہ) "پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم جس نے قلم سے لکھنا سکھایا آدمی کو جو نہ جانتا تھا" (کنز الایمان) [4]

خزائن العرفان [5] شریف ص ۱۰۸۷ میں ہے:

"اس سے کتابت کی فضیلت ثابت ہوئی اور درحقیقت کتابت میں بڑے منافع ہیں،

---

[1] تمام تعریفیں صرف اللہ تعالٰے کے لئے ہیں اور درود وسلام اس ذات گرامی پر جن کے بعد کوئی نبی نہیں اور آپ کی آل واصحاب پر جو عزت وعظمت والے ہیں۔

[2] اے اللہ مجھے نور اور صحت و درستی عطا فرما۔

[3] سورۃ العلق : ۳ تا ۵

[4] اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی (م ۱۳۴۰ھ) اہلِ سنت برقی پریس مراد آباد

[5] صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (م ۱۳۶۷ھ) " " "

Marfat.com

کتابت ہی سے علوم ضبط میں آتے ہیں، گزرے ہوئے لوگوں کی خبریں اور ان کے احوال اور ان کے کلام محفوظ رہتے ہیں، کتابت نہ ہوتی تو دین و دنیا کے کام قائم نہ رہ سکتے۔"

اور یونہی تفسیر مدارک[1] ج ۴ ص ۲۷۴ تا ۲۷۵، قرطبی[2] ج ۲۰ ص ۱۲۰، خازن[3] ج ۷ ص ۲۲۴ میں بھی ہے:

والنظم منه: فيه تنبيه على فضل الكتابة لما فيها من المنافع العظيمة لان بالكتابة ضبط العلوم و دونت الحكم و بها عرفت اخبار الماضين و احوالهم و سيرهم و مقالاتهم و لولا الكتابة ما استقام امر الدين و الدنيا[4]

قرطبی اور الدر المنثور[5] ج ۶ ص ۳۶۹ میں حضرت قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

القلم نعمة من الله تعالى عظيمة لولا القلم لم يقم دين و لم يصلح عيش[6]

مظہری[7] ج ۱۰ ص ۳۰۴ میں ہے:

---

[1] ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی م ۷۱۰ھ)، مدارک التنزیل احیاء الکتب العربیہ مصر ۱۳۴۴ھ

[2] ابوعبداللہ محمد بن احمد اندلسی قرطبی (م ۶۷۱ھ) الجامع لاحکام القرآن دار الکتب ۱۳۸۷ھ

[3] علی بن محمد بغدادی، صوفی، خازن (م ۷۴۱ھ) لباب التاویل تجاریہ کبرٰے مصر ۱۳۷۵ھ

[4] اس عربی عبارت کا مفہوم وہی ہے جو خزائن العرفان کے اقتباس میں پہلے گزر چکا۔

[5] امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) میمنہ مصر ۱۳۱۴ھ

[6] قلم اللہ تعالٰی کی عظیم نعمت ہے، اگر قلم نہ ہوتا تو دین سنورتا نہ دنیا۔

[7] قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ) مطبع فاروقی، دہلی

Marfat.com

فان من كمال كرمه تعالى تعليم العلوم و تعليم ما يفيد به العلوم [1]

تفسیر نیشاپوری [2] ج ۳ ص ۱۲۵ میں ہے:

و كفاك فى مدحه انه تعالى حين عدد على الانسان نعمة الخلق و التسوية و تعديل الاعضاء الظاهرة و الباطنة وصف نفسه بالكرم قائلا "ما غرك بربك الكريم الذى خلقك فسوٰك فعدلك [3]" و حيث من عليه بالخط و التعليم مدح ذاته بالاكرمية فقال متعرضا "و ربك الاكرم الذى علم بالقلم [4]" اى علم الانسان بواسطة القلم او علمه الكتابة بالقلم۔

جس کا حاصل یہ کہ تعلیم کتابت و قلم کی اہمیت اِس سے واضح ہے کہ اللہ رب العالمین نے انسان کے پیدا کرنے اور ظاہری اور باطنی اعضاء کی خلقت کے بیان میں اپنے آپ کو کریم فرمایا اور اِس احسانِ عظیم تعلیم کتابت کے بیان میں اپنی صفت "اکرم" سے فرمائی جو صیغۂ تفضیل ہے اور اس نعمت کی فضیلتِ عظیمہ پر دال ہے۔

قرآنِ کریم کی سورۂ "ن" میں بھی اس کی اہمیت کا بیان ہے ن ۚ و القلم و ما يسطرون [5] (پ ۲۹ ع ۳)

---

[1] بلاشبہ علوم اور ان کے اسباب کی تعلیم اللہ تعالے کے کمالِ کرم سے ہے۔

[2] حسن بن محمد قمی نیشاپوری (م ۷۲۸ھ) غرائب القرآن کبرٰے امیریہ مصر ۱۳۳۰ھ

[3] اے انسان تجھے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا اپنے رب کریم سے جس نے تجھے پیدا کیا پھر تجھے درست کیا، پھر تیرے اعضاء کو متناسب بنایا۔ (الانفطار: ۶، ۷)

[4] اور آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے (انسان کو) علم سکھایا (یا کتابت سکھائی) قلم کے واسطہ سے۔ (العلق: ۳، ۴)

[5] آیت:

Marfat.com

"قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی جو وہ لکھتے ہیں"

بکثرت ایسے مفسرین ہیں جن کے نزدیک اس قلم سے مراد جنس قلم ہے جس میں ہماری یہ دنیاوی قلمیں بھی داخل ہیں۔

تفسیر کبیر[1] طبع جدید ج ۳۰ ص ۷۸، تفسیر بیضاوی[2] ج ۲ ص ۳۷۸، تفسیر ابو السعود[3] ج ۸ ص ۲۱۲، مدارک ج ۴ ص ۲۱۰ میں ہے:

والنظم للرازی و قولہ تعالیٰ و القلم فیہ قولان احدھما ان المقسم بہ ھو الجنس وھو واقع علی کل قلم یکتب بہ من فی السماء و من فی الارض[4]

تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۰۱ میں ہے:

الظاھر انہ جنس القلم الذی یکتب بہ کقولہ اقرأ وربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم فھو قسم منہ تعالیٰ و تنبیہ لخلقہ علی ما انعم بہ علیھم من تعلیم الکتابۃ التی بھا تنال العلوم[6]

---

[1] فخر الدین محمد بن عمر رازی (م ۶۰۶ھ) مفاتیح الغیب کبیر، بہیہ مصر

[2] عبداللہ بن عمر بیضاوی انوار التنزیل نولکشور لکھنؤ ۱۲۸۲ھ

[3] ابو السعود محمد بن محمد عمادی حنفی (م ۹۸۲ھ) ارشاد العقل عامرہ مصر

[4] امام رازی رقمطراز ہیں کہ فرمانِ الٰہی " والقلم " میں دو قول ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ جس چیز کی قسم اٹھائی گئی ہے وہ جنس ہے تو یہ ہر اس قلم پر صادق آئے گا جس سے ارضی و سماوی موجودات کو تحریر کیا جائے۔

[5] ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر (م ۷۷۴ھ) عیسی البابی الحلبی مصر ۱۳۲۱ھ

[6] ظاہر یہ ہے کہ یہ اس قلم کی جنس ہے جو آلۂ کتابت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے (سورۂ علق کی ابتدائی آیات میں) علم بالقلم فرمایا (یعنی قلم کے ذریعے لکھنا سکھایا) سو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قسم ہے اور کتابت ایسے عظیم انعام پر مخلوق کو متنبہ کرنا مقصود ہے جس کے ذریعہ علم حاصل کئے جاتے ہیں۔

Marfat.com

تفسیر نیشاپوری ج ۲۹ ص ۱۵ میں ہے :

اما القلم فالاکثرون علی انہ جنس اقسم اللہ سبحنہ

بکل قلم یکتب بہ فی السماء و فی الارض [۱]

تفسیر قرطبی ج ۱۸ ص ۲۲۵ میں ہے :

وھو واقع علی کل قلم مما یکتب بہ من فی السماء

و من فی الارض [۲]

اور آیتِ مداینہ سے بھی علمِ کتابت کی ضرورت واضح ہے جس میں ارشاد ہوا "فاکتبوہ"[۳]

اور یہ بھی اسی میں ہے :

ولا تسأموا ان تکتبوہ صغیرا او کبیرا[۴] پ ۳ ع ۷

اور کئی اور آیات بھی ہیں جن سے فضیلتِ کتابت ثابت ہے۔

بہرحال علمِ کتابت اللہ رب العالمین کا بہت بڑا انعام و احسان ہے جس کی عظمت ان آیات سے واضح ہے اور افرادِ انسان کا نصف بلکہ نصف سے بھی زائد عورتیں ہیں تو قرآنِ کریم سے عورتوں کے لئے بھی علمِ کتابت کا انعام ہونا ثابت ہوگیا و للہ تعالی الحمد والمنۃ[۵]

پھر صحیح حدیث سے بھی یہ مسئلہ "تعلیم الکتابۃ للنساء" ثابت ہے۔ مسندِ امام[۶]

---

[۱] (والقلم میں) اکثر علماء کے نزدیک قلم سے مراد جنس ہے۔ اللہ سبحنہ نے ہر اس قلم کی قسم بیان کی جس سے آسمان و زمین میں تحریر کا کام لیا جائے۔

[۲] اس کا مصداق ہر وہ قلم ہے جس سے ارضی و سماوی موجودات تحریر کئے جائیں۔

[۳] تو اسے تحریر کر لیا کرو (البقرہ : ۲۸۲)

[۴] (قرض وغیرہ کا معاملہ) چھوٹا ہو یا بڑا اس کی تحریر سے مت اکتاؤ۔ (البقرہ : ۲۸۲)

[۵] اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اسی کا احسان ہے۔

[۶] ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) دار صادر بیروت

Marfat.com

احمد بن حنبل ج ۶ ص ۳۷۲، سنن[1] ابوداؤد ج ۲ ص ۱۸۶، مستدرک[2] حاکم ج ۴ ص ۵۷، سنن[3] بیہقی ج ۹ ص ۳۴۹ میں حضرتِ شفاء بنت عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے بکلمات متقاربہ ثابت ہے کہ حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم حضرتِ ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس تشریف لائے اور میں بھی حاضر تھی تو مجھے فرمایا :

الا تعلمين هذه رقية النملة كما علمتيها الكتابة

" یعنی کیا تو اس کو رقیۃ النملہ کی تعلیم نہیں دیتی جیسے اس کو کتابت کی تعلیم تم نے دی ہے "

حاکم نے فرمایا :

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين

کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

امام ذہبی نے صراحۃً اس کی تقریر و تائید فرمائی اور ابوداؤد نے اِس حدیث پر سکوت فرمایا جو حسب القاعدہ تحسین ہے، تو اِس جلیل القدر حدیث سے ثابت ہوا کہ تعلیم کتابت للنساء بلا کراہت جائز ہے بلکہ مطلوب ہے۔

کشف[4] الغمہ ج ۱ ص ۲۶۱، زاد[5] المعاد علی ہامش الزرقانی ج ۶ ص ۳۴ میں ہے :

فيه دليل على جواز تعليم النساء الكتابة [6]

---

[1] ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی (م ۲۷۵ھ) مجیدی کانپور ۱۳۴۱ھ

[2] ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم (م ۴۰۵ھ) دائرۃ المعارف ۱۳۳۴ھ

[3] ابوبکر احمد بن حسین بیہقی (م ۴۵۸ھ) دائرۃ المعارف ۱۳۴۴ھ

[4] ابوالمواہب عبد الوہاب شعرانی (م ۹۷۳ھ) مصطفٰی البابی الحلبی مصر ۱۳۷۰ھ

[5] شمس الدین بن عبد اللہ بن قیم جوزی (م ۷۵۱ھ) ازہریہ مصر ۱۳۲۵ھ

[6] یہ حدیث اِس بات کی دلیل ہے کہ عورتوں کے لئے تعلیم کتابت جائز ہے۔

Marfat.com

مرقات[1] ج ۸ ص ۳۶۴ میں ہے :

قال الخطابی فیہ دلیل علی ان تعلیم النساء الکتابة غیر مکروہ[2]

شرح[3] سفر السعادۃ ص ۴۸۱ میں حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

" وازیں حدیث معلوم شود تعلیم کتابت مرنساررا مکروہ نیست[4]"

اس حدیث سے رقیۃ[5] النملہ کی تعلیم کا پسندیدہ اور مطلوب ہونا تو منصوص ہے اور اس کو تعلیم الکتابت کے ساتھ حضور نے تشبیہ دی تو معلوم ہوا کہ وہ بھی پسندیدہ اور مطلوب ہے ورنہ تشبیہ نہ دی جاتی کہ پسندیدہ غیر پسندیدہ کا ہم مثل نہیں ہوسکتا تو ثابت ہوا کہ صرف جائز نہیں بلکہ پسندیدہ اور مطلوب ہے۔ پھر یہ حدیث قرآنِ کریم کی ان آیاتِ مبارکہ کے موافق ہے جن سے تعلیم الکتابت کا جواز بلکہ ضرورت ثابت ہے تو مرقات و اشعۃ اللمعات کے کمزور احتمالات کا اعتبار نہیں ہوگا کما سیجیء ان شاء اللہ تعالیٰ[6]

پھر ہمارے فقہائے کرام اور مشائخ عظام کی تصریحات سے بھی یہ جواز ثابت ہو رہا ہے

عینی[7] علی الهدایہ ج ۱ ص ۳۹۸، فتاویٰ[8] عالمگیر ج ۱ ص ۲۰ میں ہے :

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد قاری (م ۱۰۱۴ھ) مرقاۃ المفاتیح امدادیہ ملتان ۱۳۷۸ھ

[2] علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ عورتوں کو لکھنا سکھانا مکروہ نہیں۔

[3] شیخ عبد الحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ) نول کشور، لکھنؤ ۱۸۸۵ھ

[4] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو کتابت کی تعلیم دینا مکروہ نہیں۔

[5] پہلو میں ایک خاص قسم کی پھنسیوں اور آبلوں کا دم۔

[6] جیسا کہ آگے قریب ہی ذکر آرہا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

[7] بدر الدین محمود عینی (م ۸۵۵ھ) بنایہ نول کشور ۱۲۹۳ھ

[8] ملا نظام الدین برہانپوری (م ۱۱۰۹ھ) مجیدی کانپور ۱۳۵۰ھ

Marfat.com

يكره للجنب والحائض ان يكتبا الكتاب الذى في بعض سطوره آية من القرآن وان كانا لايقرآن القرآن [1]

منية المصلى [2] اور اس کی شرح صغیر [3] و کبیر [4] میں ہے:

والنظم من المنية والغنية وكذا اى كما لايجوز للجنب والحائض والنفساء قراءة القرآن لايجوز لهم كتابة القرآن [5]

جس کا حاصل یہ کہ حائض اور نفساء کے لئے کتابتِ قرآن کریم جائز نہیں مکروہ ہے تو اس سے واضح مفہوم یہ ہے کہ حیض و نفاس سے پاک عورت کے لئے بلا کراہت جائز ہے حالانکہ کتبِ فقہیہ کا ایسا مفہوم معتبر ہے كما فى الشامية وغيرها و بينته فى الفتاوى النورية [6]

نیز فتاوٰے سراجیہ [7] ص ۷۶، فتاوٰے ہندیہ [8] ج ۴ ص ۱۰۱، تنویر الابصار [9]، در المختار [10]،

---

[1] جنبی اور حیض والی کے لئے ایسی تحریر لکھنا مکروہ ہے جس کی بعض سطور میں قرآنِ پاک کی کوئی آیت ہو اگرچہ یہ دونوں جنبی و حائض قرآنی آیت زبان سے نہ بھی پڑھیں۔

[2] سدید الدین کاشغری (م ۷۰۵ھ)

[3] شیخ ابراہیم بن محمد حلبی (م ۹۵۶ھ) صغیری مجتبائی دہلی ۱۳۲۵ھ

[4] ایضاً غنیۃ المستملی (کبیری) " ۱۳۳۲ھ

[5] منیۃ المصلی اور غنیہ کی عبارت ہے: جس طرح جنبی اور حیض و نفاس والی عورت کے لئے قرآن کریم کی تلاوت ناجائز ہے اسی طرح اسے قرآن پاک کی کتابت بھی ناجائز ہے۔

[6] جیسا کہ شامی وغیرہ میں ہے اور میں نے بھی (اپنی تصنیف) فتاوٰے نوریہ میں اسے بیان کیا ہے۔

[7] سراج الدین علی بن عثمان اوشی فرغانی نول کشور لکھنؤ ۱۳۴۴ھ

[8] فتاوٰے عالمگیر کو فتاوٰے ہندیہ بھی کہتے ہیں، اسے ملا نظام الدین برہانپوری کی سربراہی میں علماء کی ایک کمیٹی نے اورنگزیب عالمگیر علیہ الرحمہ کے حکم سے مرتب فرمایا۔

[9] محمد بن عبد اللہ ترتاشی غزی (م ۱۰۰۴ھ) دار السعادۃ ۱۳۲۴ھ

[10] علاؤ الدین محمد بن علی حصکفی (م ۱۰۸۸ھ) " "

Marfat.com

طحطاوی[1] ج ۴ ص ۲۰۹، شامی ج ۵ ص ۳۷۱ میں ہے:

والنظم من الفتاوی ویکرہ ان یکتب بالقلم المتخذ بالذہب او الفضۃ او من دواۃ کذلک ویستوی فیہ الذکر والانثٰی۔

یعنی مرد اور عورت کو سونے یا چاندی کے قلم سے یا سونے اور چاندی کی دوات سے لکھنا مکروہ ہے۔

جس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ سونے اور چاندی کے علاوہ دوسرے قلموں سے لکھنا اور یونہی دوسری دواتوں سے لکھنا عورتوں کے لئے بھی مکروہ نہیں تو اَمس وشمس کی طرح واضح ہوا کہ عورتوں کے لئے تعلیمِ کتابت کا جواز قرآن کریم اور حدیث شریف اور فقہِ حنفی سے ثابت ہے جس پر قرونِ اُولیٰ میں بلا انکار عمل ہوتا رہا ہے۔

چنانچہ اسی حدیثِ صحیح[2] سے ثابت کہ حضرتِ شفا بنت عبد اللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا جو صحابیہ قرشیہ قدیمۃ الاسلام مہاجراتِ اولیٰ سے تھیں اور عاقلہ فاضلہ تھیں جن پر حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی عنایت تھی جن کے گھر میں حضور قیلولہ فرمایا کرتے تھے اور انہوں نے سرکار کے لئے مخصوص بستر اور چادر بچھائے ہوئے تھے کما فی الاصابۃ[4] ج ۴ ص ۳۳۳ وغیرھا۔ وہ کاتبہ اور معلّمۂ کتابت تھیں اور کسی حدیث[3] سے یہ ثبوت نہیں ملتا کہ سرکار نے انہیں لکھنے سے منع فرمایا ہو بلکہ ظاہر یہی ہے کہ تقریر فرمائی حالانکہ اگر

---

[1] سید احمد بن محمد بن علی طحطاوی (م ۱۲۳۱ھ) دار الطباعۃ عامرہ مصر ۱۲۵۴ھ

[2] ج ۴ ص ۵۴۳ پر مسند امام احمد، سنن ابو داؤد، مستدرک اور بیہقی کے حوالے سے گزر چکی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شفا بنت عبد اللہ سے فرمایا:

الا تعلمین ھٰذہ رقیۃ النملۃ کما علمتیھا الکتابۃ

"یعنی تم اسے ام المؤمنین حفصہ کو، پہلو کی پھنسیوں کا دَم بھی سکھا دو جس طرح کہ تم نے اسے کتابت سکھائی ہے۔"

[3] جیسا کہ اصابہ اور دوسری کتابوں میں مذکور ہے۔

[4] احمد بن علی ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) تجاریہ کبرٰی مصر ۱۳۵۸ھ

Marfat.com

تعلیمِ کتابت ناجائز ہو تو وہ لکھنے کی بنا پر ہی ہے کما سیظھر ان شاء اللہ تعالیٰ [1]

اور اسی حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ حضرتِ ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا بھی کاتبہ تھیں۔

حضرتِ عائشہ بنتِ طلحہ جو قرشیہ تابعیہ ثقہ اور حضرتِ ام المؤمنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی بھانجی ہیں، کاتبہ تھیں جو حضرتِ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہِ عالیہ میں مختلف ممالک سے آنے والے سوالات کا تحریری جواب دیا کرتی تھیں، یہ امامِ بخاری کی رائے ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب " الادب المفرد " ص ۳۸۲ کے ایک باب میں اِس کو ذکر کیا ہے جس کا عنوان ہے:

باب الکتابۃ الی النساء وجوابھن [2]

اِس حدیث میں ہے کہ وہ عرض کرتیں:

یا خالۃ ھٰذا کتابۃ فلان وھدیتہ۔ فتقول لی عائشۃ ای بنیۃ فاجیبیہ۔

"یعنی اے خالہ یہ فلاں کا تحریری سوال ہے اور اس کا تحفہ ہے تو آپ مجھے فرماتیں: اے بچی! اِسے جواب دے۔"

اِس کا ظاہر یہ ہے کہ تحریری سوال کے تحریری جواب کا حکم فرماتیں اور وہ جواب خود ہی لکھتی تھیں کیونکہ اگر کوئی اور کاتب ہوتا تو اس کا ذکر کرتیں۔ ہاں احتمال ہے کہ کسی مرد کاتب سے لکھواتی ہوں مگر یہ احتمال بلا دلیل ہے اور بخاری کی رائے کے بھی خلاف ہے فلا اعتداد بہ [3]

---

[1] جیسا کہ انشاء اللہ تعالےٰ عنقریب وضاحت آئے گی۔

[2] عورتوں سے خط وکتابت کے سلسلے میں باب۔

[3] سو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

Marfat.com

حضرتِ خدیجہ بنتِ محمد بن احمد ابو رجاء جو فقیہہ محدثہ اور فقیہ باپ کی بیٹی اور معمرہ تھیں، وہ کاتبہ تھیں جو ۳۷۲ھ میں فوت ہوئیں۔ الجواہر المضیہ[1] ج ۲ ص ۳۰ اور ج ۲ ص ۲۷۷ میں ہے:

خديجة بنت محمد بن احمد ابو رجاء القاضي الجوزجاني تفقهت على ابيها و تقدم قال الحاكم في تاريخ نيسابور عاشت اكثر من مائة سنة و كانت تحسن العربية و الكتابة و سمعت من ابي يحيى البزاز ماتت سنة اثنتين و سبعين و ثلاثمائة رحمها الله تعالى[2]

یہ چوتھی صدی کی ہیں۔

حضرتِ خدیجہ بنتِ محمد بن علی، جو عالمہ فاضلہ واعظۂ بغدادیہ تھیں، وہ بھی کاتبہ ہیں، العبر للذہبی[3] ج ۳ ص ۲۴۶ میں ہے:

وخديجة بنت محمد بن على الشاهجهانية الواعظة ببغداد كتبت بخطها عن ابن سمعون[4]

یہ پانچویں صدی کی ہیں کما فی العبر[5]، محرم ۴۶۰ھ میں انتقال ہوا۔

---

[1] عبد القادر بن ابو الوفاء محمد قرشی (م ۷۷۵ھ) دائرۃ المعارف حیدر آباد ۱۳۳۲ھ

[2] حضرت خدیجہ، ابو رجاء محمد بن احمد قاضی جوزجانی کی صاحبزادی ہیں۔ انہوں نے اپنے باپ (جن کا ذکر کتاب میں پہلے گزر چکا) سے فقہ حاصل کی۔ حاکم نے تاریخ نیشاپور میں بیان کیا ہے کہ وہ سو سال سے زیادہ عرصہ تک زندہ رہیں، انہیں عربی ادب اور فن کتابت پر مہارت تھی نیز انہوں نے ابو یحییٰ بزاز سے سنا کہ وہ ۳۷۲ھ میں فوت ہوئیں، اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے۔

[3] ابو عبد اللہ محمد بن احمد ذہبی (م ۷۴۸ھ) مطبع الکویت ۱۹۶۱ء

[4] خدیجہ بنت محمد بن علی شاہجہانیہ واعظہ بغدادیہ نے اپنے خط سے ابن سمعون سے حدیثیں تحریر کی ہیں۔

[5] جیسا کہ العبر میں مذکور ہے۔

Marfat.com

حضرتِ شہدہ بنت ابی نصر احمد، جو عابدہ صالحہ اور اتنی بلند پایہ محدّثہ تھیں کہ ان کو مسندۃ العراق کہا جاتا تھا جو زمانے کے اکابر محدثین کی شاگرد اور بکثرت محدثین کی استاد تھیں، وہ بھی خوشنویس کاتبہ تھیں۔

مرآۃ الجنان[1] ج ۳ ص ۴۰۰ اور العبر ج ۴ ص ۲۲۰ میں ہے:

والنظم للیافعی و فیہا (ای سنۃ اربع وسبعین وخمسائۃ)

توفیت مسندۃ العراق شہدۃ بنت ابی نصر احمد بن الفرج الکاتبۃ العابدۃ الصالحۃ الدینوریۃ الاصل البغدادیۃ المولد والوفاۃ کانت من اھل کتبۃ الخط الجید وسمع علیہا خلق کثیر وکان لہا السماع العالی الخ[2]

یہ چھٹی صدی کی ہیں جن کے والد احمد بن فرج ابو نصر فقیہ و محدث ہیں کما فی الجواہر[3] ج ۱ ص ۸۹ اور ان کے بھائی محمود بن احمد فرج، امام فاضل محدث و فقیہ ہیں کما فی الجواہر ج ۱ ص ۱۵۶۔

حضرتِ فاطمہ فقیہہ عالمہ فاضلہ صالحہ متقیہ کاتبہ تھیں جو وقت کے جلیل القدر فقیہ و امام محمد بن احمد ابو منصور سمرقندی مؤلفِ تحفۃ الفقہاء کی صاحبزادی ہیں اور ایسے جلیل القدر امام و فقیہ کی بیوی ہیں جن کے لقب ان کے ہم زمان فقہاءِ کرام نے ملک العلماء اور علاءُ الدین مقرر کئے یعنی امام ابوبکر بن مسعود کاسانی، جو بدائع صنائع کے مصنف ہیں، جن کا وصال ۱۰ رجب المرجب ۵۸۷ھ میں ہوا اور ان کی بیوی حضرتِ فاطمہ کا انتقال ان سے پہلے ہوا، ان

---

[1] ابو محمد عبداللہ بن اسعد یافعی (م ۷۶۸ھ) دائرۃ المعارف ۱۳۲۹ھ

[2] علامہ یافعی کا بیان ہے کہ ابو نصر احمد بن فرج کی صاحبزادی مسندۃ العراق حضرت شہدہ نے ۵۷۴ھ میں وفات پائی، آپ کاتبہ عابدہ صالحہ تھیں، آبائی وطن کے حوالے سے دینوریہ اور جائے ولادت ووفات کے اعتبار سے بغدادیہ تھیں، ان کا خط نہایت عمدہ تھا، بہت سے لوگوں نے ان سے حدیث سنی، ان کو بلند پایہ اسناد سے سماع حدیث حاصل تھا۔

[3] جیسا کہ جواہر المضیہ میں ہے۔

Marfat.com

باپ بیٹی اور خاوند کا ذکر الجواہر[1] المضیہ فی طبقات الحنفیہ ج ۲ کے صفحات ۶ ، ۲۴۴ ، ۲۴۵ ، ۲۷۷ ، ۲۷۸ ، ۲۷۹ اور مفتاح[2] السعادہ کے ج ۲ ص ۱۳۶ اور ۱۳۷ میں اور شامی ج ۱ ص ۹۳ اور الفوائد[3] البہیہ کے ص ۱۲۹ میں ہے (طویل عبارات سے صرف حضرتِ فاطمہ کے خط کی متعلقہ عبارت کو اختصاراً درج کیا جاتا ہے) :

و النظم للشامی وکانت الفتوٰی تخرج من دارھم و علیہا خطھا و خط ابیہا و زوجہا[4]

یہ بھی چھٹی صدی کی ہیں۔

حضرتِ خدیجہ بنت مفتی محمد بن محمود جو عالمہ فاضلہ محدثہ اور خوشنویس تھیں مرآۃ الجنان ج ۴ ص ۲۳۱ میں ہے :

خدیجۃ بنت المفتی محمد بن محمود (الیٰ ان قال) وجودت الخط علیٰ جماعۃ وحجت و توفیت فی رجب وکانت عالمۃ فاضلۃ رحمہا اللہ تعالیٰ[5]

یہ ساتویں صدی کی ہیں کما فی مرأۃ الجنان[6]

حضرتِ خدیجہ بنت یوسف عالمہ فاضلہ اور خوشنویس تھیں ، العبر ج ۵ ص ۳۹۸ میں ہے

---

[1] ابو محمد عبد القادر بن ابو الوفاء محمد قرشی (م ۷۷۵ھ) دائرۃ المعارف ۱۳۳۲ھ

[2] احمد بن مصطفٰی المعروف بطاش کبری زادہ (م ۹۶۲ھ) " ۱۳۵۶ھ

[3] ابو الحسنات محمد عبد الحی لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ) ندوۃ المعارف ۱۹۶۷ء

[4] شامی میں ہے کہ ان کے گھر سے جب فتوے جاری ہوتا تو اس پر ان کے اپنے اور باپ اور خاوند کے دستخط ثبت ہوتے۔

[5] خدیجہ بنت مفتی محمد بن محمود ، انہوں نے ایک جماعت سے خوشخطی سیکھی ، حج کیا اور ماہِ رجب میں وفات پائی ، عالمہ فاضلہ تھیں اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے۔

[6] جیسا کہ مرآۃ الجنان میں ہے۔

Marfat.com

وخديجة بنت يوسف بن غنيمة العالمة الفاضلة

(الی ان قال) وجودت الخط علی جماعة۔

یہ ساتویں صدی کی ہیں کما فی العبر۔

حضرتِ فاطمہ بنت احمد بن علی، جو فقیہہ کاتبہ تھیں، جلیل القدر فقیہ مصنّفِ مجمع البحرین کی صاحبزادی ہیں۔

الجواہر المضیہ ج ۲ ص ۳۷۷، ج ۲ ص ۲۷۸ میں ہے:

فاطمة بنت احمد بن علی الامام مظفر الدین (الی ان قال) تفقهت علی ابيها واخذت عنه مجمع البحرين فی الفقه رأيته بخطها [1]

یہ صدی ساتویں یا آٹھویں کی ہیں کیونکہ ان کے والد صاحب امام مظفر الدین احمد ابن علی کا انتقال ۶۹۴ھ میں ہوا۔

کشف الظنون[2] ج ۲ ص ۱۶۰۰ میں ہے:

مجمع البحرين وملتقى النهرين للامام مظفر الدين فی فروع الحنفية للامام مظفر الدين احمد بن علی بن تغلب المعروف بابن الساعاتی البغدادی الحنفی المتوفی سنة اربع وتسعين وستمائة (۶۹۴ھ)" [3]

حضرت شہدہ بنت الصاحب کمال الدین عمر، جو عابدہ زاہدہ محدّثہ عالمہ اور امام ذہبی

---

[1] امام مظفر الدین احمد بن علی کی صاحبزادی فاطمہ نے اپنے والدِ ماجد سے فقہ کا علم حاصل کیا اور ان کی تصنیف مجمع البحرین کا درس لیا، صاحبِ جواہر فرماتے ہیں کہ حضرتِ فاطمہ کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا مجمع البحرین کا نسخہ میری نظر سے گزرا ہے۔

[2] حاجی خلیفہ مصطفٰی بن عبداللہ چلپی (م ۱۰۶۷ھ) اسلامیہ طہران ۱۳۷۸ھ

[3] مجمع البحرین اور ملتقی النہرین فروعِ حنفیہ میں امام مظفر الدین کی تصانیف میں سے ہیں۔ موصوف ابنِ ساعاتی کے لقب سے معروف ہیں۔ آپ بغدادی حنفی ہیں۔ ۶۹۴ھ میں وصال فرمایا۔

Marfat.com

کی استاد ہیں، وہ بھی کاتب تھیں۔

مرآۃ الجنان ج ۴ ص ۲۴۷ میں ہے:

لها حضور واجازة من جماعة من الشيوخ وكانت تكتب وتحفظ اشياء وتتزهد وتتعبد وذكر الذهبي انه ممن سمع منها[1]

یہ آٹھویں صدی کی ہیں کما فی المرآۃ[2]

ست الوزراء، جو عالمہ فقیہہ قارئہ، جو امام و مفتی علامہ محمد بن عبد الکریم کی صاحبزادی ہیں، وہ بھی کاتب تھیں۔

الجواہر المضیۃ ج ۲ ص ۲۷۷ میں ہے:

ست الوزراء ابنة العلامة مفتي المسلمين عماد الدين محمد بن عبد الكريم بن عثمان عرف بابن السماع تقدم مولدها في سنة تسع وخمسين وست مائة بعد وقعة عين جالوت كتبت وقرأت القرآن وحفظت شيئا كثيرا من فقه ابي حنيفة وتفقهت على والدها واعتنى بها ابوها واسمعها من اسمٰعيل بن الروحي وغيره ماتت في شوال سنة ست وثلثين وسبع مائة[3]

---

[1] انہیں مشائخ کی ایک جماعت کے ہاں حاضری اور اجازت کا شرف حاصل تھا. علمی نکات تحریر کر کے محفوظ کر لیا کرتیں، بڑی زاہدہ عابدہ تھیں، امام ذہبی کو بھی ان سے سماع حدیث حاصل تھا۔

[2] جیسا کہ مرآۃ میں ہے۔

[3] مسلمانوں کے مفتی علامہ عماد الدین محمد بن عبد الکریم بن عثمان المعروف بابن السماع (جن کا ذکر پہلے گزر چکا) کی صاحبزادی ست الوزراء کی ولادت ۶۵۹ھ میں واقعہ عین جالوت کے بعد ہوئی، انہوں نے لکھنا سیکھا، قرآن پاک پڑھا، اپنے والد سے فقہ حاصل کی اور فقہ حنفی سے بہت کچھ یاد کیا، ان کے والد نے ان کی تعلیم کا بڑا اہتمام کیا اور انہیں اسمٰعیل بن روحی وغیرہ سے سماع حدیث کرایا۔ یہ شوال ۷۳۶ھ میں فوت ہوئیں۔

Marfat.com

تو یہ آٹھویں صدی کی ہیں اور ان کے علاوہ بکثرت ایسی خواتین ہیں جو علم وفضل کے گھرانے میں پیدا ہوئیں اور تعلیمِ علم وفضل کے ساتھ تعلیم کتابت کے ساتھ بھی ممتاز تھیں۔

جب اہلِ اسلام میں علومِ شرعیہ رائج تھے تو بلادِ ماوراء النہر اور دوسرے بلاد میں جس علمی گھرانے سے فتویٰ نکلتا تو عموماً اِس فتوے پر صاحبِ خانہ عالم اور اس کی لڑکی اور بیوی یا بہن یا کسی اور محرم خاتون کے دستخط بھی ہوتے تھے۔

الجواہر المضیہ ج۲ ص ۲۷۷ میں ہے ،

قد بلغنا عن بلاد ماوراء النهر وغيرها من البلاد ان فى الغالب لا يخرج فتوىٰ من بيت الا وعليها خط صاحب البيت وابنته وامرأته او اخته۔

حالانکہ مؤلفِ جواہرِ مضیّہ کا وصال ۷۷۵ھ میں ہوا تو لا محالہ یہ خواتین اِس سے پہلے یا اس زمانے کی ہیں جو آٹھویں صدی ہے تو واضح ہوا کہ سلف صالحین میں کتابۃ النساء کا بکثرت رواج تھا جو علماء وصلحاء وفقہاء ومحدثین کا معمول تھا۔ اگر کوئی مانع صحیح حدیث ہوتی تو ان حضرات سے مخفی نہ رہتی، تو معلوم ہوا کہ وہ حدیث[1] جس کا حوالہ مانعین حضرات دیا کرتے ہیں، صحیح اور قابلِ استدلال نہیں بلکہ ائمہ ومشائخ کرام نے تصریح فرمائی کہ وہ حدیث صحیح نہیں، اس کے راویوں میں کذاب اور واضع راوی ہیں لہٰذا وہ حدیث موضوع ہے اور قابلِ عمل نہیں۔

اِس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ وہ حدیث حضرتِ اِبنِ عباس اور امّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے مروی ہے۔ حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی سند کا مدار جعفر بن نصر راوی پر ہے جو جھوٹی اور موضوع حدیثیں روایت کیا کرتا تھا۔

موضوعاتِ[2] ابنِ جوزی ج۲ ص ۲۶۸ اور اللآلی[3] المصنوعہ ج۲ ص ۱۶۸ میں ہے :

---

[1] لا تسكنوهن الغرف ولا تعلموهن الكتابة وعلموهن الغزل وسورة النور (مرتب)

" عورتوں کو بالاخانوں میں نہ ٹھہراؤ اور انہیں لکھنا نہ سکھاؤ بلکہ ان کو سوت کاتنے کا طریقہ اور سورۂ نور سکھاؤ۔"

[2] عبد الرحمٰن بن جوزی (م ۵۹۷ھ) مکتبہ سلفیہ ۱۳۸۶ھ

[3] امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) حسینیہ مصر

Marfat.com

والنظم لابن الجوزی ھٰذا حدیث لا یصح قال
ابن حبان جعفر بن نصر کان یحدث عن الثقات
بما لم یحدثوا بہ وقال ابن عدی یحدث عن
الثقات بالبواطیل ولہ احادیث موضوعۃ علیہم[1]

اور الفوائد المجموعہ[2] فی الاحادیث الموضوعہ ص ۱۲۷ میں قاضی شوکانی نے لکھا :

وفی اسنادہ جعفر بن نصر یحدث عن الثقات
بالبواطیل[3]

میزان[4] الاعتدال ج ۱ ص ۱۹۴ میں امام ذہبی نے فرمایا :

متہم بالکذب[5]

پھر صاحب الکامل سے نقل فرمایا :

حدث عن الثقات بالبواطیل[6]

بعد ازاں اس حدیثِ کتابت کے ساتھ دو اور حدیثیں ذکر کرنے کے بعد ص ۱۹۵ میں فرمایا :

وھٰذہ اباطیل[7]

---

[1] ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ ابن حبان نے فرمایا کہ جعفر بن نصر ثقہ لوگوں سے ایسی احادیث روایت کرتا تھا جو انہوں نے بیان نہیں کیں۔ ابن عدی نے فرمایا کہ وہ ثقہ لوگوں کی طرف منسوب کرکے باطل ومن گھڑت روایات نقل کیا کرتا اور اس طرح کی اس نے متعدد موضوع حدیثیں روایت کی ہیں۔

[2] محمد بن علی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) مطبوعہ مصر ۱۳۸۰ھ

[3] اس حدیث کی اسناد میں جعفر بن نصر ہے جو باطل چیزیں ثقہ لوگوں کی طرف منسوب کرکے روایت کیا کرتا۔

[4] شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد ذہبی (م ۷۴۸ھ) السعادہ مصر ۱۳۲۵ھ۔

[5] اس پر جھوٹے ہونے کی تہمت ہے۔

[6] ثقہ لوگوں سے باطل چیزیں روایت کرتا تھا۔

[7] اور یہ سب جھوٹی روایتیں ہیں۔

Marfat.com

اور لسان[1] المیزان ج ۲ ص ۱۳۱ میں حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے بھی یہی تصریحات فرمائیں۔

اور حضرتِ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی حدیث کی دو سندیں ہیں، ایک میں محمد بن ابراہیم شامی ہے جس کے متعلق علماء نے فرمایا کہ وہ منکر الحدیث ہے، کذّاب ہے، مَن گھڑت حدیثیں بنا لیا کرتا تھا اور متروک ہے۔

موضوعاتِ ابنِ جوزی ج ۲ ص ۲۶۹، اللآلی المصنوعہ ج ۲ ص ۱۶۸، میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۱، تہذیب[2] التہذیب ج ۹ ص ۱۴ میں ہے:

و النظم منہ قال ابن حبان یضع الحدیث[3]

نیز تہذیب التہذیب اور میزان الاعتدال میں ہے:

قال ابن عدی منکر الحدیث و عامۃ احادیثہ غیر محفوظۃ[4]

نیز تہذیب التہذیب میں ہے:

و قال الحاکم والنقاش روی احادیث موضوعۃ[5]

اور میزان الاعتدال میں ہے:

و قال الدارقطنی کذاب[6]

پھر اس کی باطل حدیثوں میں اس حدیث کو بھی ذکر کیا لہٰذا یہ حدیث قابلِ اعتبار نہیں، ابنِ جوزی اور سیوطی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کے متعلق فرمایا:

و ھٰذا بھٰذا الاسناد منکر کما ذکرہ السیوطی

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) دائرۃ المعارف ۱۳۲۹ھ

[2] ایضاً دائرۃ المعارف ۱۳۲۵ھ

[3] ابن حبان نے فرمایا کہ محمد بن ابراہیم شامی من گھڑت حدیثیں بنا لیا کرتا تھا۔

[4] ابن عدی نے فرمایا کہ وہ (محمد بن ابراہیم شامی) منکر الحدیث ہے جس کی اکثر حدیثیں غیر محفوظ ہیں۔

[5] امام حاکم اور نقاش نے فرمایا کہ اس نے موضوع حدیثیں روایت کی ہیں۔

[6] امام دارقطنی نے فرمایا کہ وہ کذاب ہے۔

Marfat.com

فی اللآلی[1]

اور دوسری سند سے حاکم نے مستدرک ج ۲ ص ۳۹۶ میں روایت فرمانے کے بعد فرمایا :

ھٰذا حدیث صحیح الاسناد[2]

مگر اس کے ذیل میں علامہ ذہبی علیہ الرحمہ نے تلخیص[3] المستدرک میں فرمایا :

قلت بل موضوع وآفتہ عبد الوھاب قال ابوحاتم کذاب[4]

میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۶۰ میں ہے :

کذبہ ابوحاتم و قال النسائی وغیرہ متروک وقال الدارقطنی منکر الحدیث[5]

تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۴۴۷ میں ہے :

قال ابوداؤد کان یضع الحدیث قد رأیتہ وقال النسائی لیس بثقۃ متروک و قال العقیلی و الدارقطنی والبیہقی متروک وقال صالح بن محمد الحافظ منکر الحدیث عامۃ حدیثہ کذب[6]

---

[1] اور یہ حدیث باین اسناد منکر ہے جیسا کہ سیوطی نے اللآلی المصنوعۃ میں اس کو ذکر کیا ہے۔

[2] یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

[3] ابوعبداللہ محمد بن احمد ذہبی (م ۷۴۸ھ) دائرۃ المعارف حیدر آباد ۱۳۳۴ھ

[4] (ذہبی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں بلکہ یہ موضوع حدیث ہے کیونکہ اس میں ایک راوی عبدالوہاب ہے جس کے بارے میں ابوحاتم نے فرمایا کہ وہ نہایت ہی جھوٹا ہے۔

[5] ابوحاتم نے اس (عبدالوہاب) کی تکذیب کی ہے امام نسائی وغیرہ نے فرمایا کہ وہ متروک ہے اور دارقطنی فرماتے ہیں کہ وہ منکر الحدیث ہے۔

[6] امام ابوداؤد نے فرمایا کہ میں نے عبدالوہاب کو دیکھا ہے وہ حدیثیں گھڑا کرتا تھا، امام نسائی نے فرمایا کہ وہ ثقہ نہیں بلکہ متروک ہے عقیلی دارقطنی اور بیہقی نے فرمایا کہ وہ متروک ہے اور حافظ حدیث صالح بن محمد نے فرمایا کہ وہ منکر الحدیث ہے بالعموم اس کی روایت کردہ حدیثیں جھوٹی ہیں۔

Marfat.com

نیز اسی میں ہے :

و حدث باحادیث کثیرة موضوعة [1]

اللآلی المصنوعة میں ہے :

قال الحافظ ابن حجر فی الاطراف[س] بعد ذکر قول

الحاکم صحیح الاسناد بل عبد الوهاب متروک [2]

لہٰذا یہ حدیث صحیح نہیں اور غیر معتبر ہے۔

موضوعاتِ[3] شوکانی میں ہے :

و تعقبه ابن حجر فی اطراف فقال ان فی اسناد

الحاکم عبد الوهاب بن الضحاک و هو متروک [4]

الحاصل حضرتِ ام المؤمنین سے مروی حدیث کی دو سندیں ہیں اور دونوں میں ایک ایک راوی غیر معتبر ہے لہٰذا یہ حدیث موضوع اور متروک و غیر معتبر ہے۔

علامہ طاہر[5] تذکرة[6] الموضوعات ص ۱۲۹ میں فرماتے ہیں :

فیه واضع و متروک [7]

---

[1] اس نے بہت ساری موضوع حدیثیں بیان کیں۔

[2] حافظ ابنِ حجر نے اپنی کتاب 'الاطراف' میں حاکم کے اس قول کہ "یہ صحیح الاسناد ہے" کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا بلکہ عبدالوہاب متروک ہے۔

[3] الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة ، محمد بن علی شوکانی۔

[4] ابنِ حجر نے اپنی کتاب 'اطراف' میں اِس پر تعاقب کیا اور فرمایا کہ حاکم کی اسناد میں عبدالوہاب بن ضحاک ہے حالانکہ وہ متروک ہے۔

[5] شیخ محمد بن طاہر بن علی ہندی الفتنی (م ۹۸۶ھ)

[6] مطبوعہ الطباعة المنیریة ، ۱۳۴۳ھ

[7] اِس کا راوی حدیثیں گھڑنے والا اور متروک ہے۔

[س] هو لابن حجر العسقلانی کما فی کشف الظنون ج۱ ص ۱۱۷ ۱۲ منه

(ترجمہ عبارتِ بالا) : یہ "اطراف" ابنِ حجر عسقلانی کی تصنیف ہے جیسا کہ کشف الظنون ج۱ کے ص ۱۱۷ پر ہے۔ (مرتب)

Marfat.com

اور یونہی حضرتِ ابنِ عباس سے مروی بھی موضوع و متروک ہے کما مر[1] اور کسی اور صحیح سند کے ساتھ ثابت ہونے کا کسی نے دعویٰ نہیں کیا تو یہ قابلِ عمل نہیں لہٰذا زمانۂ سلف صالحین سے آج تک یہ تعلیم و کتابت رائج چلے آرہے ہیں اور متعامل ہیں حالانکہ عرف و تعامل بھی دلائل شرعیہ سے ہیں، قرآنِ کریم میں ہے :

و أمر بالعرف[2]

اور علمائے کرام یہ بھی فرماتے ہیں کہ :

العمل اثبت من الحديث[3]

پھر یہ بھی مسلّم ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے تو اور کوئی دلیل نہ ہوتی جب بھی جواز ہی مفتیٰ بہ ہوتا چہ جائیکہ قرآنِ کریم اور صحیح حدیث اور کتبِ فقہیّہ سے روزِ روشن کی طرح اِس کا جواز ثابت ہے تو اِس حدیث سے، جسے موضوع و متروک اور غیر صحیح کہا گیا ہے، یہ جواز ہرگز ہرگز نہیں اٹھ سکتا تو واضح ہوا کہ بعض حضرات نے جن احتمالات کا ذکر کیا ہے ان کی قطعاً ضرورت نہیں بلکہ محض مضمحل اور قابلِ التفات نہیں کیونکہ احتمالات یا توفیق و تطبیق کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب دونوں طرف صحیح دلائل ہوں وھذا ظاھر جدا[4]

پھر اِن احتمالات کو ذرا نظرِ غائر سے دیکھا جائے تو اِن میں کوئی وزن ہی نہیں، مثلاً اشعۃ اللمعات[5] ج ۳ ص ۶۱۳ میں ہے :

" ایں مگر پیش از نہی باشد "

یعنی یہ حدیث جواز کی شاید نہی سے پہلے ہو۔

---

[1] جیسا کہ گذر چکا ہے۔

[2] الاعراف : آیت : ۱۹۹

[3] تعامل عام حدیث سے زیادہ ثابت ہوتا ہے۔

[4] اور یہ خوب ظاہر ہے۔

[5] شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) نول کشور لکھنؤ ۱۳۵۴ھ

Marfat.com

یہ احتمال بے جا ہے، اگر یوں ہوتا تو علماء وصلحاء میں کیوں رائج چلا آتا اور قرآن کریم میں انسان پر انعام کیوں قرار دیا جاتا؟

اور ایک احتمال یہ ذکر کیا گیا ہے کہ یہ حضرات امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا خاصہ ہے اور انہیں جائز ہے اور باقی خواتین کے لئے جائز نہیں۔ اشعۃ اللمعات اور مرقاۃ میں ہے:

و النظم منها قال بعضهم خصصت به حفصة لان نساءه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خصصن باشیاء الخ [1]

حالانکہ دلیل کے بغیر خصوصیت ثابت نہیں ہوسکتی۔

فتح الباری [2] ج ۱ ص ۲۱۸ میں ہے:

ان الخصوصیۃ لا تثبت الا بدلیل [3]

اور احتیاط وستر میں امہات المومنین سب سے افضل واعلیٰ ہیں کما صرح بہ الائمۃ الکرام [4] اگر دیگر خواتین میں کتابت احتیاط وستر کے خلاف ہے تو ان میں بطریق اتم خلاف ہوتی۔ پھر ملا علی قاری کا یہ قول قلت یحتمل ان یکون جائزا للسلف دون الخلف لفساد النسوان فی ھٰذا الزمان [5] تو بالکل ہی سرسری ہے، کیا کسی حدیث میں اس طرف کوئی اشارہ بھی ہے، یہ ایک عجیب تطبیق ہے کہ اپنے طور پر تخصیص کرلی جائے۔

---

[1] مرقاۃ کی عبارت ہے: بعض علماء نے فرمایا کہ تعلیم کتابت کی اجازت حضرت حفصہ کے لئے مخصوص ہے کیونکہ کئی احکام صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے ساتھ مختص ہیں۔

[2] ابن حجر عسقلانی، مصر ۱۳۵۸ھ

[3] بے شک خصوصیت بلا دلیل ثابت نہیں ہوتی۔

[4] جیسا کہ ائمہ کرام نے صراحت فرمائی ہے۔

[5] میں کہتا ہوں کہ یہ احتمال بھی ہے کہ سلف (پہلے زمانے والوں) کے لئے جائز ہو اور خلف (بعد کے زمانے والوں) کے لئے موجودہ زمانہ میں فساد نسواں کی وجہ سے ناجائز ہو۔

Marfat.com

پھر فساد النسواں سے صرف تعلیمِ کتابت ہی کیوں ناجائز ہے بلکہ لباس و زیورات وغیرہ بھی علی الاطلاق ناجائز ہونے چاہئیں کیونکہ ان کو بھی بسا اوقات ناجائز کا ذریعہ بنایا جاتا ہے بلکہ برقع بھی عورتوں کے لئے جائز نہ ہوتا کیونکہ اِس کو بھی ناجائز آمد و رفت اور ناجائز ملاقاتوں کا ذریعہ بنایا جاتا ہے اور یونہی بکثرت ایسی چیزیں ہیں کہ ناجائز طور پر استعمال کی جارہی ہیں مگر جائز لباس اور زیورات کا استعمال جائز ہے اور برقع اوڑھنا بھی یقیناً جائز ہے جبکہ اس کو ناجائز طور پر استعمال نہ کیا جائے، تو ثابت ہوا کہ ناجائز استعمال ہی ناجائز ہے اور اصلِ کتابت اور تعلیمِ کتابت جائز ہے۔

پھر یہ بھی قابلِ غور ہے کہ ناجائز کتابت صرف عورتوں میں ہی نہیں بلکہ کئی مرد بھی ناجائز خط و کتابت کرتے ہیں بلکہ مکاتبہ ہوتا ہی طرفین سے ہے تو مردوں کے لئے بھی تعلیمِ کتابت ناجائز ہوتی کہ وہی علتِ فساد النسوان فی ھٰذا الزمان[1] مردوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ فساد الرجال فی ھٰذا الزمان[2] بڑا واضح امر ہے۔

رہا فتاوی حدیثیہ[3] ص ۶۲ میں حافظ ابنِ حجر کا کہنا:

ھو صحیح فقد روی الحاکم وصححہ والبیھقی[4]

تو اِس سے حدیث کی تصحیح نہیں ہوسکتی کیونکہ اس کی بنا تو حاکم و بیہقی استاد و شاگرد کی تصحیح پر ہے

---

[1] موجودہ زمانے میں عورتوں کا بگڑ جانا۔

[2] دورِ حاضر میں مردوں کا بگاڑ۔

[3] احمد بن محمد ابن حجر ہیتمی مکی (م ۹۷۳ھ) العامرہ قاہرہ ۱۳۵۳ھ

[4] یہ صحیح ہے کیونکہ اسے حاکم اور بیہقی نے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی ہے۔

نوٹ:-

رسالہ ہٰذا کی عربی عبارات کا ترجمہ مفتی محمد لطف اللہ نوری اشرفی مدرس دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور نے کیا ہے۔ (مرتب)

Marfat.com

جس کا رَد حضرتِ ابو الفضل ابنِ حجر عسقلانی، جو نہایت ہی بلند پایہ محدّث اور حافظ الحدیث ہیں اور امامِ ذہبی وغیرہ بہت پہلے فرما چکے ہیں اور فتاوٰے حدیثیہ والے ابنِ حجر ہیتمی مکّی ان سے متأخر ہیں، تو ان کے کہنے سے اِس حدیث کا راوی عبد الوہاب بن ضحاک معتبر و مقبول نہیں بن سکتا۔

تنبیہ

اجازت صرف کتابت اور تعلیمِ کتابت کی ہے، کالج وغیرہ کا داخلہ اور بے پردگی یا ناجائز خط و کتابت تو ناجائز ہی ہے۔

تنبیہ

اگر تعلیمِ کتابت ناجائز ہو تو کتابت بھی ناجائز ہو گی کیونکہ تعلیمِ کتابت کے عدمِ جواز کی دلیل تو صرف یہ بیان کی جاتی ہے کہ تعلّم کے بعد ناجائز خط و کتابت کا خطرہ ہے تو اصل ممنوع ناجائز خط و کتابت بنے۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

رجب المرجب ۱۳۹۲ھ

اگست ۱۹۷۲ء

Marfat.com

الاستفتاء

بحضور حجۃ الاسلام ملاذ العلماء، افتخار الاولیاء حضرت فقیہ اعظم مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی دامت برکاتہم العالیہ:

بانی و شیخ الحدیث دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاجِ اقدس بعافیت مطلوب۔

المرام آنکہ پاکستان و ہندوستان کی موجودہ جنگ اور ہنگامی حالات کے باعث دورانِ جنگ میں زخمی ہونے والے مجاہدین کے لئے آجکل خون کے عطیات پیش کئے جا رہے ہیں اور بظاہر اس کی ضرورت بھی بہت ہے تو حضور سے التماس ہے کہ آیا شرعاً یہ عطیات جائز ہیں اور ایسی ضرورت کے وقت اِنتفاع بالدّم جائز ہوگا یا ممنوع و حرام؟ مدلّل و مبرہن فتوےٰ مطلوب ہے۔

امید کہ حضور ضرور کرم فرمائیں گے اور جلد جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔

بَیِّنُوا تُوجَرُوا

السائل:

علی محمد نوری خطیب جامع مسجد غلہ منڈی وہاڑی

حسبِ فرمائش حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب، آلو مہار

۱۹۔۱۰۔۶۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ایسی ضرورتِ شدیدہ کے وقت کہ زخمی مجاہد کی زندگی خطرہ میں ہو اور کوئی نافع دوائی خون کے بغیر نہ ملے تو استعمالِ خون بقدرِ ضرورت شرعاً جائز ہوگا۔

Marfat.com

قرآنِ کریم میں حرمتِ خون کا بیان چار آیتوں میں ہے[1]: پ۲ ع ۵ اور پ۶ ع ۵، پ۸ ع ۵، پ۱۴ ع ۲۱ اور ہر ایک آیت میں ضرورتِ شدیدہ کے وقت صاف صاف اجازت ہے۔ پہلی آیت پاک یہ ہے:

---

[1] اِن آیات کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

(۱) پ۲ ع ۵، سورۃ البقرہ: ۱۷۳، یہ آیتِ مبارکہ مع ترجمہ متن میں مذکور ہے۔

(۲) حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ ط الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ط فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (المائدہ ۵: ۳)

ترجمہ: "حرام کئے گئے ہیں تم پر مردار، خون، سؤر کا گوشت اور جس پر ذبح کے وقت غیرِ خدا کا نام پکارا جائے اور جو گلا گھونٹنے سے مرا ہو اور (لکڑی وغیرہ کی) چوٹ سے مرا ہوا، اوپر سے نیچے گر کر مرا ہوا، سینگ لگنے سے مرا اور جسے کھایا کسی درندے نے مگر جسے تم نے (اللہ کے نام پر) ذبح کر لیا اور جو باطل معبودوں کے نشان پر ذبح کیا گیا ہو اور (حرام کیا گیا ہے) کہ تم تقسیم کرو جوئے کے تیروں سے، یہ سب کام گناہ ہیں، آج مایوس ہو گئے ہیں جنہوں نے کفر اختیار کیا تھا تمہارے دین سے سو نہ ڈرو تم ان سے اور ڈرو مجھ سے آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا تو جو بھوک پیاس کی شدت میں ناچار ہو یوں کہ گناہ کی طرف نہ جھکے تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

(۳) قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (الانعام: ۱۴۵)

ترجمہ: "تم فرماؤ میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام مگر یہ کہ مُردار ہو یا رگوں کا بہتا خون یا خنزیر کا گوشت، وہ نجاست ہے یا نافرمانی کے لئے جس جانور کے ذبح میں غیرِ خدا کا نام پکارا گیا تو جو ناچار ہوا نہ یوں کہ خود خواہش کرے اور نہ یوں کہ ضرورت سے بڑھے تو بے شک آپ کا رب بخشنے والا مہربان ہے۔"

(۴) إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (النحل ۱۱۵)

ترجمہ: "تم پر تو یہی حرام کیا ہے مردار اور خون اور سؤر کا گوشت اور وہ جس کے ذبح کرتے وقت غیرِ خدا کا نام پکارا گیا پھر جو لاچار ہو نہ خواہش کرتا اور نہ حد سے بڑھتا تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

Marfat.com

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ
وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ
فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

ترجمہ: " اس نے یہی تم پر حرام کئے ہیں مُردار اور خون اور سُور کا گوشت اور وہ جانور جو غیرِ خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا تو جو ناچار ہو، نہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

اور یونہی دوسری آیتوں میں بھی ناچاری کی حالت میں اجازت ہے۔

تفسیر مظہری[1] ج ۱ ص ۱۷۱ میں ہے:

سواء کان الاضطرار لاجل المخمصۃ او للاکراہ او غیر ذٰلک حل لہ اکلھا بالاجماع[2]

مذہبِ مہذّبِ حنفیہ میں بھی اس کی تصریح ہے۔

ہدایہ[3] ج ۳ ص ۳۳۲، نور الانوار[4] ص ۱۷۲، تنقیح[5] توضیح[6] تلویح[7] ص ۶۱۵ میں ہے:

و النظم من الھدایۃ تناول ھٰذہ المحرمات انما یباح عند الضرورۃ[8]

---

[1] قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ) مطبوعہ فاروقی دہلی۔

[2] مجبوری و ناچاری بھوک یا جبر کی وجہ سے ہو یا کسی اور سبب سے مجبور و ناچار شخص کے لئے حرام چیز کا کھالینا بالاجماع حلال ہے۔

[3] شیخ الاسلام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر المرغینانی (م ۵۹۳ھ) مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱۳۵۸ھ

[4] شیخ احمد ملاجیون (م ۱۱۳۰ھ) ایچ ایم سعید کمپنی ۱۳۷۹ھ

[5] عبیداللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ (م ۷۴۷ھ) تنقیح الاصول مطبوعہ قصہ خوانی پشاور

[6] عبیداللہ بن مسعود التوضیح فی حل غوامض التنقیح قصہ خوانی پشاور

[7] سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی (م ۷۹۲ھ) التلویح الی کشف حقائق التنقیح طبع پشاور

[8] ہدایہ میں ہے: ان حرام اشیاء کا تناول بوقتِ ضرورت مباح ہے۔

Marfat.com

نیز فقہائے کرام نے ضرورتِ شدیدہ کے وقت بالخصوص انسانی اجزاء سے انتفاع کی تصریح بھی کی ہے۔ ہدایہ ج ۲ ص ۳۲۱، فتح القدیر[1] ج ۳ ص ۳۱۰ میں ہے:

واللفظ لہ انہ جزء الآدمی فلا یباح الانتفاع بہ الا للضرورۃ[2]

اور اسی بناء پر چھوٹے بچے کو انسانی دودھ (جو انسانی جزء ہے) پلایا جاتا ہے اور یونہی دوائی کے طور پر بھی استعمال کی اجازت دی گئی ہے۔ فتح القدیر ج ۳ ص ۳۱۰ میں ہے:

وقیل یجوز اذا علم انہ یزول بہ الرمد ولا یخفی ان حقیقۃ العلم متعذرۃ فالمراد اذا غلب علی الظن[3]

فتاوٰی[4] عالمگیری ج ۴ ص ۱۱۲ میں ہے:

لا بأس بان یسعط الرجل بلبن المرأۃ و یشربہ للدواء[5]

بلکہ فقہائے کرام نے خون کے متعلق بھی تصریح فرمائی کہ بیمار بطور علاج استعمال کر سکتا ہے۔ شامی[6] ج ۵ ص ۳۴۲، حموی[7] علی الاشباہ ص ۱۰۸، فتاوٰی عالمگیر ج ۴ ص ۱۱۲ میں بالفاظِ متقاربہ ہے:

یجوز للعلیل شرب الدم و البول و اکل المیتۃ للتداوی اذا اخبرہ طبیب مسلم ان شفاءہ فیہ و لم یجد من المباح

---

[1] کمال الدین محمد بن عبد الحمید المحقق ابن ہمام (م ۸۶۱ھ) مطبوعہ میمنہ مصر ۱۳۰۷ھ

[2] فتح القدیر کی عبارت یہ ہے: بلاشبہ عورت کا دودھ جزءِ انسانی ہے جس سے سوائے ضرورتِ شدیدہ کے نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

[3] کہا گیا ہے کہ جب یہ علم ہو کہ عورت کے دودھ سے آنکھ کا آشوب زائل ہو جائے گا تو اس کا استعمال جائز ہے اور یہ بات مخفی نہیں کہ حقیقتِ علم تقریباً محال ہے تو (یہاں علم سے) ظنِ غالب مراد لیا جائے گا۔

[4] ملا نظام الدین برہانپوری (م ۱۱۰۹ھ) مجیدی کانپور ۱۳۵۰ھ

[5] مرد اگر عورت کا دودھ بطور دوا ناک میں ڈال لے یا پی لے تو کوئی حرج نہیں۔

[6] سید محمد امین ابن عابدین شامی (م ۱۲۵۲ھ)، رد المحتار، دار السعادہ مصر ۱۳۲۴ھ [7] شہاب الدین سید احمد بن محمد حموی مصری (م ۱۰۹۸ھ) غمز العیون، نولکشور لکھنؤ ۱۹۱۵ء

Marfat.com

ما يقوم مقامه [1]

اور یونہی بکثرت جزئیاتِ فقہیہ صراحۃً جواز پر دلالت کرتے ہیں۔

رہا یہ شبہہ کہ انسانی خون کے استعمال میں انسان کی اہانت (بے ادبی) ہے تو یہ شبہہ قرآن کریم کی چار آیتوں کی اجازت اور فقہائے کرام کی تصریحات کے سامنے محض بے جا ہے پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو انسانیت کی بھی جان ہیں، ان کا خون مبارک جو پچھنے والی سینگی لگانے کے وقت خارج ہوا صحابہ کرام کی ایک جماعت (جن میں حضرتِ مولیٰ علی اور حضرتِ عبداللہ بن زبیر اور ابوطیبہ وغیرہم، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں) نے بطورِ تبرک نوش کیا اور آپ نے منع نہ فرمایا۔[2] عینی شرح بخاری ج ۱ ص ۷۷۸ میں ہے:

ان جماعة شربوا دم النبی علیه الصلوٰة السلام منهم ابوطيبة الحجام وغلام من قريش حجم النبی علیه الصلوٰة و السلام وعبد الله بن الزبير شرب دم النبی علیه الصلوٰة والسلام رواه البزار والطبرانی والحاكم والبيهقی وابونعيم فی الحلية ويروی عن علی رضی الله تعالیٰ عنه انه شرب دم النبی علیه الصلوٰة والسلام [3]

بیہقی[4] نے ج ۷، ص ۶۷ میں باب ترک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الانکار

---

[1] مریض کے لئے علاج کی غرض سے خون اور بول پینا اور مردار کھانا جائز ہے بشرطیکہ جب اسے کوئی مسلمان معالج (طبیب حاذق) بتائے کہ اس کی شفا اسی حرام چیز میں ہے اور اس کے قائم مقام کوئی حلال دوا میسر نہ آسکے۔

[2] بدر الدین محمود بن احمد عینی (م ۸۵۵ھ) عمدة القاری دار الطباعة عامرہ مصر ۱۳۰۸ھ

[3] بلاشبہہ صحابہ کی ایک جماعت نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خون مبارک بطور تبرک نوش کیا، ان میں ابوطیبہ حجام اور قریش کا ایک جوان جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سینگی لگائی، شامل ہیں نیز حضرت عبداللہ بن زبیر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خون مبارک نوش کیا۔ اسے بزار، طبرانی، حاکم اور بیہقی کے علاوہ ابونعیم نے بھی حلیۃ الاولیاء میں روایت کیا ہے مزید برآں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خون مبارک نوش کیا۔

[4] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی (م ۴۵۸ھ)۔ السنن الکبریٰ دائرۃ المعارف حیدرآباد ۱۳۴۴ھ

Marfat.com

علی من شرب بول ودمہ[1] میں مسند حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

اور جب سرکار کا خونِ مبارک بطورِ تبرک نوش کرنا جائز ہوا اور بے ادبی نہ بنا حالانکہ ان کی عزت سے بڑھ کر کسی کی عزت نہیں، تو مومن کی جان بچانے کے لئے عام انسان کا خون استعمال کرنا کیوں کر بے ادبی بن سکتا ہے بلکہ اس میں انسانیت کی عزت ہے کہ غازی کی زندگی کی حفاظت ہے۔

بہرحال روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ ایسے مریض کے لئے ایسی ضرورت کے وقت انسانی خون کا استعمال جائز ہے اور جب استعمالِ خون جائز ہے تو خون کے عطیات پیش کرنے بھی جائز ہوں گے کیونکہ پاک و ہند کی یہ جنگ یقیناً اسلام و کفر کی جنگ اور شرعی جہاد اور بہت بڑی نیکی ہے اور خونی عطیات اس جہاد میں خصوصی تعاون ہے اور قرآنِ کریم فرماتا ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى[2] پ۶ ع۵

"یعنی نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔"

نیز حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی متفق علیہ[3] حدیثِ پاک میں ہے:

المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضا ثم شبک بین اصابعہ (مشکوٰۃ[4] شریف ص ۴۲۲)

"یعنی ایک مومن دوسرے مومن کے لئے مکان کی طرح ہے کہ مکان کا بعض دوسرے بعض کو مضبوط کرتا ہے، پھر انگشتانِ مبارک ایک دوسری میں داخل فرمادیں۔"

اور جبکہ خون دینا بھی اپنے مومن بھائی کو مضبوط کرنا ہے تو اس حدیثِ پاک کے لحاظ سے بھی جائز ہوگا۔

---

[1] باب اس بارے میں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیشاب اور خون پینے والوں کو اس بات سے منع نہ فرمایا۔

[2] المائدہ : ۲

[3] ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری ۲۵۶ھ : صحیح بخاری ، اصح المطابع، دہلی ج۱ ص ۳۳۱

ابوالحسین مسلم بن الحجاج قشیری (م ۲۶۱ھ) صحیح مسلم ج۲ ص ۳۲۱

[4] ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ خطیب بغدادی (م ۷۴۰ھ) مشکوٰۃ شریف اصح المطابع

مترجم عربی عبارات فتویٰ ہذا! مولانا محمد لطف اللہ نوری

Marfat.com

پھر جب آدمی اپنی جسمانی مرض وغیرہ ضرورت کے لئے فصد وغیرہ کے ذریعہ خون نکال سکتا ہے تو روحانی و ایمانی، ملّی اور ملکی ضرورت کے پیشِ نظر کیوں نہیں نکال سکتا تو واضح ہوا کہ عطیاتِ خون کا پیش کرنا بھی جائز ہے اور تعاون علی الجہاد ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ سیدنا محمد وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ و بارک وسلم۔

تنبیہ: یہ فتوٰے بطورِ رائے ہے اور کوئی حتمی فیصلہ یا قطعی فتوٰے نہیں ۱۲منہ

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی غفرلہٗ

خادم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور ضلع ساہیوال

۲۵رجمادی الاخریٰ ۱۳۸۵ھ

۲۰راکتوبر ۱۹۶۵ء

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگریزی ادویات جن میں الکحل کی آمیزش ہوتی ہے اور ہومیوپیتھی ادویات جن میں عموماً الکحل کی آمیزش ہوتی ہے، خواہ ادویات تر ہوں یا خشک، اُن کا استعمال شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

مندرجہ ذیل صورتوں کے جوابات بھی عنایت فرمائیں،

ہومیوپیتھی بعض ڈاکٹروں کا قول ہے کہ جس الکحل سے ادویات تیار ہوتی ہیں، یہ جَو یا گنے سے منتی ہے، وبرصدقِ قولِ الشیاں ایسی ادویات کا استعمال

Marfat.com

جائز ہونا چاہیے کیونکہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مسلک پر یہ حرام نہیں، عالمگیری میں ہے واما الاشربۃ المتخذۃ من الشعیر او الذرۃ او التفاح او العسل اذا اشتد وھو مطبوخ فانہ یجوز شربہ مادون السکر عند ابی حنیفۃ و ابی یوسف رحمھما اللہ وعند محمد رحمہ اللہ تعالیٰ حرام شربہ اور بہارِ شریعت میں ہے "شہد، انجیر، گیہوں، جو وغیرہ کی شرابیں بھی حرام ہیں، مثلاً یہاں ہندوستان میں مہوے کی شراب بنتی ہے، جب ان میں نشہ ہو، حرام ہیں" اور در مختار میں ہے والثالث نبیذ العسل والتین والبر والشعیر والذرۃ یحل سواء طبخ او لا بلا لھو وطرب اور ظاہر کہ ادویات میں اس کا استعمال نہ تو لہو وطرب کے لئے ہے اور نہ ہی اس حالت میں یہ مُسکِر ہوتی ہے، ہاں جب اس کو کوئی بطور لہو وطرب پیئے گا تو سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ کی بنا پر حرام ہونگی جیسا کہ عالمگیری میں ہے الفتوی فی زماننا بقول محمد یحد من سکر من الاشربۃ المتخذۃ من الحبوب والعسل واللبن والتین لان الفساق یجتمعون علی ھذہ الاشربۃ فی زماننا ویقصدون السکر واللھو بشربھا کذا فی التبیین۔

۲۔ دورِ حاضرہ میں ایسی ادویہ عوام وخواص استعمال کر رہے ہیں حتیٰ کہ علماءِ کرام اور مفتیانِ فخام میں سے شاید ہی کوئی ہوگا جو اس ابتلاء میں مبتلا نہ ہو تو کیا یہ عمومِ بلویٰ نہیں؟ اگر کہا جائے کہ یہ عمومِ بلویٰ نہیں تو کیوں؟ اور اگر تسلیم کرلیا جائے کہ یہ عمومِ بلویٰ میں داخل ہے تو شرعاً اس کی اجازت ہونی چاہیے کیونکہ عمومِ بلویٰ میں تو ایسی چیزیں جن کی حرمت اور نجاست اختلافی ہو ان کے جواز کا قول ہوتا ہے،

Marfat.com

کما لا یخفی علیٰ من لہ ادنیٰ ممارستہ بالفقہ اور مسئلہ مذکورہ میں تو امام الائمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور قاضی القضاۃ سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کا قول حلّت کا ہے۔

۳۔ انگریزی ادویہ میں عموماً اور ہومیوپیتھی میں خصوصاً اس کی آمیزش ایسی ہوتی ہے کہ کالعدم ہوجاتی ہے تو کیا یہ استحالہ نوعی نہ ہوگا اور اس ضمن میں نہ آئے گا کہ نمک کی کان میں گدھا مر کر نمک ہوجاتے تو اس نمک کا کھانا جائز ہے بہرحال دلائلِ شرعیہ کی رو سے اگر جواز کی گنجائش نکل سکتی ہو تو علماء کرام اور مفتیانِ عظام کی خدمت میں استدعا ہے کہ امت پر شفقت فرماتے ہوئے یسروا ولا تعسروا

ف اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین فاضل بریلوی قدس سرہ نے حقہ کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے فرمایا بالجملہ عند التحقیق اس مسئلہ میں سوائے حکم اباحت کے کوئی راہ نہیں، خصوصاً ایسی حالت میں عجماً وعرباً وشرقاً وغرباً عام مومنین بلاد وبقاع تمام دنیا کو اس سے ابتلاء ہے تو عدمِ جواز کا حکم دنیا عام امتِ مرحومہ کو (معاذ اللہ) فاسق بناتا ہے جسے ملتِ حنفیہ سمحہ سہلہ غراء بیضاء ہرگز گوارا نہیں کرتی، اس طرف علامہ جزری نے اپنے اس قول میں ارشاد فرمایا کہ فی الافتاء بحلہ دفع الحرج عن المسلمین نیز فرمایا زنگت کی پڑیا سے ورع کے لئے بچنا اولیٰ ہے پھر بھی اس سے نماز نہ ہونے پر فتویٰ دینا آجکل سخت حرج کا باعث ہے، پھر بھی و الحرج مدفوع بالنص وعموم البلویٰ من موجبات التخفیف لاسیما فی مسائل الطہارۃ والنجاسۃ لہذا اس مسئلہ میں مذہب حضرت امام اعظم وامام ابی یوسف رضی اللہ عنہما سے عدول کی کوئی وجہ نہیں، ہمارے اماموں کے مذہب پر پڑیا کی زنگت سے نماز بلاشبہ جائز ہے فقیر اس زمانہ میں اسی پر فتویٰ دینا پسند کرتا ہے۔ (احکامِ شریعت)

Marfat.com

پر عمل کرتے ہوئے شرعی حکم سے مطلع فرمائیں یہ تو ظاہر کہ عوام وخواص ادویہ کے استعمال کو ترک نہیں کریں گے تو حرمت کا فتویٰ دیا جائے تو سب مجرم ہونگے اور شرعاً جواز کی صورت نکل سکے اور اس کے ماتحت جواز کا فتویٰ دیا جائے تو امت گناہ سے بچ جائے گی۔

محمد سعید، ناظم سنی رضوی تبلیغی جماعت، محمد پورہ، لائلپور

۶ ربیع الاخری ۱۳۸۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ہاں اس میں شک نہیں کہ انگریزی ادویہ کا استعمال شرقاً غرباً عرباً عجماً عام ہو چکا ہے اور یہ بھی متیقن ومتعین کہ تمام دواؤں میں عموماً شراب کی ملاوٹ نہیں ہوتی بلکہ صرف تر اور سیال دواؤں میں سے بعض میں ہوتی ہے اور وہ بھی یقین نہیں کہ انگوری ہوتی ہے، تو ان دنوں حالات غیر مسکر دواؤں کا استعمال جائز وحلال ہونا چاہیئے کہ ایک ایک دوائی کے متعلق شراب کی آمیزش یقینی نہیں ہے حالانکہ یہ امر محقق ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے و ذا ثابت کالشمس والامس من الآیات المتکاثرۃ والاحادیث المتوافرۃ ونصوص الائمۃ الکرام والمشائخ العظام علی کثرتھا بلکہ فتاویٰ امام قاضی خاں فقیہ النفس ص ۷۷۹ میں ہے لیس زماننا زمان الشبھات فعلی المسلم ان یتقی الحرام المعاین بلکہ فتاوی عالمگیری ج۴ ص ۱۰۵ میں ہے قال محمد وبہ ناخذ ما لم نعرف شیئاً حراما

Marfat.com

بعينه وهو قول ابی حنیفۃ واصحابہ کذا فی الظہیریۃ تو واضح ہوا کہ حرمت ونجاست عارضی ہیں لیکن ان کے ثبوت کے لئے ضروری ہے کہ خصوصی دلیل ہو اور محض شکوک وظنون سے ان کا اثبات ممکن نہیں اور یہ بھی واضح کہ احتیاط یہ نہیں کہ بے تحقیقِ بالغ وثبوتِ کامل کسی شئے کو حرام ومکروہ کہہ کر افترا کیا جائے اور بازاری افواہ بھی قابلِ اعتبار نہیں کہ احکامِ شرع کی مناط ومدار بن سکے نیز کسی شئے کا محل احتیاط سے دور یا کسی قوم کا بے احتیاط وشعور اور بے پرواۓ نجاست وحرمت سے مہجور ہونا اسے مستلزم نہیں کہ وہ شئے یا اس قوم کی استعمالی یا بنائی ہوئی اشیاء مطلقاً ناپاک یا حرام وممنوع قرار پائیں چنانچہ مسائل کثیرہ فقہیہ سے یہ چیز روز روشن کی طرح ثابت ہے مثلاً وہ کنوئیں جن سے کفار، فجار، جہال، گنوار، نادان بچے، بے تمیز عورتیں سب طرح کے لوگ پانی بھرتے ہیں، شرع مطہر ان کی طہارت کا حکم دیتی ہے، ان سے شرب ووضو روا فرماتی ہے اور یونہی گلی کوچوں میں پھرنے والے جوتوں سے کوئی جوتا کنوئیں سے نکلے اور اس پر کوئی نجاست ظاہر نہ ہو تو کنواں طاہر ہے اور اس قسم کے بکثرت اور مسائل ہیں جن کی فتاوٰی عالمگیری، بحر الرائق، شامی، قاضیخان وغیرہا کتبِ معتمدہ میں تصریح ہے اور فتاوٰی رضویہ شریفہ جلد ۲ میں نہایت تشریح ہے، سائل فاضل نے یہ درست فرمایا کہ انگریزی ادویہ میں عموم بلوٰی اور ابتلاء کا اعتبار ہونا چاہیئے اور ایسی صورت میں ضرورت کے لئے روایتِ ضعیفہ کا سہارا بھی لیا جاسکتا ہے چہ جائیکہ حضرت امامِ عالی مقامِ اول اور حضرتِ امام ثانی رضی اللہ تعالٰی عنہما کا مذہب شریف معاذ وملاذ بن جاتے حالانکہ ہمارے پیارے ارحم الراحمین رب تبارک وتعالٰی اور سراپائے رحم وکرم محبوبِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تیسیر پسند اور حرج د

Marfat.com

تعسیر مرفوع ہے، قرآنِ کریم کا ارشاد ہے یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (پ۲ ع ۷) نیز فرمایا وما جعل علیکم فی الدین من حرج (پ۱۷ ع ۱۷) الی غیر ذٰلک من الاٰیٰت والاحادیث الصحیحۃ الصریحۃ البتہ ایلو پیتھک ادویہ کی طرح ہومیو پیتھی ادویہ کا استعمال فقیر کی نظر میں حدِ ابتلاء تک نہیں پہنچ سکا تو ان میں اباحتِ اصلیہ اور عدمِ تیقن نجاست سے ہی جواز ثابت ہو سکتا ہے۔

رہی سائلِ فاضل کی تیسری دلیل استحالۂ نوعی والی، تو نظرِ حاضر اس کی تائید نہیں کر سکتی کیونکہ کتبِ فقہیہ کی تصریحات سے متبین ہے کہ انقلاب و استحالہ کی دو قسم ہیں، خلقی اور مصنوعی، خلقی انقلاب سے طہارت کا آجانا مسلّم ہے جیسے ناپاک پانی یا گوبر وغیرہ کی کھاد سے درخت اور پودے یا بیلیں پرورش پائیں تو پانی اور کھاد کے اجزاء یقیناً ان کے جزء بن کر منقلب و مستحیل ہو جاتے ہیں جیسے کہ نطفہ کا علقہ و مضغہ بن کر ذی روح بن جانا، تو ایسا انقلاب و استحالہ یقیناً مطہر ہے، تربوز، لیموں وغیرہ کے پانی اور گودے اور باقی سب پھل اور پھول غلے لکڑی وغیرہ پاک ہیں اگرچہ گندے نالوں کے پانی اور ٹٹیوں کی غلاظت سے ہی نشوونما پائی ہو اور یونہی سب جانور اصل میں پاک ہیں الا ما خصہ الدلیل من النجس العین اور اسی طرح بکری کا بچہ جو پلید دودھ سے پالا گیا یا مرغی کا غلیظ کھا کر پرورش پانا اسی خلقی انقلاب کی بنا پر بالاجماع حرام نہیں اور ہرن کے خون کا نافہ استحالۂ خلقیہ سے کستوری بن جانا بھی مطہر و محلل ہے اور اسی طرح حضرتِ امام مذہب امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک کانِ نمک میں خنزیر و حمار کا نمک بن جانا بھی خلقی انقلاب ہے اور پائخانہ وغیرہ نجس العین اشیاء کا آگ میں جل کر خاکستر ہو جانا بھی خلقی امر ہے اور مطہر ہے

Marfat.com

ولا يخفى ان الطهارة لا يستلزم الحل اور مصنوعی انقلاب واستحالہ یعنی انسان کا دو چار چیزوں کو ملا کر مرکب تیار کر لینا کہ ترکیب سے ہیئتِ سابقہ ضرور بدل جاتی ہے اور مفردات کے بعض اوصاف بھی برقرار نہیں رہتے، ایسے انقلاب سے پلید چیز کا پاک ہو جانا محلِ نظر ہے، مثلاً ایسا تریاق جو سانپ کے گوشت اور دیگر ادویہ کو ملا کر معجون کی صورت بنایا جاتا ہے یا پلید پانی یا شراب سے آٹا گوندھ کر روٹی پکائی گئی یا شوربا میں شراب ڈالی گئی تو یہ تریاق اور روٹی شوربا پلید ہیں اور ان کا استعمال حلال نہیں کما فی الھندیۃ ج۴ ص ۱۱۲، ج۴ ص ۱۳۹ وغیرھا من اسفار المذھب البتہ بعض مشائخ کرام نے بعض مرکبات کو اسی استحالہ کی بنا پر پاک فرمایا مگر عند التحقیق ان مرکبات کا حکم طہارت ضرورت و عمومِ بلویٰ پر ہی مبتنی ہے چنانچہ وہ صابون جو پلید تیل سے تیار کیا جائے بعض علماء نے فرمایا پاک ہے کہ اس میں انقلاب و استحالہ آگیا اور اس کو مسئلہ نمک پر قیاس فرمایا، فتح القدیر ج۱ ص ۱۷۶، کبیری ص ۱۸۶ بحرالرائق ج۱ ص ۲۲۷، شامی ج۱ ص ۲۹۱ میں ہے والنظم من الفتح وعلیٰ قول محمد فرعوا الحکم لطہارۃ صابون صنع من زیت نجس، تو یہ فرعوا جو قالوا کی طرح ہے[لله] بتا رہا ہے کہ حضرتِ ابنِ ہمام اور باقی حضرات مصنفین کبیری وغیرہ کو یہ تفریع پسند نہیں چنانچہ درالمختار اور شامی

[لله] کبیری ص ۲۰۴ میں ہے فی قولہ قالوا اشارۃ الیٰ عدم استحسانہ والیٰ انہ غیر مروی عن الائمۃ کما قلناہ فان ذلک ھو المتعارف فی عباراتھم، ص ۲۲۳ میں ہے بلفظ قالوا الدال علیٰ عدم الرضیٰ عقود الدریہ ج۲ ص ۳۶۷ میں ہے ان فی لفظ قالوا اشارۃ الیٰ ضعف ما قالوا ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

میں تصریح ہے کہ طہارتِ صابون کا حکم ضرورت و بلویٰ کے سبب ہے، شامی ج۱ص ۲۹۱ میں ہے و النظم من الدرس بہ یفتی للبلوٰی اور بعض حضرات نے اسی انقلاب کی بنا پر اس گارے کو پاک کہا جو پلید پانی اور پاک مٹی یا پاک پانی اور پلید مٹی سے تیار کیا گیا ہو، خلاصۃ الفتاوٰی ج۱ص ۴۶، فتح القدیر ج۱ص ۱۷۶ کبیری ص ۱۸۶ وغیرہا میں ہے والنظم منہما ایہما کان طاہرا فالطین طاہر بلکہ بعض نے اس کی نسبت بھی حضرت محررِ مذہب کی طرف کر دی حالانکہ یہ محض تفریع ہی ہے چنانچہ خلاصہ میں ابو النصر سے منقول ہے ھٰذا قول محمد حیث صار شیئا آخر، کبیری میں ہے قال البزازی ھو قول محمد اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ اگر انقلاب ہی علتِ طہارت ہے تو بعض اجزاء کا پاک ہونا بھی شرط نہیں ہوگا کیونکہ اگر یہ انقلاب معتبر ہے تو پاک اور پلید میں یکساں پایا جاتا ہے لہذا فتح القدیر میں پانی اور مٹی دونوں کے ناپاک ہونے کی صورت میں بھی بعض کے نزدیک گارے کا پاک ہونا ذکر فرمایا، فتح القدیر ج۱ص ۱۷۶ میں ہے و فرع بعضھم علیہ ان الماء والتراب النجسین اذا اختلطا وحصل الطین کان الطین طاہرا لانہ صار شیئا آخر مگر اس کی بنا بھی صابون کی طرح ضرورت و بلویٰ پر ہی ہے جیسے کہ اس گارے کو پاک کہا گیا جو گوبر ڈال کر بنایا گیا ہو فتح القدیر ج۱ص ۱۷۶، ۱۷۷، شامی ج۱ص ۲۲۴ میں ہے والنظم للشامی السرقین اذا جعل فی الطین للتطیین لا ینجس لان فیہ ضرورۃ الی اسقاط النجاسۃ لانہ لا یتہیا الا بہ حلیۃ تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ حکم طہارت اصالۃً ضرورت و بلویٰ پر ہی مبنی ہے حتیٰ کہ جن حضرات کی نظر میں اس میں ضرورت و بلویٰ نہیں ان کے نزدیک وہ گارا پاک بھی نہیں، کبیری ص ۱۸۶،

Marfat.com

شامی ص ۳۰۲، فتح القدیر ج۱ ص ۱۷۶ میں ہے والنظم للحلبی لان اختلاط النجس بالطاھر ینجسہ ھذا ھو الصحیح کما ذکرہ قاضیخان وھو اختیار الفقیہ ابی اللیث۔

بہرحال تحقیق یہ ہے کہ ایسا مرکب جس کے سب اجزاء یا بعض پلید ہوں وہ صرف اس مصنوعی ترکیب واستحالہ سے طاہر وحلال نہیں ہوسکتا ورنہ لازم کہ شراب سے گوندھے ہوئے آٹے کی روٹی یا وہ حلوہ کہ جس میں شراب کے چند قطرے یا خنزیر کی چربی ڈال کر بنایا گیا یا ناپاک کنوئیں سے پانی لے کر پلاؤ پکایا گیا الیٰ غیر ذلک من الاشیاء الخارجۃ عن الحصر والاحصاء سب طاہر وحلال بن جائیں کیونکہ ان میں مصنوعی انقلاب واستحالہ پایا گیا ہے کہ اس ترکیب کی وجہ سے تغیر پایا گیا اور مرکب دوسری نئی چیز بن گیا اور بعض وصفیں ضرور منعدم ہوگئیں اور بعض نئے فوائد وخواص بھی پیدا ہوگئے حالانکہ ان چیزوں کو فقہائے کرام نے استحالہ کا سبب فرمایا ہے، بدائع صنائع ج۱ ص ۸۵ میں ہے ان النجاسۃ لما استحالت وتبدلت اوصافہا ومعانیہا خرجت عن کونہا نجاسۃ، فتح القدیر ج۱ ص ۱۷۶، بحر الرائق ج۱ ص ۲۲۷، شامی ج۱ ص ۳۰۲ میں ہے والنظم منہ وکثیر من المشائخ اختارہ وھو المختار لان الشرع رتب وصف النجاسۃ علی تلک الحقیقۃ وتنتفی الحقیقۃ بانتفاء بعض اجزاء مفہومہا (الی ان قال) فعرفنا ان استحالۃ العین تستتبع زوال الوصف المرتب علیہا، خلاصۃ الفتاویٰ ج۱ ص ۴۶، فتح القدیر ج۱ ص ۱۷۶، کبیری ص ۱۸۶ میں ہے لصیرورتہ شیئا اٰخر، شامی ج۱ ص ۲۹۱ میں ہے ان العلۃ عند محمد ھی التغیر

Marfat.com

والانقلاب الحقيقة۔

ردالمحتار شامی کا جاص ۲۹۱ میں فرمانا فیہ تغیر وصف فقط اور البحر الرائق انقلاب وصف فرما کر یہ تاثر دیا کہ صرف انقلاب وصف سے استحالہ ثابت نہیں ہوتا تو یہ مفردات کی انفرادی صورتوں کے متعلق فرمایا ہے مرکبات کے متعلق نہیں ورنہ سابقہ تصریحات کے مقابلہ میں اس قد یقال کے مقول کا کیا اعتبار بہرحال اشیاء مذکورہ میں یہ مصنوعی انقلاب و استحالہ پایا جاتا ہے مگر پھر بھی وہ ناپاک ہیں اور حلال نہیں لہذا کبیری ص ۱۸۶ اور طحطاوی علی الدر جاص ۱۶۸ میں اس کا ردّ بلیغ فرمایا والنظم للطحطاوی وتوجیہ الخلاصۃ الطہارۃ بانہ بالترکیب صار شیئاً اخر لا یظہر اذ یقتضی ان الاطعمۃ اذا کان ماؤھا نجسا ودھنھا ونحو ذلک ان یکون الطعام طاہرا لصیرورتہ شیئاً اخر وعلی ھذا سائر المرکبات اذا کان بعض مفرداتھا نجسا ولا یخفی فسادہ۔ فتح القدیر جاص ۱۷۶ میں فرمایا وھذا بعید تو مادہ نیم مادہ مہر نیمروز کی طرح واضح ہوا کہ انگریزی مرکبات اس مصنوعی انقلاب و استحالہ اور صیرورتہا شیئاً اخر کی بناء پر جبکہ ان کے بعض اجزاء ناپاک ہوں ہرگز ہرگز نہیں پاک ہو سکتے اور یہ بھی واضح ہوا کہ ان کو حمارِ نمک پر قیاس نہیں کر سکتے کیونکہ مرکبات کا انقلاب و استحالہ مصنوعی ہے اور حمارِ نمک میں خلقی اور اس کے علاوہ اور فارق بھی موجود ہیں، ان مرکبات کے اجزاء امتزاج پا کر ایک نئی صورت اختیار کرتے ہیں اور حمار نمک میں ممتزج نہیں ہوتا بلکہ اپنی شکل پر ممتاز بھی رہ سکتا ہے، نیز حمارِ نمک خالص نمک بن جاتا ہے اور شراب دوسری دوائی کے ساتھ مل کر وہ دوائی نہیں بن جاتی بلکہ ایک نیا مرکب بنتا ہے وذا اظہر من ان یظہر۔

Marfat.com

الحاصل وجہ سابق کی بنا پر ایسے انگریزی ادویہ جو مسکر نہ ہوں اور ان میں انگوری شراب کی ملاوٹ کا شرعی یقین کبھی نہ ہو وہ اندریں زمانہ مطلقاً جائز الاستعمال ہونے چاہیئے اور اگر مریض شرعی مضطر ہو تو شرائط معروفہ سے مضطر الیہ دوائی کا استعمال مطلقاً جائز ہے ولو خمرا خالصا کما فی اسفار المذهب المهذب۔

تنبیہ

ان امام اهل السنة والجماعة رضی الله تعالیٰ عنه قد صرح فی الفتاوی الرضوية ج ۲ ص ۱۳۶ بحرمة استعمال هٰذه الادوية اذا كانت رقيقة وقد رد التمسك بمذهب الامام الاول والثانی بان الفتویٰ علیٰ قول الثالث رضی الله تعالیٰ عنهما اجمعین ولٰكن قوله هٰذا كان فی سنة ۱۳۰۳ھ وقد تغيرت الاحوال فی هٰذه الاعوام السبع والثمانين ففی وقته كانت الاطباء اليونانية مثل اجمل خان وغيره كثيرا ولا نجد لهم فی هٰذا الزمان مثلا ولا نظيرا وايضا قد يتغير طرق تركيب الادوية كمًا وكيفًا واجزاء واحداثا واختراعا فلا نتيقن كما نتيقن به حسب زمانه وقد تحققت الضرورة والبلوىٰ وقد صرح المشائخ بتغير الاحكام بتغير الزمان والمكان نفی ثلاثين ج ۱ ص ۴۴ ان كثيرا من الاحكام التی نص عليها المجتهد صاحب المذهب بناء علیٰ ما كان من عرفه وزمانه قد تغيرت بتغير الازمان بسبب فساد اهل الزمان او عموم الضرورة وفی ج ۲ ص ۱۲۵ كثير من الاحكام تختلف باختلاف الزمان لتغير عرف

Marfat.com

اهله او لحدوث ضرورة او فساد اهل الزمان الخ

ثم ذكر امثلة تتضمن اختلاف زمان الامام الاول و زمان تلامیذه رضی اللہ تعالیٰ عنهم اجمعین وقد قال فوق ذلك والقول الضعيف يجوز العمل به عند الضرورة وفى ج ۲ ص ۱۲۰ ان تغيير ما اعتاده عامة اهل العصر فى عامة بلاد الاسلام لاحرج فوقه ولاشك انه فوق الحرج الذى عفى لاجله عن بعض النجاسات المنهية بالنص كطين الشارع الغالب عليه النجاسة وكبول السنور فى الثياب والبعر القليل فى الآبار والمحلب انتهى

وقد صرح المشائخ بهذا فى تاليفهم المباركة واوضحوا ايضاحا لايبقى شكا ولاامتراء وقد صرح به الفتاوی الرضوية[1] ايضا بمالامزيد عليه فقال فى ج ا ص ۳۸۵ بعد ذكر المغيرات الست فاذا كان فى مسئلة نص للامام ثم حدث احد تلك المغيرات علمنا قطعا ان لو حدث على عهده لكان قوله على مقتضاه لاعلى خلافه ورده (الى ان نقل عن العقود) فهذه كلها قد تغيرت احكامها لتغير الزمان اما للضرورة واما للعرف واما لقرائن الاحوال قال (اى الشامى فى العقود[2]) وكل ذلك غير خارج عن المذهب لان صاحب المذهب لوكان فى هذا الزمان لقال بها ولو حدث هذا التغير فى زمانه لم ينص على خلافها الخ وقد حقق و دقق

---

[1] فى ۱۳۲۳ھ اى بعد فتواه السابقة باحدى وثلاثين سنة ۱۲ ابوالخير النعيمى غفرله

[2] اى العقود الدرية ۱۲ منه غفرله

Marfat.com

كما هو دأبه رضي الله تعالى عنه فاقول انا ولا شك لي اصلاً انه لو كان هذا الامام المجدد في هذا الزمان لقال بالجواز فهذا قوله الضروري فلا معنى للجمود على قوله الصوري۔

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيبه الاعلى وعلى اله واصحابه وبارك وسلم ابدا ابدا۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفر لہ بیدہ

۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۰ھ

۲۶

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین کہ کسی مزار پر جو مسلمان اپنا جبین زمین پر لگا دیتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں، اگر پوچھا جائے تو کہتے ہیں کہ ہم تو سجدۂ تعظیمی کرتے ہیں جو شرک نہیں، سوال یہ ہے کہ شرک اور کیا ہے؟ آیات نے غیر کو سجدہ کرنے سے روکا، احادیث میں ممانعت کر دی گئی، پھر کیا وجہ ہے؟ بالتفصیل جواب سے نوازا جائے اور ایسی آیات واحادیث کا بالتفصیل جائزہ پیش کیا جائے جس میں ممانعت ہے۔

السائل: ماسٹر محمد عبد اللہ ہیڈ ماسٹر چک وٹوان تحصیل ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

سجدۂ تعظیمی حرام ہے، کیوں؟ اس لیے کہ آیات و احادیث میں منع کیا گیا ہے مگر ہر حرام شرک نہیں، یہ سائل کی سخت لغزش ہے، زنا حرام ہے، جوا حرام ہے، شراب حرام ہے، چوری حرام ہے اور ایسے ہی کئی چیزیں یقیناً حرام ہیں مگر شرک نہیں، الحاصل ہر شرک ضرور حرام ہے مگر ہر حرام شرک نہیں، زیادہ تفصیل کا میرے پاس وقت نہیں، آپ رسالہ "الزبدۃ الزکیہ" مکتبہ حامدیہ، داتا گنج بخش روڈ لاہور سے منگالیں، اس میں پوری تفصیل ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وبارك وسلم۔

(نوٹ) حرام عام ہے اور شرک خاص، جیسے درخت عام ہے اور آم خاص، تو جیسے ہر قسم کا آم درخت ہے مگر ہر درخت آم نہیں یونہی ہر شرک حرام ہے مگر ہر حرام شرک نہیں۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ خادم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف ضلع ساہیوال

۸ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ

۲۲ ۵/۷۲

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

اس وقت بیشتر شہروں میں ایک فلم "خانۂ خدا" کی نمائش ہو رہی ہے، اس فلم میں مقدس مقامات اور حج کے تمام مناظر دکھائے گئے ہیں جس میں ناچ وگانے، فحش لغویات کچھ نہیں جیسا کہ اس فلم کے دیکھنے والوں کا کہنا ہے اور ایک شخص نے ہندوستان میں انکشاف کیا ہے کہ فلم خانۂ خدا دیکھنا جائز بلکہ کارِ ثواب ہے۔ قبل ازیں ایک صاحب یہاں بھی کہہ چکے ہیں کہ سینما بجائے خود جائز ہے، اس کا دیکھنا حرام نہیں بلکہ کبھی کبھی دیکھنا کارِ ثواب ہوتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ اکثر لوگ یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ فلاں ٹاکیز میں دو تین روپے میں گھر بیٹھے حج کر لو حج ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ، اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے لہٰذا براہِ کرم اس فلم کے متعلق احکامِ شرع سے واضح طور پر مع دلائل سرفراز فرمائیں۔ بینوا توجروا

السائل: خادم عبدالرزاق اجمیری ریلوے روڈ حیدرآباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

گو ناچ گانا نہیں مگر حاجیوں کی تصویریں تو ضرور ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ "لغویات کچھ نہیں" صحیح نہیں اور یونہی "دیکھنا جائز بلکہ کارِ ثواب ہے" کا دعویٰ بھی کھل جاتا

Marfat.com

ہے، اور پھر اس کے دیکھنے سے غلط فہمی بھی پیدا ہو رہی ہے کہ "گھر بیٹھے حج کر لو، حج ہو جاتا ہے" لہٰذا اس سے پرہیز ضروری ہے اور اسے حقیقی حج کہنا یا سمجھنا نہایت ہی حرام اور فسق و فجور اور افترا ر بہتان ہے۔ یہ تو صرف فلم اور تصاویر و عکوس ہی ہیں حالانکہ حقیقۃً حاجیوں کو ان کے افعالِ حج اور کعبہ شریف اور منیٰ و عرفات و مزدلفہ اور مشعرِ حرام کو بلا واسطہ دیکھنا اور وہاں بغیر احرام و نیت کے حاضر ہونا بھی حج نہیں بن سکتا تو تصاویر و عکوس کا دیکھنا کیسے حج بن سکتا ہے؟ یہ کہنا اور سمجھنا قرآن کریم اور احادیثِ شریفہ کے سراسر خلاف ہے اور اہالیانِ اسلام پر لازم کہ ایسی باتوں سے سخت پرہیز کریں، قرآنِ کریم سورۃ البقرہ، آلِ عمران اور الحج دیکھیں کہ یہ حقیقت آفتاب سے بھی زیادہ نمایاں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ بانی و مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال

۲۸ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ ۲۷/۴/۶۸

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اندریں کہ بکر داڑھی مشت بھر سے کم رکھتا ہے، سمجھانے پر ادعا کرتا ہے کہ یہ جو ثابت ہے کہ لحیہ قبضہ بھر ہونی چاہئے اس لحیہ سے مراد داڑھی نہیں بلکہ وہ ہڈی ہے جس پر دانت اُگتے ہیں، تو یہ قبضہ نچلی ہونٹ کے نیچے سے کیا جائے اور اس حساب سے داڑھی مشت بھر

Marfat.com

رکھی جائے نہ ٹھوڑی کے نیچے سے کہ داڑھی مُشت بھر رکھنی پڑے۔ آیا بکر کا یہ قول صحیح ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا من رب العلمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

بکر کا یہ بیانِ مختل متناقض متعارض کسی صورت میں صحیح ہونے کی قابلیت نہیں رکھتا کہ جب لحیہ سے مراد وہ ہڈی ٹھہری تو عربی عبارات اثبات میں جب کلمہ لحیہ وارد ہوا ہے تو معنی یہ ٹھہرا کہ وہ ہڈی مشت بھر رکھی جائے اور زائد کاٹی جائے، داڑھی کا حکم قصراً و طولاً کچھ معلوم نہ ہوا، داڑھی رکھنے کے ساتھ ان عبارات کا کوئی تعلق نہ رہا مگر عجب کہ بکر یہی سمجھ رہا ہے کہ مشت بھر سے کم رکھنے کی سند بنا رہا ہے اور براہِ عیاری نچلے ہونٹ کے نیچے سے قبض کا دعوٰی کرتا ہے کہ ہڈی کاٹنے سے بچے مگر یہ اس کا دعوٰی بے بنیاد و باد رہوا ہے کہ یہ قید نہ کسی عبارت و قرینہ سے ثابت ہے اور نہ ہی یہ ثابت ہے کہ قبض طولاً و عرضاً آیا ہے ہڈی مذکورہ پر عرضاً قبض کیسے کرسکتا ہے نیز انہی عبارات سے ثابت کہ ما زاد علی القبضۃ کو قطع کیا جائے اور اس کا بیان لحیہ مذکورہ کے سوا کسی اور چیز سے نہیں کیا گیا تو بقرینۂ مقام صراحۃً یہی مفہوم کہ اسی لحیہ میں سے زائد کو کاٹا جائے بلکہ کتاب الحظر والاباحۃ میں شامی علیہ الرحمہ نے اس کی تصریح صاحبِ مذہب سے نقل فرمائی ہے کما سیجیئ ان شاء اللہ تعالیٰ تو بکر پر لازم کہ زائد از قبضہ ہڈی کو ضرور کٹوائے کہ فقہاء زائد کے کاٹنے کو واجب فرمار ہے ہیں اور اس کی ادعائی قید نچلے ہونٹ والی بفرضِ محال اگر ہو بھی تب بھی اسے بچا نہیں سکتے کہ زائد از قبضہ کا کاٹنا ضروری ہے اور بنا بریں

Marfat.com

قید زائد نیچے سے مراد تو ہو ہی نہیں سکتا تو لا محالہ اوپر سے زائد مراد ہو گا ورنہ لبطلان عبارت لازم آتا ہے اور اس اصل کا دعوٰی کہ لحیہ سے مراد ٹھڑی ہے وہ بھی غلط ہے کما تبین مما ذکرت و تبین من الاٰتی۔

صراح میں ہے لحیہ بالکسر ریش، لحی بالضم والکسر مع القمرج، غیاث اللغات میں ہے لحیہ بالکسر وحرف ثالث یائی تحتانی بمعنی ریش کہ بر چہرہ مرداں مے باشد، منتخب اللغات میں ہے لحیہ بالکسر موئے ریش، مجمع البحار میں ہے اللحیۃ اسم لجمع من الشعر ما نبت علی الخدین والذقن، بحر الرائق پھر شامی کی کتاب الطہارۃ میں ہے وظاهر كلامهم ان المراد بها الشعر النابت على الخدين من عذار وعارض والذقن، بحر الرائق میں بہا کی جگہ باللحیۃ ہے، صحیح مسلم ج اص ۱۲۹ اور سنن ترمذی ج ۲ص ۱۰۰ و نسائی ج ۲ص ۲۷۴ و ابن ماجہ ص ۲۵ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث مرفوع عشر من الفطرۃ میں ہے واعفاء اللحیۃ۔ صحیح بخاری ج ۲ص ۸۷۰ و صحیح مسلم ج اص ۱۲۹، سنن ترمذی ج ۲ص ۱۰۰، سنن نسائی ج اص ۷ و ج ۲ص ۲۷۴ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے بروایات متعددہ مرفوعاً وفروا اللحی اعفوا اللحی ثم ن اوفوا اللحی وارد ہوا ہے اور صحیح مسلم ج اص ۱۲۹ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مرفوعاً ارخوا اللحی وارد ہوا ہے اور صحیح مسلم ج اص ۱۲۹ سنن ترمذی ج ۲ص ۱۰۰ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے ہے والنظم من الترمذی عن ابن عمران رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امر باحفاء الشوارب واعفاء اللحی هذا حدیث حسن صحیح، شرح صحیح مسلم میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یقال فی جمع اللحیۃ لحی ولحی بکسر اللام وبضمها لغتان والکسر افصح نیز اسی میں ہے فحصل خمس روایات اعفوا واوفوا وارخوا وارجوا

Marfat.com

ووفروا ومعناها كلها تركها على حالها الخ حضرت شیخ الہند شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اعفاء اللحیٰ کا معنیٰ اشعۃ اللمعات میں فروگذاشتن دوا فرگردانیدن ریش سے فرمایا ہے۔ مسند امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص ۱۹۱ مطبوعہ مع الادب المفرد میں ہے ان ابا قحافۃ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولحیتہ قد انتشرت قال فقال لواخذتم واشار بیدہ الیٰ نواحی لحیتہ، صحیح بخاری شریف ج ص ۸۷۵ میں ہے کان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علیٰ لحیتہ فما فضل اخذہ فتح القدیر ج ۲ ص ۲۷۰ میں ابن ابی شیبہ سے ہے کان ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقبض علیٰ لحیتہ فیأخذ ما فضل عن القبضۃ، شامی ج ۵ ص ۳۵۹ میں ہے وھوان یقبض الرجل لحیتہ فما زاد منہا علیٰ قبضۃ قطعہ کذا ذکرہ محمد فی کتاب الآثار عن الامام قال وبہ ناخذ محیط اھ ط، فتح القدیر، بحر الرائق، درالمختار شامی میں ہے والنظو من السدر واما الاخذ منہا وھی دون ذلک کما یفعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم یبحہ احد، مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۱۵ میں ہے مشہور در مذہب حنفی چہار انگشت۔ اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۱۲ مشہور یک مشت است، نیز اسی میں ہے وگذاشتن آں بقدر قبضہ واجب است وآنکہ آنرا سنت گویند بمعنیٰ طریقہ سلوک در دین است یا بجہت آنکہ ثبوت آں بسنت ست چنانکہ نماز عید را سنت گفتہ اند اقول لان الامر للوجوب فلا اقل[1] من ان تجب القبضۃ۔

پس احادیث ونقول مذکورہ معتبرہ سے روز روشن کی طرح واضح ولائح ہوا کہ

---

[1] لا یخفی ما فیہ من اللطافۃ ۱۲ نور غفرلہ

Marfat.com

لحیہ داڑھی ہی ہے کہ امر وجوب و استنان و عدم اباحت کا تعلق افعال اختیاریہ مقدورہ کے ساتھ ہوا کرتا ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا وما جعل علیکم فی الدین من حرج اور اس ہڈی کو تو لغت عرب میں لحی بالفتح کہا جاتا ہے صراح میں ہے لحی بالفتح جائے ریش، مجمع البحار میں ہے عظمان نبتت علیہ الاسنان علوا وسفلا صحیح بخاری شریف ج۲ص ۹۵۸ میں سہل بن سعد سے ہے عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال من یضمن لی ما بین لحیتہ وما بین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ وروی الترمذی ج۱ص۶۳ نحوہ ایضاً، ترمذی شریف ج۱ص ۱۷۱ میں حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں ہے حتی مررجل معہ لحی جمل ونحوہ عند ابن ماجۃ ص۲۷۱ اور کتب فقہ باب الجنائز میں شد لحیاہ مصرح ومشرح ہے۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم وعلمہما اتم واحکم وصلی اللہ تعالےٰ علی سیدنا ومولانا محمد وبارك وشرف وسلم

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی الحنفی القادری نورہ اللہ بہ وقواہ علی کل غبی وغوی

۸ رمضان المبارک ۱۳۶۰ھ

الاستفتاء

بخدمت اقدس شیخ الحدیث والتفسیر الفقیہ الاعظم قبلہ اماجی دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: مزاج ہمایوں! معروض آنکہ چند چیزیں آپ کی ذات گرامی سے دریافت طلب ہیں:۔

۱۔ لبوں کے بال نوچنا جائز ہیں یا نہیں؟

Marfat.com

۲۔ اعتجار کی تعریف۔ کیا وسطِ سر میں ایک پیچ کا آنا ضروری ہے حالانکہ اکثر دیکھا ہے کہ عین سر کے وسط میں سے خالی جگہ چھوڑ دی جاتی ہے اور ٹوپی نظر آرہی ہوتی ہے (حلقہ کی صورت میں)

احقر شاہ محمد قصوری (چشتی) خطیب شاہ عالمی مارکیٹ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

۱۔ پرہیز ضروری ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۱۱۳ اور شامی ج ۵ ص ۲۵۸ میں ہے نتف الفنیکین بدعۃ وھما جانبا العنفقۃ وھی شعر الشفۃ السفلی کذا فی الغرائب، یہ عبارت تو صرف نچلے ہونٹ کی طرفوں کے متعلق ہے مگر مطلقاً چہرے کے بال اکھاڑنے کے متعلق سرِ دست حضرتِ لسان الصوفیہ سیدی محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ کی وصیت فتوحاتِ مکیہ ج ۴ ص ۴۹۱ پیشِ نظر ہے فرماتے ہیں واجتنب الوشم ان تعملہ او تأمر بہ وکذلک بالتنمیص وھو ازالۃ الشعر من الوجہ بالنماص (موچنا) الخ

۲۔ اعتجار کی دو تعریفیں کتبِ فقہ میں ہیں، فتاویٰ عالمگیریہ ج ۱ ص ۵۵ میں ہے ھو ان یکور عمامتہ ویترک وسط رأسہ مکشوفا کذا فی التبیین یعنی درمیان سے سر ننگا چھوڑ دے، زیادہ کتابوں میں یہی تعریف ہے، مراقی الفلاح ص ۲۱۰ طبع مع الطحاویہ میں "قیل" کے ساتھ ہے ان ینتقب بعمامتہ فیغطی انفہ مگر یہ کہیں کسی تعریف میں نہیں دیکھا کہ وسطِ سر میں ایک پیچ اعتجار سے بچنے کے لئے ضروری ہے حالانکہ

Marfat.com

پیچ کے علاوہ بھی عمامہ سے سر کا درمیانہ حصہ چھپ سکتا ہے اور یہ کہیں دیکھا ہے کہ ٹوپی کا چھپانا بھی ضروری ہے اور وہ بھی عمامہ سے ہی ہو اور نہ یہ کہیں دیکھا کہ ٹوپی سے وسط سر کا چھپانا کافی نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۹ رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ

۱/۱۶۷

الاستفتاء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک برگزیدہ ہستی کا وصال ہوئے تقریباً آٹھ یا دس ماہ کا عرصہ ہوا ہے، بزرگ موصوف کے مریدین ومعتقدین حضرات نے ان کے مزار پر قبہ تعمیر کروایا تھا، کچھ ہی دن بعد چند مخالفین (جن کا تعلق فرقۂ وہابیہ سے ہے) نے سازش کر کے اس قبہ تعمیر کردہ کو منہدم کردیا، نہ صرف یہی بلکہ ملبہ کو منتشر کر کے قیمتی اشیاء اٹھالے گئے، مریدین ومعتقدین کے استفسار پر یہ کہنے لگے کہ یہ ناجائز ہے اور شرک وحرام ہے لہذا عرض یہ ہے کہ موصوف کے معتقدین جو کثیر تعداد میں ہیں اس فعلِ شنیع پر سخت ناراض ہیں اور وہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ شرعی طور پر اس طرح قبرستان میں کسی بزرگ کے مزار پر قبہ تعمیر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ :-

مشائخ عظام علمائے اعلام اولیائے کرام کے قبور طاہرہ پر تعمیر قباب نیات صالحہ اور اغراض صحیحہ سے بلا شک وشبہ جائز ہے کہ انما الاعمال بالنیات وانما لامرئ ما نوی، وہابیہ کا ناجائز بتانا سخت ناجائز ہے اور شرک وحرام بتانا شدید ترین حرام ہے، قرآن کریم کا ارشاد بیّن ہے ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھٰذا حلال وھٰذا حرام لتفتروا علی اللہ الآیۃ پھر ان کا منہدم کر کے ملبہ منتشر کرنا اور قیمتی اشیاء کا اٹھا لیجانا انہی بہادروں کا حصہ ہے، اصل علت وہی اسماعیلی روگ ہے کہ روئے زمین کے باشندوں کو مشرک سمجھتے ہیں لہٰذا کسی کی جان ومال اور عزت وآبرو پر حملہ ان کے اس ناپاک مزعومہ کی بنا پر جائز نہیں، علمائے کرام اس پر کافی سے زیادہ روشنی ڈال چکے ہیں، امام اہلِ سنت والجماعت مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب اور امام اہلِ سنت والجماعت حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی اور امام اہلِ سنت والجماعت حضرت مولانا سید ابو محمد دیدار علی شاہ صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین ودیگر علمائے اہلِ سنت والجماعت کی تصانیف جلیلہ وتالیف جمیلہ نے ان مسائل کو بالکل بے غبار بنا دیا ہے بنا بریں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں البتہ یہ ضرور خیال کر لیا جائے کہ اسی استفتاء سے

Marfat.com

واضح ہو رہا ہے کہ یہ قبرستان میں تعمیر کیا گیا حالانکہ عموماً قبرستان وقف ہوتے ہیں تو اگر وہ قبرستان بھی وقف ہے تو پھر وہ تعمیر شرعاً جائز نہ تھی، شامی ج ۱ ص ۸۳۹ میں ہے قلت لکن ھٰذا فی غیر المقابر المسبلۃ کما لا یخفی نیز اسی میں ہے الا تری ان البناء علی قبورھم فی المقابر المسبلۃ الخ تو اس کا بآداب اٹھانا ضروری تھا مگر پھر بھی وہابیہ کا گستاخانہ اقدام اور قیمتی اشیاء پر دست اندازی قطعاً جائز نہیں۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ و بارک وسلم۔

(نوٹ) کئی دنوں سے یہ استفتاء آیا ہوا ہے مگر چونکہ حرمین شریفین سے تازہ تازہ واپسی ہوئی ہے اور احباب کا بے پناہ ہجوم رہا تو جلدی نہ لکھا جاسکا پھر یہ لفافہ بھی کاغذات میں گم ہو گیا تھا، امید ہے کہ یہ معذرت قبول ہوگی۔

والسلام

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۷/۶۲ ۱۱

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عرس اولیائے کرام کا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ وجہ علت کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد صدیق امام مسجد ڈولہ بچنہ تحصیل دیپالپور (ساہیوال)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ایسا عرس جو منہیاتِ شرعیہ سے مبرا ہو وہ مجموعہ وعظ علمائے عظام و اطعامِ طعام و زیارتِ قبور ہے اور ہر فرد اس مجموعہ کا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ثابت بالقرآن ہے والمطلق یجری علی اطلاقہ تو جب یہ امور عرس میں پائے جائیں گے، تب بھی سنت و جائز قرار پائیں گے کہ اجماعِ عبادات حسنِ عبادات کو زائل نہیں کیا کرتا بلکہ بڑھاتا ہے کما ھو مدلول علیہ بحدیث الصدقۃ علی القریب وغیرہ[1] باقی رہی تعیین تو وہ بھی عبادت کو نقصان نہیں پہنچاتی بلکہ احب الی اللہ و رسولہ بناتی ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو عملِ دائم بہت پسند تھا رواہ البخاری فی صحیحہ وغیرہ فی غیرہ والاحب الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھو الاحب الی اللہ المتعال بل ذا ایضاً مصرح فی الحدیث اور وجودِ مطلق بلا تخصیص ہوا ہی نہیں کرتا قل او کثر فلا محیص عن التخصیص و التعیین منہ، نیز امورِ مذکورہ کا فرداً فرداً بالیقین بھی ثبوت ہے چنانچہ حضرتِ عبداللہ[2] بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما ہر خمیس کو وعظ فرمایا کرتے تھے رواہ البخاری فی صحیحہ، نیز اسی میں ہے کہ ایک بڑھیا[3] صحابہ کرام رضوان

---

[1] ولاشک فی وفور الصحابۃ فی زمنہ فکان اجماعا سکوتیا عنہم رضی اللہ تعالٰی عنہم ۱۲

[2] تو اس میں تعیین وقت و قسم طعام و آکلین ہے کما ھو نص الحدیث ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

اللہ علیہم اجمعین کی مختصر سی دعوت ہر جمعہ کو کیا کرتی تھی اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم بڑی خوشی سے تناول فرمایا کرتے تھے اور قبور شہدائے اُحد پر ہر سال خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم قدم رنجہ فرمایا کرتے تھے کما نص علیہ فی ارشاد العقل والتفسیر الکبیر ولا تنس ان الاجتماع لا یضر اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ مارآہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن صرح بہ الفقہاء علیہم الرحمۃ فی تصانیفہم نیز مذہب مہذب احناف میں اصل اشیاء اباحت ہے یعنی جب تک دلیلِ تحریم وکراہت نہ ملے تو حرام ومکروہ نہ کہیں گے وذا ثابت بنفس النصوص من القرآن والاحادیث الصحیحۃ تو جب تک عرس مذکور الصفۃ کے متعلق دلیل تحریم وکراہت نہ ملے تو حرام ومکروہ نہ کہیں گے جیسے مدارسِ اسلامیہ کہ بہ ہیئتِ کذائیہ زمانِ سلف میں نہ تھے مگر چونکہ ان کے اجزاء فرداً فرداً موجود تھے لہذا اس مجموع کو کوئی حرام نہیں کہتا حالانکہ ان میں بھی بہت تعینات ہیں پس جو عرس مذکورہ کو حرام ومکروہ کہے تو اس پر لازم کہ ایسا فارق بیان کرے کہ عرس کا جواز ہی منتفی ہو جائے کہ جب تک جائز ومباح رہے، عبادت ومستحب بن سکتا ہے کہ مباحات نیک نیتوں سے عبادات بن جاتے ہیں چنانچہ شرح صحیح مسلم میں نووی اور ردالمحتار میں شامی اور غنیہ میں ابراہیم اور شفاء شریف میں قاضی عیاض علیہم الرحمہ اس کی تصریحات فرماتے ہیں اور دراصل حدیث جلیل القدر انما الاعمال بالنیات وما فی معناہ سے ثابت ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ گیارہویں کیوں مناتے ہیں اور میلاد میں سلام کیوں پڑھتے ہیں؟ حضور نے تو اپنی تعظیم کے لئے منع فرمایا ہے۔

اور دوسرے خط میں سائل نے یہ زیادہ کیا کہ پھر کھڑے ہوکر سلام کیوں پڑھتے ہو؟ بیسویں اور چالیسویں کی نیاز دلانی چاہیے یا نہیں؟ اور حضرت ابابکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالے عنہما نے نہیں دلائی تھی۔

السائل: محمد الیاس خاں از کراچی معرفت محمد شریف صاحب بصیر پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

گیارہویں شریف اور بیسواں چالیسواں، یہ سب صدقاتِ نافلہ ہیں اور صدقاتِ نافلہ کا استحباب واستحسان علی الاطلاق قرآن کریم کی آیاتِ متکاثرہ اور احادیثِ متواترہ سے ثابت ہے اور مطلق اپنے اطلاق سے مقرر وغیر مقرر دونوں کو شامل ہوتا ہے تو جیسے غیر مقرر صدقات ان آیات واحادیث سے ثابت ہوتے ہیں ایسے ہی مقررہ صدقات بھی ثابت ہوتے ہیں، تفسیر اتقان ج ۲ ص ۱۳۱ میں امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں بیہقی

Marfat.com

المطلق علی اطلاقہ مگر مطلق قرآن کریم تو حدیث، خبرِ واحد اور قیاسِ مجتہد سے بھی مقید نہیں ہو سکتا، اصولِ الشاشی ص ۹ میں ہے ان المطلق من کتاب اللہ تعالیٰ اذا امکن العمل باطلاقہ فالزیادۃ علیہ بخبر الواحد والقیاس لایجوز تو ثابت ہوا کہ گیارہویں شریف بیسواں چالیسواں جو صدقات مقررہ ہیں وہ بھی دوسرے صدقات کی طرح مستحب و مستحسن ہیں بلکہ صدقاتِ معینہ مقررہ کا استحباب بھی بالخصوص قرآن کریم و احادیثِ شریفہ سے ثابت ہے، قرآنِ کریم میں ہے وَالذین فی اموالھم حق معلوم تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۱۲، تفسیرِ خازن ج ۷ ص ۱۲۶ میں ہے وذلک بان یوظف الرجل علیٰ نفسہ شیئاً من الصدقۃ یخرجہ علیٰ سبیل الندب فی اوقات معلومۃ اور حضرتِ سہیل رضی اللہ عنہ کی حدیث سے صاف صاف ثابت کہ ایک صاحبہ خاص جمعۃ المبارکہ کے روز ان کی مخصوص جماعت کی ایک مخصوص طعام کے ساتھ دعوت کیا کرتیں جس کا وقت بھی مخصوص ہی تھا یعنی بعد نمازِ جمعہ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۸ کے لفظ یہ ہیں کانت فینا امرأۃ تجعل علی اربعاء فی مزرعۃ لھا سلقا فکانت اذا کان یوم الجمعۃ الحدیث ومقاربہ ایضاً فی ج ۱ ص ۳۱۶ و ج ۲ ص ۸۱۳ تو معلوم ہوا کہ تخصیص و تحقیق کے ساتھ بھی نفلی صدقات میں کوئی حرج نہیں بلکہ نیک کام کا بالدوام کرنا اللہ تعالےٰ اور اس کے پیارے حبیبِ پاک کو بہت پیارا ہے صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۵۷ میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سئل ای العمل احب الی اللہ قال ادومہ وان قل، اسی صفحہ میں ہے ای العمل کان احب الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت[1] الدائم اسی مضمون کی حدیثیں

---

[1] ای سیدتنا وامنا الصدیقۃ بنت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۱۲ منہ

Marfat.com

صحاح ستہ وغیرہا کتب معتمدہ حدیث میں بکثرت موجود ہیں اور ان احادیث کے شان ورود امس وشمس کی طرح واضح کررہے ہیں کہ نفلی اعمال کا یہی حکم ہے کما لایخفی علی من لہ ادنیٰ مس بکتب الحدیث نیز یہ بھی پر ظاہر کہ اس دوام کا یہ معنی ہرگز ہرگز نہیں کہ دن رات کی ہر ہر گھڑی اور پل میں ایک ہی نیک کام کرتا رہے، اس کا قائل مجنون محض یا بے حیا متجاہل کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا بلکہ مراد یہ ہے کہ جس وقت معین میں کرنا شروع کرے تو ہمیشہ اس وقت میں وہ کام کرلیا کرے ناغہ نہ کرے اور شیونِ ورود کا بھی یہی تقاضا ہے وھذا اظہر من ان یظھر، تو ماہِ نیم ماہ و مہرِ نیم روز کی طرح واضح ہوا کہ جو شخص ان نیک کاموں یعنی صدقاتِ مقررہ معینہ گیارہویں، بیسویں، چالیسویں کو شروع کرے تو ہمیشہ ان اوقاتِ خاصہ میں اس کا کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پیارا ہے تو ثابت ہوا کہ صدقاتِ مذکورہ مستحب و مستحسن ضرور ہیں اور جو شخص ان کو حرام یا مکروہ بتلائے تو اس پر لازم کہ کوئی آیت یا صحیح حدیث ایسی پیش کرے جس سے ان نیک کاموں کی حرمت ثابت ہوسکے تو پھر بڑے شوق سے منع کرے کہ منع بھی حکمِ شرعی ہی ہوتا ہے جیسے کہ صدہا آیات واحادیث سے ثابت ہے بلکہ خود مانعینِ زمانہ کا امامِ مسلم اسمٰعیل دہلوی اپنے رسالہ "منصبِ امامت" کے ص ۶۴ میں لکھتا ہے:

"در فعلے از افعال و قولے از اقوال ہر مدار منافع و مضار مدرک شود و لصد وجہ حسن یا قبح عقلاً در و ثابت شود اماتا و قتیکہ کتاب منزل یا نص نبی مرسل بر لزوم یا منع او دلالت ندا شتہ باشد وجوب یا حرمتِ آں قول و فعل شرعاً ثابت نمی تواں باشد۔"

ہاں ہاں ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے شہادت تیری

Marfat.com

تو ثابت ہوا کہ بلا دلیل شرعی منع کرنا سخت جہالت اور کور باطنی ہے اور چونکہ یہ صدقاتِ نافلہ ہیں تو حضرت صدیق اکبر و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نہ کرنا ان پر اثر انداز نہیں ہو سکتا کہ عباداتِ نفلیہ اختیاریہ ہوتی ہیں، دیکھو نمازِ ضحیٰ جو مستحب و مسنون ہے حضرت عمر کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر و ابوبکر نہیں پڑھا کرتے تھے، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۷ میں ہے، قلت فعمر قال لا قلت فابوبکر قال لا تو کیا اس سے نمازِ ضحیٰ ناجائز ہو جائے گی؟ پھر سائل کا کہنا "نہیں دلائی تھی" اس کی کیا دلیل ہے؟ عدمِ ورود دلیل عدم نہیں کما صرح بہ الامام الفخر الرازی وغیرہ فی اسفارھم اور قرآن کریم کی تلاوت کا حکم مطلق ہے اور صحابہ کرام عموماً یاد ہی پڑھا کرتے تھے اور کچھ نسخے قلمی بھی تھے مگر اب چھپے ہوئے قرآن کریم شائع ہیں، کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان چھپے ہوئے نسخوں پر پڑھنا منع ہے صحابہ کرام نے چھپے ہوئے قرآن کریم پر تلاوت نہیں کی، ایسے ہی قرآن کریم کا ترجمہ سطروں کے درمیان لکھنا اور چھاپنا صحابہ کرام سے ثابت نہیں تو پڑھنا بھی ثابت نہ ہوا مگر اب لکھتے ہیں، چھاپتے ہیں اور پڑھتے ہیں، کوئی حرام نہیں کہتا مطلق وعظ و نصیحت کا حکم ہے مگر لاؤڈ سپیکر پر وعظ و نصیحت کرنا صحابہ کرام سے ثابت نہیں حالانکہ اسے کوئی حرام نہیں کہتا صحابہ کرام سے موٹر، لاری، گاڑی، ہوائی جہاز پر سفرِ حج کرنا ثابت نہیں مگر حرام بھی نہیں۔

اس قسم کی سینکڑوں مثالیں ہیں، اصل بات وہی ہے کہ حکم مطلق سب صورتوں کو شامل ہوتا ہے اور جب تک کسی خاص صورت کو شرع حرام نہ کرے حرام نہیں ہو سکتی اور اسی بیان سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ میلاد شریف میں سلام پڑھنا نہ صرف جائز بلکہ کم از کم مستحب و مستحسن ضرور ہے کہ حضرت رب العلمین جل وعلا نے ہمیں قرآن کریم میں اپنے محبوب اکرم صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم پر سلام بھیجنے کا مطلقاً حکم دیا ہے کہ فرمایا وسلموا تسلیماً (سورۃ الاحزاب) تو میلاد شریف میں سلام پڑھنا بھی اس سے ثابت ہو گیا۔

باقی سائل کا یہ کہنا کہ "حضور نے تو اپنی تعظیم کے لئے منع فرمایا ہے" یہ محض بہتان ہے کسی آیت یا کسی حدیث سے کوئی کبھی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعظیم کے لئے عام سلام یا میلادِ پاک میں سلام سے منع فرمایا ہو حضور تو حضور، حضور کے غلاموں کے غلام ماں، باپ، استاد، عالم، پیر، معمر مسلمان بلکہ شعائر اللہ کی تعظیم قرآن کریم و حدیث شریف سے بہ ابین وجوہ ثابت و ہویدا ہے، اس کا انکار وہی کر سکتا ہے جو وجودِ عقل و دانش سے ہی بیگانہ ہو یا معاندانہ چال چلے۔

رہا کھڑے ہو کر سلام پڑھنا تو اس میں آخر کونسا حرج ہے، عموماً مسلمان خواص و عوام آپس میں کھڑے کھڑے ایک دوسرے کو سلام کہا کرتے ہیں اور یہ لوگ خود ہی کہتے رہتے ہیں، کیا جب آتے انہیں کوئی راستہ میں ملے تو بیٹھ کر سلام کہا کرتے ہیں حضور پُر نور سیدِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم سے بلا وجہ روکنا ان لوگوں کا دستور ہو گیا، کیا حضرتِ سیدۃ طاہرہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہمیشہ قیامِ تعظیمی ترمذی ج ۲ ص ۲۲۳ میں ثابت نہیں؟ اس کے کلمات یہ ہیں کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل علیہا قامت من مجلسہا الخ کیا صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۹۱ وغیرہ میں حضرتِ سعد کے لئے قیامِ تعظیمی کا حکم قوموا الی سید کم الحدیث نہیں ہے؟ رہا کافرانہ کام سے منع فرمانا تو وہ مسلمانہ مسلمانہ قیام کو حرام نہیں بناتا وھذا اجلی من ان یجلی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۸ رجمادی الاولیٰ ۷۵ھ

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین، جُوری روزہ یعنی جوری کا دن جس میں کھانا ہر قسم بعد از فاتحہ خوانی بطورِ خیرات غربا اور مساکین میں تقسیم کرنا اور خورد نوش کرنا، زید، بکر وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ کھانا کھانا خنزیر کے برابر ہے، بروئے شرعِ محمدی جواب مطلوب ہے، از راہِ نوازش مناسب جواب تحریر فرماکر ثوابِ دارین حاصل کریں، فقط

السائل: حسن محمد حبو کے گردنہ

مؤرخہ ۵۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

پانی، آٹا، میٹھا، گھی وغیرہ جن سے اہلِ اسلام کھانا تیار کرتے ہیں، سب پاک اور حلال ہیں اور فاتحہ خوانی باعثِ شفاء ورحمت ہے اور غرباء مساکین میں بطورِ خیرات تقسیم کرنا بھی ناجائز نہیں اور کوئی دن یا مہینہ حرام نہیں بناسکتا تو کھانا حرام کیوں ہوا، حضرتِ رب العالمین جل وعلا فرماتا ہے ﴿یاایہا الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا ولا تتبعوا خطوات الشیطن انہ لکم عدو مبین﴾ پ ۲ ع ۵ (ترجمہ) "اے لوگو کھاؤ جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اور شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو (اپنی طرف سے ایسی چیزوں کو حرام نہ کہو) بیشک

Marfat.com

وہ تمہارا کھلا دشمن ہے جو کہ تمہیں ایسے وسوسوں کے ذریعے پاکیزہ چیزوں سے محروم کرنا چاہتا ہے۔" نیز آٹھویں پارے کے گیارہویں رکوع میں ہے قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق۔ قل ھی للذین اٰمنوا فی الحیوۃ الدنیا خالصۃ یوم القیٰمۃ (ترجمہ) تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی اور پاک رزق، تم فرماؤ وہ ایمانداروں کے لئے ہے، دنیا میں اور قیامت میں تو خاص انہی کی ہے نیز پندرہویں پارے نویں رکوع میں ہے وننزل من القراٰن ما ھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین ولا یزید الظّٰلمین الا خسارا (ترجمہ) اور ہم قرآن سے اتارتے ہیں وہ چیز (سورتیں اور آیتیں) جو ایمان والوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کو نقصان ہی بڑھتا ہے، نیز پارہ انتیسواں رکوع چودہ میں ہے وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ھو خیرا واعظم اجرا (ترجمہ) اور اپنے لئے جو بھلائی (نماز، روزہ، خیرات، قرآن خوانی وغیرہ) آگے بھیجو اسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے" تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ وہ کھانا اور خیرات جائز اور حلال ہے جو خنزیر کی طرح حرام کہتا ہے وہ سخت غلطی کرتا ہے، اگر سچا ہے تو کوئی آیت یا حدیث ایسی دکھائے جس سے ثابت ہو کہ یہ پاک کھانے اور قرآنِ کریم پڑھنا چوری کے دن حرام ہو جاتا ہے، تعجب ہے کہ ایسی بے تکی باتوں سے بیچارے سادہ لوح عوام کو اکسایا جاتا ہے اور اشتعال دلاتے ہوئے فتنہ وفساد برپا کیا جاتا ہے حالانکہ فتنہ وفساد ناجائز و حرام ہے۔ اللہ رب العالمین ہدایت فرمائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ واٰلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
یکم ربیع الاول ۸۹ھ

Marfat.com

الاستفتاء

محترم ومکرم حضرت صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :-

اللہ تعالٰی آپ کا سایہ اہلسنت کے سروں پر قائم ودائم رکھے آمین، آپ کی دعاؤں سے نور وظہور دن دُوگنی، رات چوگنی ترقی کر رہا ہے، ایک ضروری مسئلہ کے متعلق فتویٰ مطلوب ہے، براہِ کرم جلد جواب ارسال فرماکر مشکور ہوویں۔

ایک صاحب کا دعویٰ ہے کہ جو طعام بزرگانِ دین کے نام پر پکایا جاتا ہے وہ صرف مساکین کا ہی حق ہے، اگر دوسرے لوگ اسے کھائیں تو متوفی کی روح کو کوئی ثواب نہیں پہنچتا علاوہ ازیں بزرگوں کا عرس صرف تاریخِ وصال کے دن ہی ہوسکتا ہے، بعد میں نہیں۔ یہ دو امور ہیں، باسنادِ شرعیہ حکم صادر تحریر فرماکر جلدی میرے نام دفتر نور وظہور میں ارسال فرماویں۔

سائل: محمد علی ظہوری، ایڈیٹر نور وظہور، قصور

۲۲ ۸/۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ایسا عام طعام جو ارواحِ طیبہ اولیائے کرام کے لئے بغرضِ ایصالِ

Marfat.com

ثواب پہنچایا جاتا ہے، تمام اہالیانِ اسلام کھا سکتے ہیں، اس میں مساکین وغیر مساکین کا امتیاز نہیں، قرآن کریم فرماتا ہے لیس علیکم جناح ان تأکلوا جمیعا او اشتاتاً (تم پر کوئی گناہ نہیں کہ اکٹھے ہو کر کھاؤ یا الگ الگ) والاطلاق حجۃ قویۃ ہاں اگر وہ طعام زکوٰۃ وغیرہ واجبات شرعیہ کی جنس سے ہو تو سادات کرام و تمام اغنیاء کا حق نہیں مگر پھر بھی وہ صرف مساکین کا ہی حق نہیں بلکہ مساکین کی طرح فقراء وابناء سبیل مدیون وغیرہ بھی حقدار ہیں، قرآن کریم میں ہے انما الصدقات للفقراء والمساکین الآیۃ تو امس و شمس کی طرح واضح ہوا کہ ان صاحب کا یہ دعویٰ (وہ صرف مساکین کا ہی حق ہے) محض بے جا و غلط ہے، تو یہیں سے واضح ہوا کہ دوسرے لوگ بھی کھا سکتے ہیں، تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ مدعی صاحب کا یہ جبروتی حکم "اگر دوسرے لوگ اسے کھائیں تو متوفی کے روح کو کوئی ثواب نہیں پہنچتا" محض غلط در غلط اور بناء الفاسد علی الفاسد ہے، قرآن کریم تو فرمائے وما تنفقوا من خیر یوف الیکم (جو مال خرچ کرو تمہیں پورا دیا جائے گا) اور مدعی کہے کوئی ثواب نہیں پہنچتا یاللعجب! علی الاطلاق اطعام طعام خصال بہترین اسلام سے ہے کما فی حدیث البخاری وغیرہ اور جب بغرض ایصال ثواب کھلائے تو بحکم حدیث صحیح انما لامرئ ما نوی ثواب ضرور پہنچے گا لہذا ہمارے ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ مومن اپنی ہر نیکی کا ثواب دوسرے کو دے سکتا ہے، کتب معتبرہ مذہب مہذب میں ہے والنظم من الدر الاصل ان کل من اتی بعبادۃ مالہ ان یجعل ثوابہا لغیرہ (یعنی قاعدہ یہ ہے کہ بے شک ہر وہ شخص جو کسی قسم کی عبادت کرے اسے حق پہنچتا ہے کہ اس عبادت کا ثواب اپنے غیر کے لئے کر دے۔

الحاصل وہ طعام صرف مساکین کا ہی حق نہیں کہ دوسرے لوگ نہ کھا سکیں بلکہ سب کھا سکتے ہیں اور ثواب پہنچتا ہے حسب تفاصیل الطعام والمستحقین

Marfat.com

و المخلصین مکتوبات شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ ص ۳۲۸ اور فتاوٰی عزیزی شاہ عبد العزیز علیہ الرحمہ ج ۱ ص ۳۹، الحجۃ الفائحہ ص ۵ میں شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ سے ہے کہ "ایسا کھانا پکانا بلا مضائقہ جائز ہے اور غنی بھی کھا سکتے ہیں" فتاوٰی عزیزی کے آخری الفاظ یہ ہیں "پس اغنیاء را ہم خوردن ازاں جائز است" واللہ تعالیٰ اعلم۔

بزرگانِ دین کے عرس شرعی تاریخ وصال کے دن ہو سکتے ہیں اور بعد میں بھی کہ دلائلِ شرعیہ ثبوتِ اعراس اصل میں ہیں ہی مطلق اور مطلق اپنے اطلاق سے جمیع اوقات پر حاوی ہوتا ہے، امامِ اہل السنۃ والجماعۃ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ الحجۃ الفائحۃ ص ۱۸ میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ سے ناقل ومقرر "زیارت و تبرک بقبورِ صالحین و امدادِ ایشاں باہدائے ثواب و تلاوت قرآنِ کریم و دعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی امرِ مستحسن و خوب است بہ اجماع علماء و تعین روزِ عرس برائے آنست کہ آں روز مذکر انتقالِ ایشاں می باشد از دار العمل بہ دار الثواب والا ہر روز کہ ایں عمل واقع شود موجبِ فلاح و نجات است و خلف را لازم است کہ سلف خود را بایں نوع بر و احسان نماید۔"

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

مؤرخہ ۳۰ صفر المظفر ۱۳۸۰ھ

۲۴ ۵/۶۰

سے تصنیف مجددِ مائۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ۱۲ منہ غفرلہٗ

Marfat.com

الاستفتاء

بخدمت جناب قبلہ الحاج علامہ فقیہ اعظم محدث پاکستان بانی و مہتمم
جامعہ عربیہ فریدیہ بصیر پور شریف

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ: لبعد ازیں نہایت ہی ادب سے عرض ہے کہ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندریں مسائل کہ:

۱۔ ایک ایسے حافظ صاحب ہیں جو پانچ وقتی نماز کے بھی پابند نہیں اور داڑھی خشخاشی رکھتے ہیں، کئی دفعہ نہ کتروانے کا وعدہ کر کے پھر بھی کترواتے ہیں اور ان کے بال فیشن کے مطابق ہیں یعنی بودہ رکھتے ہیں، تو کیا امام کی عدم موجودگی میں جماعت کرا سکتے ہیں یا کہ نہیں؟

۲۔ لبعد از نماز عشاء ہدیہ درود و سلام (جو کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا ہے) "مصطفٰے جان رحمت پہ لاکھوں سلام" الخ بآواز بلند سپیکر پر پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس وقت نہیں پڑھنا چاہیے کیونکہ کوئی آدمی ٹیوشن کر رہا ہوتا ہے کوئی سو رہا ہوتا ہے جبکہ قومی ترانہ کے وقت حکومت نے کھڑا ہونا ضروری قرار دیا ہے تو سلام کے وقت آدمی سوئے ہوتے ہیں کوئی مجامعت کر رہا ہو اور ادھر سلام پڑھ رہے ہوں، یہ صحیح نہیں، آپ

Marfat.com

اس کے متعلق ارشاد فرمائیں کہ کیا حکم ہے سپیکر میں درود وسلام پڑھنے کا؟

السائل صوفی عباس علی قمری چشتی سیالوی

چک 9/60R شاہ مدار ضلع ساہیوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

حضرت صوفی صاحب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :-

۱۔ ایسے بے عمل، وعدہ خلاف آدمی گو کہ حافظ ہی ہوں، امامت کے قابل نہیں، ان کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے جس کا اعادہ واجب ہوتا ہے کما فی اسفار المذھب المھذب الحنفی۔

۲۔ قرآن کریم میں صلوا علیہ وسلموا تسلیما کے امر مطلق میں کسی وقت کی قید نہیں اور نہ ہی سپیکر نہ ہونے یا بیٹھنے کی قید ہے، تو ہر طرح جائز ہے باقی جو عذر بیان کئے گئے ہیں غلط ہیں ورنہ سپیکر پر اذان اور وعظ اور قرآن خوانی بھی ناجائز ہو حالانکہ ان سے منع نہیں کرتے، قومی ترانہ کا قانون بھی ایسا نہیں ورنہ لازم ہوتا کہ اذان کھڑے ہو کر سنیں، البتہ یہ ہے کہ اگر سونے والوں کے آرام میں فرق پڑتا ہے تو آواز نرم رکھیں جیسے قرآن خوانی میں حکم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعظم

Marfat.com

وعلى آله واصحابه وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۶ھ

۱۳-۶-۷۶

الاستفتاء

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارہ میں کہ اگر کوئی اہلِ اسلام اس طرح سے قرآن کریم وفرقانِ حمید ختم کرلے جیسا کہ اہلِ ہنود کا طریقہ ہے کہ گرنتھ صاحب کو دس یا سات یا تین یوم میں ختم کراتے ہیں، ایک شخص پڑھتا رہتا ہے، دوسرے اہلِ ہنود سُنا کرتے ہیں، اس صورت میں کیا مشابہت ہو جاتی ہے یا کہ نہیں؟ دوسرا اگر اہلِ اسلام قرآنِ مجید کو جو قاری پڑھ رہا ہو، چھوڑ کر اپنے کاروبار دنیاوی میں چلے جائیں تو اس کے لئے کیا حکم صادر ہوتا ہے؟ اور اگر بیٹھا رہے تو کیا حرج ہوتا ہے اور تشویش قلبی بھی ضروری ہوتی ہے، اس شخص نے اہلِ ہنود کو دیکھا ہے اور خیال پیدا ہوا کہ اس دھوم دھام سے قرآن شریف کو ختم کروں، بعد میں جس طرح وہ لوگ نقدی دیتے ہیں، دوں، اس طریق پر قرآنِ کریم کا شریعتِ غرا میں پڑھنا اور ختم کرنا جائز ہے یا مشابہت کا خوف ہوتا ہے، حوالہ کتب شرعیہ جواب باصواب تحریر فرماویں۔ بینوا توجروا۔

السائل: مولوی نورالدین از بھومن شاہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

مسلمانوں کا یوں جمع ہو کر قرآن کریم کی تلاوت کرنی کہ ایک تلاوت کرے اور دوسرا ادب سے خاموش ہو کر کان لگائے رکھے، شرعاً مطلوب و محبوب اور بڑی زبردست عبادت، مولیٰ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

اذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون ٥

(ترجمہ) یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو (سورۃ الاعراف)، درالمختار وغیرہا اسفارِ فقہیہ میں ہے یجب الاستماع للقراءۃ مطلقا لان العبرۃ بعموم اللفظ صحیح مسلم شریف ج ۲ ص ۳۴۵ میں حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ یتلون کتاب اللہ ویتدارسونہ بینہم الا نزلت علیہم السکینۃ وغشیتہم الرحمۃ وحفتہم الملئکۃ وذکرھم اللہ فی من عندہ : یعنی نہ جمع ہوئی کوئی قوم اللہ تعالٰی کے گھروں (مسجدوں) میں سے کسی گھر میں پڑھتے ہوئے کتاب اللہ کو اور تدارس کرتے ہوئے اس کا آپس میں مگر اترتی ہے ان پر طمانیت اور وقار اور ڈھانپتی ہے انکو رحمت اور احاطہ کرتے ہیں ان کا فرشتے اور ذکر کرتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ ان کا اپنے خاص مقربین میں اور ایسے ہی ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۰۸ میں بھی ہے

حفتھم الملئکۃ تک اور یاد پڑھنے سے دیکھ کر پڑھنا افضل ہے

Marfat.com

کہ اس میں عبادت دگنی ہوجاتی ہے، ایک پڑھنا اور دوسرا قرآن کریم کی طرف نظر کرنا جیسے غنیۃ المستملی ص ۴۶۳ میں ہے وقراءۃ القرآن من المصحف افضل لان جمع بین عبادتی القراءۃ والنظر فی المصحف تو اس کے منع ومکروہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں، سائل کو غالباً سننے والوں کے مجتمع ہونے سے شبہہ دامن گیر ہوا، اس کا عبادت ہونا ثابت ہوچکا تو پھر کیسے ممنوع ہوا بلکہ علماء کرام نے تصریح فرمادی کہ قرآن کریم کا سننا خود پڑھنے سے بہتر ہے کہ پڑھنا تطوع ہے اور سننا فرض ہے اور فرض نفل سے بہتر ہوتا ہے، غنیۃ المستملی ص ۴۶۵ و استماع القرآن افضل من تلاوتہ کذا من الاشتغال بالتطوع لان یقع فرضا و الفرض افضل من النفل اور ایسے ہی درالمختار شامی ج ۵ ص ۳۴ میں ہے اور ایسے ہی دس یا سات یا تین یوم میں قرآن کریم ختم کرنا ہرگز ہرگز ممنوع نہیں، حضرت شیخ شاہ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں ج ۲، ص ۱۵۴ بدانکہ عادت سلف مختلف بود در قدرے از زمان کہ ختم مے کردند دراں قرآن را از ختم کردن در دو ماہ تا ہشت ختم کردن در روز وشب وبعضے گفتہ اند کہ از سہ روز کم نباید وبر چہل روز زیادہ نے الخ اور مشابہت کا ہوجانا ہر ایک چیز کو منع نہیں بناتا بلکہ بری چیز میں مشابہت ہونا منع ہے اور ایسے ہی ان کے مشابہ بننے کی غرض سے نیک کام کرنا اور یہ ہرگز ہرگز نہیں کہ ہماری شریعت میں جو کام عبادت ہو وہ غیروں میں رواج پاجائے تو ہمارے اوپر منع ہوجائے، درالمختار میں بحرالرائق سے ہے ان التشبہ بھم لایکرہ فی کل شیئ بل فی المذموم وفیما یقصد بہ التشبہ کما فی البحر، شامی ج ۱ ص ۵۸۲ میں ہے فانا ناکل ونشرب کما یفعلون، بحر عن شرح جامع الصغیر لقاضی خان۔

Marfat.com

باقی رہا دنیاوی ضروریات کے لئے چلا جانا تو جماعت میں سے جب تک بعض سنتے رہیں تو بعض کا چلا جانا جائز ہے کہ قرآنِ کریم کا سننا فرضِ کفایہ ہے جیسے سلام کا جواب دینا، غنیۃ المستملی ص ۴۶۵ میں ہے والاصل ان الاستماع للقرآن اذا قرئ فرض کفایۃ الخ اور ایسے ہی شامی ج ۱ ص ۵۰۹ میں ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں جندب بن عبد اللہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اقرأوا القرآن ما ائتلفت علیہ قلوبکم فاذا اختلفتم فقوموا عنہ۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اس حدیث کا ترجمہ یوں کیا ہے "بخوانید قرآن را مادام کہ الفت وجمعیت دارد بر قرآن دلہائے شما وذوق قرأت ونشاط وسرور حاصل باشد پس چوں مختلف شوید ومتغیر گردید یعنی حاصل گردد شما را ملامت و تفرقۂ قلوب پس برخیزید از خواندنِ قرآن وبہ ملالت وبے ذوقی نخوانید اما اینجا نکتہ ایست کہ مرد را باید کہ عادت کند وجد وجہد نماید ونفس را ریاضت فرماید تاکہ بکثرت قرارۂ ملال نیارد ونشاط افزاید زیرا نکہ کاہلاں وآسودہ دلاں کہ اعتیاد وارتیاض ندارند زود ملول شوند" نقدی وغیرہ دینا اگر مزدوری کے طریق پر مشروطاً او معروفاً ہو تو ممنوع ہے۔ اگر پڑھنے والے نے محض للّٰہیت سے پڑھا اور دوسرے نے بھی محض للّٰہیت سے بدون غرض تشبیہ کفار کچھ دیا تو یہ ممنوع نہیں، گزر چکا کہ مطلقاً مشابہت ممنوع نہیں ہے۔

ھذا ماعندی من العلم واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
۱۰ ربیع الاول شریف سنہ ۱۳۶۱ھ

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ

۱۔ مروجہ قوالی جس میں طبلہ سارنگی ہارمونیم وغیرہ آلات ہوں، سننی جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ ایک عالمِ دین کو شارع عام غلیظ قسم کی گالی بکنے والا دلی کہلانے کا مستحق ہے؟ اسے فاسق وفاجر کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

۳۔ ایسی قوالی کا اعلان مساجد اور پاکیزہ جگہوں میں جائز ہے یا نہیں؟

۴۔ جو شخص یہ کہے کہ اگر غوث الاعظم بھی تقریر کرتے ہوں تو میں تقریر نہیں سنوں گا بلکہ مروجہ قوالی کی طرف رجوع کرونگا، اس میں غوث الاعظم یا شریعتِ طاہرہ کی توہین ہے یا نہیں؟ اگر توہین ہے تو ایسے شخص کی بیعت کرنا جائز ہے یا ممنوع؟ بینوا توجروا۔

السائل: اصغر علی سیکرٹری پاک سنی تنظیم، پتوکی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: مزاج گرامی!

کافی عرصہ ہوا آپ کا یہ استفتاء کاغذات میں ہی محفوظ رہا، فقیر

Marfat.com

نہایت کم فرصت ہے، دار العلوم کا نظم ونسق اور اسباق وبکثرت سوالات کے جوابات وغیرہ کافی امور فقیر کے سپرد ہیں، علاوہ ازیں حاضری حرمین شریفین کے سلسلہ میں بھی کافی دن دار العلوم سے رخصت پر رہا۔ بہرحال معذرت کرتا ہوں کہ مجبورًا التواء ہوتا گیا۔

۱- مروجہ قوالی کے متعلق امام اہلِ سنت والجماعت مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کا مفصل فتوائے مبارکہ احکامِ شریعت میں ہے۔ وہی کافی ہے۔

۲- سُنی صحیح العقیدہ عالمِ دین کو شارع عام غلیظ گالیاں بکنے والا سخت فاسق و فاجر ہے اور ولی کہلانے کا مستحق ہے بشرطیکہ ولی الشیطان کہا جائے مگر ولی الرحمٰن کہلانے کا ہرگز ہرگز مستحق نہیں۔

۳- ایسی قوالی کا اعلان مساجد جیسے مقدس مقامات میں ناجائز ہے۔

۴- حضور پُرنور نائبِ محبوبِ رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریرِ منیر پر مروجہ قوالی کو ترجیح دینے والا بلاشک وشبہ شریعت مطہرہ کی سخت توہین کا مرتکب ہے اور حضور غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پاک جناب کا سخت گستاخ بنا اور اس جناب کا گستاخ تمام اولیائے کرام کا گستاخ ہے کہ یہ وہی تو ہیں جن کا پاک قدم اولیائے کرام کی گردنوں پر ہے بلکہ حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھی گستاخ ہے کہ یہ نائبِ مطلق ہیں، ان کی تقریر حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات اور ارشادات کی تشریح وتفسیر ہی ہے، ایسے شخص کی بیعت کرنا کیونکر جائز وحلال ہو؟ اہلِ سنت والجماعت پر سخت لازم اور نہایت ضروری ہے کہ ایسے شخص سے اپنے آپ کو بچائیں تاکہ حضرتِ رب العلمین جل مجدہ کے غضب سے

Marfat.com

محفوظ رہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحٰبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ
۱۳ صفر المظفر ۱۳۸۴ھ ۲۵/۶/۶۴

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین دریں مسئلہ کہ ایسے قرآن مجید جوکہ بچوں کو ادارہ میں عوام الناس پڑھنے کے لئے دیتے ہیں حالانکہ وہ تلاوت کرنے والوں سے زائد ہیں، ان کو بیچ کر کوئی درسی کتاب خریدنی جائز ہے یا نہیں اور ایسے غلاف جوکہ زائد ہیں ان کا درسی کتابوں پر چڑھانا یا طالبعلموں پر صرف کرنا یعنی تکیہ وغیرہ بنوا دینا جائز ہے یا نہیں؟

سائل: فقیر عبدالحی نوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاکرم وآلہ وصحبہ وبارک مع التسلیم

Marfat.com

ہمارے فضلائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ واقف چونکہ اپنے مال کا مالک مستقل ہوتا ہے لہٰذا بوقتِ وقف جو شرط کرے وہ معتبر ہے اور اس کا شرط کرنا نصِ شرعی کی طرح واجب الاتباع ہے، شامی ج ۳ ص ۴۹۹ میں ہے ان شرائط الواقف معتبرة اذا لم تخالف الشرع وهو مالك فله ان يجعل ماله حيث شاء الخ نیز ج ۳ ص ۶۲۷ میں ہے ماخالف شرط الواقف فهو مخالف للنص نیز وہیں ہے شرط الواقف كنص الشارع فيجب اتباعه تو جب ادارہ میں پڑھنے کے لئے دیئے جاتے ہیں تو ان کو فروخت کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے اور ان کے غلافوں کے تکیے وغیرہ بنانے کیونکر جائز ہوسکتے ہیں، شامی ج ۳ ص ۵۲ میں ہے فان وقفها على اهل ذلك الموضع لم يجز نقلها منه لا لهم ولا لغيرهم، یہ مسئلہ تو بہارِ شریعت ج ۱۰ ص ۶۱ تا ۶۲ پر بھی بڑا واضح طور پر لکھا ہے، اداروں والے بھی بے خیالی سے کام کریں تو وہی ذمہ دار ہیں، ہمارا دستور تو یہ ہے کہ قرآنِ کریم ایسی شرط پر ہم قبول ہی نہیں کرتے بلکہ عام اجازت سے قبول کرتے ہیں اور پھر عوام قرآن خوانوں کو مفت دے دیتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وبارك وسلم۔

محررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ خادم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال

۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ

۱۹۶۷ء

Marfat.com

الاستفتاء

نوٹ : حضرت مولانا ابوالفیض علی محمد صاحب نوری کا سوال آیا کہ ایک وہابی نے مسجد کے اندر بوسیدہ قرآنِ مجید جلا دیئے۔ لہٰذا اس کے جواب میں فتویٰ مندرجہ ذیل ملاحظہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

قرآنِ کریم جب بوسیدہ ہو جائے اور اس پر تلاوت متعذر ہو تو اس کا جلانا جائز نہیں، فتاویٰ عالمگیر ج ۴ ص ۹۵، شامی ج ۵ ص ۲۷۲ و ۲۷۳ میں ہے والنظم من الشامی وفی الذخیرۃ المصحف اذا صار خلقا و تعذر القراءۃ منہ لایحرق بالنار الیہ اشار محمد علیہ الرحمۃ وبہ ناخذ۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۵ ص ۲۹ میں ہے والقیاس علی فعل عثمان لایجوز لان صنیعہ کان بما ثبت انہ لیس من القرآن او مما اختلط بہ اختلاطا لایقبل الانفکاک بلکہ پاک کپڑے میں لپیٹ کر لحد بنا کر دفن کیا جائے، شامی و عالمگیر میں ہے والنظم منہ المصحف اذا صار خلقا لایقرأ منہ ویخاف ان یضیع یجعل فی خرقۃ طاھرۃ ویدفن اور دفن کرنا بے ادبی نہیں ورنہ اللہ رب العلمین

Marfat.com

کے اولیاء وانبیاء عظام کو دفن نہ کیا جاتا، درالمختار میں ہے وھو (ای الدفن)
احسن کما فی الانبیاء، شامی ج۵ ص ۲۷۲ میں ہے ان الدفن لیس
فیہ اخلال بالتعظیم لان افضل الناس یدفنون اور سیدنا عثمان
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ضرورتِ شرعیہ شدیدہ کی بناء پر ایسا کیا، کواکب الدراری
المعروف کرمانی شرح صحیح بخاری ج۱۹ ص ۹ میں ہے فان قلت کیف جاز
احراق القرآن قلت المحروق ھو القرآن المنسوخ او المختلط
بغیرہ من التفسیر او بلغۃ غیر قریش او القراءات الشاذۃ
وفائدتہ انہ لا یقع الاختلاف فیہ جزاہ اللہ تعالیٰ
احسن الجزاء ورضی اللہ عنہ اور یہ صورت (اختلاف) بلکہ اس سے
بڑھ کر دفن پر مرتب ہو چکی تھی جس کا بیان واتبعوا ما تتلوا الشیطین
علیٰ ملک سلیمٰن، کی تفسیر میں تفاسیر میں بالفاظِ مختلفہ موجود ہے، تفسیر دُرِ منثور
ج۱ ص ۹۵ میں ہے اخرج سفیان بن عیینۃ وسعید بن منصور
وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والحاکم وصححہ عن
ابن عباس قال ان الشیطین کانوا یسترقون السمع من
السماء فاذا سمع احدھم بکلمۃ حق کذب علیھا الف
کذبۃ فاشربتھا قلوب الناس واتخذوھا دواوین فاطلع
اللہ علیٰ ذٰلک سلیمان بن داؤد فاخذھا فدفنہا تحت الکرسی
فلما مات سلیمان قام شیطان بالطریق فقال الا ادلکم
علیٰ کنز سلیمان الذی لا کنز لاحد مثل کنزہ الممنع قالوا نعم
فاخرجوہ فاذا ھو سحر فتناسختہا الامم وانزل اللہ عذر
سلیمان فیما قالوا من السحر فقال واتبعوا ما تتلوا الشیطین
علیٰ ملک سلیمان الآیۃ واخرج النسائی وابن ابی حاتم عن

Marfat.com

ابن عباس قال کان اٰصف کاتب سلیمان وکان یعلم الاسم الاعظم وکان یکتب کل شیئ بامر سلیمان و یدفنہ تحت کرسیہ فلما مات سلیمان اخرجتہ الشیاطین فکتبوا بین کل سطرین سحرا وکفرا و قالوا ھٰذا الذی کان سلیمان یعمل بہا فاکفرہ جہال الناس وسبوہ و وقف علماءھم فلم یزل جہالھم یسبونہ حتی انزل اللہ علی محمد واتبعوا ماتتلوا الشیٰطین بلکہ مرقات ج ۵ ص ۲۹ میں تو ایک اور وجہ بیان کی جس میں محرق کا اور رد ہوتا ہے وانما اختار الاحراق لانہ یزیل الشک فی کونہ ترک بعض القراٰن اذ لو کان قراٰنا لم یجوز مسلم ان یحرقہ بلکہ تحقیق یہ ہے کہ وہ جلانا دھونے کے بعد تھا، حالانکہ اس وقت چھاپہ نہیں تھا اور سیاہی دھونے سے اتر جاتی تھی، تو صاف شدہ اوراق اور وہ بھی ضرورتِ شرعیہ شدیدہ کے ماتحت جلائے گئے حالانکہ آجکل وہ ضرورت ذرا بھر نہیں بلکہ اس کا وہم وگمان بھی نہیں ہوسکتا اور پھر جلائے وہ اوراق جن پہ باقاعدہ قرآنِ کریم غیر منسوخ بلا تفسیر لکھا ہوا تھا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ وحدہ لاشریک لہ، عینی شرح بخاری ج ۹ ص ۳۰۶، فتح الباری ج ۹ ص ۱۷ میں ہے والنظم من الفتح وقد جزم عیاض بانہم غسلوھا بالماء ثم احرقوھا مبالغۃ فی اذھابہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا الحبیب الاعظم الاکرم وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

۲۷ محرم ۱۳۸۹ھ

15/4/69

Marfat.com

الاستفتاء

بخدمت جناب محترم مقام حضرت قبلہ شیخ الحدیث وفقیہ الاعظم و
مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال

جناب عالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد عرض ہے کہ آپ کے دارالعلوم میں جملہ مدرسین کو یوم تعطیلات ماہ رمضان المبارک وغیرہ کی تنخواہیں دی جاتی ہیں یا نہیں ؟

۱۔ ازروئے شریعت مدرسین کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ایام تعطیلات کی تنخواہیں لے سکتے ہیں یا نہیں ؟

۲۔ جو مدرسین یوم تعطیلات کے دوران کسی خاص وجہ سے مدرسہ میں حاضر نہیں ہوتے یا حاضر ہونے سے قاصر ہیں کیا ان کا بھی حق تنخواہ لینے کا ہوتا ہے یا نہیں ؟

۳۔ امسال دارالعلوم رضویہ حنفیہ غلہ منڈی عارف والہ کے ناظم اعلیٰ سید مراتب علی شاہ نے مدرسین کو یوم تعطیلات کی تنخواہیں نہیں دیں جس کی وجہ سے ہم آپ کے دارالعلوم کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ آپ کے دارالعلوم میں کیا قوانین نافذ ہیں ؟ فقط والسلام۔

ازطرف : سید نور حسین شاہ

۴/۱۶۶۹

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

بخدمت سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہم العالی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور میں جملہ مدرسین کرام کی خدمت میں ماہِ رمضان المبارک وغیرہ ایامِ تعطیلات کے مشاہرات باقاعدہ پیش کیے جاتے ہیں اور شرعاً مدرسین کرام کے لئے یہ جائز ہے اور ہمارے مدارس کے علاوہ سرکاری مدارس میں بھی مشاہرات اسی طرح دئے جاتے ہیں اور یہ مدرسین کا حق عرفاً مانا ہوا ہے حالانکہ شرعاً المعروف کالمشروط ہے، الاشباہ والنظائر ص ۱۲۰ میں ہے وفی البزازیۃ المشروط عرفاً کالمشروط شرعا اور متعدد صفحات میں ہے المعروف کالمشروط شامی ج ۴ ص ۲۶۲ میں ہے والاحکام تبتنی علی العرف فیعتبر فی کل اقلیم وفی کل عصر عرف اھلہ اور اسی طرح شامی ج ۴ ص ۲۶۳ میں اور بحر الرائق ج ۶ ص ۱۳۶ میں بھی کافی حکم ہے بلکہ قرآن کریم میں ہے وأمر بالعرف لہٰذا شامی ج ۴ ص ۴۹۰ میں فرمایا: قال العلامۃ العینی والبناء علی العادۃ الظاھرۃ واجب، الاشباہ والنظائر ص ۱۱۶ میں ہے القاعدۃ السادسۃ العادۃ محکمۃ واصلہا قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن، پھر اسی قاعدہ کے مسائل میں ہمارے اس مسئلہ تعطیلات کے متعلق بھی تصریح ہے، ص ۱۱۸ میں ہے ومنہا البطالۃ

Marfat.com

فی المدارس کایام الاعیاد و یوم عاشوراء و شهر رمضان
فی درس الفقه (الی ان قال) فینبغی ان یکون کذلک فی
المدارس لان یوم البطالة للاستراحة الخ نیز ص ۱۲۳ میں ہے
مسئلة البطالة فی المدارس فاذا استمر عرف بها فی اشهر
مخصوصة حمل علیها ما وقف بعدها اور یونہی شامی ج ۳ ص ۵۲۵
میں ہے۔ نیز شامی کے اسی صفحہ میں ہے بحیث کانت البطالة معروفة
فی یوم الثلاثاء و الجمعة و فی رمضان و العیدین یحل الاخذ
اور جب حق جائز ہے تو ایامِ تعطیلات میں حاضری ضروری نہیں کیونکہ حاضری شرط ہو
تو تعطیلات کا معنٰی ہی ثابت نہیں ہوتا، بہر حال ایامِ تعطیلات کے مشاہرات
مدرسین کا ایسا حق ہے کہ اس کا ادا کرنا منتظمینِ مدارس پر از روئے احکامِ قرآن و
احادیثِ شریفہ و تصریحاتِ فقہائے کرام لازم ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولانا محمد
وعلیٰ الہ واصحابہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

۱۶ ۴/۶۹

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس صورت میں کہ
تین شخصوں نے حرام چربی عیسائی سے نکلوا کر اور پگھلوا کر ٹین میں بند کر کے
خریدار کو حرام بتا کر فروخت کر دی ہے، گاؤں کے لوگوں کو خبر ہوئی تو انہوں نے

Marfat.com

اس کے ساتھ بائیکاٹ کر دیا ہے، یہ مجرم اپنے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں اور سچے دل سے توبہ کرتے ہیں، آپ فرماویں کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے، بعض لوگ کہتے ہیں ہم ان پر کفر کا فتویٰ لگا کر اسلام سے علیحدہ کر دیں گے، از روئے شرع شریف کے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

سائل: خوشی محمد قوم موچی موضع چک ۲ ڈاکخانہ بڑا گھر تحصیل ننکانہ ضلع شیخوپورہ (نشان انگوٹھہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

بلا شک وشبہ وریب ان کا یہ فعل شرعاً ناجائز اور گناہ ہے مگر چونکہ وہ حرام کو حرام جانتے اور کہتے ہیں تو یہ کفر قطعاً نہیں بن سکتا عند اھل السنۃ والجماعۃ کما نص علیہ فی کتب الکلام والفقہ بل لاھل الکتاب والسنۃ اور یونہی گاؤں والوں کا بائیکاٹ بھی اس حرام کاری کے وقت صحیح تھا مگر جب سچے دل سے توبہ کرتے ہیں تو ان کی توبہ پر اعتبار کرتے ہوئے میل جول شروع کر دیں، قرآن کریم میں ہے ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا (سورۃ الزمر) حدیث شریف میں ہے التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ (مشکوٰۃ شریف ص۲۰۶) بلکہ اگر بالفرض کافر ہو بھی جاتے جب بھی یہی حکم ہے، کافر کی توبہ بھی غرغرہ موت سے قبل مقبول ہے، قرآن کریم میں ہے فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین (سورۃ التوبہ) قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفر لھم

Marfat.com

ما قد سلف (سورۃ الانفال) لہذا گاؤں والوں کا فرض ہے کہ ان کو اپنا دینی بھائی تصور کرتے ہوئے بائیکاٹ ترک کردیں اور کفر کے فتوے نہ لگائیں اور اسلام سے علیحدہ نہ کریں کہ خود گنہگار وظالم نہ کہلائے جائیں، قرآن کریم میں ہے بئس الاسم الفسوق بعد الایمان (سورۃ الحجرات)

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۸ محرم الحرام ۱۳۷۴ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ گدھے کو گھوڑی کے ساتھ جفت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ابوالاخلاص مولوی اللہ بخش صاحب

متعلم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ، فرید پور جاگیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

جائز ہے چنانچہ قدوری، کنز الدقائق، ہدایہ، تکملہ بحر الرائق، تنویر الابصار

Marfat.com

میں تحریراً اور در المختار و رد المحتار میں تقریراً ہے و النظم للامام القدوری
ولا باس بخصاء البہائم و انزاء الحمیر علی الخیل۔
واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۵ شعبان المکرم ۱۳۶۳ھ

الاستفتاء

بخدمت فیض درجت حضور حضرت قبلہ مفتی ابو الخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی

ادام اللہ برکاتکم علینا

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ :۔ ایک شرعی مسئلہ آپ سے دریافت کر رہا ہوں، برائے عنایت اس کے متعلق فقہائے کرام کا فیصلہ صادر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں، سوال یہ ہے :۔

گائے، بھینس، بکری، بھیڑ کا وہ دودھ جو بچہ پیدا ہونے کے بعد دو تین دن نکلتا رہتا ہے اور گاڑھا ہوتا ہے اور اس کا رنگ بھی دودھ جیسا سفید نہیں ہوتا، اس کا کھانا آیا جائز ہے یا نہیں ؟

یہ مسئلہ چونکہ یہاں متنازعہ صورت اختیار کر چکا ہے، ایک دیوبندی (وہابی) مولوی نے فتویٰ دیا ہے کہ اس کا کھانا جائز ہے، برائے عنایت مدلل تحریر عنایت فرمائیں کہ فقہائے کرام کا اس بابت کیا فیصلہ ہے ؟

Marfat.com

یہ جوابی لفافہ پیش خدمت ہے، اس میں جواب روانہ فرمائیں، والسلام

خادم: عبدالرحیم سکندری خطیب غوثیہ مسجد، شاہ پور چاکر

ضلع سانگھڑ سندھ ۳ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:۔ بلاشک وشبہہ وریب شرعاً حلال ہے اس کا کھانا پینا جائز ہے اور کسی دیوبندی کے اس فتویٰ دینے سے کہ کھانا جائز ہے، یہ حکم نہیں بدلتا کہ ناجائز ہو جائے جیسے کہ دیوبندی پانی پینا جائز کہے تو ناجائز نہیں ہو جاتا اور شاید آپ کی تحریر میں " نا " رہ گیا ہے، یعنی صحیح یہ ہے کہ فتویٰ دیا ہے کہ اس کا کھانا ناجائز ہے تو آپ اس سے دلیل طلب فرماتے تو واضح ہو جاتا کہ غلط کہتا ہے کیونکہ قرآن کریم کی کئی آیتوں سے ثابت کہ جائز ہے، دیکھئے سورۃ النحل شریف کی آیت ۶۶ میں ہے نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشاربین اور سورۃ المؤمنون ۲۱ میں ہے نسقیکم مما فی بطونہا نیز سورۃ النحل کی آیت ۵ میں ہے لکم فیہا دفء ومنافع ان "منافع" اور "مما فی بطونہا" اور "مما فی بطونہ" اور لبنا میں یہ دودھ بھی یقیناً داخل ہے، رنگت کا قدرے فرق ناجائز نہیں بناتا جیسے کہ گائے کا دودھ بھی کبھی پورا سفید نہیں ہوتا اور نہ ہی قرآن کریم نے سفید ہونے کو شرط بنایا ہے۔

مسند امام احمد بن حنبل ج ۳ ص ۱۴۳ اور سنن ترمذی ج ۲ ص ۱۰۷ میں ہے

Marfat.com

کہ حضرت صفوان بن امیہ نے کلدہ بن حنبل (رضی اللہ تعالے عنہ) کو اس قسم کا دودھ (جس کو عربی میں لبأ کہا جاتا ہے) دیکر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا بطور تحفہ و اللفظ للترمذی ان کلدۃ بن حنبل اخبرہ ان صفوان بن امیۃ بعثہ بلبن و لبأ وضغابیس الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو اگر یہ ناجائز ہوتا تو وہ دو صحابی حضور پُر نور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں کیوں پیش کرتے، نیز مسند امام احمد بن حنبل ج ۳ ص ۳۰۷ میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالے عنہ نے اس کو تناول فرمایا و لفظہ و ان ابابکر اکل لبأ ثم صلی لم یتوضأ، نہایہ ابن اثیر ج ۴ ص ۴۶ اور الدر النثیر ج ۴ ص ۴۶ اور مجمع البحار ج ۳ ص ۱۴۲ میں ہے ھو اول ما یحلب عند الولادۃ، لسان العرب ج ۱ ص ۱۵۰ میں ہے اول الالبان اللبأ عند الولادۃ و اکثر ما یکون ثلاث حلبات اور یونہی تاج العروس شرح القاموس ج ۱ ص ۱۴۴ میں ہے، تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ یہ دودھ ہی ہے اور جائز و حلال ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علیٰ حبیبہ الاعظم و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۸ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ

۲۱/۱/۷۵

Marfat.com

الاستفتاء

از دفتر مدرسہ عربیہ نور المدارس رجسٹرڈ منڈی یزمان ضلع بہاولپور
گرامی قدر حضرت قبلہ علامہ ابو الخیر فقیہ عصر مفتی اعظم محقق اہلسنت
دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :- خلاصۂ احوال آنکہ علماء شریعت اس مسئلے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام، اعوذ، تسمیہ اور قرآنی آیات مواظبت سے پڑھنا جائز اور موجب ثواب ہے کہ نہیں؟ نہایت تحقیق سے جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

نیز سوال کی دوسری جز یہ ہے کہ جو تہائی حصہ کمیشن لیکر مساجد یا مدارس عربیہ کے لئے چندہ وصول کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

سائل : احمد دین نقشبندی غفرلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور و الصواب

۱۔ صلوٰۃ وسلام اور آیاتِ قرآنیہ مع اعوذ تسمیہ کا قبل از اذان پڑھنا

Marfat.com

بنیۃً باعثِ ثواب ہے کہ یہ صلوا علیہ الآیۃ پر عمل ہے اور
تلاوتِ قرآن کریم بھی مامور بہا ہے۔ رہا یہ کہ ہر وقت پڑھنا جائز ہے
مگر قبل از اذان تخصیص کیوں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اذن مطلق کو
مقید بغیر الاذان کرنے والی کونسی دلیل ہے حالانکہ اطلاق بمنزلۃ النص ہے
جس کی تخصیص خبرِ واحد سے بھی نہیں ہو سکتی اور یونہی مواظبت سے کونسا
حرج ہے جبکہ صحیحین وغیرہما کی احادیث صحیحہ سے ثابت کہ اچھے کام کی مواظبت
سے وہ کام احب الی اللہ والی رسولہ بن جاتا ہے۔

مجھے زیادہ فرصت نہیں، ہمارے حضرت مولانا المحقق محمد رمضان صاحب
نوری، حویلی لکھا مہتمم و بانی دار العلوم النعیمیہ قادریہ، پیر اسلام، حویلی لکھا نے
نہایت محققانہ رنگ کا رسالہ درود و سلام قبل الاذان لکھا ہے، وہ قیمتہً
منگوالیں۔ ویسے حیرت ہے کہ ایسے نظریاتی مسائل پر تحقیق کی ضرورت
کیوں پیش آئی، کیا ایمانِ مومن یہی ہے؟

۲۔ قرآنِ کریم نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ والعٰملین علیہا بھی
مالِ زکوٰۃ سے حصہ لے سکتے ہیں تو یہ ضرورت کیوں پیش آئی؟ وہی
علتِ وہابیت کہ بزعمِ خود عام کی تخصیص کر لیتے ہیں، پھر سوالات
کرنے شروع کر دیتے ہیں تو آپ اس کا رد کریں، کفایت ہو گی
ان شاء اللہ تعالیٰ، ورنہ آپ ایسے فروعی مسائل میں الجھ کر اپنے
مدارس و مساجد کی تعمیر اور اپنے عشق و محبت کے جذبات کے

ف اسی موضوع پر مولانا موصوف کا مرتب کردہ مدلل اشتہار انجمن حزب الرحمٰن بصیر پور نے شائع کیا ہے۔ (مرتب)

Marfat.com

ظہار سے رد جائیں گے اور ان کی مراد پوری ہو جائے گی فانا لله وانا الیہ راجعون۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاکرم وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم ابداً ابداً۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ بانی و مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال

۲۷ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ ۶/۸۰ ؍ ۱۱

الاستفتاء

جناب قبلہ الحاج محدث پاکستان فقیہ اعظم شیخ الحدیث والتفسیر مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ صاحب دامت برکاتہم

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا فرضی ہو یا نفلی جائز ہے یا نہیں؟ باقی تو تمام سواریاں بری و بحری میں جائز ہے اس کے متعلق ارشاد فرمائیں۔ بینوا توجروا

السائلان:

ابو المظہر محمد انور نوری چک ۱۹۹/ E.B

چوہدری الحاج محمد اکبر خاں صاحب

۱۰۲۰۷۵

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ہاں جائز ہے کہ ہوائی جہاز بھی بحری جہاز کی طرح ایک عنصر پر ہوتا ہے۔ وہ پانی پر ہوتا ہے اور یہ ہوا پہ۔ پانی پر قیام اور سجدہ نہیں ہو سکتا مگر جہاز پر ہو سکتے ہیں تو یونہی ہوا میں قیام اور سجدہ نہیں ہو سکتے مگر ہوائی جہاز میں بھی بآسانی ہو سکتے ہیں اور استقبال قبلہ بھی قطب نما دیکھ کر یا عملہ کے تعاون سے ہو سکتا ہے اور عدمِ جواز کی کوئی دلیل نہیں تو ممانعت کیوں؟ حالانکہ اشیاء میں اصل اباحت ہے اور قوموا للہ قٰنتین وغیرہا آیات بھی "علی الارض" کی قید سے اطلاق پر ہیں اور سیدنا عیسٰی علٰی نبینا وعلیہ السلام بھی آسمان پر نماز ادا فرماتے ہیں تو روزِ روشن کی طرح روشن ہوا کہ بلاشک وشبہہ وریب جائز ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالٰی علٰی حبیبہ الاعظم الاکرم وعلٰی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

البانی لدار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال

۲۷ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ

المطابق ۹ فروری ۱۹۷۵ء

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ قاضی منظور
کی بکری گم ہوگئی، اس نے امام مسجد کو کہا کہ مسجد میں لاؤڈ سپیکر پر اعلان کردو کہ
قاضی منظور کی بکری فلاں علامتوں والی گم ہوگئی ہے جس کے پاس ہو بڑے
نوازش قاضی منظور کے گھر پہنچادے، اس پر امام مسجد نے کہا کہ شرعاً مسجد کے
سپیکر میں ایسا اعلان منع ہے کہ آدابِ مسجد کے خلاف ہے، اس پر چند
لوگوں نے احتجاج کرکے مسجد میں ایسے اعلان کرنے کی کمیٹی مسجد سے منظوری
لے لی ہے، کیا یہ فیصلہ شرعاً صحیح ہے یا غلط؟ تفصیلاً جواب تحریر فرمایا جائے
مہربانی ہوگی۔

السائل: سید اعجاز حسین شاہ ایڈووکیٹ بہاولنگر

۲۲ جون ۱۹۷۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً مسجد میں ایسے اعلان جائز نہیں، حدیث شریف میں اس سے
ممانعت آئی ہے اور حکم کہ ایسا اعلان سنکر دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ یہ چیز
واپس نہ کرے مسجد اعلانوں کے لئے نہیں یہ بے ادبی ہے لہذا کمیٹی کی

Marfat.com

منصوص غلط ہے، حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سب سے اعلیٰ ہے
ہاں اس کا ایک ذریعہ ہے کہ اسپیکر مسجد سے باہر کسی کمرہ میں رکھا جائے اور
ہارن بھی باہر ہی فٹ ہوں تو اعلان ہو سکتا ہے جیسے کہ یہاں دار العلوم میں سپیکر
اور ہارن باہر ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفر لہٗ بیدہٖ

۱۷ رجب المرجب ۱۳۹۶ھ

۲۴ / ۶ / ۷۸

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ :

۱۔ ہمارے علاقہ جندول ضلع دیر میں یہ رواج عام ہے کہ جب کسی عورت کی شادی ہو تو شادی کے دن ان کے والدین اپنے گاؤں کے رہنے والوں اور اپنے رشتہ داروں کو کھانا کھلاتے ہیں، اس کھانے کے تمام اخراجات شوہر (ناکح) سے وصول کیے جاتے ہیں، جب یہ کھانا پکا ہوا دیا جائے تو لوگ اس کو گوشتی کہتے ہیں اور جب شوہر سے وصول کریں صرف آٹا، چاول، گھی کی صورت وغیرہ ہو تو اس کو "توانہ" کہتے ہیں ضلع مردان کے لوگوں کی اصطلاح میں اس کو "خرچ" کہتے ہیں لہذا بعض

Marfat.com

علماءِ کرام اس گوشتی یا خرچ کو حرام کہتے ہیں اور اس کی حرمت کے لئے زیادہ سے زیادہ یہ دلائل پیش کرتے ہیں کہ یہ نہ ولیمہ ہے اور نہ خیرات ہے بلکہ محض رواج ہے اور شوہر سے بغیر کسی معاوضہ اور بغیر رضامندی کے وصول کیا جاتا ہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ یہ حرمت کے دلائل نہیں بلکہ کوئی شخص کسی عورت سے شادی کرنے کی خواہش رکھتا ہو تو وہ سمجھتا ہے کہ ان کے والدین مجھ سے فلاں فلاں چیزیں وصول کریں گے لیکن اس کے باوجود نکاح کا مطالبہ کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ اس پر راضی ہے۔ اسی طرح شوہر بھی اپنے گھر پر شادی کے دن گاؤں کے دینے والوں اور اپنے رشتہ داروں کو کھانا کھلاتا ہے، اگر ایسا نہ ہو تو ظاہر ہے کہ یہ کھانا بھی شوہر کی رضامندی کے بغیر کھایا جاتا ہے کیونکہ اگر کوئی شخص یہ کھانا نہ کھلاتے میں تو لوگ اس کے ساتھ قطع تعلق کر لیتے ہیں، اس کے غم یا شادی میں شمولیت نہیں کرتے اور اس کو برا کہتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں تو شادی کرنے والا مجبوراً بغیر رضامندی کے لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے، اگر گوشتی یا خرچ اس بنا پر حرام ہو جائے کہ یہ شوہر سے بغیر رضامندی کے وصول ہوا ہے تو شوہر کے گھر پر جو کھانا کھلایا جاتا ہے تو وہ بھی بغیر رضامندی اور بغیر معاوضہ کے کھایا جاتا ہے لیکن بہر علماءِ کرام گوشتی کو حرام سمجھتے ہیں تو باوجودیکہ دونوں کھانے بغیر رضامندی کے کھائے جاتے ہیں حالانکہ یہ ولیمہ نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ ولیمہ نکاح کے بعد ہوتا ہے اور اس علاقہ میں یہ رواج ہے وہ نکاح سے پہلے کھلایا جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ ولیمہ نہیں رہتا۔

نوٹ :- یہ واضح ہے کہ یہ رسم و رواج خلافِ سنت ہے لیکن بحث اور تنازعہ گوشتی یا خرچ کی حرمت اور عدمِ حرمت پر ہے اس لئے ہم یہ مسئلہ اہل العلم حضرات کے سامنے پیش کرتے ہیں تاکہ ہماری تسلی اور فیصلہ ہو جائے۔

سوال ۱ :- حرام کسے کہتے ہیں؟ حرام کی تعریف میں گوشتی شامل ہے یا نہیں؟

سوال ۲ : کسی ملک کا رسم و رواج جب تک قرآن و سنت کے صراحۃً مخالف نہیں ہو تو اس پر حرام کا اطلاق ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکتا ہے تو کس طرح؟

برائے کرم گوشتی کی حرمت یا عدمِ حرمت کو دلائل عقلی و نقلی سے باحوالہ کتب سے واضح کیجئے۔

سائل : حکیم سید قمر صاحب سکنہ کنڈر براستہ گڑھی کپورہ
ضلع و تحصیل مردان (سرحد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

(۱) حرام وہ ہے جس کا کرنا دلیلِ قطعی سے ممنوع ہو، شامی ج ۵ ص ۲۹۵ میں ہے فمع المنع عن الفعل بدلیل قطعی حرام حالانکہ کسی دلیلِ قطعی سے گوشتی کی ممانعت ثابت نہیں تو وہ حرام کی تعریف میں

Marfat.com

شامل نہیں اور عرف و رواج کا شرعاً بڑا اعتبار ہے، قرآنِ کریم میں ہے
وأمر بالعرف اور شامی میں ہے ج ۳ ص ۱۲۴ وفی بحث التخصیص
من التحریر مسئلۃ العادۃ سے ہے ان الثابت بالعرف
کالثابت بالنص۔

بہرحال گوشتی کا جب عرف عام ہے تو حرام کیوں کہا جائے
حالانکہ حدیث موقوف حسن میں ہے ما رآہ المسلمون حسنا فھو
عند اللہ حسن شامی ج ۳ ص ۱۸۱ میں فرماتے ہیں رواہ احمد فی کتاب
السنۃ (الی ان قال) وھو موقوف حسن، پھر اعمال کی مدار نیت
پر ہے انما الاعمال بالنیات کی بنا پر تو بلا وجہ وجیہ بیچاروں کے
افعال کو حرام کیوں بنایا جائے اور رشوت کہا جائے حالانکہ حدیثِ پاک
میں بدگمانی سے منع فرمایا گیا ہے اکذب الحدیث الظن آیا ہے اور
قرآنِ کریم میں ان بعض الظن اثم، ان علماء کو سورۃ النحل کی آیت لاتقولوا لما تصف
السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام دیکھنی چاہیئے اور ایسے اجتہادات سے
بچنا چاہیئے اور اس مختصر تحریر سے سوال دوم کا جواب بھی واضح ہوگیا، اس مسئلہ پر
صدہا دلائل لکھے جاسکتے ہیں مگر میں بعض شدید مصائب و آلام کے اژدہام سے
مجبور ہوں لہٰذا اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

تنبیہ: شامی ج ۲ ص ۳۶۳ میں ہے وحمل احوال المسلمین
علی الصلاح واجب اور سورۂ نور کی وہ نورانی آیت جس میں ان تاکلوا من
بیوتکم الآیۃ ہے جس میں او بیوت اخوانکم بھی ہے، در اسی میں جمیعا او
اشتاتا بھی ہے۔ محرر المذہب الحنفی حضرت امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں وبہ

Marfat.com

نا خذ ما لم نعرف شیئا حراما بعینہ، فتاوی عالمگیری ج۴ ص ۱۰۵، عام
اہلِ اسلام کو کھانا مفت کھلانا خیرات نہیں تو کیا ہے؟ حیف صد حیف!
واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ
تعالیٰ علی حبیبہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم ابداً ابداً۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ بانی ومہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ
بصیر پور شریف ضلع ساہیوال، بقلم خود

۲ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ

۲/۱۹۸۰

****

****

Marfat.com

فہرست آیاتِ کریمہ

Marfat.com

فہرستِ آیاتِ مبارکہ

نمبر شمار	آیاتِ مبارکہ	سورۃ	آیۃ	صفحہ
۱	خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا۔	البقرۃ	۲۹	۴۲۶
۲	وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ۔	″	۱۰۲	۶۱۶
۳	وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ۔	″	۱۱۴	۵۱۵
۴	وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ۔	″	۱۴۸	۴۵۷
۵	يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔	″	۱۶۸	۵۹۹
۶	اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝	″	۱۷۳	۵۶۴
۷	يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔	″	۱۸۵	۵۷۳
۸	وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْۤءٍ۔	″	۲۲۸	۳۵۶
				۳۵۷، ۳۵۸، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۶
۹	وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْۤا اِصْلَاحًا۔	″	۲۲۸	۲۶۱
۱۰	وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ۔	″	۲۲۸	۲۶۱
۱۱	اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ	″	۲۲۹	۱۳۳
				۲۴۳، ۲۷۷، ۳۱۱، ۱۳۹

Marfat.com

نمبر شمار	آیات مبارکہ	سورۃ	آیۃ	صفحہ
۱۲	اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ۔	البقرۃ	۲۲۹	۳۶۳، ۳۳۵
۱۳	فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ۔	"	۲۲۹	۳۳۷، ۲۷۷، ۳۶۳، ۳۱۱، ۱۴۸
۱۴	فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ	"	۲۳۰	۱۳۳
				۱۸۴، ۱۸۹، ۲۴۴، ۲۶۸، ۲۷۷، ۲۸۷، ۲۸۹، ۲۹۲
				۲۸۲، ۳۰۳، ۳۰۵، ۳۰۸، ۳۱۱، ۳۱۹، ۲۸۱
۱۵	فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ۔	"	۲۳۰	۲۹۹
۱۶	حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ۔	"	۲۳۰	۲۸۴
۱۷	وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ یَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَیْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ	"	۲۳۲	۲۷۹، ۳۷۳
۱۸	فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ یَّنْكِحْنَ۔	"	۲۳۲	۲۱۸
۱۹	اَوْ یَعْفُوَا الَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ۔	"	۲۳۷	۳۲۴
۲۰	اَلَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ۔	"	۲۳۷	۹۴، ۱۶۴، ۳۷۴
۲۱	قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ۔	"	۲۳۸	۶۲۸
۲۲	وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْكُمْ	"	۲۷۲	۶۰۲
۲۳	اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ۔	"	۲۷۵	۳۸۴
۲۴	وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ (الٰی ان قال) جل وعلا۔ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ۔	"	۲۸۲	۵۱۹
۲۵	وَلَا تَسْئَمُوْا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِیْرًا اَوْ كَبِیْرًا۔	"	۲۸۲	۵۴۲
۲۶	لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔	"	۲۸۶	۵۸۷

Marfat.com

نمبر شمار	آیات مبارکہ	سورۃ	آیۃ	صفحہ
۲۷	تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ۔	آل عمران	۲۷	۴۰۸
۲۸	كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ الآية۔	آل عمران	۱۱۰	۳۹۹
۲۹	وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ۔	النساء	۲۳	۲۴۲
۳۰	وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ۔	″	۲۴	۹۳، ۱۷۱، ۳۲۴، ۵۱۴
۳۱	وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ۔	″	۲۴	۳۱۸
۳۲	إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ۔	″	۲۹	۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶
۳۳	الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ۔	″	۳۴	۱۹۴، ۱۹۶
۳۴	وَالصُّلْحُ خَيْرٌ۔	″	۱۲۸	۲۶۱
۳۵	وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ الآية	″	۱۲۹	۱۹۶
۳۶	فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ۔	″	۱۲۹	۲۲۰
۳۷	وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ۔	المائدۃ	۲	۴۸۹، ۵۶۷
۳۸	حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ۔	″	۳	۵۶۳
۳۹	وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ	″	۳	۳۹۴
۴۰	عَفَا اللَّهُ عَنْهَا۔	″	۱۰۱	۵۰۰
۴۱	فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ۔	الانعام	۱۱۹	۳۰۵

Marfat.com

نمبر شمار	آیات مبارکہ	سورۃ	آیۃ	صفحہ
۴۲	وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ الآية۔	”	۱۲۰	۴۰۵
۴۳	قُلْ لَا أَجِدُ فِيمَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا۔	الانعام	۱۴۵	۵۶۳
۴۴	قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔	الاعراف	۳۲	۶۰۰
۴۵	وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰئِثَ۔	”	۱۵۷	۴۲۴، ۴۲۶
۴۶	وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ۔	”	۱۹۹	۶۱۸، ۳۳۶، ۵۵۸
۴۷	وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔	”	۲۰۴	۶۰۶
۴۸	قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ۔	الانفال	۳۸	۶۲۰
۴۹	فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ۔	التوبۃ	۱۱	۶۲۰
۵۰	وَيَأْبَى اللّٰهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُونَ۔	”	۳۲	۳۳۸
۵۱	إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا الآية	”	۳۶	۱۰۹
۵۲	إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِينِ الآية	”	۶۰	۶۰۲
۵۳	وَالْعٰمِلِينَ عَلَيْهَا۔	”	۶۰	۶۲۶
۵۴	وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔	”	۶۱	۴۳۶

Marfat.com

نمبر شمار	آیات مبارکہ	سورۃ	آیۃ	صفحہ
۵۵	لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ۔	النحل	۵	۶۲۳
۵۶	لِيَحْمِلُوٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ۔	〃	۲۵	۳۲۷
۵۷	نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ۔	النحل	۶۶	۶۲۳
۵۸	اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ۔	〃	۱۱۵	۵۶۴
۵۹	وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ۔	〃	۱۱۶	۶۲۳
۶۰	وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الآية	〃	۱۱۶	۵۰۱ ۵۹۰
۶۱	مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔	〃	۱۱۷	۵۰۱
۶۲	وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا۔	الاسراء	۸۳	۶۰۰
۶۳	وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ۔	الحج	۷۸	۵۸۷ ۵۷۳
۶۴	نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهَا۔	المؤمنون	۲۱	۶۲۳
۶۵	ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَّاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔	النور	۴	۳۳۰
۶۶	لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ			

Marfat.com

نمبر شمار	آیات مبارکہ	سورۃ	آیۃ	صفحہ
	فَاُولٰٓئِکَ عِنْدَ اللہِ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ۔	”	۱۳	۳۳۰
٦٧	اَنْ تَاْکُلُوْا مِنْ بُیُوْتِکُمْ الآیۃ	”	٦١	٦٣٣
٦٨	وَبُیُوْتِ اِخْوَانِکُمْ۔	”	٦١	٦٣٣
٦٩	لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْکُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًا۔	”	٦١	٦٠٢
٧٠	جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًا۔	النور	٦١	٦٣٣
٧١	وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا۔	الاحزاب	٣٦	٢٧٧
٧٢	ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْھُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْھُنَّ فَمَا لَکُمْ عَلَیْھِنَّ مِنْ عِدَّۃٍ۔	”	٤٩	٣٥٢ ٣٦٧ ٣٦٩
٧٣	صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔	”	٥٦	٦٠٥ ٦٢٦
٧٤	وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔	”	٥٦	٥٩٨
٧٥	اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا۔	”	٥٧	٤٣٧
٧٦	وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُھْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا۔	”	٥٨	٥٢١
٧٧	اِنَّ اللہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا۔	الزمر	٥٣	٦٢٠
٧٨	بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ۔	الحجرات	١١	٦٢١

Marfat.com

نمبر	آیات مبارکہ	سورة	آیة	صفحہ
۷۹	إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ۔	"	۱۲	۶۳۳
۸۰	وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ۔	الطلاق	۴	۹۴
۸۱	وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔	"	۴	۲۰۶
	۳۶۸ ، ۱۴۹ ، ۳۵۶ ، ۱۵۰ ، ۳۶۴ ، ۳۶۶			
۸۲	نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ۔	القلم	۱	۵۴۰
۸۳	وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَعْلُومٌ۔	المعارج	۲۴	۵۹۵
۸۴	وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا۔	المزمل	۲۰	۸۶
۸۵	مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ۔	الانفطار	۶	۵۴۰
۸۶	الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ۔	"	۷	۵۴۰
۸۷	اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ۔	العلق	۳	۵۳۸
۸۸	الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔	"	۴	۵۳۸
۸۹	عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔	"	۵	۵۳۸

Marfat.com

فہرست احادیثِ مبارکہ

Marfat.com

فہرستِ احادیثِ مبارکہ

نمبر شمار	احادیثِ مبارکہ	صفحہ
۱	رفع القلم عن ثلٰثۃ عن النائم حتی یستیقظ وعن الصغیر حتی یکبر الخ	۹۴، ۹۹
۲	تزوجہا (ای عائشۃ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھی بنت ست	۹۰
۳	لاطلاق لمن لم یملک۔	۹۴
۴	انما الطلاق لمن اخذ بالساق۔	۹۵ ۱۶۴
۵	لایجوز علی الغلام طلاق حتی یحتلم۔	۹۵
۶	ان رجلا طلق امرأتہ ثلاثا ...... حتی یذوق عسیلتہا۔	۱۸۴، ۲۸۱ ۲۹۲، ۲۸۷ ۲۹۴
۷	ان رجلا قال لابن عباس طلقت امرأتی مائۃ قال تأخذ ثلثا وتدع سبعا وتسعین۔	۱۸۶ ۲۸۹
۸	قال ابن عباس لرجل تاخذ ثلاثا وتدع تسع مائۃ و سبعۃ و تسعین۔	۱۸۶ ۲۸۹
۹	قالت فاطمۃ بنت قیس طلقنی زوجی ثلثا وھو خارج الی الیمن فاجاز ذٰلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۶۸
۱۰	قال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا .... فامضاہ علیہم۔	۲۶۹
۱۱	قال عمر فی الرجل یطلق امرأتہ ثلثا .... قال ھی ثلاث۔	۲۷۵

جلد سوم فتاویٰ نوریہ

Marfat.com

نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
۱۲	قال ابی بن کعب ان من الامانة ان تؤمن المرأة علی ما فی رحمها	۲۷۱
۱۳	عن ابن عباس انہ اجاز الطلاق الثلاث۔	۲۶۸ ۲۷۵
۱۴	عن علی اذا طلق الرجل امرأتہ ثلاثا فی مجلس واحد فقد بانت منہ	۲۷۵
۱۵	عن ابن عمر قال رجل طلقت امرأتی ثلاثا وھی حائض فقال عصیت ربك و فارقت امرأتك۔	۲۷۶
۱۶	عن عبداللہ قال فی الرجل یطلق البکر ثلاثا انہا لاتحل حتی تنکح زوجا غیرہ	۲۶۸ ۲۷۶
۱۷	کان ابن عمر اذا سئل عمن طلق ثلاثا...... قال حرمت حتی تنکح زوجا غیرك۔	۲۶۸ ۲۷۶
۱۸	ان رجلا سأل ابن عباس و اباھریرة و ابن عمر عن طلاق البکر ثلثا.......... فکلھم قالوا حرمت علیك۔	۲۶۸ ۲۷۶
۱۹	سأل رجل المغیرة بن شعبة و انا شاھد عن رجل طلق امرأتہ مائة قال ثلاث تحرم.....	۲۷۶
۲۰	عن انس قال لاتحل حتی تنکح زوجا غیرہ۔	۲۷۶
۲۱	قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اباکم لم یتق اللہ.... بانت منہ بثلاث۔	۲۷۶
۲۲	تاخذ ثلاثا وتدع تسعمائة وسبعة وتسعین	۲۷۸

Marfat.com

نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
۲۳	عصیت ربك وبانت منك امرأتك	۲۹۹
۲۴	عن حسن بن علی لـه احعتها لولا انی سمعت جدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اذا طلق الرجل امرأتہ ثلاثا عند الاقراء او طلقہا مبھمۃ لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ۔	۲۹۹
۲۵	قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلغ الکتاب اجلہ حین طلق ابن الزبیر زوجتہ الحاملۃ	۱۵۰
۲۶	قال ابن عباس اما الحلال فان یطلقہا طاهرا من غیر جماع او یطلقہا حاملا مستبینا حملہا	۱۵۱
۲۷	قال ابن مسعود الطلاق للسنۃ ان یطلقہا طاهرا من غیر جماع او عند حبل قد تبین	۱۵۱
۲۸	الولد للفراش و للعاهر الحجر۔	۳۶۸
۲۹	عن کعب بن مالك انہ کان لہ غنم ترعی بسلع.......... فذبحتہا بہ فسأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامرہ باکلہا۔	۳۸۴
۳۰	خمس فواسق...... الغراب الابقع	۴۲۵
۳۱	عن عائشۃ قالت انی لاعجب ممن یاکل الغراب و قد اذن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی قتلہ للمحرم وسماہ فاسقا واللہ ماہو من الطیبات۔	۴۲۵
۳۲	عن ابن عمر قال من یأکل الغراب وقد سماہ رسول اللہ	

جلد سوم فتاوی نوریہ

Marfat.com

نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
	صلی اللہ علیہ و سلم فاسقا واللہ ماھو من الطیبات	۴۲۶
۳۳	عن عروۃ بن الزبیر قال کیف یکون من الطیبات وقد سماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفاسق۔	۴۲۶
۳۴	عن القاسم قال و من یاکل الغراب بعد قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسق۔	۴۲۶
۳۵	خمس من الفواسق یقتلن فی الحل والحرم۔	۴۲۶
۳۶	لا تذبحوا الا مسنۃ الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعۃ من الضأن	۴۶۲
۳۷	لا تجزیٔ جذعۃ عن احد بعدک۔	۴۶۲
۳۸	لا تجزیٔ جذعۃ من احد بعدک۔	۴۶۲
۳۹	لن تجزیٔ عن احد بعدک۔	۴۶۲
۴۰	سئل علی عن مکسورۃ القرن قال لا بأس امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نستشرف العینین والاذنین۔	۴۷۳ ۴۷۵
۴۱	اتی رجل علیا فسألہ عن مکسورۃ القرن فقال لا یضرک	۴۷۳
۴۲	سئل علی عن مکسورۃ القرن قال لا یضرک الخ۔	۴۷۷
۴۳	قال البراء فما کرھتہ فدعہ ولا تحرمۃ علی احد حین سئل عن النقصان فی القرن و نحوہ	۴۷۳
۴۴	عن عمار بن یاسر مثلہ	۴۷۳
۴۵	انما نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم عن المصفرۃ و	

Marfat.com

نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
	المستاصلة۔	۴۷۶
۴۶	نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن عضباء القرن والاذن۔	۴۷۸
۴۷	مع الغلام عقیقة فاھر یقوا عنہ دما و امیطوا عنہ الاذیٰ۔	۴۹۹
۴۸	وقد عق النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد ما بعث نبیا۔	۴۹۹
۴۹	کل غلام رھین بعقیقتہ یذبح عنہ یوم سابعہ و یحلق راسہ و یسمی۔	۵۰۰
۵۰	و ماسکت عنہ فھو مما عفی عنہ۔	۵۰۰
۵۱	علی الغلام شاتان و علی الجاریة شاة۔	۴۹۹
۵۲	انما الاعمال بالنیات۔	۵۰۰، ۵۹۰، ۵۹۳، ۶۳۳
۵۳	ان اللہ وتر یحب الوتر۔	۵۰۰
۵۴	ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عق عن الحسن والحسین کبشا کبشا۔	۵۰۴
۵۵	من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان۔	۳۹۹ ۵۲۱ ۵۱۴
۵۶	عن ابن زبیر انہ قال احتجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واعطانی دمہ و قال اذھب فوارہ...... قال ما اراک الا قد شربتہ قلت نعم۔	۵۶۶
۵۷	ان القوة التی کانت فی ابن الزبیر من قوة دم النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔	۵۶۷

Marfat.com

نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
۵۸	عن سفینۃ ان شربہ۔	۵۶۷
۵۹	عن سفینۃ قال فتخبیت بہ فشربتہ قال ثم سألنی فاخبرتہ انی شربتہ فضحک۔	۵۶۷
۶۰	المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضا ثم شبک بین اصابعہ۔	۵۶۷
۶۱	قال قتادۃ القلم نعمۃ من اللہ تعالٰی عظیمۃ لولا القلم لم یقم دین ولم یصلح عیش۔	۵۳۹
۶۲	الا تعلمین ھٰذہ رقیۃ النملۃ کما علمتیہا الکتابۃ۔	۵۴۳
۶۳	تقول عائشۃ بنت طلحۃ یا خالۃ ھٰذا کتابۃ فلان وھدیتہ فتقول لی عائشۃ (بنت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہم) ای بنیۃ فاجیبیہ۔	۴۴۷
۶۴	قال عثمان الصلٰوۃ احسن ما یعمل الناس فاذا احسن الناس فاحسن معہم واذا اساءوا فاجتنب اساءتہم۔	۵۱۵
۶۵	عشر من الفطرۃ...... واعفاء اللحیۃ۔	۵۸۵
۶۶	وفروا اللحٰی۔	۵۸۵
۶۷	اعفوا اللحٰی۔	۵۸۵
۶۸	اوفوا اللحٰی۔	۵۸۵
۶۹	ارخوا اللحٰی۔	۵۸۵
۷۰	ارجوا	۵۸۵

Marfat.com

نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
۷۱	ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر باحفاء الشوارب و اعفاء اللحیٰ۔	۵۸۵
۷۲	ان اباقحافۃ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و لحیتہ قد انتشرت فقال لواخذتم واشار بیدہٖ الیٰ نواحی لحیتہ۔	۵۸۶
۷۳	کان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علیٰ لحیتہ فمافضل اخذہ۔	۵۸۶
۷۴	کان ابوھریرۃ یقبض علی لحیتہ فیأخذ مافضل عن القبضۃ۔	۵۸۶
۷۵	من یضمن لی مابین لحیتہٖ و مابین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ۔	
۷۶	حتی مر رجل معہ لحی جمل۔	۵۸۶
۷۷	قال صلی اللہ علیہ وسلم انی اری ان تجعلھا فی الاقربین حین قال ابوطلحۃ ان احب موالی الی بیرحاء	۵۹۲
۷۸	ان احب الاعمال ادومھا الی اللہ وان قل	۵۹۲
۷۹	کان احب الدین الیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مادام علیہ صاحبہ۔	۵۹۲
۸۰	کان عبداللہ یذکر الناس کل خمیس۔	۵۹۲
۸۱	فکانت اذا کان یوم الجمعۃ تنزع اصول السلق......	۵۹۳ ۵۹۵
۸۲	وعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ یأتی قبور الشہداء راس کل حول...... والخلفاء الاربعۃ ھٰکذا۔	۵۹۳
۸۳	ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سئل ای العمل احب الی اللہ قال ادومہ وان قل۔	۵۹۵

Marfat.com

نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
۸۴	ای العمل کان احب الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت الدائم۔	۵۹۵
۸۵	قال راو قلت (لابن عمر) فعمر قال لا قلت فابوبکر قال لا حین سئلہ عن صلوۃ الضحی	۵۹۶ ۵۸۶
۸۶	کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل علیہا رای فاطمۃ) قامت من مجلسہا۔	۵۹۸
۸۷	قوموا الی سیدکم۔	۵۹۸
۸۸	ماراٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن۔	۵۹۳ ۶۱۸ ۶۳۳
۸۹	ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ یتلون کتاب اللہ و یتدارسونہ بینہم الا نزلت علیہم السکینۃ الخ	۶۰۷
۹۰	اقرءوا القرآن ما ائتلفت علیہ قلوبکم فاذا اختلفتم فقوموا عنہ۔	۶۰۹
۹۱	التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔	۶۲۰
۹۲	ان کلدۃ بن حنبل اخبرہ ان صفوان بن امیۃ بعث بلبن ولبأ وضغابیس الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۶۲۳
۹۳	ان ابا بکر اکل لبأ ثم صلی و لم یتوضأ	۶۲۴
۹۴	من سمع رجلا ینشد ضالۃ فی المسجد فلیقل لا ردھا اللہ علیک	۶۲۹
۹۵	اکذب الحدیث الظن۔	۶۳۳

Marfat.com

ماخذ و مراجع

Marfat.com

ماٰخذ و مراجع

فتاوٰی نوریہ جلد سوم

نمبر شمار	کتاب	مطبع / سن طباعت	مصنف	سن وصال
۱	قرآن مجید			
	کتبِ تفسیر			
۲	احکام القرآن	بہیہ مصر ۱۳۴۸ھ	ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص	۳۷۰ھ
۳	مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر)	عامرہ شرقیہ مصر	امام فخر الدین محمد بن عمر رازی	۶۰۶ھ
۴	الجامع لاحکام القرآن	دار الکتب المصریہ ۱۳۸۷ھ	ابوعبداللہ محمد بن احمد اندلسی قرطبی	۶۷۱ھ
۵	انوار التنزیل	نولکشور لکھنؤ ۱۲۸۲ھ	ابوسعید عبداللہ بن عمر شافعی بیضاوی۔	۶۸۵ھ ۶۹۲
۶	مدارک التنزیل	احیاء الکتب العربیہ مصر، ۱۳۴۴ھ	ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی	۷۱۰ھ
۷	غرائب القرآن	کبری امیریہ مصر ۱۳۳۰ھ	حسن بن محمد قمی نیشاپوری	۷۲۸ھ
۸	لباب التاویل	تجاریہ کبری مصر ۱۳۵۷ھ	علی بن محمد بغدادی صوفی خازن	۷۴۱ھ
۹	البحر المحیط	النصر الحدیثیہ ریاض	ابوحیان اثیر الدین محمد بن یوسف اندلسی	۷۴۵ھ
۱۰	تفسیر ابنِ کثیر	عیسی البابی الحلبی مصر ۱۳۲۱ھ	ابوالفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیر	۷۷۴ھ
۱۱	الدر المنثور	میمنہ مصر ۱۳۱۴ھ	علامہ عبدالرحمٰن بن ابوبکر جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ

فتاوٰی نوریہ جلد سوم

Marfat.com

نمبر شمار	کتاب	مطبع / سن طباعت	مصنف	سن وصال
۱۲	ارشاد العقل	حسینیہ عامرہ شرقیہ مصر	ابو سعود محمد بن محمد عمادی حنفی	۹۸۲ھ
۱۳	التفسیر المظہری	فاروقی دھلی	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵ھ
۱۴	فتح القدیر	مصطفے البابی الحلبی مصر ۱۳۵۴ھ	محمد بن علی شوکانی	۱۲۵۰ھ
۱۵	ترجمۃ القرآن		شاہ رفیع الدین دھلوی	۱۲۳۴ھ
۱۶	فتح البیان	عاصمہ شارع الفلکی قاہرہ ۱۹۶۵ء	محمد بن علی صدیق حسن خاں بھوپالی	۱۳۰۷ھ
۱۷	کنز الایمان	اہلسنت برقی پریس مراد آباد	مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں بریلوی	۱۳۴۰ھ
۱۸	خزائن العرفان	؍؍	سید محمد نعیم الدین مراد آبادی	۱۳۶۷ھ

کتب حدیث

نمبر شمار	کتاب	مطبع / سن طباعت	مصنف	سن وصال
۱۹	مسند امام اعظم	اصح المطابع لکھنو ۱۳۰۹ھ	امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت	۱۵۰ھ
۲۰	موطا امام مالک	رحیمیہ دھلی	ابو عبد اللہ مالک بن انس اصبحی	۱۷۹ھ
۲۱	کتاب الآثار	الاستقامہ ۱۳۵۵ھ	محرر مذہب احناف امام محمد بن حسن شیبانی۔	۱۸۹ھ
۲۲	مسند امام احمد بن حنبل	دار الصادر بیروت	ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱ھ
۲۳	سنن دارمی	الطباعۃ الفنیۃ بالمدینۃ المنورہ ۱۳۸۶ھ	ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی۔	۲۵۵ھ

Marfat.com

نمبر شمار	کتاب	مطبع/سن طباعت	مصنف	سن وصال
۲۴	صحیح بخاری	اصح المطابع دہلی، ۱۳۵۷ھ	ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری	۲۵۶ھ
۲۵	الادب المفرد	قاہرہ ۱۳۷۹ھ	امیر المؤمنین فی الحدیث بخاری	۲۵۶ھ
۲۶	صحیح مسلم	اصح المطابع دہلی ۱۳۴۹ھ	ابوالحسن مسلم بن الحجاج قشیری	۲۶۱ھ
۲۷	سننِ ابوداوَد	مجیدی کانپور ۱۳۴۱ھ	ابوداوُد سلیمان بن اشعث سجستانی	۲۷۵ھ
۲۸	سننِ ابنِ ماجہ	اصح المطابع کراچی ۱۳۷۲ھ	ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ	۲۷۳ھ ۲۷۵
۲۹	جامع ترمذی	مجیدی کانپور، علیمی دہلی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	۲۷۹ھ
۳۰	سننِ نسائی	مجتبائی ۱۳۵۰ھ	ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب خراسانی۔	۳۰۳ھ
۳۱	شرح معانی الآثار	اصح المطابع ۱۳۹۰ھ و رحیمیہ دیوبند	ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی	۳۲۱ھ
۳۲	سننِ دارقطنی	فاروقی دہلی ۱۳۱۰ھ	علی بن عمر بن احمد البغدادی دارقطنی	۳۸۵ھ
۳۳	المستدرک	دائرۃ المعارف حیدرآباد ۱۳۳۴ھ	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم	۴۰۵ھ
۳۴	تلخیص المستدرک	دائرۃ المعارف	ابوعبداللہ محمد بن احمد ذہبی	۸۴۸ھ
۳۵	سننِ بیہقی	〃 〃 ۱۳۴۴ھ	ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی	۴۵۸ھ
۳۶	جامع المسانید	〃 〃 ۱۳۳۲ھ	محمد بن محمود خوارزمی (مؤلف)	۶۶۵ھ
۳۷	مشکوٰۃ المصابیح	اصح المطابع	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ خطیب	۷۴۰ھ
۳۸	کشف الغمہ	مصطفٰے البابی الحلبی مصر ۱۳۷۰ھ	شیخ ابوالمواہب عبدالوہاب	۹۷۳ھ
۳۹	کنزالعمال	دائرۃ المعارف ۱۳۱۴ھ	علاؤالدین علی متقی ہندی	۹۷۵ھ

Marfat.com

کتب شروح حدیث

نمبر شمار	کتاب	مطبع / سن طباعت	مصنف	سن وصال
٤٠	المنہاج (شرح مسلم)	اصح المطابع ١٣٤٩ھ	ابوزکریا یحییٰ بن اشرف نووی شافعی۔	٦٧٦ھ
٤١	نصب الرایہ	مجلس علمی ١٣٥٨ھ	جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی۔	٧٦٢ھ
٤٢	الکوکب الدراری	بہیہ مصر ١٣٥٤ھ	شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی۔	٧٨٦ھ
٤٣	فتح الباری	بہیہ مصر ١٣٥٨ھ	شہاب الدین احمد بن علی، ابن حجر عسقلانی۔	٨٥٢ھ
٤٤	عمدۃ القاری	دارالطباعۃ عامرہ مصر ١٣٠٨ھ۔	ابو محمد بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی۔	٨٥٥ھ
٤٥	تیسیر القاری	علوی لکھنؤ ١٢٩٨ھ	شیخ نور الحق بن شیخ عبدالحق اکبرآبادی۔	١٠٧٣ھ
٤٦	مرقاۃ	امدادیہ ملتان ١٣٧٨ھ	ملّا علی بن سلطان محمد قاری	١٠١٤ھ
٤٧	اشعۃ اللمعات	نولکشور لکھنؤ ١٣٥٤ھ	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	١٠٥٢ھ
٤٨	شرح سفر السعادۃ	〃 〃 ١٨٨٥ھ	〃 〃	〃
٤٩	مسوّٰی	رحیمیہ دھلی	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم محدث دھلوی	١١٧٩ھ

Marfat.com

نمبر شمار	کتاب	مطبع/سن اشاعت	مصنف	سن وصال
۵۰	مصفّٰی	رحیمیہ دھلی	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم محدثِ دہلوی۔	۱۱۷۹ھ
۵۱	فیض الباری	مجلسِ علمی ڈابھیل سورت الھند ۱۳۵۷ھ	مولانا محمد انور شاہ کشمیری	۱۳۵۲ھ
۵۲	عون المعبود	دارالکتب العربیہ بیروت	محمد اشرف بن امیر صدیقی عظیم آبادی۔	
۵۳	مظاہرِ حق	منشی نول کشور ۱۹۲۳ء	مولوی قطب الدین شاہجہان آبادی	

کتبِ احادیثِ موضوعہ

۵۴	موضوعاتِ ابنِ جوزی	مکتبہ سلفیہ ۱۳۸۶ھ	علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی	۵۹۷ھ
۵۵	اللآلی المصنوعہ	حسینیہ مصر ازہر	امام جلال الدین عبدالرحمٰن اسیوطی	۹۱۱ھ
۵۶	تذکرۃ الموضوعات	الطباعۃ النیریۃ ۱۳۴۳ھ	شیخ محمد طاہر بن علی ہندی الفتنی۔	۹۸۶ھ
۵۷	الفوائد المجموعہ	السنۃ المحمدیہ مصر ۱۳۸۰ھ	محمد بن علی شوکانی	۱۲۵۰ھ

کتب لغات ومشکل الحدیث

۵۸	صحاح	دارالکتب العربیہ مصر ۱۳۷۷ھ	ابونصر اسماعیل بن حماد الجوہری فارابی۔	۳۹۳ھ
۵۹	فقہ اللغہ	مصطفےٰ البابی الحلبی مصر ۱۳۵۷ھ	ابومنصور عبدالملک بن محمد ثعالبی	۴۲۹ھ ۴۳۰

Marfat.com

نمبر شمار	کتاب	مطبع / سن طباعت	مصنف	سن وصال
۶۰	النہایہ	خیریہ مصر ۱۳۰۶ھ	مجد الدین مبارک بن محمد جزری ابن اثیر۔	۶۰۶ھ
۶۱	المغرب	دائرۃ المعارف ۱۳۲۸ھ	ابوالفتح ناصر بن عبدالسید بن علی مطرزی حنفی۔	۶۱۶ھ
۶۲	صراح	احمدی کانپور ۱۳۱۰ھ	ابوالفضل محمد بن عمر جمال قرشی	۶۸۱ھ تکمیل کتاب
۶۳	لسان العرب	دار صادر بیروت ۱۳۷۵ھ	جمال الدین محمد بن مکرم مصری	۷۱۱ھ
۶۴	قاموس	″ ″ ۱۳۸۶ھ	مجد الدین محمد بن یعقوب فیروزآبادی۔	۸۱۱ھ
۶۵	منتہی الارب	اسلامیہ لاہور ۱۳۲۴ھ	شیخ عبدالرحمٰن بن عبدالسلام صفوری۔	۸۸۴ھ
۶۶	الدر النثیر	خیریہ مصر ۱۳۰۶ھ	علامہ جلال الدین سیوطی صدیقی	۹۱۱ھ
۶۷	مجمع البحار	کشوری ۱۳۱۴ھ	محمد طاہر بن علی الفتنی ہندی	۹۸۶ھ
۶۸	منتخب اللغات	مجیدی کانپور ۱۳۴۷ھ	عبدالرشید بن مصطفی جونپوری	۱۰۸۳ھ
۶۹	غیاث اللغات	″ ″	محمد غیاث الدین بن جلال الدین مصطفےٰ آبادی۔	تکمیل ۱۲۴۲ھ
۷۰	تاج العروس	دار صادر بیروت ۱۳۸۶ھ	محب الدین محمد بن سید مرتضیٰ زبیدی۔	۱۲۰۵ھ
۷۱	منجد	الکاثولیکیہ بیروت ۱۹۲۷ء	لوئیس معلوف یسوعی۔	

Marfat.com

نمبر شمار	کتاب	مطبع / سن طباعت	مصنف	سن وصال

کتب اسماء الرجال و سیرت

نمبر شمار	کتاب	مطبع / سن طباعت	مصنف	سن وصال
۷۲	الشفاء	مصطفےٰ البابی الحلبی مصر ۱۳۶۹ھ	الحافظ ابو الفضل قاضی عیاض ابن موسیٰ یحصبی۔	۵۴۴ھ
۷۳	زاد المعاد	ازہریہ مصر ۱۳۲۵ھ	شمس الدین بن عبد اللہ ابن قیم جوزی۔	۷۵۱ھ
۷۴	مدارج النبوۃ	نول کشور ۱۹۱۳ء	شیخ عبد الحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ
۷۵	العبر	الکویت ۱۹۶۱ء	ابو عبد اللہ محمد بن احمد ذہبی شمس الدین۔	۷۴۸ھ
۷۶	میزان الاعتدال	السعادہ مصر ۱۳۲۵ھ	شمس الدین ابو عبد اللہ محمد ابن احمد ذہبی۔	۷۴۸ھ
۷۷	مرأۃ الجنان	دائرۃ المعارف ۱۳۲۹ھ	ابو محمد عبد اللہ بن اسعد یافعی عینی شافعی۔	۷۶۸ھ
۷۸	الاصابہ	تجاریہ کبریٰ مصر ۱۳۵۸ھ	الحافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی۔	۸۵۲ھ
۷۹	لسان المیزان	دائرۃ المعارف ۱۳۲۹ھ	" " " "	"
۸۰	تہذیب التہذیب	" ۱۳۲۵ھ	" " "	
۸۱	الجواہر المضیۃ	" ۱۳۳۲ھ	محی الدین عبد القادر بن ابی الوفاء محمد قرشی حنفی۔	۷۷۵ھ

Marfat.com

نمبر شمار	کتاب	مطبع اسن اشاعت	مصنف	سن وصال
۸۲	کشف الظنون	اسلامیہ طہران ۱۳۷۸ھ	حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ کاتب چلپی۔	۱۰۶۷ھ
۸۳	الفوائد البہیہ	ندوۃ المعارف ۱۹۶۷ء	ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی	۱۳۰۴ھ

کتبِ فقہ

۸۴	کافی	السعادہ مصر ۱۳۳۱ھ	حضرت حاکم الشہید محمد بن محمد حنفی۔	۳۳۴ھ
۸۵	مبسوط سرخسی	" " "	محمد بن احمد بن ابوسہل سرخسی	۴۸۳ھ
۸۶	قدوری	اصح المطابع کراچی	ابوالحسین احمد بن محمد قدوری بغدادی۔	۴۲۸ھ
۸۷	جوہرہ نیرہ	محمود بک باب عالی ۱۳۰۱ھ	ابوبکر بن علی المعروف حدادی عبادی۔	۸۰۰ھ تقریباً
۸۸	حاشیہ قدوری	اصح المطابع کراچی	مولوی ابوسعید غلام مصطفیٰ سندھی قاسمی۔	
۸۹	بدائع صنائع	جمالیہ مصر ۱۳۲۸ھ	ملک العلماء علاؤالدین ابوبکر ابن مسعود کاشانی۔	۵۸۷ھ
۹۰	ہدایہ	میمنہ مصر ۱۳۰۷ھ مجتبائی دہلی ۱۳۵۰ھ امین کمپنی دہلی ۱۳۵۸ھ	برہان الدین علی بن ابوبکر فرغانی مرغینانی	۵۹۳ھ

Marfat.com

نمبر شمار	کتاب	مطبع / سن طباعت	مصنف	سن وصال
۹۱	کفایہ	میمنہ مصر ۱۳۰۷ھ	مولانا جلال الدین خوارزمی	۷۱۱ھ
۹۲	عنایہ	″ ″ ″	محمد بن محمود بابرتی۔	۷۸۱ھ
۹۳	بنایہ	نولکشور ۱۲۹۳ھ	علامہ بدر الدین محمود عینی	۸۵۵ھ
۹۴	فتح القدیر	میمنہ مصر ۱۳۰۷ھ	کمال الدین محمد بن عبد الحمید ابن الہمام۔	۸۶۱ھ
۹۵	کنز الدقائق	دار الکتب العربیہ مصر ۱۳۳۳ھ	ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی	۷۱۰ھ
۹۶	تبیین الحقائق	امیریہ مصر ۱۳۱۳ھ	فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زیلعی	۷۴۳ھ
۹۷	حاشیہ شلبی	″ ″ ″	شہاب الدین احمد شلبی	
۹۸	البحر الرائق	دار الکتب العربیہ مصر ۱۳۳۳ھ	زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم مصری۔	۹۷۰ھ
۹۹	تکملۃ البحر	″ ″ ″ ″	محمد بن حسین طوری	۱۱۳۷ھ
۱۰۰	منحۃ الخالق	″ ″ ″ ″	علامہ سید ابن عابدین شامی	۱۲۵۲ھ
۱۰۱	رمز الحقائق	حیدری بمبی ۱۲۹۴ھ	بدر الدین محمود عینی	۸۵۵ھ
۱۰۲	وقایہ	مجتبائی، مجیدی	عبد اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ	۷۴۷ھ
۱۰۳	شرح وقایہ	سعید اینڈ کمپنی کراچی	″ ″ ″	″
۱۰۴	ذخیرۃ العقبیٰ	نولکشور لکھنؤ ۱۳۲۶ھ	یوسف بن جنید المعروف اخی چلپی۔	۹۰۵ھ
۱۰۵	عمدۃ الرعایہ	سعید اینڈ کمپنی کراچی	مولانا عبد الحی لکھنوی	۱۳۰۴ھ

Marfat.com

نمبر شمار	کتاب	مطبع / سن طباعت	مصنف	سن وصال
۱۰۶	جامع الرموز	نولکشور لکھنؤ ۱۳۰۹ھ	شمس الدین محمد بن خراسانی قہستانی۔	۹۶۲ھ
۱۰۷	غرر الاحکام	در السعادۃ مصر ۱۳۲۹ھ	منلا خسرو محمد بن فراموز	۸۸۵ھ
۱۰۸	درر الحکام	〃 〃 〃	〃 〃 〃 〃	〃
۱۰۹	غنیۃ ذوی الحکام	〃 〃	حسن بن عمار وفائی شرنبلالی	۱۰۶۹ھ
۱۱۰	منیۃ المصلی		سدید الدین محمد بن محمد کاشغری	۷۰۵ھ
۱۱۱	غنیۃ المستملی	مجتبائی دہلی ۱۳۳۳ھ	شیخ ابراہیم بن محمد حلبی	۹۵۶ھ
۱۱۲	صغیری	〃 〃 ۱۳۲۵ھ	〃 〃 〃 〃	〃
۱۱۳	ملتقی الابحر	دار الطباعۃ عامرہ مصر ۱۳۱۶ھ	〃 〃 〃 〃	〃
۱۱۴	در المنتقی	〃 〃	علاؤ الدین محمد بن علی حصکفی	۱۰۸۸ھ
۱۱۵	تنویر الابصار	در السعادۃ مصر ۱۳۲۴ھ	محمد بن عبد اللہ تمرتاشی غزی	۱۰۰۴ھ
۱۱۶	در المختار	〃 〃 〃	علاؤ الدین محمد بن علی حصکفی	۱۰۸۸ھ
۱۱۷	طحطاوی علی الدر	دار الطباعۃ عامرہ مصر ۱۲۵۲ھ	سید احمد بن محمد طحطاوی	۱۲۳۱ھ ۱۲۳۷
۱۱۸	رد المحتار	در السعادۃ مصر ۱۳۲۴ھ	سید محمد امین ابن عابدین شامی	۱۲۵۲ھ
۱۱۹	التحریر المختار	کبریٰ امیریہ مصر ۱۳۲۳ھ	شیخ عبد القادر رافعی فاروقی	۱۳۲۳ھ
۱۲۰	غایۃ الاوطار	نولکشور لکھنؤ ۱۳۱۱ھ	مولوی خرم علی	۱۲۷۱ھ
۱۲۱	مراقی الفلاح	عیسی البابی الحلبی مصر ۱۳۵۶ھ	حسن بن عمار وفائی شرنبلالی	۱۰۶۹ھ
۱۲۲	خلاصۃ الفتاوی	ایکسپورٹ لیتھو لاہور	طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری	۵۴۲ھ

Marfat.com

نمبر شمار	کتاب	مطبع/سن طباعت	مصنف	سن وصال
۱۲۳	فتاویٰ قاضی خاں	نولکشور ۱۹۲۱ء کبریٰ امیریہ مصر ۱۳۱۰ھ	فقیہ النفس حسن بن منصور اوزجندی۔	۵۹۲ھ
۱۲۴	فتاویٰ سراجیہ	نولکشور ۱۳۴۴ھ	سراج الدین علی بن عثمان اوشی فرغانی۔	تکمیل ۵۶۹ھ
۱۲۵	فتاویٰ بزازیہ	کبریٰ امیریہ مصر ۱۳۱۰ھ	محمد بن محمد بن شہاب ابنِ بزاز کردری۔	۸۲۸ھ
۱۲۶	فتاویٰ غزیہ	اہلسنت والجماعت بریلی ۱۳۳۲ھ	محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی	۱۰۰۴ھ
۱۲۷	فتاویٰ خیریہ	در السعادۃ ۱۳۱۱ھ	خیر الدین بن احمد رملی	۱۰۸۱ھ
۱۲۸	فتاویٰ برہنہ	نولکشور کانپور ۱۹۱۴ء	نصیر الدین مینائی	۱۰ ویں صدی
۱۲۹	فتاویٰ ہندیہ	مجیدی کانپور ۱۳۵۰ھ کبریٰ امیریہ مصر ۱۳۱۰ھ	ملا نظام الدین برہانپوری (مرتب)	۱۱۰۴ھ
۱۳۰	عقود الدریہ	میمنہ مصر ۱۳۱۰ھ	سید محمد امین بن عابدین شامی	۱۲۵۲ھ
۱۳۱	فتاویٰ مولانا عبدالحی	یوسفی فرنگی محل ۱۹۶۲ء	مولانا عبدالحی بن عبدالحلیم لکھنوی۔	۱۳۰۴ھ
۱۳۲	فتاوےٰ رضویہ		مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی	۱۳۴۰ھ
۱۳۳	دفع زیغ زاغ		〃 〃 〃 〃	〃
۱۳۴	الزبدۃ الزکیہ		〃 〃 〃 〃	〃
۱۳۵	الحجۃ الفائحہ		〃 〃 〃 〃	〃

Marfat.com

نمبر شمار	کتاب	مطبع / سن طباعت	مصنف	سن وصال
۱۳۶	رسالہ طرق اثبات الہلال		مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی	۱۳۴۰ھ
۱۳۷	بہارِ شریعت	رفاہِ عامہ آگرہ	مولانا محمد امجد علی اعظمی	۱۳۶۷ھ
۱۳۸	فتاویٰ نوریہ		حضرت فقیہِ اعظم ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی محدثِ بصیر پوری	۱۴۰۳ھ
۱۳۹	حرمتِ زاغ		" " " "	"
۱۴۰	رسالہ الافتار فی جواز			
۱۴۱	تعلیم الکتابۃ للنساء۔		" " " "	"
۱۴۲	رسالہ مکبر الصوت		" " " "	"
۱۴۳	تکملہ سلطان الفقہ		مولانا محمد نظام الدین ملتانی	
۱۴۴	انواع بارک اللہ	نولکشور لاہور ۱۳۲۴ھ		
۱۴۵	مجلہ نور الحبیب			
۱۴۶	رضوان (ہفت روزہ)			
۱۴۷	درود و سلام قبل اذان		مولانا ابوالانعام محمد رمضان المحقق النوری۔	۱۴۰۹ھ
۱۴۸	مجموعہ قوانینِ اسلام	ادارہ تحقیقاتِ اسلامی پاکستان	جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن	
۱۴۹	فتاویٰ رشیدیہ	برقی پریس دہلی ۱۳۵۲ھ	مولوی رشید احمد گنگوہی	

کتبِ اصولِ فقہ

نمبر شمار	کتاب	مطبع / سن طباعت	مصنف	سن وصال
۱۵۰	تنقیح الاصول	قصہ خوانی پشاور	عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ	۷۴۷ھ

Marfat.com

نمبر شمار	کتاب	مطبع/سن طباعت	مصنف	سن وصال
۱۵۱	التوضیح فی حل غوامض التنقیح۔	قصہ خوانی پشاور	عبیداللہ بن مسعود تاج الشریعۃ	۷۴۷ھ
۱۵۲	التلویح الی کشف حقائق التنقیح۔	" " "	سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی	۷۹۲ھ
۱۵۳	المنار	سعید ایم ایچ کراچی ۱۳۷۹ھ	ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی	۷۱۰ھ
۱۵۴	نورالانوار	" " "	شیخ احمد ملّا جیون صدیقی	۱۱۳۰ھ
۱۵۵	الاشباہ والنظائر	نولکشور لکھنؤ ۱۹۱۵ء	زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم مصری	۹۷۰ھ
۱۵۶	غمز العیون	" " "	شہاب الدین سید احمد بن محمد حموی مصری۔	۱۰۹۸ھ
۱۵۷	اصول الشاشی	رحیمیہ	نظام الدین اسحاق بن ابراہیم شاشی۔	۳۲۵ھ
۱۵۸	ثلاثین شامی	دارالسعادہ مصر ۱۳۱۵ھ	علامہ ابن عابدین شامی	۱۲۵۲ھ

فقہ المذاہب

نمبر شمار	کتاب	مطبع/سن طباعت	مصنف	سن وصال
۱۵۹	المدونۃ الکبریٰ	خیریہ مصر ۱۳۲۴ھ	ابوعبداللہ عبدالرحمٰن بن قاسم مالکی۔	۱۹۱ھ
۱۶۰	رحمۃ الامہ	مصطفےٰ البابی الحلبی مصر ۱۳۵۴ھ	شیخ محمد عبدالرحمٰن دمشقی شافعی	تکمیل ۷۸۰ھ
۱۶۱	میزان شعرانی	" " "	سیدی عبدالوہاب بن احمد شعرانی	۹۷۳ھ
۱۶۲	کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ	وزارۃ اوقاف مصر ۱۳۲۹ھ	علامہ عبدالرحمٰن جزیری۔	تکمیل ۱۹۲۴ء
۱۶۳	فتاوےٰ حدیثیہ	المعاہد قاہرہ ۱۳۵۳ھ	احمد بن محمد ابن حجر ہیتمی مکی	۹۷۳ھ

Marfat.com

متفرقات

نمبر شمار	کتاب	مطبع/سن طباعت	مصنف	سن وصال
۱۶۴	الاتقان	اظہریہ مصر ۱۳۴۳ھ	علامہ جلال الدین سیوطی صدیقی	۹۱۱ھ
۱۶۵	شرح عقائد		سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی	۷۹۲ھ
۱۶۶	فتوحاتِ مکیہ	دار الکتب العربیہ مصر	ابو عبد اللہ محمد بن علی ابن عربی	۶۳۸ھ
۱۶۷	مکتوباتِ شیخِ محقق	مجتبائی دہلی ۱۳۳۶ھ	شیخ عبد الحق محدثِ دہلوی محقق حقی۔	۱۰۵۲ھ
۱۶۸	مفتاح السعادۃ	دائرۃ المعارف ۱۳۵۶ھ	مولیٰ احمد بن مصطفیٰ طاش کبری زادہ۔	۹۶۶ھ ۹۶۸
۱۶۹	دستور العلماء	" ۱۳۲۹ھ	قاضی عبد النبی بن عبد الرسول احمد نگری۔	۱۱۷۳ھ تکمیل

Marfat.com

تحمیدِ احسن الخالقین
۱۴۰۳ھ

نسخۂ اکسیر فتاویٰ نوریہ حصّہ سوم

۱۹۸۳ء

از قلم حقیقت رقم — ۱۴۰۳ھ
شخصیتِ بے مثال — ۱۹۸۳ء
عالمِ دانا فقیہِ اعظم — ۱۴۰۳ھ

حضرتِ گرامی قدر — ۱۹۸۳ء
مسیحا نفس محمد نور اللہ دامت برکاتہم العالیہ — ۱۹۸۳ء

حضرتِ بوالخیر نور اللہ نعیمی باوقار
جن کے دم سے ہے گلستانِ محبت پُر بہار

قافلہ سالارِ مردانِ خداوندِ کریم
عرصۂ عرفان و حکمت کے وہ مردِ شہسوار

رہنمائے گمرہانِ منزلِ عرفانیت
صدرِ اربابِ بصیرت، مفتئ ذی اقتدار

ہیں فدا اُن کی فقاہت پر سبھی اہلِ نظر
رفعتِ افکار بھی جن کے قلم پر ہے نثار

جن کا موضوعِ سخن ہے شرحِ قرآن و حدیث
گفتگو سے ہے نمایاں "عظمتِ شب زندہ دار" ۱۹۸۳ء

ماشاء اللہ اُن کی تحقیقاتِ علمی خوب ہیں
جو کہ ہیں اُن کے کمالِ علم کی آئینہ دار

مخلصانہ ہے دعائے خیر کہ اُن پر رہے
تا قیامت سایہ افگن رحمتِ پروردگار

اِن فتاویٰ کی طباعت قوم پر احسان ہے
ایک "گمگشتہ حقیقت" ہو گئی ہے آشکار ۱۴۰۳ھ

ملتِ خیر الانام اِس سے سدا پائے گی فیض ۱۴۰۳ھ
بالیقیں ہے یہ علومِ دیں کا بحرِ بیکنار

ہے محبُّ اللہ نوری کی یہ ترتیبِ جمیل
کاوشِ پیہم ہے ان کی باعثِ صد افتخار

ہے یہ "اظہارِ خیالِ صاحبِ اقبال"، آج ۱۹۸۳ء
ہر نظر جس کے نظارے کے لیے ہے بیقرار

علم و حکمت کا ہے یہ "مہرِ درخشاں بے مثال" ۱۹۸۳ء
جس کی ضو سے محفلِ فکر و نظر ہے تابدار

اِس کی "تاریخِ اشاعت" ہے قمر "بُستانِ فیض" ۱۹۸۳ء ۱۴۰۳ھ
جس سے اہلِ علم و دانش دل سے رکھتے ہیں پیار

جمعۃ المبارکہ
۴ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ
۱۸ر فروری ۱۹۸۳ء

نتیجۂ افکار المخلص قمر یزدانی
۱۹۸۳ء

Marfat.com

فتاویٰ نوریہ

کامل چھ جلدیں

فقیہ اعظم کے فقہی قلم کا عظیم شہکار

سات ہزار جدید و قدیم مسائل کا بے مثال حل

۳۵۰۰ صفحات پر مشتمل شرعی دائرۃ المعارف

علماء و مشائخ وقت کا محبوب و پسندیدہ

آفسٹ کتابت، اعلیٰ طباعت، عمدہ سفید کاغذ، خوبصورت جلد

ہدیہ مکمل سیٹ -/۱۵۰۰ روپے

ملنے کا پتا

دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

Marfat.com

محمد اشفاق
BSW

Marfat.com